

This is a very good book to read every body should try to read it

Aziz Mahmad Buzi
Student of S.P. College
Srinagar
1953. II year
Teh Kargil



سلسلۂ نصابیات علمیہ جامعۂ عثمانیہ

تاریخ دستورِ انگلستان

اے۔ ایم چیمبرز صاحبہ کی کتاب "اے شارٹ کانسٹی ٹیوشنل ہسٹری آف انگلینڈ" کا اردو ترجمہ

بی۔ اے کے لئے

مترجمہ

مولوی سید علی رضا صاحب بی۔ اے بیرسٹر ایٹ لا
رکن سررشتۂ تالیف و ترجمہ جامعۂ عثمانیہ

۱۳۴۱ھ م ۱۳۳۲ف م ۱۹۲۲ء

دارالطبع جامعۂ عثمانیہ سرکارِ عالی حیدرآباد دکن

حامداً و مصلیاً

دیباچہ مترجم

اس مختصر دیباچہ میں کسی خاص امر کا اظہار مقصود نہیں ہے البتہ طالب علموں کے فائدے کی غرض سے میں اُس فرق کو دکھلا دینا چاہتا ہوں جو اس کتاب اور دوسری انگریزی دستوری تاریخوں کی طرز تحریر اور ترتیب مضامین میں پایا جاتا ہے۔ تاریخ دستور انگلستان برائے انٹرمیڈیٹ کو اُسکے مولف الف۔ سی مانٹیگو صاحب نے قدیم مصنفین کی تقلید میں جیساکہ ڈاکٹر اسٹبز، ہیلم، گارڈنر، سرٹی۔ اُرس کرن مے اور ٹیسویل لینگ میڈ مورخین ہو گذرے ہیں سیاسی تاریخوں کی طرح ترتیب دیا ہے۔ اگرچہ اِن مورخین نے انگریزی نظم حکومت کی تاریخ لکھی ہے لیکن انگریزی ادارات کی تاریخ میں ملک کی سیاسی تاریخ کا زیادہ حصّہ شامل کردیا ہے جس کی وجہ سے ہر ایک ادارہ کی تاریخ ترقی عام سیاسی واقعات کی تاریخ میں چھپ جاتی ہے اور طالب علموں کو سیاسی واقعات سے دستوری واقعات کے علٰحدہ کرنے میں نہ صرف زحمت ہوتی ہے، بلکہ انگریزی ادارات کی تدریجی ترقی کی تاریخ بخوبی اُن کے ذہن نشین نہیں ہونے پاتی؛

انگریزی دستور حکومت کی تاریخ سے مراد انگریزی ادارات کی تاریخ ہے یعنی حکومتِ قومی شاہی پارلیمنٹ کی دونوں مجلسیں (دارالامرا اور دارالعوام)، وزرا، حکام عدالت اور حکومتِ مقامی کے ادارات کی تاریخ پر برطانیہ کی تاریخ دستوری مبنی ہے۔ جس طرح دوسرے علوم کا اکتساب حصول تعلیم کا اعلیٰ ذریعہ قرار دیا گیا ہے اسی طرح علم تاریخ کا شمار تعلیم کے ایک عمدہ اور اعلیٰ ذریعے میں ہو سکتا ہے بشرطیکہ دستور حکومت کے ہر ایک ادارہ کی تاریخ مختلف شاہی خاندانوں کے نزاعات اور دیگر سیاسی واقعات سے مخلوط نہ ہو انگلستان میں اِس امر کی طرف تقریباً تیس (۳۰) سال پہلے

ماہرین فن کو توجہ ہوئی اور پروفیسر ڈی جے میڈلے پہلے مولف ہیں جنھوں نے انگریزی دستور کی تاریخ ادارہ وار لکھی ہے اور اس طرز کی اُن کی پہلی کتاب مسمی بہ انگلش کانسٹی ٹیوشنل ہسٹری ماہ جون ۱۸۹۴ئ میں شائع ہوئی؛ میڈلے صاحب کی تقلید میں اے۔ ایم چیمبرز صاحبہ نے اپنی کتاب کانسٹی ٹیوشنل ہسٹری آف انگلینڈ کی ادارہ وار تالیف کی ہے اور یہ کتاب اسی تاریخ کا اردو ترجمہ ہے غالباً اس طرز و ترتیب کی یہ دوسری کتاب ہے اگرچہ چیمبرز صاحبہ کی کتاب میڈلے صاحب کی کتاب سے بہ ظاہر کم مبسوط ہے لیکن کثرت مضامین اور اختصار و اجمال بیان نے اُس کو پہلی کتاب سے زیادہ دقیق بنا دیا ہے اسی واسطے مضامین کے عبور کرنے میں طالب علموں کی سہولت کے خیال سے جہاں جہاں مناسب معلوم ہوا ہم نے ترجمہ میں صراحت کر دی اور حسب ضرورت حاشیہ بھی (فٹ نوٹ) لکھا ہے؛ ترجمہ تاریخ دستور انگلستان برائے انٹرمیڈیٹ کے ساتھ جو مقدمہ اور تشریحات طبع ہوئی ہیں اُن سے اس کتاب کے مطالعہ میں بخوبی مدد مل سکتی ہے۔

حسب عادت تا امکان اس ترجمہ کو بھی سلیس اور دلچسپ و بامحاورہ بنانے کی کوشش کی گئی ہے اگر ترجمہ میں فی الواقع یہ اوصاف ہوں اور طالب علموں کو مضامین کے عبور کرنے میں آسانی ہو تو میں سمجھونگا کہ میری محنت ٹھکانے لگی ۱۲

حیدرآباد دکن
۴ ؍ آذر ۱۳۳۲ف

خاکسار
سید علی رضا

فہرست مضامین

پہلا باب

دستور کی ابتدا

صفحہ

دوسرا باب

سیکسن نظم مملکت

تیسرا باب

جاگیری نظم حکومت

چوتھا باب

بادشاہی

پانچواں باب

بادشاہ کی کونسل

چھٹا باب

شاہی مداخل

ساتواں باب

بنائے پارلیمنٹ

آٹھواں باب

دارالامرا

نواں باب

دارالعوام

دسواں باب

فرائض پارلیمنٹ

گیارھواں باب

دادرسی

بارھواں باب

دستوری ترقی کے ساتھ مرکز حکومت کا بدلتا جانا

ضمیمہ

انتظامات مقامی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تاریخ دستور انگلستان

پہلا باب

دستور کی ابتدا

دستور برطانیہ کی خصوصیتیں

اگرچہ بظاہرِ ڈی ٹاک ویل کا مقولہ کہ "انگریزی دستور کا وجود ہی نہیں ہے" ایک معمیٰ اور تناقض موہوم معلوم ہوتا ہے لیکن یہ معمیٰ بھی بلاوجہ نہیں کہا گیا ہے۔ بات یہ ہے کہ برطانیہ کا دستور کسی مکمل و مستقل دستاویز کی شکل میں نہیں پایا جاتا۔ یہ دستور نہ تو کسی خاص زمانے میں وضع ہوا اور نہ کوئی مخصوص جماعت اُس کے وضع کرنے کے متعلق ذمہ دار ٹھرائی جاسکتی ہے بلکہ اُس کے برعکس انگریزی نظامِ حکومت کی عالی شان عمارت صدیوں کی تعمیر درتعمیر کا نتیجہ ہے اور اس کے بنانے میں ہر قسم کے مواد سے کام لیا گیا ہے۔ مختلف معماروں نے رسوم اور قوانین، عدالتی فیصلے اور غیر منضبط قواعد سے عمارت مذکور اُس اساس پر تعمیر کی۔ قدیم زمانے کی تمدنی اور قومی تاریخ میں جس کی نیو بہت گہری کھدی تھی۔ تیاری کے وقت عمارت کی خوبصورتی، ترتیب اور مناسبت اُن کاریگروں کے ملحوظِ خاطر نہ تھی بلکہ حسبِ ضرورت وقتاً فوقتاً اس کی تکمیل ہوتی گئی اور ایک منزل پہ دوسری قایم کی گئی۔ اِس کے علاوہ اس عمارت کے بعض حصوں سے ایسی بے پروائی کی گئی کہ وہ منہدم ہوگئے اور بعض حصوں سے وہ کام لیا گیا جس کے لئے ابتداءً وہ بنائے نہیں گئے

تھے۔ ہر ایک نسل نے اپنے اپنے وقت میں اس عمارت دستوری میں اپنی ضرورت سے کمی وبیشی کی ہے۔ دستور انگلستان کی تاریخ سے بخوبی ثابت ہے کہ محض اتفاقات کی بنا پر اس کا وجود ہوا اور اس کا زیادہ تر حصہ رسم و رواج و معمول پر مبنی ہے۔ اس دستور کی اسی ایک خاصیت کے سبب سے کہ اُس کی بنا اتفاقات پر ہوئی ہے اس میں اور دوسرے پارلیمنٹی نظامات حکومت میں امتیاز ہے۔ اس فرق کا ایک خاص سبب یہ ہے کہ ان میں کے اکثر دساتیر انگریزی دستور کے نمونے پر بنے ہیں لیکن اُن کی تکمیل نمونہ سازوں کے ہی ہاتھوں سے ہوئی۔ یہ دساتیر مکتوبی (یعنے موضوعہ) ہیں اس سبب سے ان کو ناقابلِ ترمیم کا لقب دیا جاتا ہے۔ اِن کے برعکس دستور انگلستان غیر مکتوبی (غیر موضوعہ) ہے اس لئے وہ ترمیم پذیر اور ضرورت کے لحاظ سے تبدیل ہو سکتا ہے۔ اِس میں تغیراتِ اساسی معمولی وضع قوانین کے ذریعے سے عمل میں لائے جاتے ہیں۔ اس کی دستور وضع کرنے والی مجلس اُس کی قانون بنانے والی مجلس سے علیحدہ نہیں ہے یہی مجلسِ وضعِ قوانین اسی طرح حلقۂ منتخبین میں لاکھوں رائے دہندوں کا اضافہ کر سکتی ہے جس طرح وہ چیچک کے ٹیکے کا قانون بدل سکتی ہے یا کتوں کے منہ بند رکھنے کی نسبت اصرار کر سکتی ہے۔ لیکن دستور مستقل میں ایسے قوانین جو اساسی کہلاتے ہیں اس طریقے سے نہیں بدلے جا سکتے جس طریقے سے معمولی قوانین میں تبدیل کیجاتی ہے۔ اِن کو صرف اُس کی مجلس وضع دستور بدل سکتی ہے۔ یہ مجلس صرف وقت ضرورت عالم وجود میں آتی ہے ورنہ وہ ہمیشہ عالم امکان میں رہتی ہے۔ اس لئے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ گو دستور مستقل میں تبدیلی کی قابلیت ہے لیکن وہ خود بخود تبدیل نہیں ہوتا۔ اور اس کی تبدیلی کی صورت ویسی ہی ہوتی ہے جیسی عام طور پر انقلاب کی۔ اور بجز اُس حالت کے کہ مجلس وضع دستور طلب کی جائے اور اُس کے ذریعے سے اُس میں ترمیم کرائی جائے۔ مکتوبی دستور ہی اس دولت کا سب سے "آخری عدالتِ مرافعہ" اور قوت اعلیٰ متصور ہوتا ہے۔

دستور مستقل اور دستور ترمیم پذیر میں لفظ "دستور" کے معنی جدا جدا ہوتے ہیں موصوف تو ایک ہی شئے ہوتی ہے لیکن صفت دستوری کا مفہوم بلحاظ نوعیت دستور مختلف ہوتا ہے۔ پہلی قسم کی حکومت میں "دستوری" سے وہ شئے مراد لیجاتی ہے جو شرائط

یعنے فقرات دستور کا ایک جزو ہو' اور دوسری قسم کی حکومت میں اس اصطلاح کا استعمال مبہم طریقے پر زیادہ ہوتا ہے اور اس کے معنی "مطابق دستور" اور "حسب مفہوم دستور" ہوتے ہیں۔ شاذ و نادر ہی اس کا اطلاق کسی انگریزی قانون موضوعہ پر اس طرح ہوتا ہے جس سے اس کی ماہیت صحیح طور پر بیان ہو سکے۔ اگرچہ انگریز بہت سی باتوں کو غیر دستوری مانتے ہیں لیکن وہ ہرگز ناجائز یا خلاف قانون نہیں ہیں اور اسی لئے نہ عدالتوں میں اُن کی نسبت باز پرس ہوتی اور نہ اُن کے مرتکبین مستوجب سزا ہوتے ہیں لیکن دستور مستقل میں ہر ایک غیر دستوری شئے ناجائز یعنے خلاف قانون سمجھی جاتی ہے اس لئے اُس کا مرتکب یا تو شرائط دستور مکتوبی کی رو سے مستوجب سزا ہوتا ہے یا اس قسم کے فعل کو اشخاص یا مجلس ذمہ دار کے اختیارات سے متجاوز خیال کر کے کالعدم سمجھا جاتا ہے۔

انگریزوں کے ہاں جو فرق "خلاف قانون" اور "غیر دستوری" میں کیا جاتا ہے اور خصوصاً دوسری اصطلاح کے مفہوم کا دائرہ بہ نسبت پہلی اصطلاح کے معنوں کے زیادہ وسیع ہے اس کا اصلی سبب یہ ہے کہ دستور انگلستان دُہری بنیاد پر رکھا گیا ہے۔ اس کی بنیاد نہ صرف قانونِ مُلک ہے بلکہ "رسوم و رواج دستور" بھی ہے۔ اگرچہ ان رسوم سے عدالتوں کو راست راست تعلق نہیں ہے تاہم ان قواعد کے متعلق ویسی ہی معلومات ہیں' اور ان کا وہی اثر ہے جیسا کہ قانون مکتوبی کا اگر ان کی تشریح کی جائے تو ثابت ہوتا ہے کہ وہ ایسے غیر منضبط قواعد ہیں جن کا تعلق ارکان انتظامیہ کے ان اختیارات تمیزی سے ہوتا ہے جو ابھی تک باقی رہ گئے ہیں مثلاً اب یہ بات "رسم دستور" ہو گئی ہے کہ بادشاہ اپنے حق یا اختیار نامنظوری کو اُس مسودۂ قانون کی نسبت عمل میں نہیں لائیگا جو دونوں ایوانوں میں پارلیمنٹ کے منظور ہو چکا ہو۔ اسی طرح یہ بات بھی مسلمہ ہے کہ انتظامیہ کو بلا منظوری پارلیمنٹ نہ کسی صلحنامے پر دستخط کرنے چاہئیں نہ اعلان صلح و جنگ یہ عام قاعدہ ہے کہ جب دار العوام میں وزارتِ وقت کو اپنی کسی اہم تحریک کی نامنظوری کے سبب سے شکست ہو تو اس کو لازم ہے کہ خدمت سے مستعفی ہو جائے اور پارلیمنٹ کو بغرض اجرائے کار سال میں کم سے کم ایک مرتبہ اجلاس کرنا ضروری ہے۔ اگرچہ ان امور کی نسبت کسی قسم کا قانون موجود ہے اور نہ قانون کا منشا اس طرز عمل کو قایم رکھنا ہے تاہم یہ رسوم اُسی طرح نافذ العمل خیال کئے جاتے ہیں جس طرح وہ متعدد قوانین جو

غیر پارلیمنٹی طرز پر محصول عائد کئے جانے کے خلاف وضع ہوئے ہیں +
بادی النظر میں معلوم ہوتا ہے کہ ان رسوم اور عادات کے برقرار رہنے کے لئے صرف ایک طریقے سے طمانیت کی گئی ہے اور وہ رائے عامہ کی نگرانی ہے اسلئے اگر کوئی وزیر رائے عامہ کی پروا نکرے تو وہ اپنے فعل کا اُس زمانے تک مختار ہو سکتا ہے جب تک کہ اُس کو انتخاب عام کے ذریعے سے حلقہ منتخبین کا سامنا نکرنا پڑے۔ لیکن حقیقتِ حال اس کے خلاف ہے یعنی قانون دستور کی خلاف ورزی کئے بغیر کوئی شخص رسوم دستور کی خلاف ورزی نہیں کر سکتا۔ اگر پارلیمنٹ ایک سال تک اجلاس نکرے تو قانون غدر کی مدت جس کی رو سے تربیت فوج قائم رہتی ہے منقضی ہو جاتی ہے۔ اسی طرح پارلیمنٹ کی غیر موجودگی میں اگرچہ کثیر رقم مالگزاری وصول ہو سکتی ہے لیکن اُس میں سے ایک حبّہ بھی نہیں صرف ہو سکتا اس لئے کہ مسودہ تخصیص رقوم کے جاری ہونے کے بغیر آمدنی قومی کا مصرف ناجایز اور خلاف قانون ہے چونکہ تخصیص رقوم کے مسودے کا منظور کرنا بیت العوام کے اختیار پر منحصر ہے اِس لئے مجلس مذکور کے فرمایشات کی تعمیل سے وزارت وقت بے اعتنائی نہیں کر سکتی۔ اگرچہ ملک کی عدالتوں میں ان رسوم کی خلاف ورزی کی نسبت راست راست نالش نہیں ہو سکتی لیکن بالآخر عدالتیں ہی رسوم دستور کی حامی و محافظ ہیں +

انگریزی دستور کی تاریخ کا زیادہ تر تعلق فرائض حکومت کی تقسیم سے ہے۔ زمانۂ حال کے دوسرے دساتیر اُس وقت بنائے گئے جبکہ فرایض حکومت کی نسبت موجودہ خیالات مسائل اصولی کی شکل میں آچکے تھے اور اس لئے اُن کے اجرا اور تعمیل کے متعلق قانون بنانا ممکن تھا۔ لیکن برطانوی حکومت کو چلانے والی کل اُس وقت بنی جبکہ دولت کو اپنی ذمہ داریوں میں اضافہ کرنے کے وقت کَلِ مذکورہ کے ناموزون ہونے کا احساس ہوا۔ زمانہ حال کی ہر ایک دولت کے فرائض نگرانی انتظامی قانونی تعزیری ہوتے ہیں۔ مجلس انتظامی کا کام ہے کہ قوم کی عام حکمت عملی کا انتظام کرے اور اُن قوانین کی جن کو مجلس وضع قوانین بنائے تعمیل کرائے۔ محکمہ عدالت سے اِن قوانین کی خلاف ورزی مستوجب سزا قرار پاتی ہے اور ان امور کے ملحوظ رکھنے پر ہر ایک ریاست کے استقلال اور قوت کی بنا ہے۔ ریاست کے فرائض میں نہ صرف اپنے ارکان

یعنے رعایا کو اُن کے کفو مہذب باشندوں اور پردیسی دشمنوں کے حملے سے بچانا بلکہ مستعدی سے اُن کی رفاہ کے اسباب مہیا کرنا بھی ہے۔ اس زمانے کی سلطنتیں نہ صرف افواج بری و بحری اور جمعیت پولیس کو مہیا کرتی ہیں بلکہ اُن کے ہاں محتاجین اور ضعفا کے ساتھ سلوک کرنے کے ذرایع بھی ہیں۔ وہ صحت قوم کی محافظ ہیں اور اُس کی تجارت، صنعت وحرفت اور اس کے بچوں کے لئے کم سے کم ابتدائی تعلیم کے حصول کے واسطے انتظام وتدبیر کرتی ہیں +

ابتدائی زمانے میں حکومتوں پر اس قسم کی ذمہ داریوں کا کوئی بار نہ تھا۔ اُن کا نہایت قدیم فریضہ غالباً اپنے افراد کی حفاظت تھی۔ ارسطو کا مقولہ ہے کہ انسان فطرۃً ایک "حیوان سیاسی" ہے اور وہ اپنے ہم جنس آدمیوں کے ساتھ اس لئے طبعاً میل جول رکھتا ہے کہ اُس کی حفاظت اور آزادی میں زیادتی ہو۔ معلوم ہوتا ہے کہ لوگ اگلے زمانے کی نہایت قدیم سیاسی جماعتوں کی بود وباش اختیار کرنے پر رسوم کے ہاتھوں مجبور کئے گئے تھے مرور زمانہ کے ساتھ انہی رسوم کو وہی لوگ مقدس سمجھنے لگے اور ضعیف الاعتقادی کے سبب سے ان کی پابندی ترک نہیں کر سکتے تھے۔ چونکہ رسوم مستقل یعنے غیر ترمیم پذیر ہوتے ہیں اور انسان بلاحجت ودلیل اُن کو مانتا ہے اور چونکہ اُس جماعت سیاسی میں جو پابند رسوم ہوتی ہے ترقی اور جدت طبع کا گلا گھونٹ دیا جاتا ہے اس لئے لوگ بتدریج اس بات کو تسلیم کرنے لگے کہ ریاست کے فرائض میں نہ صرف اپنے افراد کی بقا و مرفہ الحالی داخل ہے بلکہ اُن سے بُرے اخلاق ورواج کا دفع کرنا بھی اُن میں شامل ہے یعنے اگر سلطنت اپنے اجزائے ترکیبی کی حفاظت جان ومال کے لئے بنی ہے تو اُس کو چاہئے کہ اپنے باشندوں کی زندگی کو نیک بنائے۔ اسلئے جب ریاست نے قانون بنانا شروع کیا تو اُس وقت اُس کے باشندے رسم کی بیڑیوں کو کاٹ کر اپنے کو رہا کرنے کے قابل ہوے اور جب مشورے اور مباحثوں کے ساتھ حکومت کرنے کا طریقہ نکل آیا تو اُس وقت ترقی دستوری کا امکان ہوا +

اچھی حکومت کی نسبت انگریزی خیال کی ترقی جس کا نتیجہ ایک مستعد نظام حکومت ہے حیرت انگیز بدنظمی سے ہوئی ہے۔ اس کو بھی اُنہی چند خیالی اصول سے رنگا گیا تھا جن کو اقلیم یورپ میں سترھویں اور اٹھارھویں صدی میں عام مقبولیت

حاصل ہوگئی تھی ۔ وہ چند دستاویزات جو دستورِ انگلستان کے سنگ بنیادی سمجھے جاتے ہیں اصل میں خرابیوں کے علاج و انسداد کے لئے نہ کہ دستور بنانے کی غرض سے مرقوم ہوئے ہیں ۔ اگرچہ میگنا کارٹا (سند اعظم) پیٹیشن آف رائیٹ (عرضی یعنے قانون حقوق) ہیبیس کارپس ایکٹ (قانون لزوم تحقیقات محبوس) بابت ۱۶۷۹ء ۔ بل آف رائیٹس (مسودہ قانون حقوق) غیر معمولی واقعات کی بنا پر وضع ہوے ہیں لیکن ان کے بانی ارباب نظر نہیں تھے بلکہ وہ لوگ تھے جن کا تصور حکومتِ شائستہ کے متعلق حکومتِ نکوہیدہ کے ذاتی تلخ تجربے پر مبنی تھا ۔ ان کو صرف اپنی شکایتوں کے اظہار کرنے اور اُنہی خرابیوں کے عود نکرنے کے لئے پیش بندی کرنے پر قناعت تھی ۔ اِس کی نسبت جب اُن کو زیادہ احتیاط منظور ہوئی تو انھوں نے بعض چیزوں کو خلاف قانون ٹھیرایا اور اُن کے انسداد کی تدبیر کی لیکن ان غیر معمولی چارۂ کار کی نسبت اُن لوگوں کو غور و تدبر سے قانون بنانا ہرگز منظور نہ تھا ۔

اِن کے بعد کے سلسلہ مصلحین کے اعتدال کا سبب اُن کا وہ عقیدہ ہے جو ان میں بطور الہام پیدا ہوا اور جس کی بنا پر اُن کا خیال تھا کہ وہ صرف اُسی شئے کو طلب کر رہے ہیں جو حقیقت میں اُن کی ہے ۔ اُن کی ترقی کا سبب اُن کی دور اندیشی تھی ۔ پہلے سے موجودہ حقوق کی تصدیق کی شکل میں ملک کی اکثر آزادیاں حاصل کی گئیں ۔ یہی چند دستاویزات جب اُن کے مندرجہ حقوق کی سرکاری طور پر تصدیق ہوئی آئندہ نسلوں کے واسطے بلالحاظ اُن کے اصلی مضامینِ مندرجہ قومی اولوالعزمیوں کا مجموعہ بن گئیں ۔ اِس کے ساتھ ہی ان میں تغیرات بھی قدامت پسندانہ طریقے پر کئے گئے ہیں ۔ اکثر پرانی بنیاد پر نئی بیرونی عمارت تیار کی گئی اور جب نئے طریقے اختیار کئے گئے تو پرانی عادتوں کو بھی باقی رہنے دیا اور اُس وقت تک پرانی باتوں کو نئی باتوں کے پہلو بہ پہلو برقرار رکھا یہاں تک کہ یہ پرانے طریقے اپنے قوی تر مقابلہ کرنے والے کے اثر سے بتدریج قعر گمنامی میں پڑ گئے ۔ تحقیقات بذریعۂ آزمایش غیبی کی سرکاری طور پر منسوخ ہونے کے صدیوں قبل تحقیقات بذریعہ جُوری کا طریقہ رائج ہو چکا تھا ۔ قانون غیر موضوعہ کی عدالتوں نے پرانی عدالتوں کا رفتہ رفتہ خاتمہ کر دیا لیکن اکثر حالتوں میں اصولاً اُن کا وجود اور اختیار باقی رہ گیا تھا حتیٰ کہ انیسویں صدی میں ان میں سے بعض کی از سر نو تنظیم ہوئی اور بعض کی منسوخی عمل میں آئی ۔

علاوہ بریں اکثر تغیرات دستوری کی ابتدا اُن خفیف تبدیلیوں کے سبب سے

ہوئی ہے جن پر انتظامی سہولت کی غرض سے عمل کرنا پڑا۔ اسی نہج سے عدالت چانسری (نصفت) اور قانون غیر موضوعہ کی عدالتوں کی ابتدا ہوئی ہے اور اسی طرح سے اصول انتخاب و نمایندگی ترقی کر کے حکومت مقامی کے اجزا بن گئے۔ بادشاہ نے بنظر سہولت اُس رقم کی نسبت جو اس کو اُس کی رعایا سے وصول طلب تھی شرح مقرر کرنے کا کام ایک مقامی جوری کے تفویض کیا اور بذریعہ مراسلت ہر ایک شہر و ضلع پر رقم ایصال طلب کا بار ڈالکر اپنی مالیہ ضرورتوں کی تکمیل کرنے کے بجائے بمقام ویسٹ منسٹر صرف اُن لوگوں کو طلب کیا جو ملک کی رائے کا اظہار کر سکتے تھے اور بالآخر اُس کو مداخل قومی پر انہی لوگوں کی نگرانی منظور کرنی پڑی۔ لیکن بارھویں صدی میں کسی کے خیال میں بھی نہ آیا ہوگا کہ ایک مقامی جوری کے ذریعے سے شرح محصول مقرر کرانے کا یہ نتیجہ نکلے گا۔ مختصر یہ کہ اکثر دستوری ترقیاں ایسی خواہشوں کے سبب سے نصیب ہوئی ہیں جو فی الواقع ذاتی اغراض پر مبنی ہیں۔ ۱۲۱۵ء کے امرا سچے محبان وطن نہ تھے۔ بعض مورخین کی رائے ہے کہ وہ معدودے چند حقوق جو عوام کو بذریعہ میگنا کارٹا (سند اعظم) عطا ہوئے تھے بے غرضانہ نہیں حاصل کئے گئے۔ امرا کا مدعا تھا کہ بادشاہ اور رعایا کا قدیم رشتۂ اتحاد ٹوٹ جائے اور جب امرا بادشاہ کا مقابلہ کریں تو رعایا ان کے خلاف اُس کا ساتھ نہ دے۔ بعض ایسے لوگ بھی ہیں جو ارل سیمن کو متدین اور اصولی مدبر نہیں مانتے اور اس کو قابو طلب اور زمانہ ساز ہونے کا ملزم ٹھیراتے ہیں۔ ہم اس کا جواب جو بظاہر بے ربط معلوم ہوتا ہے یوں دے سکتے ہیں کہ رچرڈ سوم نے بھی باوجود اپنی رعایا کا ہمدرد و دلسوز نہ ہونے کے اور نہ اُس کے عادات و اطوار سے کسی کو اس کی امید ہو سکتی ہے قرضۂ جبریہ کی تنسیخ کی تھی۔

اگر ہم اس بات پر زور دیں کہ ہمارے موجودہ نظام حکومت میں اکثر امور کا وجود اتفاقات اور ضرورت کی بنا پر ہوا ہے یا اس پر مصر ہوں کہ اُن اشخاص میں سے جو شاہی دست درازیوں کو روکنے کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے تھے چند آدمی ضرور ایسے تھے جنھوں نے بادشاہ کا مقابلہ اصولاً نہیں کیا بلکہ اُن کی کاوش اور مخالفت خود غرضانہ تھی تو ہماری بحث غیر موثر و سطحی ہوگی۔ لیکن ہمارا فرض ہے کہ ہم انہی چند مسائل پر جو علانیہ صحیح معلوم ہوں زور دیں اس لئے کہ امریکہ، و اقلیم یورپ کے واضعان

دستور نے اسی قسم کے نتائج حاصل کرنے کی سعی توقع اور تلاش کی ہے۔ تاہم ان ملکوں میں کل سلسلہ تجربات سے اس قسم کے نتیجے اتفاقیہ طور پر نہیں پیدا ہوئے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ ان وساتیر کی ایجاد وارتقا اور انگریزی دستور کے وجود ونشو نما میں فرق ہے اسی فرق نے اِن کے نتائج کو بھی انگریزی دستور کے نتیجوں سے مختلف کردیا۔ انگریزی دستور کے مختصات کا سبب بالخصوص اُس کا ارتقا ہے۔

آغاز تاریخ دستور برطانیہ

ابتدا سے انگلستان اکثر سیاح قوموں کا گزر گاہ رہا ہے۔ قلدی، رومی، سیکسن ڈین نارمن قوموں نے اس سرزمین پر باری باری اپنے اپنے خیمے وخرگاہ نصب کئے ہیں اور جب جس کا وقت آیا اُس قوم نے آپ کو حکمراں ثابت کردکھایا۔ ڈین اور اُن کے رشتہ دار قوم نارمن نے کسی قسم کی آفت ناگہانی نہیں برپا کی بلکہ انھوں نے موجودہ آئین واادارات میں اعتدال پیدا کرکے اُنہیں قوی ومستحکم بنا دیا مگر اُن اقوام کے کارناموں کی نسبت جو ان سے پہلے آئے تھے مورخین میں اختلاف ہے اور اُن کا فیصلہ اس امر کی بابت قابل وثوق نہیں ہے۔ امور تنقیح طلب دو ہیں۔ آیا عنصر ٹیوٹانی جس کی ہر ایک انگریزی ادارے اور آئین میں جھلک پائی جاتی ہے انگریزی نظام حکومت کا منبع ہے یا ہماری اقتصادی اور دستوری زندگی کی مورثہ اعلیٰ اُمّ الممالک رومتہ الکبریٰ ہے اور کیا اِس بنا پر ہم اِس بات کا ادّعا کرسکتے ہیں کہ ہماری تاریخ ابتدا سے برابر ترقی کرتی چلی آرہی ہے۔ کیا قوم سیکسن سانچے میں ڈھلنے والی مٹی تھی یا ایک نیا سانچہ قوم قلدی جو رومی خیالات کی دلدادہ تھی کس حد تک انگل، سیکسن، اور جوٹ قوموں کے برطانیہ کو فتح کرنے کے بعد باقی رہی؟ کیا ٹیوٹانی قبیلوں نے یہاں پر اُن آزاد قریوں میں رہنا اختیار کیا جن کو سیزر اور ٹیسیٹس کی تاریخوں کی اکثر تاویلات سے ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ ان کے وطن مالوف کے نظام حکومت کی یہی بنیاد تھی یا اُنھوں نے بھی رومیوں کی طرز حکومت اختیار کی جو اُن کے آنے سے پہلے برطانیہ میں رایج تھی اور جس کے زیر اثر برطانوی قریئے امرا کی جایدادیں متصور ہوتے تھے

آیا وہ شخص جو زمانۂ وسطیٰ میں رئیس مینر (پرگنہ۔ جاگیر) مانا جاتا تھا کیا ابتدا سے اُس کی حیثیت
مالک زمین اور سردار مزارعین کی تھی جو اس پر رہتے تھے یا احرار کی؟ ہر ایک بستی کے
لئے اُس امیر کو بمنزلہ محصول سمجھنا چاہیئے جس کا بار بعد کو اُس پر ڈالا گیا۔ کیا انگریزی تاریخ
جمہور کی حریت سے شروع ہوتی ہے یا اُس کی ابتدا کو اُن کی غلامی کی دلیل خیال کرنا چاہیئے؟
ان سوالات کی نسبت مورخین کے دو مذہب ہو گئے تھے اور اُن کے عقاید ایک
دوسرے سے بالکل مغائر و مخالف تھے۔ انگلستان میں اُس مذہب کے مشاہیر میں
جو قوم ٹیوٹن کو بانی حکومت دستوری و حریت سمجھتے تھے کیمبل صاحب علامہ فریمن
اور ڈاکٹر اسٹبز گذرے ہیں لیکن رومیوں اور قلدیوں کو اس کا موجد ماننے والوں کی نمائندگی
کوٹ صاحب علامہ آشلی اور سی بھوم صاحب کی ذات سے وابستہ تھی۔ جدید
مذہب ٹیوٹانی کے پیشوا علامہ میٹ لینڈ اور علامہ وِنوگراڈوف خیال کئے جاتے ہیں۔
اگرچہ مذہب جدید علامہ فریمن اور اُسقف اسٹبز کے عام نتایج کو تسلیم کرتا ہے تاہم اُن
قیاسات اور مفروضات پر اُس کو اعتراض ہے جن سے ایسے نتایج مستنبط ہوتے ہیں۔
اس پر بھی علامہ وِنوگراڈوف کو بہ نسبت علامہ میٹ لینڈ کے اس بات کے ماننے
میں کم تامل ہے کہ رومی اور قلدی روایات کا سیکسن نظم مملکت پر زیادہ اثر پڑا ہے اس لئے
یہ دوسرا علامہ قدیم مذہب ٹیوٹنی کے بعض عام مقبولہ نظریات پر کم نکتہ چینی کرتا ہے۔

نظریات مذہب قدیم ٹیوٹانی

مذہب قدیم ٹیوٹانی کا اعتقاد تھا کہ انگریزی قوم اور اس کے آئین و ادارات کی بنا ٹیوٹن لوگوں
کے ہاتھوں ہوئی۔ اُن کے دلائل کی بنیاد وہ ممتاز وقعت تھی جس کے سبب سے
سیکسن قوم کو برطانیہ پر فتح نصیب ہوئی۔ علامہ فریمن جو تاریخ برطانیہ کے مسلسل ہونے
کا بڑا حامی و مؤید مانا جاتا ہے اِس امر کا معتقد تھا خصوصاً اس ایک بات میں کہ "آثار قدیم
کا سلسلہ بالکل درہم و برہم کر دیا گیا اور اُن وحشی حملہ آوروں نے قلدیوں اور رومیوں
کی نشانیوں کو نیست و نابود کر دیا" وہ نہایت وثوق سے کہتا ہے کہ "برطانیہ کے اُن حصوں
کے قلدی باشندوں کا جو چھٹی صدی کے آخر تک انگریز بن گئے تھے اس طرح استیصال
ہوا جس طرح کسی قوم کو فنا کر دیتے ہیں"۔ علامہ فریمن نے اس جملے کی اس طرح تشریح
کی ہے کہ غالباً قلدی عورتوں کو چھوڑ دیا ہوگا اور معدودے چند ذکور کی غلامی میں بسر
ہوئی ہو گی اور باقی قلدی آوارہ وطن یا تہ تیغ کئے گئے ہونگے۔ اس مضمون میں ڈاکٹر

اسٹبز نے اضافہ کیا ہے اُن کے خیال میں اکثر بریٹن نے مغربی حصۂ ملک میں غلامی یا نیم غلامی کی حالت میں بسر کی ہوگی اور یہ بھی ممکن ہے کہ مقتدر لوگوں میں سے بعضوں نے اپنی جان بچانے کی لئے فاتحین سے صلح کر لی ہوگی بہرکیف ڈاکٹر اسٹبز کو علامہ فریمین سے اس بات میں اتفاق ہے کہ ان دونوں قوموں کی نسل اور ادارات میں میل ملاپ نہیں ہونے پایا اسواسطے کہ جرمن قبیلوں کے ہمراہ اُن کی عورتیں اور بچے اُن کے مویشی اور غلام آئے تھے۔ بیڈ لکھتا ہے کہ اُس کے زمانے میں قوم انگل کا وطنِ مالوف سنسان پڑا تھا فتح کے صدیوں بعد بھی بریٹن کے خون بہا لینے کے طریقے کی وجہ سے اس قوم اور اُس کے ہمسایہ سیکسن قوم کی نسل میں امتیاز کیا جاتا تھا۔ اگرچہ فتحیاب قوم کی زبان میں بعض قلدی الفاظ داخل ہوگئے تھے لیکن جبتک نارمن فتح کا اثر اُس پر نہیں پڑا اور وہ دیہاتی لاطینی سے مخلوط نہیں ہوی ٹھیٹ ڈوچ (بمعنی تو جرمن) ہی رہی اور جب روما کے علوم و فنون مذہب و قوانین پر زوال آیا تو رومی زبان بھی مٹ گئی۔ دوسرے ملکوں میں تو انہی فاتحین نے مفتوحین کی زبانوں کو بتدریج اختیار کر لیا یعنی زبان روما کسی قدر بولنا سیکھ لی اگرچہ اُس کو غلط اور خلاف محاورہ ہی کیوں نہ بولتے ہوں۔ یہی نہیں بلکہ وہ رومیوں کے مذہب اُن کے علوم و فنون اور قانون کی دل سے عزت کرتے تھے اور رومی شہروں اُن کی تقسیم اضلاع اور اُن کے تسمیہ مقامی کو بھی اختیار کر لیا مگر برطانیہ میں ان وحشیوں نے اس کے خلاف عمل کیا۔ اس کا سبب رومی اثرات کی کمی اور خامی تھی کیونکہ اِن کو اِس ملک میں رومی قوانین، آداب واخلاق علوم و فنون اپنی اپنی مکمل اور حیرت انگیز شکل میں نہیں دستیاب ہوے ورنہ یہی چیزیں اِن کو یہاں بھی بجائے غارتگری شاگرد و مقلد بنالیتیں۔ اِس کے سوائے اس اختلاف کا ایک اور سبب ہے۔ برطانیہ میں اِن لوگوں کو بہ نسبت ان کے دوسرے ٹیوٹانی بھائیوں کے زیادہ سختیاں جھیلنی پڑیں اور اِن کو ایک بہت مضبوط اور وطن پرست قوم سے مقابلہ پڑ گیا جس کے سبب سے اِن کو اس ملک میں بعض مقامات کی فتح حاصل ہوئی اور اسی لئے انہوں نے مفتوحین کو جلا وطن کرنے پر کمر باندھ لی۔ ہم جانتے ہیں کہ قلدی اسٹرات کلائیڈ۔ ویلز۔ کارن وال۔ بریٹانی کی طرف ہٹ گئے اور صرف مغرب میں مخصوص قلدی آبادیاں یعنی "گاؤں و قصبے" پائے جاتے ہیں۔ فتح برطانیہ کی خصوصیات اور عجائبات کا سبب اُس کا امتداد ہے اس لئے اس میں اور فتح گال

میں فرق ہے۔ ڈیڑھ سو برس گزرنے کے بعد جرمن قبیلوں نے برطانیہ پر تسلط پایا لیکن قوم فرانک نے گال کی مہم کو صرف ایک قرن میں اور ایک ہی سردار کی ماتحتی میں سر کیا۔ اس لئے قدیم مذہب ٹیوٹانی کے مطابق جرمن قبیلوں نے جبکہ وہ برطانیہ میں بس گئے اپنی جدید معاشرت کو اس مقام سے شروع کیا جہاں قدیم معاشرت ختم ہوئی تھی۔ امور قدیمہ سے ہر امر کو لازماً دوبارہ نہیں قایم کیا گیا لیکن رواج دیرینہ کی بنیاد پر ہی رسمِ نو کی تعمیر ہوئی اور ایسے تغیرات کا اثر جو نقل وطن اور سکونتِ ملکِ نو کا نتیجہ تھے ان قبائل کی صرف سیاسی طرز زندگی پر پڑا مگر اُن کی معاشرتی اور اقتصادی حالت بالکل محفوظ رہی۔ قدیم مذہب ٹیوٹانی کو اپنی اس رائے پر اصرار تھا کہ ان قبائل کے طرز معاشرت کی اصل مثل جرمنی کے انگلستان میں بھی وہی طریقہ "مارک" تھا جو ایک قسم کی تقسیم اراضی تھی جس کی رو سے ایک قطعہ زمین متعدد آزاد قرابت داروں کی ملک ہوتی تھی جس سے کاشت وحفاظت و امداد باہمی مقصود تھی۔ ڈاکٹر اسٹبز کا قول ہے کہ "طریقہ مارک" کا مفہوم مع لوازمِ قرابت و کاشت وملک عام صاحب تحقیق کے لئے بڑی نعمت ہیں اور ان سے اُس کو کثیر مقدار میں ایسا مواد ہمدست ہوتا ہے جس سے وہ آخری زمانے کی معاشرت دستوری کی نسبت ایک صحیح نظریہ قائم کر سکتا ہے۔

نظریات مذہب رومی وقلدی

مذہب رومی وقلدی صرف اسی امر کا مدعی نہ تھا کہ انگلستان نے بھی اسی قدر رومی تہذیب تمدن کو اختیار کر لیا تھا جس قدر کہ سلطنت (روما) کے دوسرے ممالک نے بلکہ اس مذہب والوں کو اس پر بھی اصرار تھا کہ اگرچہ سیکسن انگریزوں کا برطانیہ کو فتح کرنا ضرور ایک کارنامہ تھا لیکن اس سے طرز معاشرت کا سلسلہ نہیں ٹوٹا۔ ہاں یہ ضرور ہوا کہ اس فتح سے پرانی باتوں میں کچھ اضافہ ہو گیا۔ قلدیون نے ٹیوٹن لوگوں کے اخلاق وآداب اور رسوم اُسی بے تکلفی سے اختیار کر لئے جیسا کہ انہوں نے اس کے پہلے رومیوں کی تہذیب وطرزِ معاشرت کو قبول کر لیا تھا اسی طرح سے سیکسن سلطنت کی "عمارت پچھلے کھنڈروں پر بنائی گئی"۔ رومی ٹیری ٹوریم اور میونی سپیئم اور کالجیئم انگریزی شایر (ضلع) اور برو (شہر) اور گلڈ (انجمن) ہو گئے لیکن رومی وِلا انگریزی امینر (پرگنہ) کی شکل میں باقی رہ گیا۔ قانونِ روما سیکسن خاندانِ مشترکہ اور قانون ملکیت کی بنیاد قرار پا گیا۔ مقامات کے رومی نام بحال رکھے گئے اور سیکڑوں عام الفاظ جو خصوصاً حکومت، زراعت اور امور خانہ داری میں استعمال

ہوتے تھے اور اب انگریزی زبان میں باقی رہ گئے ہیں رومی تہذیب یافتہ قلدی باشندوں اور اکثر ان کے ادارات کے سبب سے باقی رہ گئے۔ یہ سچ ہے کہ انہوں نے اس بات کا دعوی نہیں کیا کہ سیکسن انگریزوں کی فتح کے بعد معاشرتی اور سیاسی کل کا تمام رومی ڈھانچہ جیسے کا ویسا رہا مگر اُن کی اس فتح کی امتیازی حالت سے ضرور انکار تھا اور وہ مدعی تھے کہ اس کی تاریخ باقی تمام رومی سلطنت کی اس فتح کا جو ان وحشیوں کو حاصل ہوئی ایک جزو تھی اور اس بات سے کہ ان کو فتح برطانیہ ڈیڑھ سو برس میں نصیب ہوئی ان لوگوں نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ سیکسنوں اور قلدیوں کے شیر و شکر ہونے تک ان وحشیوں کے حملوں میں جو اس طولانی مدت میں ہوتے رہے متعدد وقفے گزرے ہونگے*

مذہب رومی و قلدی کے سلح خانہ دلائل میں سب سے زیادہ قیمتی حربہ یہ دلیل سمجھی جاتی تھی کہ زمانہ وسطیٰ کے مینر (دیہات) کے وہی اوصاف و حالات تھے جو رومی ولاد (قریئے) کے لئے مخصوص تھے۔ سیمن صاحب نے نہایت تفصیل سے ان دونوں ادارات میں مشابہت کو ثابت کر دکھایا ہے اُن کے نزدیک امیر قریہ اور اُس کے وابستہ لوگوں کے تعلقات کی نسبت انگریزی طرز حکومت بالکل رومی طرز حکومت کے مشابہ ہے اسی طرح رومی امراے قریہ اور شہنشاہ کے تعلقات انگریزی مالکانِ مینر اور بادشاہ کے روابط کے نظیر ہو سکتے ہیں۔ چونکہ اس قسم کی مشابہت ہونے سے ان دونوں ادارات کے تسلسل کا ادّعا کیا جاتا تھا یہ گروہ اقلیمی مشابہات کے خیالات سے قوی ہو کر مدعی ہو گیا تھا کہ انگلستان کی طرز معاشرت کی خاص تشکل اور نمونہ جیسا کہ رومیوں کے زمانے میں طریقہ تھا سیکسن دور میں بھی قریہ تھا جس کا مالک ایک امیر ہوتا تھا اور اُس کے غلام کشاورزی اُنکی کاشت کرتے تھے اور یہ کہ انگل سیکسن اور جُوٹ اقوام اُن قلدیوں کے جانشین ہو کر جو رومی تہذیب و تمدن کے دلدادہ تھے ماتحت گاؤں کے جاگیردار بنگئے۔ ان کی غرض تھی کہ جس طرح ان کے بھائی بندوں نے اقلیم یورپ میں کیا یہ بھی اسی طرح (بجائے صحرا نشینی کے آرام و اطمینان سے سپاہیوں کی حکومت جمہوری قایم کریں اور خود بھی اُس میں بسیں۔" اسی بھوم صاحب کے خیال میں اس قسم کے خواہشات کا سبب جرمن قبائل کا نظام جاگیرات کی طرف میلان تھا جو بہت جلد ان میں ترقی کر رہا تھا تاویلات ٹیسی ٹس کے مطابق ان کے احرار جنھوں نے جنگلوں اور نہروں کے کنارے بود و باش

اختیار کی امراے علاقہ دار کے پیش رو تھے اور اس کے بالعکس وہ قبیلے جن کے مکانات سڑکوں پر واقع نہیں تھے ان غلاموں میں تھے جو اپنے مالکوں کی زمین کاشت کرتے تھے۔ اس طرح اُن ٹیوٹن لوگوں نے جن کا رجحان طبع نظام جاگیری کی جانب تھا نہایت سرعت سے رومی تہذیب یافتہ قلدیوں کے قریوں میں بس گئے اور اس کے بعد برطانیہ کی فتح کا سلسلہ انقلاب معاشرتی کی بدولت نہیں بلکہ مالکوں کی تبدیل کے سبب سے جاری رہا اور زراعت کا کام مغلوب قلدیوں اور چند جرمن غلامان کشاورزی کے جو اپنے مالکوں کے ہمراہ آئے تھے سپرد کیا گیا۔

تنقید مذہب جدید ٹیوٹانی بر نظریات (۱) مذہب رومی و قلدی

علامہ میٹ لینڈ نے مذہب رومی و قلدی کے نظریات پر نہایت شدید اعتراضات کئے ہیں۔ انہوں نے دکھلایا ہے کہ سی بھوم صاحب اور ان کے ہم عقیدہ اصحاب کے اس خیال کی تائید کہ رومی قریہ اہل برطانیہ کی طرز معاشرت کا اصل اصول ہے کسی تاریخی واقعے سے نہیں ہو سکتی۔ قریوں کے کھنڈر ملک کے عرض و طول میں نہیں پائے جاتے اور جو کچھ شہادت اِس امر کے متعلق دستیاب ہوتی ہے اُس سے ہم یقیناً اِس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ رومیوں نے عموماً اپنے شہروں اور فوجی چھاؤنیوں کے اردگرد یہ قریئے بنائے تھے۔ اس کے علاوہ ایک اور بات ہے۔ اگرچہ زمانہ وسطی کی جاگیروں میں رومی قریئے کے بہت سے خصوصیات پائے جاتے ہیں تاہم اس میں ایک خاص صفت کی کمی ہے۔ اس کو قیام عدالت کا اختیار و حق حاصل نہیں تھا اس لئے کہ وہ محض ایک ادارہ اقتصادی تھا۔ اچھا تو بتلائیے کہ پٹی دار اراضی (اسٹرائپ ہولڈنگ) کے طریقے کا ماخذ کیا ہے؟ یہ طریقہ تو زمانہ وسطی کے مینروں (جاگیروں) کے لئے مخصوص تھا۔ اس بات کا یقین کامل ہے کہ اس طریقے کی موجد قلدی قوم نہیں ہو سکتی اسواسطے کہ وہ لوگ دیہات میں رہا کرتے تھے اور ہر ایک مکان اپنے متعلقہ کھیتوں سے گھرا ہوتا تھا اور اس کے بانی بعض مینر رکھنے والے امرا بھی نہ تھے اس لئے کہ ایسی ناموزوں اور غیر کفایت شعارانہ تقسیم اراضی نہایت لغو اور بے سود ہوگی خصوصاً جبکہ زراعتی زمین شخص واحد کی ملک ہو اور اُس پر وہ اپنے ذاتی مویشیوں کی جوڑی سے ہل چلائے۔ اس کے برعکس اس حالت میں جبکہ اراضی کے مالک احرار ہوں اور اپنے مقبوضہ و ملکی بیلوں سے مشترکہ ہل کی جوڑیوں کی اعانت کریں اس طریقے کے فوائد اظہر من الشمس ہیں۔ اس مفروضے کی تائید خصوصاً اس بات سے ہوتی

ہے کہ خود مالک کی زمین کی چند پٹیاں ہوتی تھیں جس میں صرف تین غیر محصور اور منفصل کھیت ہوتے تھے اور ہر ایک مینر کے لئے اسی قدر زمین قابل زراعت سمجھی جاتی تھی۔ اس طرزِ عمل کا بانی غالباً ایسا کوئی امیر ہوگا جس نے اپنے کو کسی ایک آزاد دیہاتی بستی کا مالک بنالیا ہو مینر کے کسانوں کے حقوق پر غور کرنے سے جن کا وہ بمقابلِ رُوسائے مینر ادعا کرتے تھے قدیم زمانے کے برطانوی مزارعین کی حُریت ثابت ہوتی ہے اور اس بات سے بھی اس قیاس کی تائید ہوتی ہے کہ عدالتِ مینر کی ترکیب میں سوتار (منصفین جن پر حاضری عدالت واجب تھی) کا عنصر بھی اُسی قدر ضروری تھا جس قدر کہ رئیسِ مینر کی شرکت۔ سی بھوم صاحب کی بحث ہے کہ چونکہ غیر محصور کھیت کی کاشت کے لئے مزارع غلاموں کا ہونا لازم ہے لھذا اس طریقۂ زراعت کو اِس غلامی کا موجد و بانی سمجھنا چاہئیے۔ اُن کا دعوی ہے کہ پٹی والی اراضی کی زراعت کے لئے امرا کا ہونا ضروری ہے اس لئے اس طریقے کا امرا کے بغیر وجود ہی نہیں ہوسکتا۔ علامہ میٹ لینڈ کا بیان ہے کہ نظام زراعت اراضی غیر محصورہ کو اصل میں مبدءِ حریت سمجھنا چاہئیے، اس سے ہم کو کوئی بحث نہیں کہ اُس کی بنا کیونکر ہوئی لیکن اس کو اہل جاگیر امرا کے ظلم وجور نے نہیں بلکہ رسم ورواج کی قوی حکومت نے باقی وجاری رکھا۔

یہی نہیں بلکہ اگر تم زمانہ وسطی کے پرگنات کے آزاد مزارعین اور زمینداروں کی نسبت تحقیق کرنا چاہو تو مذہب رومی وتقلدی کے اس نظریئے سے کچھ مدد نہیں ملتی اور نہ اُس سے اُن بیانات کی جو گیارھویں صدی کے انگلستان کی نسبت کتاب بندوبست میں مندرج ہیں کسی قسم کی توضیح وتشریح ہوتی ہے۔ اس نظریئے کے بموجب اضلاع مشرقی کی حریت کا سہرا محض ڈین لوگوں کے سر باندھا جاتا ہے، لیکن حریت مذکور کا یہی ایک سبب نہیں ہے اس کے سوا ایک اور خیال پیدا ہوتا ہے۔ چونکہ کتاب بندوبست کے مواد کی تحقیق وتفتیش کرنے والوں کو شاہ ایڈورڈ کے دور کے واقعات اور زمانہ تفتیش کے حالات کی جانچ پڑتال منظور تھی اس لئے اگر یہ نظریہ کہ قوم ابتدائی غلامی سے اِس زمانے تک بتدریج آزادی حاصل کرتی چلی آرہی تھی صحیح ہوتا تو اِن تین دلیلوں سے مزارعین کی حریت میں اضافہ ہونا چاہئیے تھا نہ کہ کمی۔ اچھا تو کیا از روئے منطق ایسا نتیجہ نکالنا صحیح ہوسکتا ہے کہ اُس لشکر ظفر پیکر کا ہر ایک سپاہی جس نے فتح برطانیہ میں حصہ لیا اپنے وطن میں امیر جاگیردار تھا اور اُسی حیثیت سے اس ملک میں آباد ہوگیا؟ اگر فی الواقع ایسا ہی ہوتا تو اُن طولانی معرکہ آرائیوں کے واسطے

جو فتح کے لئے اختیار کی گئی تھیں یہ قلیل تعداد سپاہ ہرگز کافی نہوتی - اِس کے علاوہ مغلوب باشندوں کی تعداد میں جن کو اِن امرا نے بظاہر غلام بنالیا تھا اِس قدر کثرت ہو جاتی کہ پھر کسی نظریئے کے ذریعے سے خواہ وہ کیسے ہی انتہائی درجے کے خیالات پر کیوں نہ مبنی ہو قبضۂ رومی کے کمزور کرنے والے اثرات کی تائید میں نہ کوئی حجت پیش ہو سکتی اور نہ اُس کو قوم سیکسن کا اہل برطانیہ کو غلام بنانے میں کامیاب ہونے کی دلیل گردانا جاتا۔

(۲) مذہب قدیم ٹیوٹن

لیکن مذہب قدیم ٹیوٹانی کے نظریات بھی کچھ نہ کچھ تو اعتراضات کی زد میں آہی گئے خصوصاً اِن کے سب سے زیادہ مقبول و معروف نظریئے کی نسبت جو "مارک[1] سسٹم" (نظام دیہی) کے نام سے مشہور ہے مذہب جدید ٹیوٹانی بھی اِس نظریئے کو مذہب قدیم ٹیوٹانی کے توہمات کا ایک کرشمہ بتلاتا ہے اور اس لئے مذہبِ اول اِس اعتراض میں مذہب رومی و قلدی سے متفق ہے۔ اِس کا خود نام ہی نہایت ناموزوں ہے اس لئے کہ "مارک" کے معنی قصبہ نہیں بلکہ دلدل یا سرحد کے ہیں۔ اس طرز زندگی کے مختصات سے صرف ایک خاصیت یعنی کاشت مشترک کو قدیم سیکسن انگریزوں کی طرف منسوب کرنے میں فریقین کے مورخین کا اجماع ہے اور وہ بھی اسواسطے کہ اگلے زمانے کی اکثر زراعت پیشہ قوموں کا خاصۂ طبع زراعت مشترک تھا۔ قرابت مشترکہ کے قیاس سے بھی علامہ مٹ لینڈ کو انکار ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اگر بفرض محال اس قسم کی رشتہ داری مان لی جائے تو وہ بہت ہی مشتبہ اور بے اصل ہوگی اسواسطے کہ اُس زمانے میں ماں اور باپ دونوں کی جانب سے قرابت کا شمار ہوتا تھا جس کا لازمی نتیجہ ہے کہ ایک شخص کے نہایت قریب کے رشتہ دار بہت دور دراز قصبات میں رہتے ہونگے لیکن علامہ **وِنوگراڈف**

---

[1] قدیم جرمن قبائل میں رسم تھی کہ گاؤں کے باہر غیر آباد و افتادہ زمین پر ایک جماعت مردم جو کسی ایک یا چند قریوں میں رہتی تھی (مارک گے نوزین شافٹ)
(The mark ge-nossen shaft)
چند حقوق مشترکہ پیدا کر لیتی تھی (۲) مارک کا دوسرا مفہوم "اراضی شاملات" قصبہ ہے جس سے اس گاؤں کے سب باشندے متمتع ہوں اور اسی کم صحیح معنوں کی بابت متقدمین سے بعض مورخین کا خیال تھا کہ جرمنی کی "مارک بستیاں" جرمنوں اور سیکسن انگریزوں کی "دیہاتی" بستیوں کے مساوی و مترادف تھیں لیکن یہ قیاس جیسا کہ اس کتاب میں دکھلایا گیا باطل ہو گیا ہے ۱۲ از مترجم

توجہ دلاتا ہے کہ باوجود اس کے بھی احتمال ہے کہ اکثر اہل دیہات میں قرابت عامہ رہی ہوگی اس نتیجے کی تائید دو باتوں سے ہوتی ہے ایک تو اکثر مقامات کے نام کے آخر انگ (Ing) کا پایا جانا اور دوسرے اہل دیہات کا اکثر امور میں آپس میں غلو کی حد تک مساوات سے پیش آنا۔ ان دلائل کی تائید میں علامہ مذکور پھر اس بات پر زور دیتا ہے کہ ٹیسی ٹس کے تحریرات کے موجب لڑائی میں ایک ایک خاندان اور قبیلہ لڑتا تھا درحالیکہ سیکسن انگریزوں کے قوانین کی رو سے مجرم کی بداعمالی کے لئے اُس کے اہلِ قربت ذمہ دار متصور ہوتے تھے اور جنگِ انتقام خون کے لئے دسویں صدی تک مستحسن سمجھی جاتی تھی۔

علامہ میٹ لینڈ نے اس دعوے پر کہ کسی کو اہل دیہہ میں سے زمین پر ملکیتِ غیر مشترک حاصل نہ تھی اور بھی دلیلیں پیش کی ہیں۔ ڈاکٹر اسٹبز کا قول ہے کہ ہر ایک آزاد آدمی کا شخصی حق ملکیت قبیلے کے مشترک حق ملکیت میں ڈوب جاتا تھا۔ اُن کا خیال ہے کہ ملکیت مشترکہ اس وقت مفقود ہوئی ہوگی جبکہ اہل دیہات کو زراعت کی خواہش وضرورت اس قدر زیادہ ہوگئی ہوگی کہ وہ اپنی حالت سے تنگ آگئے ہونگے اور یہی علاج انہوں نے ٹھیرایا ہوگا کہ ملکیت مختصہ یا انفرادی ہونا چاہئے اس کے جواب میں علامہ میٹ لینڈ استفسار کرتا ہے کہ کیا ملکیت مشترکہ پہلے سے موجود تھی جس کو موقوف کر کے مِلک خاص قایم کی گئی؟ وہ کہتا ہے کہ انسان کے لئے اپنی ابتدا کی حالت سادگی میں قبضہ مشترکہ کے مفہوم کلی کا سمجھنا اور عمل میں اس کا لانا نہایت مشکل اور پیچیدہ مسئلہ تھا۔ یہ فرض کر لینا کہ زمین کا مالک ایک فرضی انسان تھا جس سے دوسروں نے حاصل کر کے آپ کو اس کا منفرداً مالک بنا لیا بالکل لغو ومہمل ہے۔ غالباً اس غلط فہمی کی بنیاد ڈومینیئم (مِلک) اور امپیریئم (لوازم مُلک) دونوں اصطلاحوں کے خلط کر دینے سے پڑی۔ ممکن ہے کہ ہر ایک قریہ اپنی زمینوں کی نگرانی کرتا ہو سوائے کہ وہ کاشت کا انتظام کرتا تھا لیکن انتظام سے کوئی شئے مِلک نہیں ہوسکتی۔ علامۂ مذکور کا دعا ہے کہ جرمن دیہات میں ملکیت خاصہ یعنے مِلکِ انفرادی بدرجہ اتم پائی جاتی ہے اس بات کا تصور کرنا ہی بہت دشوار ہے کہ اراضی قابل زراعت میں ہر شخص فرداً فرداً اپنے حصّے کا مالک نہیں ہوتا تھا۔ سبزہ زار اور چراگاہوں پر مکانات اور قابلِ زراعت پٹیوں کے مالکوں کو حق تمتع حاصل تھا۔ غالباً عرصۂ دراز تک سبزہ زار

اور افتادہ زمینوں کی ملک کی نسبت سوال نہیں پیدا ہوا ہوگا کیونکہ زمین کی اس قدر افراط تھی کہ دو متصل بستیوں میں کسی مخصوص قطعۂ زمین کے قبضے متعلق نزاع باہمی کی نوبت نہیں آتی تھی۔ اس لئے آزمایش ملک غیر ضروری متصور ہو کر اُس کا استعمال نہیں کیا گیا اگر اس آزمایش کا اطلاق ہوتا اور اس کے نتیجے کا قانونی مصطلحات حالیہ میں اظہار کیا جاتا تو بھی زمین اہل دیہات کی بطور مالکان مشترکہ نہ کہ اُس دیہہ کی بمنزلۂ جماعت صردم ملک سمجھی جاتی۔ اگر کوئی غیر شخص قصبے کی افتادہ زمینوں کو غصب کر لیتا تو اُس پر قصبۂ مذکور کا کوئی ایک مالک مشترک نالش کرتا اس لئے کہ اُس کے ہی خاص حق کو صدمہ پہنچتا نہ کہ پورا قصبہ بحیثیت شخصیہ غاصب کے مقابلے میں دعوی کرتا۔ ظن غالب ہے کہ اہل قریہ میں اتفاق و یک جہتی بہت ہی کم تھی اور وہ نالش عام یعنے دعوئ ملک کرنے کے ہرگز قابل نہ تھے اس سے بھی کم اُن میں ملکیت مشترک کی استعداد تھی ؂

نظریات مذہب جدید ٹیوٹن

مذہب قدیم ٹیوٹانی کے باقی ماندہ نظریات اور اُس مواد کی مدد سے جو مذہب رومی و قلدی سے ہاتھ آیا ہے جدید مذہب ٹیوٹانی نے قوم ٹیوٹن کو ابتدائی انگریزی تاریخ میں برتر و شائستہ ثابت کرنے کی غرض سے ایک ایسا نظریہ بنایا ہے جو مذہب قدیم کے اُن نظریات کی بہ نسبت جن کو اُس کے قدیم حامیوں اور مفسرین نے پیش کیا ہے زیادہ معتدل ہے۔ اولاً اس گروہ کا دعوی ہے کہ فتح اس درجہ سخت و شدید نہیں تھی جس درجہ کہ عام طور پر خیال کیا جاتا ہے یہ صحیح ہے کہ قدیم انگریزی تاریخ میں لکھا ہے کہ انڈیرِیڈا کو لینے کے وقت حملہ آوروں نے "اُن سب کو جو وہاں موجود تھے قتل کیا"۔ یہ بھی صحیح ہے کہ اکثر رومی قریوں کے کھنڈروں سے اس بات کے آثار پائے جاتے ہیں کہ ان کو آگ لگا دی گئی۔ لیکن شہروں کی بربادی سے جہاں بہ نسبت میدانوں کے فاتحین کے مقابلہ و مدافعت کا زیادہ موقع تھا دلیل متذکرۂ صدر کا کم ثبوت ملتا ہے باوجودیکہ آتش زدگی اور مسماری کے علامات کا سبب چوتھی صدی کی خانہ جنگیاں بھی ہو سکتی ہیں بعض مقامات کے ناموں اور اُن قلدی الفاظ کے باقی رہ جانے سے جن کا تعلق اہل حرفت، امور خانہ داری اور اہل دیہات سے ہے اس حقیقت کا انکشاف ہوتا ہے کہ ان زمینوں پر جو ۶۰۰ء کے بعد فتح ہوئیں یقیناً قلدیوں کو اُن کے فاتحین سے رہنے کی اجازت ملی تھی اور اس عقیدے کی بھی تائید ہوتی ہے کہ اُن زمینوں کے بعض حصوں

میں جو سنہ ۴۵۰ء اور سنہ ۶۰۰ء میں حاصل کی گئیں یہی قوم پھیلی ہوئی تھی۔ اس کے برعکس دین مسیحی اور قانون رومیہ کے فقدان نیز ادارات رومیہ اور تقسیم اضلاع کے مٹ جانے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ قلدی کسی منظم قوم کی حیثیت سے نہیں بلکہ ایک جماعت کے پس ماندوں کی طرح باقی رہ گئے تھے۔ اس کے سوائے اس سوال سے کہ آیا زمانۂ اولی کا انگلستان آزاد یا محکوم قصبات کا ملک تھا محتمل الضدین کی ایک غلط شکل پیش ہوتی ہے۔ یقیناً دونوں قسم کے نمونے ابتدا سے ہی اس میں موجود تھے اور جدید مورخین کو ان دونوں کا دکتاب "جرمانیا" میں سراغ ملتا ہے۔ ان کے تعبیرات ٹیسی ٹس کے مطابق معمولی آزاد آدمی آزاد دیہات میں رہتے اور اپنی زمینوں کو اپنی محنت مشقت سے جوتا بویا کرتے تھے مگر وہ لوگ جو "شہزادے" کہلاتے تھے اصل میں ان محکوم دیہات کے روسا تھے جن میں بقیۃ السیف دیسی بس گئے تھے اس لئے اُن قریوں میں جو لوگوں کی ملک تھے حملہ آوروں کو کوئی غیر معمولی حالت نہیں دکھائی دی اور اسواسطے انھوں نے جب کبھی ایسے علاقے ہاتھ آئے اپنے قبضے میں کر لئے لیکن حالت اشتراک واتحاد جو پرانے زمانے کے دیہات کے ساتھ بالخصوص منسوب کی جاتی ہے اور جس کی تعریف کے پل باندھے جاتے ہیں "نظام دیہی" کے ساتھ ہوا ہو گئی بلکہ ابتدا سے ہی اس طریقے کو اکثر بیرونی اثرات سٹا رہے تھے۔ کسی ایسے امیر کے جس کو عدالتی اختیارات حاصل ہوں ماتحت ہو جانے سے آس پاس کے دیہاتیوں میں میل ملاپ پیدا ہوتا گیا اور اس طرح ہر ایک آزاد موضع کو بتدریج غیر آزاد موضع ہضم کرتا گیا۔ فاتحین اپنے وطن میں ہی ان دونوں قسموں کے قریوں سے واقف تھے لیکن جب انھوں نے برطانیہ میں دوسری نوع کے موضعے پہلے سے موجود پائے تو ان کے مالک بننے میں تامل نہیں کیا۔

اس لئے ایک اہم مسئلہ فیصلہ طلب یہ ہے کہ سیکسن انگریزوں کے زمانے کے انگلستان میں کس نوعیت کے آزاد یا محکوم قبضے کا بول بالا تھا سیکسن انگریزوں کے ادارات کی جمہوری خاصیت کی نظر سے اس سوال کا فیصلہ یقیناً پہلی قسم کے قصبات کی تائید میں صادر ہوتا ہے۔ کیونکہ اگر اقتصادی آزادی نہ ہوتی تو کیونکر ممکن تھا کہ حریت سیاسی جس کی تصدیق ضلع اور تعلقے کی تنظیم سے ہوتی ہے برطانیوں کو پہلے سے حاصل ہو جاتی۔

باب دوم

سیکسن نظم مملکت

سیکسن نظم مملکت کی تصویر الفاظ میں کھینچنا آسان نہیں ہے ٹیسی ٹس کے اس تذکرے کے بعد سے جس کو اس نے صرف انہی جرمن قبیلوں کی نسبت لکھا ہے جن کو وہ خود جانتا تھا اُن حالات تک جو ڈومز ڈے بک (کتاب بندوبست) میں مندرج ہیں اوضاع واطوار اور رواج زمانہ کے متعلق بہت ہی کم منتج ومسلسل ادبی مواد دستیاب ہوتا ہے۔ جس قدر حالات اس درمیان کے زمانے کی کتابوں میں پائے جاتے ہیں وہ محض اشارے اور کنائے ہیں۔ اس نایابی کا سبب یہ ہے کہ اس وقت کے مورخین قومی رسوم اور عادتوں کو ناقابل التفات خیال کرتے تھے اور اپنی دانست میں ان امور کی صراحت کی ضرورت نہیں سمجھتے تھے لیکن اگر کسی مورخ یا تذکرہ نویس کے حالات مقامی اور امور مندرجۂ صدر میں فرق ہوتا تو وہ اشارتاً اس قسم کے اختلاف کو بیان کرتا اسی درمیان کی مدت میں قوانین یقیناً کثرت سے بنائے گئے اور اگرچہ اُن کے انداز بیان سے زیادہ تر رسم زمانہ کے وجود کا پتہ ملتا ہے نہ کہ تدابیر اصلاحی کا تاہم اِن میں بہت سا قابل قدر مواد مستتر ہے اور اس سے ٹیسی ٹس کی تاریخ جرمنی اور کتاب بندوبست کے درمیان کے زمانے کا وصل کرنے سے واقعات میں نامکمل سلسلہ پیدا ہوسکتا ہے لیکن یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ فتح کے پہلے کی انگریزی تاریخوں میں صرف ضلع ویسیکس کی تنظیم کے حالات پائے جاتے ہیں اس کا ایک سبب تو یہ ہے کہ اپنی ہمسایہ ریاستوں میں سب سے زیادہ منظم تھا اور دوسرا سبب یہ ہے جبکہ اُس کو اپنی صدارت کے منوانے میں کامیابی ہوئی تو انگلستان متفقہ نے اسے اپنے لئے نمونہ قرار دیا۔ مگر جو بات ویسیکس کے لئے صحیح معلوم ہوتی ہے وہی بات دوسرے اضلاع کے واسطے غلط ثابت ہوتی ہے اس لئے کہ بعض مقامات پر زیادہ پرانے تنظیمات اپنی مستمر حالت میں تنظیم جدید پر سبقت لے جائے ہوئے تھے اور ملک کے بعض حصوں سے تنظیم جدید نے پرانے طرز عمل کو بالکل مٹادیا

تھا بعض حصوں میں نئے اثرات قبول کرنے کی استعداد تھی اور بعضوں نے تو تنظیم جدید کے زیر اثر خوب ترقی کی تھی اور گیارھویں صدی تک تو کل نظم و نسق قدیم چراغ سحری بنگیا تھا۔

جرمن قبیلوں کی وطنی حالت

پہلی صدی عیسوی جبکہ ٹیسی ٹس کے قلم سے "جرمانیا" کی اشاعت ہوئی ہے جرمن قبیلوں کی وہ خانہ بدوشی کی حالت باقی نہیں رہی جس حال میں سیزر نے ان کو پایا تھا بلکہ ان لوگوں کے ہاں اس زمانے میں ان کے مملوکہ مستقل مکانات تھے جس حصۂ ملک کے عرض و طول میں یہ پھیلے ہوئے تھے وہ صحرائی اور مسطح زمینوں پر مشتمل تھا۔ یہ لوگ شہروں کو اپنا مسکن نہیں بناتے تھے بلکہ ایسی جگہ سکونت اختیار کرتے تھے جہاں آسانی سے اُن کو لکڑی پانی چراگاہ ممکن ہو سکے۔ آگ لگنے کے خوف اور اچھے معمار نہ ہونے کے سبب سے ان کے گھر ایک دوسرے سے متصل نہیں ہوتے تھے۔ ان لوگوں میں چراگاہوں اور لکڑی کے جنگلوں کی آپس میں تقسیم نہیں ہوتی تھی لیکن ہر ایک موضع بحیثیت مجموعی اہل موضع کی زراعت کے لئے زمین حاصل کرتا اور بلحاظ آبادی جس قدر زمین پانے کا وہ مستحق سمجھا جاتا تھا اُس قدر زمین اُس کے حصے میں آتی تھی۔ یہ لوگ زراعت کے لئے ہر سال تبدیل زمین کرتے تھے اور اُن کے ہاں زمین اس قدر کافی مقدار میں تھی کہ وہ اُس کو افتادہ رکھتے تھے لیکن ان کی کاشتکاری مفید اور نفع بخش نہ تھی اس لئے کہ جو کچھ پیداوار اُن کو زمین سے وصول ہوتی وہ صرف غلہ تھا مویشیوں کے گلے اِن قبیلوں کی اصل دولت تھے۔ بڑے علاقوں کی اکثر زراعت دیسی بیدخل غلام کیا کرتے تھے اور اگرچہ ان غلاموں کے ہاں بھی اُن کی مِلکی اراضی ہوتی تھی لیکن اُس کے معاوضے میں انھیں جنس بطور مالگزاری ادا کرنا ہوتا تھا۔

دیہہ سے قصبے کا مرتبہ زیادہ تھا اور چند قصبات کے مجموعے سے ایک قبیلہ بنتا تھا۔ ہر ایک قصبہ برائے نام و نمود سو نبرد آزما فوج تلی میں روانہ کرتا تھا لیکن ٹیسی ٹس کے زمانے تک جو شئے کہ عدد تھی لقب بن گئی۔ یعنے وہ بستی جہاں سے ایسے سو سپاہی مہیا ہوتے تھے ہنڈرڈ (**Hundred**) کہلانے لگی۔ ہر ایک دیہہ اور قصبہ ایک امیر کے ماتحت جس کا مجلس عام میں انتخاب ہوتا تھا اور جو سو اسیسروں کی مدد سے فصل خصومات انجام دیتا تھا۔ اکثر جرایم کی سزا تاوان بھرنا تھا حتیٰ کہ قتل انسان کے مواخذے

سے بھی مجرم کو ایک مقررہ تعداد گائے بھینس بکریوں کی ادا کرنے پر برات مل سکتی تھی۔ اگرچہ مقتول کے تمام خاندان کا فرض تھا کہ خوں بہا لے لینے کے بغیر مطمئن نہوتا ہم اس طریقے کی بنا پر قصاص ناقابل عفو نہیں رہا تھا۔ جب مجلس عام کا اجلاس ہوتا تو یہی اُمرا اُس میں پیش ہونے کے لئے مقدمات تیار کرتے اور ادنیٰ درجے کی نزاعات کا خود فیصلہ کرتے تھے۔ مجلس مرکزی کا اجلاس ہر ماہ ہلالی کے اول یا اوسط میں ہوتا تھا اور اس میں ہر ایک قبیلے کے سب احرار مسلح ہو کر شریک رہتے تھے مگر یہ لوگ اپنی حریت کی شان اس طرح دکھلاتے کہ روز مقررہ کے ایک دن بعد آتے تھے۔ جب یہ سب جمع ہو جاتے تو پادری لوگ حاضرین کو خاموش ہونے کا حکم دیتے تب بادشاہ یا کوئی ایک امیر یا دوسرے لوگ جن کو بلحاظ عمر یا شہرتِ فوجی یا شرافت و امارات نسبی سامعین کو متوجہ کرنے کا حق حاصل ہوتا تقریر کرتے تھے۔ حاضرین جلسہ اپنی ناراضی سی سی کر کے اور رضامندی اپنے نیزے کو ہلانے سے یا ڈھالوں پر ان کی جھنکار سے ظاہر کرتے تھے۔ یہی مجلس عظمیٰ ملک میں عدالت العالیہ سمجھی جاتی تھی۔ اس میں فوجداری استغاثے دائر ہوتے اور ایسے سنگین جرائم کی جیسے کہ دغا، فراری زوجہ و سپاہی یا ترک ملازمت میں تحقیقات ہوتی تھی۔ اس کے علاوہ اس کے فرائض میں مسائل صلح و جنگ کا تصفیہ داخل تھا اسی میں نظمائے فوجداری اور امرائے بلاد کا انتخاب ہوتا تھا۔ اور یہیں ان سرداروں کو بھی منتخب کیا جاتا جو جنگ میں فوج قومی کی رہبری کرتے تھے۔ اسی مجلس میں ہر ایک نوجوان کے اس کا باپ یا کوئی بزرگ خاندان یا کوئی ایک امیر نیزہ اور سپر باندھ دیتا تھا اس روز سے وہ فوجِ ملی اور سلطنت کا ایک رکن شمار ہوتا تھا۔

اگرچہ جرمنوں کے خواص طبع میں مساواتِ سیاسی داخل تھی لیکن عدم مساوات تمدنی سے بھی وہ ناواقف نہ تھے۔ اکثر قبیلوں کے ہاں بادشاہ ہوتے جو نسل ووڈن (Woden) کی یادگار سمجھے جاتے تھے۔ اگرچہ ان بادشاہوں کی سیاسی قوت کم تھی لیکن ان کے وجود سے قبیلۂ ماتحت کا شیرازۂ اتحاد بکھرنے نہیں پاتا تھا۔ اس کے علاوہ ان میں امرا بھی تھے جو شرفا سے ممتاز سمجھے جاتے اور جو اصل میں مشاہیر قوم کی اولاد ہوتے تھے۔ ان میں اور معمولی احرار میں فرق تھا۔ امرا اور سرداران فوج کے ہاں (رفقائے جنگی) کا ایک ایک دستہ ہوتا تھا۔ ہر ایک گومز Comes (مصاحب) کو اس مالک سے گھوڑا

اور اسلحہ ملتا تھا اور وہ اس کی دعوتوں میں شریک ہوتا اور اس کے ساتھ اکل وشرب کرنے کا مستحق سمجھا جاتا تھا۔ اس کے سوا اس کو اجرت وغیرہ نہیں ملتی تھی۔ مصاحبانِ جنگی کی صدارت کے لیئے ہر ایک شخص جان دیتا تھا اس لیئے ہر ایک امیر کی کوشش ہوتی تھی کہ اس کے تابعین سب سے زیادہ جری اور ان کی تعداد سب سے زیادہ ہو۔ جنگ میں تو امرا فتح حاصل کرنے کی غرض سے اور اُن کے مصاحب صرف اپنے اُمرا کے واسطے شریک ہوتے تھے یہ لوگ اِن اُمرا کی جان بچانے کا پہلے سے اقرار کرتے اور اُن کی دولت واقبال کی طرف اپنے کارہائے نمایاں کو منسوب کرتے تھے۔ اگر کسی مصاحب کی میدان جنگ میں اُس کے امیر سے زیادہ شجاعت وقوت ثابت ہوتی تو امیر کے لیئے ذلت کا سبب ہوتا تھا ایسا ہی مصاحبوں کے لیئے اگر ان کا مالک میدان میں کام آتا اور یہ بچ جاتے تو باعث ننگ تھا۔

ترک وطن وآبادی نو

ٹیوٹانی قبیلوں کے اخلاق واطوار ورسوم کا جبکہ وہ اپنے وطن میں سکونت پذیر تھے بجز ان چند ابتدائی واقعات کے اور باتوں کا زیادہ پتہ نہیں ملتا۔ ہم بیان کر چکے ہیں کہ مذہب رومی وقلدی کا ادعا ہے کہ سیکسن انگریزوں نے اس نظم ونسق کو جس کو اُنھوں نے برطانیہ میں پایا اختیار کر لیا اور اپنے وطن میں بھی یہ لوگ اسی قسم کی نظم حکومت رکھتے تھے۔ مذہب قدیم ٹیوٹانی کے دعوے کا ذکر بھی ہم کر چکے ہیں کہ یہ وحشی اپنے تمام قبائل کے ساتھ یعنے اپنے بی بی بچے سامان کی گاڑیاں اور مویشی کے ہمراہ وارد ہوئے اور ایک ایسی زمین میں جہاں پہلے سے دیہات اور شہروں کا بالکل نام ونشان تک نہ تھا انھوں نے از سر نو اس قسم کے آزاد دیہات کی جیسا کہ اُن کے وطن میں تھے بنا ڈالی لیکن صحیح بات ان دونوں نظریات کے بین بین پائی جاتی ہے۔ بسا اوقات سیکسن سرداروں نے رومی وقلدی دیہاتی علاقوں پر مع اُن کے غلام اور نیم آزاد مزارعین جن کو کالونی (Coloui) بھی کہتے تھے بیشک قبضہ کیا ہے لیکن ہر ایک آزاد سیکسن ہر ایک امیر جیسے کے ہیولیٰ میں منتقل نہیں ہو سکا ہوگا اور اکثر وبیشتر آزاد دیہات کی بنا اُس امیر فوج کی سیاسی سرداری کے زمانے میں ہوئی ہوگی جس نے برطانیہ کی مہم کو کامیابی کے ساتھ سر کیا ہو۔

دیہاتی علاقے

بستی۔گاؤں

ان وحشیوں کے دور حکومت میں برطانیہ میں سوائے رومی قریوں کے قلدیوں کی آزاد بستیاں بھی تھیں جن کا سوائے ملک کے مغربی حصے کے دوسرے مقامات

میں استیصال ہوگیا اور شہروں کو غالباً مقابلے کے مرکز خیال کر کے نیست و نابود کر دیا ہوگا قلدی گاؤں کی جگہ جس میں کہ بہت تھوڑے مکانات ایک دوسرے سے فاصلے پر ہوتے اور ہر ایک مکان کے اردگرد اس کے کھیت اور چراگاہ ہوتے تھے ٹیوٹانی قصبہ بسایا گیا اس نئے گاؤں میں مکانوں کا سلسلہ شارع عام پر واقع ہوتا یا گاؤں کے کسی سبزہ زار کے گرد مکان بنائے جاتے اور اُن کے اطراف میں کھیت ہوتے تھے زراعت کی زمین تین کھیتوں پر مشتمل ہوتی تھی۔ ایک میں اناج دوسرے میں فصل بہار کا غلہ بویا جاتا اور تیسرا کھیت افتادہ رہتا تھا۔ اگرچہ ان کھیتوں میں ہر ایک دیہاتی کا حصہ معین ہوتا تھا لیکن ایک ہی مالک کے متعدد حصے مختلف پٹیوں میں ایک دوسرے سے علیحدہ واقع ہوتے تھے۔ ہل جوت کر متفقہ کاشت کیجاتی تھی ہر ایک کسان اپنے ایک بیل یا بیلوں کی ایک جوڑی سے مشترکہ ہل کے آٹھ بیلوں میں شرکت کرتا تھا زمین کی پٹیوں میں تقسیم ہو جانے سے اُس زمانے کے لوگوں کا خیال تھا کہ زراعتِ مشترکہ کا طریقہ بالکل منصفانہ و مستحسن ہے۔ اس کے سوائے اس بات کا بھی اطمینان تھا کہ نو آبادی کی سب سے زیادہ زرخیز زمین کا ایک شخص تنہا مالک نہیں بن سکتا۔ چراگاہیں اور جنگلات اہل قریہ کی ملکِ غیر منقسمہ سمجھی جاتی تھیں گھانس کے کٹنے کے پہلے یہ لوگ سبزہ زاروں کو آپس میں بانٹ لیتے تھے اور اس کے بعد وہ قریہ کے کُل مویشیوں کے لیئے چراگاہیں متصور ہوتے تھے۔ ہر ایک دیہاتی کو اُس کی زراعت کی مناسبت سے مشترکہ کھیتوں میں مویشیوں کو چرانے اور صحرا میں سوروں کو چھوڑنے کی تعداد کی اجازت ملتی تھی۔ کثرت آبادی کے ساتھ ممالک مغربی کے قریوں میں پٹیوں کی اراضی کا طریقہ رائج ہوگیا۔ ہاں اس میں شک نہیں کہ بعض وقت ایسی اراضی پر جو کسی کے قبضے میں نہو نئے کھیت بنائے جاتے اور بعض وقت قدیم کھیتوں میں متعدد چھوٹے چھوٹے کھیت نکالے جاتے تھے لیکن اصل میں یہ کھیت نہیں تھے بلکہ ہر ایک مکان کے اطراف ایک چھوٹا کھیت بن جاتا تھا اور اس طرح کے کھیت والے مکانات ایک دوسرے سے متصل واقع ہوتے تھے۔ اس پر بھی اچھی اور بُری زمینوں میں مساوات رکھنے کی غرض سے اکثر اوقات اُن کی منتشر اور منفصل ٹپیاں بنائی جاتی تھیں اور گاؤں مثل قصبوں کے پٹیوں والی بستیاں بن گئے تھے برایں ہمہ دونوں میں امتیاز

ہو سکتا تھا قصبے میں ہل جوتنے کی زمینیں متصل اور گاؤں میں منفصل و منتشر ہوتی تھیں اسی طرح سے متصل کھیت والے مکانوں کو سابق کے ہل جوتنے کی اراضی کے مانند منفصل کر دیا گیا تھا؛

سیکسن کی ملک وحقیت زمین

(الف) زمین جمہوری

(ب) زمین سندی

چونکہ مختلف رسوم یعنے جمہور کی مقامی روایات کی بنا پر ان قبیلوں میں زمین کی ملک وحقیت کا طریقہ نکل آیا اس لیئے کل زمین یہاں تک کہ بادشاہ کی اراضی بھی زمین جمہوری متصور ہونے لگی بعض اوقات بادشاہ اپنی خانگی افتادہ زمینوں سے بعض قطعے بذریعہ سند "یا کتابچہ" رعایا کو عطا کرتا تھا اور کبھی وہ خود ان زمینوں کو اپنے نام لکھ لیتا یا سند کر لیتا یعنی اپنی زمین (خالصہ) کو اپنے صرف خاص کی اراضی میں شامل کر لیتا تھا جس کا سبب بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ زمین جمہوری قابل وراثت تھی اور زمین سندی پر وصیت کا عمل نہیں ہوتا تھا۔ اکثر اوقات بادشاہ ان زمینوں کی سندوں میں معطی لہم کو زمین عطا شدہ اور اُس کے ساکنین پر اختیار حکومت عطا کرتا اور اختیار عدالت کے ساتھ اُس کا منافعہ لینے اور رعیت سے پرورش وکفاف کے وصول کرنے کا حق سردار قبیلہ کو بخشتا تھا۔ ایک تیسری شکل زمین کے ملک وحقیت کا قرضہ تھا۔ آزاد کسانوں کو زمین بطور قرضہ اجارے پر دیجاتی تھی۔ اسی طرح آزاد شدہ اور موروثی محکوم اشخاص کو بعوض زر لگان اور خدمت کے زمینیں دیجاتی تھیں۔ اِن کے معطی جو اکثر بڑے بڑے پادری ہوتے کوشش کرتے تھے کہ ان قرضوں کو دایمی ہونے سے محفوظ رکھیں اس لئے اجارے کو وہ لوگ معطی لہم کی تین ہی پشت تک محدود رکھتے تھے لیکن تین نسلوں کی ملک اور حقیت کے اثر سے زمین قرضے پر اس طرح حق قبضہ پیدا ہو جاتا تھا جس کو اٹھانا آسان نہیں تھا۔ ابتدا ہی سے ان قبیلوں کا میلان طبع اکثر زمینوں کو زمین قرضے کی شکل میں منتقل کرنے کی جانب رہا ہے اس لیئے کہ ہر ایک معزز و مقتدر شخص بادشاہ سے زمین بذریعۂ سند حاصل کرتا اور اُس کو مزارعین کو قرض دیتا تھا؛

(ج) زمین قرضہ Laenland

سیکسن معاشرہ قومی

(۱) غیر آزاد

ساتویں صدی کے سرکاری کاغذات میں جن غلاموں اور غلامان کشاورزی یا نیم غلاموں کا ذکر ہے ان میں اکثر برطانوی قیدی ہیں لیکن ان میں کے بعض ایسے سیکسن باشندے تھے جن کی حُریّت کسی جرم کی پاداش میں یا کسی اور سبب سے سلب کر لی گئی تھی یا وہ لوگ تھے جو فاقہ کشی سے بچنے کے لئے اپنے سے زیادہ متمول آدمیوں

کے تابع ہوگئے تھے یا وہ اشخاص تھے جن کو جب کوئی دوسرا ذریعۂ نجات نہ ملا تو سزائے موت سے بچنے کے لئے غلامی اختیار کرلی۔ پادریوں کے اثر سے بھی غلاموں کے مصائب وشدائد میں کمی ہوئی ہے اِنی (Ini) تک کے قوانین میں جو بہت ہی قدیم زمانے کی یادگار ہیں یہ ممانعت موجود ہے کہ کوئی برطانوی اپنے ہموطنوں کی بردہ فروشی سمندر پار نہ کرے۔ قانون نے ہر ایک غلام کو ہر روز کم سے کم دو روٹیاں پانے اور کل تعطیلات سے مستفید ہونے کا مستحق قرار دیا تھا۔ اس کو اختیار تھا کہ اپنی اُجرت سے کچھ رقم پس انداز کرے اور اس سے اپنی حُریت خریدے غلام کا خوں بہا قلیل رقم یا جرمانے کے ذریعے سے لیا جاتا تھا جس سے غلاموں کی جانوں کی یک گونہ حفاظت ہوتی تھی۔ آزاد دیہات میں بھی یقیناً غلاموں کے ذریعے سے زراعت ہوتی تھی اس لئے کہ جنوبی انگلستان میں جہاں ایک ہائیڈ (ایک قسم کا پیمانہ) زمین کے ۱۲۰ ایکڑ ہوتے تھے۔ ہر ایک آزاد دیہاتی کی زمین اسی مقررہ پیمانے کی ہوتی تھی۔ مگر آبادی کے بڑھنے سے زمین کی اس مقدار میں مزید تقسیم ہوئی ہوگی۔

احرار

احرار کے دو طبقے تھے۔ ایک موروثی امرا کا جوائی آرلز Eorls اور دوسرا شرفا کا جو کی آرلز (Ceorls) کہلاتا تھا۔ انہی کو ٹیسی ٹس نے نوبلیز (اُمرا) اور انجینوئی (شرفا) لکھا ہے معلوم ہوتا ہے کہ اُمرا بہت جلد صفحۂ ہستی سے مٹا دیئے گئے اور شرفا کی بھی قدر ومنزلت عرصے تک قوم کی نظروں میں نہیں رہی۔ تیسرا فرقہ گیستھ کا تھا جن کو شرافت نسل کے سبب سے قدیم زمانے کے انگریز بادشاہ اپنا مصاحب بناتے تھے اور جن کو ٹیسی ٹس کے کوُم ٹیز (Comites) کے مساوی سمجھنا چاہئے۔ فتح برطانیہ نے ہر ایک مظفر ومنصور سردارِ فوج کو ایک بادشاہ بنا دیا اور اس کے مصاحبوں کی قدر ومنزلت پہلے سے بہت زیادہ ہوگئی۔ یہی اُس کے سپاہیان محافظ (باڈی گارڈ) اور مشیران خانگی بن گئے اور عموماً وائٹن (مجلس عقلا) میں بھی شریک ہوتے تھے اور اگرچہ زمانۂ زیر تحریر تک لوگ فوجی زمینداریوں سے ناواقف تھے لیکن یہ بات تاریخ سے ثابت ہے کہ جو اراضی حُسن خدمت و وفاداری کے صلے میں عطا ہوتی تھی اُن کے معاوضے میں معطی لہم کو فوجی خدمات لازم تھیں اسواسطے اِنی کے قوانین کے بموجب اگر کسی شخص کو گیستھ کا رتبہ حاصل ہوتا اور وہ صاحب اراضی بھی ہوتا لیکن فوج قومی کی

(الف) اُمرا
(ب) شرفا
(ج) گیستھ

خدمت بجا لانے میں غفلت کرتا تو اس کو ۱۲۰ مارک جرمانہ ادا کرنا پڑتا تھا اور اُس کی زمین ضبط کرلیجاتی تھی اور جس کے ہاں زمین نہ ہوتی تو اس سے اس قصور پر صرف ۶۰ مارک وصول کیئے جاتے تھے۔

یہ بات بھی پایۂ ثبوت کو پہنچی ہے کہ انہی گیستھ لوگوں سے ایک ایسی نیم باقاعدہ فوج تیار کی گئی تھی جس نے ۱۰۶۶ء سے جبکہ فتح انگلستان کی تکمیل ہوئی اور نویں صدی کے شروع تک جبکہ فوج ردیف کو ڈین Danes کے حملوں کے روکنے کی غرض سے دوبارہ قایم کیا گیا اکثر میدان مارے ہیں۔ ان کے بعد تھین Thanes

(د) تھین

لوگوں کا طبقہ تھا۔ یہ لوگ قدیم زمانے کے گیستھ کے قایم مقام ہیں لٹل صاحب نے بنظر تحقیق تھین اور گیستھ کی ابتدائی حالتوں کا مقابلہ کرکے ان کی اصلیت دریافت کی ہے اور اُن کا خیال ہے کہ ان میں کا دوسرا شخص بادشاہ کا مصاحب اور پہلا شاہی حرم سرا کا ملازم یا نوکر تھا۔ ممکن ہے کہ انہی کا خیال صحیح ہو لیکن تاریخ سے ثابت ہوتا ہے کہ بہت ہی تھوڑے عرصے میں ان دونوں مصاحب و نوکر کا امراء علاقہ دار میں شمار ہونے لگا اور چونکہ امارت کے لئے قدیم طرز کے حسب ونسب کی ضرورت باقی نہیں رہی تھی اس نئے فرقے نے پرانے فرقۂ اُمرا کا استیصال کردیا۔ یہی نہیں بلکہ تھین کے فرقے کا دائرہ اس قدر وسیع ہوگیا کہ اُس میں جیسا کہ فتح کے بعد نایٹ (مبارزین) کے فرقے کی حالت ہوگئی تھی ہر ایک طبقہ کا آدمی شریک ہوسکتا تھا۔ ان میں کے اعلی درجے کے تھین کا خطاب ایلڈرمین یا ارل (نواب) اور ادنی درجے کے تھین کا لقب میڈئیل (درمیانی)، یا انڈر تھین (ندیم ماتحت) ہوگیا۔ ہر ایک تھین کے ہاں کم سے کم پانچ ہائیڈ زمین ہوتی تھی۔ اس کو اتنی زیادہ زمین اس لیئے دیجاتی تھی کہ وہ اپنی بقائے شان وعزت کا انتظام اور اپنے حسب حیثیت رفاہ قومی میں شریک ہو اور اگر وہ قتل ہوجائے تو اس کے لئے ایک معتد بہ خون بہا وصول ہوسکے اور وہ ایک سنگین حلف منصب اوٹھانے کا متحمل ہوسکے۔ اگر کوئی تاجر اپنے پیشے میں اس قدر کامیاب ہوتا کہ اپنے صرفے سے کسی وسیع سمندر کا تین مرتبہ سفر کرتا تو وہ اعزاز تھین کا مستحق سمجھا جاتا تھا اور ایسا ہی کوئی عالم اپنے علم کی قوت سے پادری بنجاتا اور عشائے ربانی کی رسم میں صدارت کرنے کا اہل ہوتا

تو اُس کو بھی یہ لقب عطا ہوتا تھا۔ اسی طرح سے ایسے کی آرل (ادنیٰ درجے کے
تھین) کو بھی تھین کا اعزاز و خطاب ملتا جو اپنے ہمسایوں کی زمینیں غصب کر کے
اور اپنی زمین میں شامل کر کے اُس کو پانچ ہائیڈ کر لیتا تھا اور اُس علاقے میں ایک گرجا
ملازمین کے لئے ایک مطبخ جس میں وہ اپنی روٹی پکا سکتے، ایک گھنٹہ گھر اور ایک
چراگاہ بنواتا اور دربار شاہی میں اس کے لئے ایک کرسی مقرر ہوتی اور کوئی مخصوص
کام اُس کے تفویض ہوتا۔ الفریڈ کے عہد سلطنت کے بعد سے یہ آخری شرط
اہلیت متروک العمل ہوگئی تھی۔

سیکسن عدالتیں
(الف) ٹُناجیمو
(مجلس عقلا)

ان صدیوں میں جو نارمن فتح کے پہلے گذری ہیں سیکسن نظم و نسق بتدریج
بارآور، پختہ اور زیادہ پیچیدہ ہوتا گیا۔ اس ترقی تدریجی کے صرف نتائج کو سرسری طور پر
بیان کرنا ممکن ہے۔ اس زمانے میں بادشاہ اور مجلس عقلا ہی مرکز حکومت بنے ہوئے
تھے لیکن اکثر کاروبار سلطنت اور خصوصاً فرائض عدل گستری تعلقہ اور ضلع کی
عدالتوں میں انجام پاتے تھے۔ گاؤں اپنی انفرادی حیثیت سے کسی عدالت کا مستقر
نہ تھا۔ اگرچہ اس میں بھی زراعتِ عامّہ کی مشترکہ تنظیم کے لئے قواعد بنانے اور ان
چار آدمیوں کو منتخب کرنے کی غرض سے ایک آدھ مجلس مقامی منعقد ہوتی جو گاؤں کے
پادری اور ریف (منتظم دیہ) کے ساتھ امیر دیہ کی غیر موجودگی میں قومی عدالتوں
میں گاؤں کی نیابت کرتے تھے۔ اکثر ایسی زمینوں پر جہاں چھوٹے چھوٹے یا چند
منفصل مکان ہوتے نظم و نسق اور کوتوالی کے اغراض سے چند بستیاں ایک
دوسرے سے متصل آباد ہو جاتی تھیں جن کے مجموعے کا نام روزمرّہ میں ٹن
(Tun) اور سرکاری مراسلت میں وِل (Vill) ہوتا تھا لیکن ان کو کسی قسم کی
عدالت نہ سمجھنا چاہیئے۔ ضلع اور تعلقے کی عدالتیں جمہور کے جملہ حقوق کے تصفیئے کی
مجاز تھیں سوتار یعنی وہ آزاد باشندے جن پر حاضری عدالت واجب تھی ججوں کے
فرائض انجام دیتے تھے اور تحقیقات کے طریقے کو مقرر کرنے والے بھی یہی لوگ تھے
عدالت تعلقہ سے تین دفعہ پے درپے داد چاہنے اور جواب نہ پانے کے بغیر کوئی

(ب) عدالت ضلع

شخص مجاز نہ تھا کہ عدالت ضلع سے رجوع کرے۔ اگر تعلقہ اور ضلع دونوں عدالتوں
میں کسی کو ناکامی ہوتی تو اس وقت وہ راست راست بادشاہ کے حضور میں استغاثہ

پیش کر سکتا تھا۔ ضلع کی عدالت میں وہاں کے اُسقف اور ایلڈر مین بحیثیت قضاۃ اجلاس کرتے تھے۔ پہلے شخص کے فیصلے قانون مذہبی اور دوسرے کے تصفیئے قانون ملکی پر مبنی ہوتے تھے، شریف (منتظم ضلع) بھی بحیثیت نایب شاہ شریک رہتا لیکن اُس کا کام اغراض شاہی کی حفاظت اور رقمی منافع عدالت کو حق پادشاہ کی مدمیں وصول وجمع کرنا تھا اور اسی کے حکم سے اس عدالت کا ششماہی اجلاس ہوتا تھا۔

(ج) عدالت تعلقہ

عدالت تعلقہ میں جس کا ماہانہ اجلاس ہوتا تھا شریف کا ایک نائب ججوں کے ساتھ شریک رہتا تھا بعض وقت تعلقوں کی عدالتیں بالکل غیر سرکاری لوگوں کے اختیار میں ہوتی تھیں۔ اس کا سبب وہ امتیازات وحقوق تھے جو فتح کے ڈیڑھ سو برس پہلے زمینوں کی سندوں کے ساتھ معطی لہم کو عطا ہوئے تھے۔

(د) عدالت بلدہ

شہر تو حملہ آور قوم کی مدافعت اور تجارت کے مرکز سمجھے جاتے تھے اور ان میں انہی کی عدالتیں تھیں جو عدالت تعلقہ کے نمونے پر بنائی گئی تھیں۔

سیکسن جرایم

دور سیکسن کے مخصوص جرایم میں صرف سرقہ ایک انسان کا دوسرے انسان کو مجروح کرنا اور قتل انسان کا شمار تھا۔ مویشی کی چوری اس کثرت سے ہوتی کہ مخصوص مقامات اور مقررہ شہود کی موجودگی میں اُن کی خرید وفروخت کرنی پڑتی تھی۔ اگرچہ اس تدبیر سے سرقۂ مویشی میں کمی ضرور ہوئی لیکن اُس سے جانوران مسروقہ کی تجارت کا سدِّ باب نہ ہو سکا۔ جراحت پہنچانے اور انسان کو قتل کرنے کی نسبت تاوان کی ایک کافی شرح موجود تھی چونکہ ہر ایک آدمی کا خوں بہا اس کے مرتبہ اور قومیت کے لحاظ سے مقرر ہوتا اس لئے مختلف لوگوں کے خون کی مختلف دیت تھی۔ کی آرل کی دیت ۲۰۰ مارک اور تھین کی دیت ۱۲۰۰ مارک تھی۔ اگر مقتول قلدی ہوتا تو اُس کا خوں بہا اُس کے ہم درجہ سیکسن کے خوں بہا کے نصف ہوتا تھا۔ ہر ایک آدمی کے حلف کا کفارہ اُس کی مقدار دیت کی مناسبت سے مقرر تھا۔ بہت قدیم زمانے سے یہ دستور چلا آرہا تھا کہ کوئی شخص بادشاہ یا اپنے امیر کے خلاف بغاوت کر کے جانبر نہیں ہو سکتا تھا اس لئے کہ یہ جرم ناقابل دیت تھا اور الزام منسوبہ سے نجات پانے کا طریقہ صرف گواہوں کے حلف سے بے گناہی کا ثابت کیا جانا تھا۔

سیکسن کوتوالی

معلوم ہوتا ہے کہ اُن دنوں ملک کو قانون کا مطیع بنانے میں حکومت کو

سخت دشواری کا سامنا کرنا ہوتا تھا۔ اگر کوئی شخص طلب نامہ عدالت کے سلسلے میں کسی الزام کی جوابدہی کے لئے حاضر عدالت نہوتا یا اگر وہ کسی متضرر کو دیت اور بادشاہ کو جرمانہ خدمت فوجی ادا کرنے سے انکار کرتا تو اُس کی سزا صرف حمایت قانون سے اس کا اخراج تھی۔ جب تک جرم قبیح وسنگین نہو ملزم گرفتار نہیں کیا جاتا تھا اور جب ایسے مجرم کی سرکوبی منظور ہوتی تو تعلقے کی جمعیت اُس کے تعاقب میں روانہ کیجاتی تھی۔ مجرمین کو سزا سے بچانے کا باعث مقتدر دمتمول لوگ بھی تھے جو اکثر ان کو اپنی پناہ میں لے لیتے تھے۔ اسی واسطے تو قدیم زمانے کا قانون تعزیری سزا یافتہ کے حق میں نہایت سخت وشدید تھا۔ جو شخص کہ پہلے سے بدنام ہوتا وہ الزام منسوب کئے جانے کے پیشتر ہی سے نیم ملزم متصور ہوتا تھا اور تحقیقات سے بچنے کی کوشش ملزم کے حق میں اثبات جرم کی تاثیر رکھتی تھی۔

(۱) اہل قرابت کی ذمہ داری

سب سے پہلے ملزم کے خویش واقارب اس بات کے ذمہ دار تھے کہ ملزم کو سزا دلوائیں اُس کا جرمانہ ادا کرنے کے بھی وہی ذمہ دار تھے اور اگر ان میں سے کوئی قتل ہوجاتا تو رشتہ دار ہی اس کا خوں بہا پاتے تھے۔ جب قرابت کی گرہیں جن سے اہل قصبہ کا رشتۂ اتحاد مضبوط رہتا تھا آبادی کی کثرت سے کمزور ہوگئیں تو ضمانت لینے کا ایک معقول طریقہ بتدریج نکل آیا الفریڈ کے قانون کے بموجب برادران انجمن کو ایسے مقتول کا جس کا کوئی رشتہ دار نہو نصف خوں بہا ملتا تھا اور اُس قاتل کی نصف دیت جس کا کوئی عزیز باقی نہ رہے انجمن ہی کو ادا کرنی پڑتی تھی اس طریقے سے ایک مصنوعی قرابت کی جیسا کہ اس کے بعد کے زمانے کے معشر (دہردہیں خاندانوں) کی حالت تھی بنا ہوی۔ ایتھاسٹن کے قانون کی رو سے اگر کوئی شخص طلب نامہ عدالت کی بنا پر حاضری عدالت سے غفلت یا تحقیر حکم شاہی کی سزا میں جرمانہ ادا کرنے میں قصور کرے تو اس کو اپنی حاضری کے لئے کسی دوسرے کی ضمانت پیش کرنی ہوتی تھی۔

(۲) ضامن کی ذمہ داری

ایڈمنڈ کے قانون سے بھی ہر ایک شخص مشتبہ کو اپنی چال چلن کے متعلق ضمانت داخل کرنی پڑتی تھی ایڈگر کے بعد سے تو ہر شخص کو اپنے واسطے ایک ضامن مقرر کرنا لازم ہوگیا اس لئے کہ اگر وہ کسی جرم کے

ارتکاب کے بعد فرار ہو جائے تو اُس کا ضامن اُس کا جرمانہ ادا کرے۔ لوٹ (Cunt) کے ایک قانون کی تعبیر کی رو سے ابتدائی طریقۂ ضمانت کے عوض ہر دس آدمیوں کو اُن کے افعال کے لئے ذمہ دار قرار دیا گیا تھا۔ فتح کے زمانے تک دس آدمیوں کی مشترکہ ذمہ داری رائج ہو گئی تھی اور ولیم اوّل نے تو اُن سب کے واسطے جو مثل احرار کے شمار میں آنا چاہتے تھے اس مجموعی ضمانت کو لازم قرار دے دیا تھا۔ چونکہ اس کے بعد ترجمے کی ایک عجیب و غریب غلطی کے سبب سے ضامن امن (Frithborh) فرتھ بورھ کا نام فرانک پلیج (Frankpledge) ضامن آزاد مشہور ہو گیا تھا اس لئے یہ دوسری اصطلاح اصل میں اہل ملک کی حریت کا نہیں بلکہ غلامی کا تمغا بن گئی تھی۔

(۳) ذمہ داری جماعت

امیر اپنے گھر والوں، ماتحت لوگوں، غلامان زرعی جو اس کے علاقے میں کاشت کرتے، آزاد مزدور جو اُجرت پر کام کرتے تھے اور ان کسانوں کے افعال کا جن کو وہ قرض (پٹے) پر زمین دیتا ذمہ دار ہوتا تھا۔ ابتدا ہی سے سنگین معاشرت کا رجحان احرار کے دو فرقوں امرا اور محکومین میں امتیاز کرنے کی جانب تھا تاکہ کمزور مالکِ زمین کو اپنے قوی ہمسائے سے استمداد کی ضرورت پیش آئے۔ اس کے سوا ایک مقتدر آدمی کے واسطے دوسروں کی اراضی کو ہضم کر جانے میں بجز رسم و رواج کوئی روک تھام نہ تھی۔ قوی اور با اثر لوگوں کی دست بُرد سے آزاد بستیوں کو بچانے کا کوئی ذریعہ نہ تھا۔ قدیم قبیلے کی مشابہت مدنظر رکھ کر اس دور میں بعض چھوٹے زمیندار آپ کو کسی نہ کسی امیر کی پناہ میں دیکر اُس کی وفاداری کا حلف کرتے اور اُس کے جھنڈے کے نیچے معرکہ آرا ہوتے تھے۔ اس کے معاوضے میں امیر بھی ان زیر حمایت آدمیوں کی اُن کے دشمنوں سے حفاظت کرتا تھا۔ یہ طریقہ اس واسطے دو طرح سے مقبول ہوا کہ پہلے تو کسی بڑے آدمی کے وابستہ کی جان اُس کے خونبہا کے سبب سے محفوظ رہتی تھی اور دوسرے خود امیر اُس شخص کا ضامن الجریرہ ہوتا تھا اور اس وجہ سے اپنے جار کی دیت کا حق بھی اسی امیر کو ہوتا تھا اور اسی کے لئے اس کی "دیت" وصول کیجاتی تھی جس کی مقدار رتبۂ امیر پر منحصر ہوتی تھی اس کے سوائے خود امیر جس کا حلف نہایت وقعت رکھتا اپنے اس جار کے نیک اطوار کے متعلق بحیثیت گواہ قسم کھاتا تھا جس کے سبب سے اگر یہ جار کسی جرم میں ماخوذ

(۴) ذمہ داری امیر سرپرست

ہو تو اُس کے تین امتحانوں کے بجائے صرف ایک امتحان کے ذریعے سے تحقیقات کیجاتی تھی۔

نظام جاگیری کا نشو و نما

غالباً قیام امن اور اغراض معدلت کے لئے حکومت کے نزدیک رسم جوار زیادہ مفید ثابت ہوئی۔ ایتھلسٹن کے زمانے تک اگر ناداری کے سبب سے کسی شخص کا سوائے بادشاہ کے کوئی دوسرا امیر پرست نہوتا تو اس کا چال چلن اگر اندیشہ ناک نہیں تو مشتبہ سمجھا جاتا تھا اور اس کے رشتہ داروں کو حکم تھا کہ اُس کے لئے ایک امیر سرپرست مہیا کریں۔ علامہ میٹ لینڈ کی رائے کے بموجب مینر (موضع جاگیر) اور دیہہ محصول اداکنندہ اور امیر مینر محصول گیرندہ افراد تھے اس لئے محصولِ ڈین کے ادارے نے تو آزاد کسانوں کو اور بھی محکوم بنادیا۔ جس امیر نے اپنے محکوم کا محصول ادا کیا اُس نے یقیناً اِس کے معاوضے میں محکوم سے خدمت لیکر اپنی رقم وصول کرلی۔ اس خرابی کا باعث خصوصاً قوم ڈین کو سمجھنا چاہیئے۔ اگرچہ یہ لوگ اُس مُلک سے آئے تھے جہاں فری ہولڈ (زمینداری) کا طریقہ رائج تھا اور جب یہ انگلستان کے مشرقی اضلاع پر قابض ہو گئے تو انہوں نے وہاں نظام جاگیرات کو موقوف بھی کردیا تاہم اِن کے اِس مُلک میں آجانے سے اور دوسرے اضلاع کے ساکنین پر ان کا خوف طاری ہونے سے لوگوں کو خیال پیدا ہوا کہ وہ بڑے آدمیوں کی پناہ وحمایت میں چلے جائیں۔

بہرکیف یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ کوئی جار ہرگز ولین (غلام زرعی) نہیں تھا اور نہ سینیئرس Seigniors امرائے جاگیردار) کی کثرت سے زرعی غلامی کو ترقی ہوی۔ زمین سندی کے معطی لہٗ کا اپنے امیر کو کفاف ادا کرنا اور بادشاہ سے اس حق کا امیر مینیر کو عطا ہونا اہل ملک کی محکومیت کی دلیل نہیں ہوسکتا خصوصاً جبکہ حق کفاف کو رقم کی شکل میں وصول کرنے کے بجائے اُمرا اپنی زمینات کو رعایا سے کاشت کراتے تھے۔ اِس کے ساتھ ہی رسم جوار اور جاگیرات کی کثرت کی بدولت ایک ایسی نظم معاشرت قایم ہوئی جس میں افراد قوم کے تعلقات کا سبب عطیات ارضی سمجھے جاتے تھے اور نظام جاگیرات کا تصور زرعی غلام کے بغیر ناممکن ہوگیا تھا اسلئے کہ جاگیرداروں کے مظالم سے کسی کو انکار نہیں ہوسکتا تھا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ نارمن فتح کے سبب سے انگلستان میں نظام جاگیرات رائج ہوا اگر حقیقت یہ ہے کہ کچھ تو حکومت کے اثر سے اور کچھ رسم جوار کے سبب سے جس کو لوگ اپنی خوشی سے اختیار کرتے گئے اور کچھ جاگیروں کی کثرت سے فتح کے چند روز پیشتر ہی سے انگلستان بڑے زمینداروں اور محکوم دیہات کا ملک بن رہا تھا قدیم آزاد دیہاتی بستیوں کو چوطرف سے طریقۂ جاگیرات مٹا رہا تھا اور اس وقت تک جبکہ کتاب بندوبست کی ترتیب ہوئی جاگیری نظم حکومت کے کل خصوصیات کا یہاں وجود ہو چکا تھا۔ اس وقت تک جاگیردارانہ اقتدار وعمل اس قدر مستحکم ہو گیا تھا کہ خود نارمن باشندے بجائے سوم و دوم و اول درجے کے اختیارات مانگنے کے قدیم سیکسن طرز کے مراعات اور اختیارات عدالت حاصل کرنے کی کوشش کرتے تھے اسواسطے کہ اس دوسری قسم کے اختیارات کے سبب سے جاگیرداروں کی حکومت زیادہ خود مختار ہو سکتی تھی۔ بادشاہوں نے جاگیرات کی اسناد میں اس کثرت سے اختیارات عدالت عطا کئے کہ بڑے زمینداروں نے اپنی مخصوص عدالتیں قایم کر لیں سیکسن روایات کے سبب سے جن پر طریقہ جاگیرات کا اثر ہو رہا تھا گیارھویں صدی کے انگلستان میں ایک ہی شخص کے واسطے چند متضاد تعلقات پیدا ہو جاتے تھے مثلاً اضلاع مشرقی میں ایک آزاد آدمی اپنی زمین کے واسطے وہاں کے کسی امیر کو مالگذاری ادا کرتا اور وہی شخص کسی دوسرے امیر کے جوار میں چلا جاتا تھا۔ اگرچہ کچھ عرصے بعد وکلا نے طے کر دیا کہ جار اسی ضامن الجریرہ کے زیر اختیارات سمجھا جائیگا جس کے جوار میں وہ پہلے سے آگیا ہے تاہم انگلستان کے مشرقی حصوں میں دریافت بندوبست کے زمانے میں آزاد آدمی ایک امیر کا جار تو ہوتا مگر دوسرے امیر کے اختیارات عدالت کے ماتحت سمجھا جاتا تھا۔ کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ احرار جس امیر کو پسند کرتے اس کے جوار اور حکومت میں اپنی زمینوں کو دیدیتے اور اس کے عوض اُس امیر کی اطاعت اور وفاداری اپنے ذمے لیتے تھے۔

رونڈ صاحب کا خیال ہے کہ تاریخی جاگیردارانہ نظم معاشرت کا بہترین کارنامہ وہ تھا جس کے سبب سے نارمن فتح کے بعد ولیم کے نارمن تابعین اور

سرداروں پر زمین تقسیم ہوئی جس کے عوض انہوں نے فوج جاگیری میں ایک تعداد معین تک سپاہ کی بھرتی کرنے کا وعدہ کیا۔ اگرچہ فتح کے پہلے انگلستان میں عطا کے عوض معطی لہ سے فوجی خدمت لینے کا طریقہ نہیں تھا تاہم نارمنوں کے زمانے سے خدمتِ فوجی عطیۂ ارضی کا معاوضہ متصور ہونے لگی اور زمین پر اُس کا بار ڈالا جانے لگا اور جب ایک دفعہ خدمتِ فوجی اور زمیندار ایک دوسرے کے لازم وملزوم ہوگئے تو اس کے لئے کسی آزاد آدمی اور بادشاہ یا اُمرا کے تابعین کی خصوصیت باقی نہیں رہی۔ اس عادت کے سبب سے عطایائے فوجی کا فطرتی طور پر نشو ونما ہوا۔ ہم بیان کر چکے ہیں کہ اگرچہ گیستھ اور تھین کو خدمت فوجی کے عوض زمینات نہیں ملتے تھے تاہم ان کی معاش اگر وہ خدمت فوجی بجالانے میں غفلت وقصور کرتے تو ضبط کر لی جاتی تھی۔ خود فوج قومی کی بھی عطایائے ارضی کی سی حالت ہو رہی تھی اس لئے کہ اِس زمانہ تک بادشاہ کو اختیار تھا کہ جس زمیندار کو چاہے حفاظت مُلک کے لئے طلب کرے لیکن فوج مستحفظ کا مفہوم سابق یعنے کل قوم کا حفاظت ملک کے لئے وقت ضرورت سپاہ بنجانا باقی نہیں رہا تھا۔ بہ نسبت پہلے کے اب فن جنگ اور اسلحہ میں زیادہ ترقی ہوگئی تھی اسواسطے اہل ثروت اور زمیندار ہی نئی ضرورتوں کے لحاظ سے اسلحہ اور سامان جنگ سے مہیا ہو سکتے تھے۔

اگر بادشاہ کو کسی معمولی مُہم پر فوج روانہ کرنے کی ضرورت ہوتی تو تمام قوم میں سے فوج منتخب کرنے کے عوض صرف چند واقف فن آدمیوں میں سے ایک مختصر سا لشکر منتخب کیا جاتا تھا اور یہی طریقہ بتدریج رائج ہوگیا۔ جوں جوں محنت مشقت سے سیکسنوں کی منافرت کم ہوتی گئی اور جس قدر جنگ کے بجائے زراعت ان کی زندگانی کا عزیز مشغلہ بنتی گئی اوسی قدر بادشاہ کے حکم شرکت فوج کے احرار کم اطاعت کرنے لگے اور جب تک شدید ضرورت نہوتی اور وطن کے بچانے کی نوبت نہ آتی یہ لوگ ایسے فرمان کی تعمیل ہی نہیں کرتے تھے۔ اسواسطے آپس کے چندے کی رقم سے احرار نے بادشاہی یلغاروں کو سرانجام دینے کے لئے فوج تیار کرنا شروع کر دی اس خیال کی کتاب بندوبست سے تصدیق ہوتی ہے ضلع برکس میں ہر پانچ ہائیڈ زمین کے لئے ایک سپاہی شاہی فوج میں دو مہینے

کے واسطے روانہ کیا جاتا تھا اور اس کے اخراجات کے واسطے ہر ایک ہائیڈ سے ۴ شلنگ ادا کئے جاتے تھے۔ اکثر جگہ غالباً یہی رسم تھی۔ اس کے علاوہ ہر پانچ ہائیڈ زمین کے لئے جو خدمت فوجی کے لئے معیار سمجھی جاتی تھی ایک شخص ملقب بہ تھین ذمہ دار بنایا جاتا تھا کہ بادشاہ کی خواہش پر فوج کی بھرتی کا جلد سے جلد انتظام کرے۔ ہر ایک آدمی کو اس پیمانے کی بنا پر ایک ہائیڈ یا اس کی کسر یا اس کا حاصل ضرب زمین ملتی تھی۔ ضلع ورسسٹر کی اطلاعوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس علاقے کے ہر ایک امیر کا فرض تھا کہ اپنی زمینات کے معاوضے میں شاہی فوجی خدمت کا انتظام کرے۔ اگر کوئی زمیندار ماتحت فوجی خدمت بجالانے میں قصور کرتا تو اس کا امیر کسی دوسرے زمیندار کو فوج ردیف میں روانہ کر کے زمیندار مقصر کو برطرف کر دیتا تھا۔ احرار کی حرّیت سلب کرنے میں سلطنت کی ضروریات فوجی نے بھی بہت بڑا حصہ لیا ہے۔

گیارھویں صدی کے مدارج قومی

اس لئے گیارھویں صدی کے شرفا کے متعدد درجے ہو گئے تھے۔ سیکسن انگریزوں کے اخیر زمانے کے سرکاری کاغذوں اور کتاب بندوبست سے اس امر کی شرح ہوتی ہے لیکن یہ بھی ذہن نشین رہے کہ یہ تفسیریں مکمل نہیں ہیں اس میں شک نہیں کہ اِن شرفا کی اکثر نسلوں کا جن کے حالات اب بھی دستیاب ہوتے ہیں اُس وقت کے کسی ایک طبقۂ قومی میں شمار نہیں ہوتا تھا۔ اس امر کی نسبت بھی اکثر لوگوں کا ظنّ غالب ہے کہ نارمنوں کی لاطینی زبان میں جن کے ذریعے سے سیکسن لوگوں کے حالات لکھے گئے ہیں اور جس کا فتح کے بعد عام رواج ہو گیا تھا سیکسن لفظوں کا صحیح ترجمہ نہیں ہو سکتا اس لئے سیکسن فرقوں اور اُن کی قسموں کا لاطینی زبان کے الفاظ سے اندازہ کرنا صحیح نہیں ہے۔ آزاد اور محکوم سیکسن کا متحد النسل ہونا، دونوں کی ایک ہی مقدار خونبہا دو سو مارک سے ثابت ہوتا ہے۔ اضلاع شمال و مشرق میں جہاں قوم ڈین آباد تھی سوک مانی (Sochmani) مزارعین کثرت سے موجود تھے ہر چند یہ لوگ احرار تھے مگر جو عطیات اراضی اِن کے تھے وہ پہلی قسم کی عطیات سے مختلف تھے۔ اِن میں کے آزاد سے آزاد آدمی کی بھی وہی حیثیت تھی جس کا بعنوان احرار کتاب بندوبست میں ذکر ہوا ہے۔ یہ

مزارعین

اپنی زمینوں کو بیع کرنے اور اپنے امیر جاگیردار کے حدود اختیارات سے باہر نکل جانے کے مجاز تھے۔ اِن کے اور ان کے امیر کے تعلق کا ذریعہ صرف طریقۂ جوار تھا اور اُس کا اختیار کرنا اِن کی خوشی پر منحصر تھا۔ ایک دوسرا فرقہ ان سے کم درجہ مزارعین کا تھا مگر اس کو اراضی کے فروخت کرنے کا تو اختیار تھا مگر ان زمینات کا حق جوار اُس کے امیر ہی کو حاصل تھا اور وہ اُسی کے اختیارات حدود ارضی میں محسوب ہوتی تھیں۔ اس کا سبب اس فرقے کے وجود کے پہلے سے امیر مذکور کو ان کے زمینات پر عدالتی اختیارات کا عطا ہونا ہے اس لئے درجۂ ادنی کے مزارعین زمین مبیعہ کے ساتھ مشتری کو اختیارات عدالت نہیں منتقل کر سکتے تھے۔ ازبسکہ غیر آزاد رسم کی بنا پر سب سے ادنی درجے کے مزارعین کو زمین ملتی تھی اس لئے اُن کے فرائض شلاً ہل جوتنا اور غلّے کو درو کر کے بار کرنا یا اپنی بھیڑوں کو امیر کے گلے میں رکھنا یا اپنا اناج اُسی کی چکی میں پیسنا ابتذال ہوا کرتے تھے۔

غلامان زراعتی

ہرچند انگلستان کے جنوب مغرب میں کثرت سے غلامان زراعتی پائے جاتے تھے لیکن یہی حصۂ ملک اِن کے واسطے مخصوص نہ تھا۔ ہنری دوم کے عہد تک ان کا زمین کے ملحقات سے شمار ہونے لگا تھا۔ جو زمین زراعت کے لئے اِن کے سپرد ہوتی تھی اور جس طرح وہ منتقل ہوتی رہتی یہ بھی اس کے ساتھ منتقل ہوتے تھے۔ مگر ان کی حالت کا گیارھویں صدی میں سراغ لگانا دشوار ہے۔ علامہ میٹ لینڈ کے خیال کے بموجب سب سے ادنی درجے کے مزارعین محصول ڈین اُن کا امیر ادا کرتا تھا اور سب سے اعلی درجے کے غلامان زراعتی کا بھی محصول اس کا مالک نہیں ادا کرتا تھا جب تک اس مقولے کو تسلیم نہ کیا جائے حقیقت میں ان دونوں فرقوں کی حیثیت میں امتیاز نہیں ہو سکتا۔ سیکسن کے (وکلا) اہل جوری لئے جن کو ٹیونزمین (Tunesmen) لکھا ہے انہی کو نارمنوں نے ولین (Villain غلام زراعتی) لکھدیا اگر اس اختلاف پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ فرقہ مختلف افراد قوم سے بنا ہے۔ اس کے بعد کے زمانے میں کاپی ہولڈر (Copyholder) نقل دار کا اطلاق بھی مختلف افراد قوم پر ہوتا تھا اور جن لوگوں نے ولیم کے عہد میں بندوبست کے متعلق تفتیش کی ہے اکثر نقل داروں کو بلا تحقیق غلامان زراعتی لکھدیا اور اس کے

ساتھ ہی یہ بھی دکھایا ہے کہ یہ لوگ مقید و محکوم نہیں ہیں۔

سب غلامان زراعتی ایک حیثیت کے نہیں ہوتے تھے۔ گیارھویں صدی میں ان کی کئی قسمیں تھیں جن کے مختلف نام تھے اور ان میں کے اکثر کچھ زمانے کے بعد مفقود ہو گئے۔ گے نیٹ (Geneats) اُس قسم کے زرعی غلام تھے جو زمین کے معاوضے میں مالگذاری ادا کرتے اور معطی کے بعض ایسے کام جیسا کہ گھوڑے پر سوار ہو کر پیام رسانی یا کبھی اس کے لئے کاشت کرتے تھے ہر ایک گے نیٹ کا فرض تھا کہ ایک گھوڑا رکھے۔ ابتدا میں وہ اپنے امیر کا رفیق و تابع سمجھا جاتا تھا۔ کتاب بندوبست میں ولین سے اسی قسم کا کسان مراد ہے۔ نارمن وکلا نے جھونپڑوں میں رہنے والوں (قطان الکوخ کو کوٹاری (Cottari اور بوڈاری (Bodari ساکنین سرحد) لکھا ہے۔ یہ وہ کسان تھے جو مالگذاری نہیں ادا کرتے تھے۔ ہر ایک کا قطعۂ زمین پانچ ایکڑ سے زیادہ نہیں ہوتا تھا۔ یہ ہفتے میں پانچ دن اپنے امیر کی زمین پر کام کرتے۔ کبھی ان کا امیر یا دوسرے احرار اُن سے اجرت پر کام لیتے تھے۔ کتاب بندوبست میں جن غلاموں کا نام گی برز (Geburs) لکھا ہے اُنکے ذمے امیر کا ہفتہ واری کام زیادہ ہوتا تھا اور وہ مالگذاری بھی ادا کرتے تھے اور بعض اُن میں کے ہل بھی جوتتے تھے۔ ازبسکہ ہر ایک کسان کے کُل آلات زراعت جنمیں دو بیل ایک گائے، اپکانے کے برتن سات ایکڑ زمین، بونے کا اناج اور چھ بھیڑیں ہوتی تھیں اس کے امیر کی جانب سے اُسے ملتے تھے اس لئے اس کی خدمات زیادہ تکلیف دہ اور زیر بار کرنے والی ہوتی تھیں گی برز کے مرنے سے اس کا تمام ساز و برگ امیر معطی کو واپس ہوتا تھا معلوم ہوتا ہے کہ اکثر گی برز آزاد غلام تھے اسواسطے کہ اُس زمانے میں غلاموں کی جماعت جلد جلد مفقود ہو رہی تھی۔ ہر چند کتاب بندوبست میں صرف (ادنیٰ درجہ کے غلاموں) کی تعداد پچیس ہزار بتلائی گئی ہے مگر ان کا بہت ہی جلد غلامان زراعتی کے اخیر طبقے میں شمار ہونا شروع ہو گیا تھا۔

جاگیری نظم حکومت کی جس میں مقامی ضرورتوں کے سبب سے مالکان زمین کی حکومت اعیادی خود مختارانہ حکومت ہوتی ہے سیکسن کی آزادانہ نظم مملکت کی وجہ سے انگلستان میں بہت جلد ترقی ہوئی۔ ہمکو لازم ہے کہ ہم نظام جاگیری کو سیکسن

جھونپڑوں میں رہنے والے قطان الکوخ

گے برز

ادارات کا نتیجہ سمجھیں - ہمارا فرض ہے کہ ہم ان مورخین کے خیال کو رد کریں جو اس نظام کو ایک پردیسی پودا تصور کرتے ہیں جس کو نارمن حملہ آوروں نے اپنے نفع کے واسطے سرزمین انگلستان میں بو دیا - اصل یہ ہے کہ قومی ترقی میں نظام جاگیری کو ایک لطیفۂ غیبی سمجھنا چاہئے - ایک خاص غرض کے حصول کے لئے ملک نے اس طریقے کو اختیار کیا تھا اور اس سے بہت اچھے نتیجے برآمد ہوے - ان دنوں مرکزی حکومت کمزور تھی اور اس کو ملک کے دوسرے حصوں سے مراسلت کرنے میں بہت دشواریوں کا سامنا تھا لہذا اگر نظام جاگیری اُس وقت انگلستان میں نہ رائج ہوتا تو مقامی حکومتیں اپنے فرایض کفایت اور دیانت سے ہرگز نہ انجام دے سکتیں - اگر کوئی اس طرح حکومت پر مضمون لکھنے کے لئے قلم اٹھائے تو اس کو لازم ہے کہ اس کے فوائد کو مضمون کی تمہید میں لکھے نہ کہ خاتمہ میں بیان کرے - اکثر خیال کیا جاتا ہے کہ اِس نے متعدی مرض کے مانند آناً فاناً ترقی کی مگر حقیقت اس کے برعکس ہے اس واسطے کہ اُس نے ایک صحیح اور تندرست آدمی کی طرح نشو و نما کیا ہے - اصل میں لوگوں کو اس لئے اس کی نسبت غلط فہمی ہوتی ہے کہ وہ اس کا اندازہ اس کے استحکام کے زمانے کی خوبیوں سے نہیں بلکہ اس کے انحطاط کی خرابیوں سے کرتے ہیں - اِس کی اُس حالت سے رائے قایم کیجاتی ہے جبکہ یہ مٹ رہا تھا اور دوسرا طرز معاشرت و حکومت اس کا قایم مقام ہو رہا تھا یا یوں سمجھئے کہ لوگ نظام جاگیری کی نسبت فرانس کی معاشرتی اور اقتصادی خراب حالت سے جو انقلاب فرانس کے قبل اس ملک کی ہو گئی تھی رائے قایم کرتے ہیں ؎

باب سوم

جاگیری نظم حکومت

فتح نارمن کا انگریزی نظام جاگیرات پر اثر

نظام جاگیرات یا حکومت وابستگان اراضی سے مراد ایسی نظم معاشرت ہے جس کی بنیاد عطائے اراضی بشرط خدمت سمجھی جاتی ہو۔ اس طریقۂ معاشرت و تمدن کی برطانیہ میں اس وقت خوب ترقی ہو رہی تھی جبکہ نارمن فتح کے بعض عجیب و غریب حالات کے سبب سے اس کا نشو و نما یورپ کے دوسرے ملکوں میں رکا ہوا تھا سیکسن نظام معاشرت میں حاکم و محکوم کا شخصی تعلق ابھی تک مضبوط تھا اور ہر چند نارمن طرز معاشرت میں اس کا لحاظ کیا جاتا تھا لیکن کسان اس لئے زمیندار کی خدمت کرتا اور زمیندار اسواسطے کسان پر حکومت کرتا تھا کہ ان دونوں کے تعلق کا سبب خاص زمین سمجھی جاتی تھی نظام جاگیرات کی اصل یہ ہے کہ ملک کی تمام اراضی کا مالک بالواسطہ یا بلاواسطہ صرف بادشاہ ہو سکتا ہے ولیم اول کے دور میں یہ طریقہ برطانیہ مفتوحہ میں اس شد و مد سے منوایا گیا کہ اس کے پہلے سیکسن باشندے اس سے واقف نہ تھے۔ فتح کے سبب سے کل ملک پر ولیم نے قبضہ کر لیا تھا اور اس وقت سے اصلی یا معنوی عطا کی بنا پر زمینات کا عطا ہونا شروع ہوا۔ جاگیردار اور کسان کا عام تعلق واجب التعمیل ہو گیا۔ بادشاہ صرف اپنی زمینوں کا مالک مطلق تھا اس کے بعد زمین ان لوگوں کی ملک سمجھی جاتی جن کو بادشاہ سے بلاواسطہ ملتی تھی اور یہی لوگ بڑے جاگیردار کہلاتے تھے۔ اس طبقے کے لوگ اپنی ماتحت رعیت کو زمینات دیتے اور یہ تیسرے درجے کے اشخاص اپنے ماتحتوں کو عطا کرتے تھے اس طرح سے اس نظام جاگیرات کے نردبان کے آخری زینے تک عطا کا سلسلہ جاری رہتا تھا اور اس اخیر درجے کے کسانوں کی نیم غلاموں کی سی حیثیت تھی۔ یہ سب عطا کرنے والے کسان سمجھے جاتے تھے نہ کہ امیر (مالک) اور صرف بادشاہ مالک خیال کیا جاتا تھا سلسلۂ عطا میں ہر ایک معطی لہ اپنے معطی کا کسان

ہوتا اور یہی شخص ان چند آدمیوں کا امیر سمجھا جاتا تھا جو اُس کے ماتحت ہوتے تھے۔ تفتیش بندوبست نے اس طریقے کو موزوں اور عام بنا دیا تھا۔ تفتیش کرنے والوں نے اپنی معلومات کا ذریعہ ملک کی قدیم تقسیم یعنے ضلع، تعلقہ اور گاؤں کو بنایا اور جو علم کہ اُن کو اِن حصص ملک کی نسبت حاصل ہوا اِس کا اظہار اُنھوں نے اُس کتاب میں بعنوان مزارعین عظام کیا ہے۔ ان کی دانست میں کوئی زمین کسی ایک امیر کے قبضے کے بغیر نہیں رہ سکتی تھی اور جس شخص کو کسی دوسرے امیر سے زمین نہ ملتی تو سمجھ لیا جاتا کہ اُس کی زمین بادشاہ کا عطیۂ بلاواسطہ ہے۔ اس کے علاوہ آزاد مزارعین کی ایک بڑی تعداد کو جو تفتیش کے پہلے کسی اور کی مالگزار نہ تھی اُنھوں نے ان کے معطی کے سوائے کسی دوسرے امیر کا جار بنا کر اور ایک تیسرے امیر کے زیر حکومت قرار دیکر ان کو شاہی زمینات کی رعیت میں تو نہیں لیکن بڑی جاگیرات کے معاشداروں میں محسوب کر لیا اور اس لئے اس زمانے سے ان کسانوں اور اُن کے اُمرا کے شخصی اور حکومتی اور عطا کے تعلقات میں خلط ملط اور الجھن ہو گئی لیکن اس سے ان مزارعین کی حیثیت آزادی و حریت میں کوئی فرق نہیں آیا جاگیردار اور رعیت کا تعلق معاشرتی صرف نظام جاگیرات کا ایک خاصہ نہ تھا بلکہ اس کی دوسری خاصیت آقا اور ملازم یا حاکم و محکوم کا تعلق سیاسی بھی تھا اسطرح سے اگر کوئی بڑا جاگیردار بادشاہ سے بیوفائی کرے تو اُس کے ماتحت جاگیردار اور اُن کی کل رعایا اگر اپنے جاگیردار کا ساتھ دیتی تو ماتحت مزارعین اور رعایا کی نمک حرامی متصور نہیں ہو سکتی تھی۔ اس لئے فتح کے سبب سے نظام جاگیرات کی عمارت زیادہ بلند تو نہ رہی لیکن اس کا حصۂ پائیں بہت وسیع ہو گیا۔ ولیم نے سیاسی حیثیت سے پہلے ہی اس کا تہیہ کر لیا تھا کہ اس کو یہاں اُن مشکلات کا سامنا نہ کرنا پڑے جو اشکالات اُسے بحیثیت ڈیوک آف نارمنڈی پیش آ چکے تھے۔ سالسبری کے میدان میں اُس نے طے کر دیا کہ جن کو فوجی خدمت کے عوض جاگیریں ملی ہیں وہ لوگ ہر چند دوسروں کے ماتحت ہی کیوں نہوں بادشاہ کی وفاداری کا راست راست حلف کریں اور اس حلف کو اُن کے اُس حلف وفاداری پر فضیلت ہو گی جو اپنے اپنے جاگیرداران معطی کے لئے اُنھوں نے کیا ہے۔

علاوہ بریں ولیم نے نظام جاگیرات کو متاصل کرنے والی قوتوں کا بھی خاتمہ کر دیا۔ اور اس کام کے لیئے اُس کو بہت اچھے موقعے بھی ملے۔ دسویں اور گیارھویں صدی کے اُمرائے عظام کے اُن چند علاقوں کی جو تھوڑے ہی عرصے میں نیم مطلق العنان ریاستیں بن گئی تھیں فاتح کے ہاتھوں سے خرابی و بربادی ہو گئی۔ فتح تدریجی ہونے اور انگلستان کا بہ نسبت فرانس کے چھوٹے چھوٹے علاقوں اور جاگیروں میں نارمن نایٹ (مبارزین) پر تقسیم ہو جانے سے اُس قسم کے وسیع اور متصل جاگیرات کا یہاں وجود نہیں رہا جن کے سبب سے بادشاہ فرانس اپنے ملک کے ہم عصر جاگیرداروں میں صرف پہلے درجے کا امیر سمجھا جاتا تھا۔ برطانیہ کے سوائے دوسرے ممالک یورپ کے نظام جاگیرات کی ایک مخصوص حالت تھی۔ وہ امیر جس کی زمینیں متعدد اضلاع میں واقع ہوتیں بہ نسبت اس امیر کے جس کی اراضی ایک ہی ضلع میں ایک دوسرے کے متصل ہوتی تھیں زیادہ تر مظنون بالخطر سمجھا جاتا تھا۔ بادشاہ کا کامیابی کے ساتھ مسلسل بغاوتوں کو فرو کر کے باغی جاگیرداروں کی معاش ضبط کرنا اور اُس کو دوسروں پر تقسیم کرنے سے عموماً جاگیرات منفصل ہو گئے۔ اس لیئے سلاطین نارمن کی کوشش اقلیمی نظام جاگیری کے دو نہایت مضرت بخش حالتوں کے رفع کرنے میں بارآور ہوئی یعنی خانہ جنگی اور ترویج سکہ امرا کا استیصال۔ لیکن انگلستان میں کسی قدر ترمیم ہونے کے بعد امرا کے اختیارات عدالت کا رواج بحال رہا امرا کی خانگی عدل گستری کا طریقہ بحال رہا۔ ہر چند نظام جاگیرات کی نسبت یہ مقولہ مشہور تھا کہ "جاگیرداری اور اختیارات عدالت میں فرق نہیں" یعنی دونوں لازم و ملزوم ہیں اور اقلیم یورپ میں اسی پر عمل ہوتا تھا مگر اُن جرایم کی تحقیقات جن کی سزا موت یا مجرم کے کسی عضو کی قطع و برید تھی باستثنائے پیلاٹاین کونٹیز (اضلاع خود مختار) بادشاہ کی عدالت کے لئے مخصوص سمجھی جاتی تھی۔ ان علاقوں کے شاہانہ اختیارات تھے لیکن ولیم اول نے اپنی حکومت اور سطوت قایم رکھنے کے خیال سے کینٹ اور ڈرہم کے خود مختار ضلعوں کو اساقفہ کے حوالے کر کے اُن کو ناقابل توریث قرار دیدیا۔ اور اس قسم کے اضلاع کو اُس نے ملک کے آخری حصوں میں قایم کرایا تاکہ اُن سے فائدے کے سوائے کسی قسم کا نقصان حکومت کو نہ پہنچنے پائے۔

اس طرح سے نظام جاگیرات کی ترقی اس ملک میں ایک طرز معاشرت و تمدن کی شان سے ہوئی اور مثل دوسرے یورپین ملکوں کے سیاسی نظم معاشرت کے طور پر اُس کی نشوونما نہیں ہونے پائی - اِسی غرض سے ولیم اول نے سیکسنوں کی تقسیم ضلع تعلقہ کو ملک میں قایم رہنے دیا - نظام جاگیرات کے دور میں انگلستان شخصی اور قومی ادارات کا ایک حیرت انگیز مخلوط مرقع ہوگیا تھا - جاگیری فوج کے ساتھ سیکسن قومی فوج بھی موجود تھی پرگنہ (جاگیر) کے عقب میں ہی ہمیشہ موضع تعلقہ اور ضلع کا انتظام بھی نظر آتا - اکثر اِن علاقوں کی سرحد ایک دوسرے سے جاملتی اور ایک مینر میں متعدد دیہات ہوتے تھے اور کبھی ایک گاؤں کئی مینروں یا اُن کے چند حصوں پر شامل ہوتا تھا مزین کے چالان کرنے میں یا مجرمین کے تعاقب اور اُن کی تحقیقات کے واسطے جہاں کہیں مینر اور دیہ کے حدود متصل نہوتے وہاں قریئے کے قدیم طرز کے اتحاد کو مینر کے جدید طرز کے اتفاق پر غلبہ ہوتا تھا۔

جب صدر حکومت قوی ہوی تو نظام جاگیری لامحالہ کمزور ہو گیا - اس پر بھی برطانیہ میں یورپین طرز کے مطلق العنان نظام جاگیری کا صرف ایک دفعہ دور ہوا ہے اور یہ اسٹیفن کا عہد سلطنت تھا - چونکہ اُس کے عہد کی تاریخ عبرت انگیز تھی اس لیئے ہنری دوم نے جاگیردار امرا کو مطلق العنان بننے اور ملک میں بدنظمی پھیلانے سے روک دیا - اُس کی کامیابی کا سبب اسٹیفن کے اسلاف کی نظام جاگیری کو مٹانے والی حکمت عملی تھی - جب جاگیرداران عظام کی مجلس قومی کے بجائے قومی پارلیمنٹ کا آغاز ہوا یعنی پارلیمنٹ کے انعقاد کے لیئے اُس کے اراکین کے نام فرمان شاہی صادر ہونے لگا اور اُن لوگوں نے بلالحاظ عطیات ارضی اس میں شریک ہونا شروع کیا اسوقت ملک کے امور سیاسی سے یقیناً نظام جاگیری کا اخراج ہوا ہے مگر قوم کی معاشرتی اور سیاسی زندگی سے اُس کا اخراج بتدریج ہوا چونکہ انگریزی قوم تخمیناً چھے سو برس تک نظام جاگیری کے خیالات میں منہمک رہی اور آج بھی وہ اِن خیالات میں ڈوبی ہوئی ہے اس لیئے اس کو جس قدر تفصیل سے ہم بیان کرنا چاہیں ناکافی ہوگا لہذا اُس کے عام حالات اور بعض خاصیتوں کا ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

جاگیری عطیات

مالک خاص

کُل زمین کا بلا واسطہ یا بالواسطہ عطا کرنے والا یعنی مالک و امیر بادشاہ سمجھا جاتا تھا۔ بادشاہ کے بعد جس قدر عطا کرنے والے تھے وہ درمیانی اُمرا تھے۔ اگر کسی معطی لہ اور اُس کے معطی میں کوئی واسطہ نہوتا تو پہلا شخص دوسرے کا مالک خاص اور دوسرا شخص پہلے کا کاشتکار خاص کہلاتا تھا۔ Tenant-In chief اس مرکب لفظ کا استعمال اُس وقت تک عام رہا جب تک کہ یہ لفظ بادشاہ کے بلا واسطہ مُعطی لہم کے لیئے مخصوص نہ ہوگیا۔ اگر ایک کی جائداد دوسرے کے پاس ہوتی تو یہ حالت سیسِن (Seisin قبضہ کہلاتی تھی۔ اس زمانے میں یہ بھی معمولی تھا کہ ایک قطعہ زمین کے متعدد شخص قابض ہوتے تھے اور ہر ایک کے قبضے کی بنا ایک مختلف عطا یا مجموعۂ خدمات ہوتا تھا جن کا بہ معاوضۂ عطا بجالانا واجب تھا۔ آزاد مزارعین سے جو خدمتیں لیجاتی تھیں وہ مذہبی۔ فوجی۔ ملازمانہ۔ اور آزادانہ ہوتی تھیں لیکن اُن کے لیئے اس طرح کے عنوان جو ہم نے دکھلائے ہیں نہیں قایم ہوئے تھے وہ شخص جو اپنی زمین کا اپنی مرضی کے موافق اچھا یا بُرا استعمال کرسکتا اُس کا مالک سمجھا جاتا تھا۔ ہر چند جاگیری حکومت کے زمانے میں بجز بادشاہ ملک کے کسی حصۂ زمین کا کوئی اور مالک نہیں تھا لیکن جو شخص اپنی زمین کو جس طرح چاہتا استعمال کرسکتا تھا وہ اُس کا مالک متصور ہوتا تھا اور ایسا قطعہ زمین **ڈیمین** Demesne یعنی سیر کہلاتا تھا جس جائداد پر سوائے مالک کے دوسروں کا قبضہ ہوتا وہ اس کے قابضین لبشرط خدمت کہلاتے تھے؛

قبضہ

اگر تم اس طریقۂ عطا کو ایک سیڑھی فرض کرلو تو سمجھ سکوگے کہ صرف سیڑھی کے اوپر ہی تھیں بلکہ نیچے کی جانب اور درمیانی حصے میں بھی زینوں کا اضافہ کرنا ممکن تھا عموماً نو سے کم لیکن بعض دفعہ اس سیڑھی کے زینوں کا نو تک شمار ہوا ہے۔ ہر ایک معطی اور اس کے بلا واسطہ معطی لہ کے درمیان ایک خاص معاملہ طے پاتا تھا اور اس معطی لہ کو اس معاہدے کی شرایط سے جو اُس کے معطی اور اُس کے بالادست امیر کے درمیان طے ہوتا تھا کوئی سروکار نہ تھا۔ اگر امیر بلا واسطہ اپنے امیر کی خدمت بجالانے میں قصور کرتا اور امیر موخر الذکر اس معطی لہ کی زمین دکھیت) اس کے معطی کے قصور کی پاداش میں

ضبط کرلیتا تو یہ معطی لہ اپنے امیر پر دخل ولا پانے کا دعوی کرسکتا تھا اس لیئے کہ معطی ثانی کا فرض تھا کہ معطی لہ کے حق کو کسی طرح کا گزند نہ پہنچائے یہ چارہ کار قانونی "دعوی درمیانی" کے نام سے مشہور تھا - اس طرح سے ہر ایک علاقہ اس کے معطی لہ سے طے شدہ خدمت کے سوائے مزید خدمتوں سے زیر بار کیا جاسکتا تھا ؛

شان حیثیت

اس میں شک نہیں کہ ابتدا میں خدمت کا تعلق معطی لہ کے رتبہ و شان اصلی سے تھا مگر کچھ عرصے کے بعد عطیۂ ارضی اور شان معطی لہ میں تفریق ہوی اور بالآخر پہلی شئے کو دوسری پر ترجیح مل گئی اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ رفتہ رفتہ کسان کی خدمت اور اُسکا کھیت مترادف لفظ ہو گئے حتّی کہ بجائے کاشتکار ہائیڈ اور ایکر کے نام سے اُنکے امرائے معطی کے واسطے ہل چلانے اور درو کرنے کے معاہدے ہونے لگے اور بعض تحریرات میں تو ایسے **دو نصف** ہائیڈ پائے جاتے ہیں جن کے ذمے شقہائے شاہی کا اُس ضلع میں لانا اور لیجانا تھا جہاں ان پیمانوں کی زمینیں واقع ہوی تھیں - جب خدمت اور زمین ایک دوسرے سے لازم و ملزوم کر دیئے گئے تو معطی اور معطی لہ کی شان بھی باقی نہیں رہی - اس لیئے بڑے امرا کے نزدیک اوسط درجے کے جاگیرداروں سے جو رتبے میں اُن سے بہت کم ہوتے تھے زمین حاصل کرنا معیوب نہیں رہا تھا بلکہ اُن کو عطا کے اُن مبتذل اور غیر معین خدمتوں کے قبول کر لینے میں بھی پس وپیش نہیں ہوتا تھا جن کو غلامان زراعتی انجام دیا کرتے تھے اس کے سوائے ایک ہی آدمی کو مختلف اُمرا سے مختلف فرائض کی بجا آوری کیلئے زمینیں ملتی تھیں - مثلاً **الف** جس کو فوجی خدمت کے معاوضے میں ب سے قطعہ **بلاک ایکر** (نام کھیت) ملتا ج کی زمینوں پر غلام زراعتی کی حیثیت سے قابض رہتا تھا اور ج کو الف سے بعض فرایض کی بجا آوری کے واسطے اراضی ملتی تھی یہ بھی ممکن تھا کہ م، الف زمین کو ن سے حاصل کرے اور ن، ب زمین کے واسطے م کا ماتحت ہو - عطا کے خیالی تعلقات لاتعد ولاتحصی تھے اور ان مجازی تعلقات کے بڑھانے میں حقیقی تکلیف اور الجھن سے اندیشہ کرنے کی ضرورت نہ تھی اس لیئے کہ امارتِ اصلی نہیں بلکہ ایک شان اضافی تھی اور جب تک اس د بات کو ذہن نشین نہ کیا جائے عطیات جاگیری کی ظاہری سادگی و سلاست

اُس کے معطی اور معطی لہ کے حقیقی پیچیدہ تعلقات میں چھپی رہتی ہے؛

ہبہ غیر مشروط

خیرات مبرات

ہبہ غیر مشروط (لبرا ایلی ماسینا۔ Libera Elee Masyna یا فرانکل مائن۔ Frankalmoign میں ابتداءً وہ سب زمینیں شامل تھیں جو خیرات مبرات کی طور پر دیجاتی تھیں۔ اِس کے نام سے ہی خیرات کا مقصد معلوم ہوتا ہے اصل میں یہ عطیات ارضی کی کوئی قسم نہ تھی۔ لیکن ان الفاظ کا اطلاق رفتہ رفتہ کلیسا کی ان زمینوں کے لیئے مخصوص ہوگیا جن سے بمعاوضۂ عطا کوئی خدمت نہیں لیجاتی تھی۔ جس کسان کو زمین غیر مشروط ملتی اس کے ذمے اپنے امیر کی وفاشعاری نہوتی اور اگر وہ اپنے معطی کے عام فرائض روحانی کے بجالانے میں قاصر ہوتا تو مذہبی طور پر سرزنش کرنے کے سوا اس کے خلاف کوئی چارۂ کار نہ تھا لیکن جب صورت میں زمین خیرات معطی کے قبضے کے زمانے میں جن دینوی خدمات سے زیربار ہوتی ہبہ کے بعد بھی اُن خدمات کا اُس پر بار اسطرح ڈالا جاتا کہ واہب اور موہوب لہ آپس میں طے کر لیتے کہ موہوب لہ زمین ہبہ کی سابق دینوی خدمتوں کو انجام دیا کرے معطی اور معطی لہ کے بعض ایسے شرائط بھی معلوم ہوئے ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ معطی لہم نے کبھی دنیوی خدمات بجالانے کا عطا کرنے والوں سے وعدہ کیا ہے۔ اس لیئے فرائض دنیوی معاف کیئے جانے کی تنہا شرط عطاے خیرات کے لیئے اطمینان بخش معیار نہیں قرار پاسکتی ؛

۱۱۶۴ء

آئین مصدرۂ **کلارنڈن** کے ایک فقرے سے عطیات کلیسا کے ایک رازِ سربستہ کا انکشاف ہوتا ہے فقرۂ مذکور کا مطلب ہے کہ اگر کسی زمین کے متعلق ایک پادری اور دوسرے کسی معمولی باشندے میں نزاع ہو تو اُس کی ابتدائی تحقیقات عدالت شاہی میں ہوا کرے اور اگر بعد دریافت زمین مابہا النزاع کا عطائے کلیسا ہونا پایا جائے تو مقدمۂ کلیسائی عدالتوں کو منتقل ہو اس لیئے اس عطا کی آزمائش دیوانی عدالتوں کی تحقیقات سے مستثنیٰ ہونا نہ کہ دینوی خدمات کی بجا آوری سے معافی ہوسکتی ہے۔ جب ارباب قانون نے کلیسائی عدالتوں کے اختیارات کو صرف مقدس زمینات کے واسطے محدود کردیا اور عطیات خیرات کو خارج الاختیار ٹھرایا تو گیارھویں صدی کے اخیر تک یہ حالت ہوگئی تھی کہ ہر ایک

زمین "اجو بنظر خیرات دواماً غیر مشروط دیجاتی" عطیہ دینوی سمجھی جاتی تھی۔

عطائے خدمت فوجی

عطیۂ خدمت فوجی سے ایسی عطا مراد تھی جس کے معاوضے میں معطی لہ ایک سال میں چند مرتبہ اپنے امیر کے لئے میدان جنگ میں اِقدام اور اپنے مصارف آپ برداشت کرنے کا معاہدہ کرتا تھا۔ محل خدمت اور وقت کا قانون کی رو سے کوئی تعین نہیں تھا لیکن معطی لہم سال میں صرف چالیس روز فوجی خدمت انجام دیتے تھے۔ بادشاہ مجاز تھا کہ اس سے زیادہ مدت کے لئے اُن سے فوجی کام لے اور اگر سپاہیوں کو اس کے عوض اجرت ادا کرے یا ملکی فوج کے صرف ایک حصے کو طلب کرے تو اس کا فعل خلاف قانون نہیں سمجھا جاتا تھا۔ جب انگلستان اور ملک نارمنڈی کے تعلقات میں ضعف پیدا ہوا تو مقام فوج کشی کا مسئلہ سخت ہوگیا۔ امرائے دینوی کا ادّعا تھا کہ صرف جنگ میں بادشاہ کی ہمراہی کرنا ان کا فرض منصبی ہے اور امرائے دینی صرف حفاظت ملک کیلئے مبارزین کو فراہم کرنے اور دوسرے وقتوں میں زر سپر کے ادا کرنے پر مصر تھے۔ بہرحال ابھی اس مسئلہ کا تصفیہ نہیں ہوا تھا کہ عطیات خدمت فوجی کا طریقہ مسدود ہوگیا اور جاگیری فوج کے بجائے تنخواہ یاب فوج مقرر کی گئی ؎

جاگیر مبارزہ

وہ قطعہ زمین جس کے عوض جاگیری لشکر میں ایک مبارز (نایٹ) روانہ کیا جاتا جاگیر مبارز (نائٹیس فی) کہلاتی تھی لیکن اس قسم کی زمین کے واسطے کسی مخصوص رقبے کی ضرورت نہ تھی بعض وقت ایک جاگیر میں تقریباً چوبیس ہل والے یعنے چوبیس ہائیڈ زمین ہوتی تھی اور کبھی اس کا رقبہ اس قدر چھوٹا ہوتا کہ اس کے جوتنے کیواسطے صرف ایک یا دو ہل کافی ہوتے تھے۔ انگلستان کے آزاد شمالی حصے کے خصوصیات میں بڑے جاگیرات مبارزین کا شمار تھا جہاں مزارعین کی تمام آزاد جماعتوں نے ان میں کے اکثر زمینات کو غصب کر لیا تھا۔ ہرچند جاگیر مبارز کی اصلیت پر تاریکی چھائی ہوئی ہے مگر اس قدر شہادت بہم پہنچتی ہے کہ ولیم اول نے وسیع زمینات کے معاوضے میں اپنے تابعین پر لازم کر دیا کہ وقت طلب جاگیری فوج میں وہ لوگ مقررہ تعداد میں مبارزین روانہ کریں۔ ہر ایک امیر کو بلحاظ معیار مقرر پانچ مبارز روانہ کرنا پڑتا تھا۔ بہرحال تعداد مبارزین کو رقبۂ علاقے سے کوئی تعلق نہ تھا۔ اس لئے ہر ایک علاقے میں اُسی قدر زمینات مبارزین متصور ہوتی تھیں جس قدر مبارز کہ ہر ایک

امیر کو روانہ کرنا ضرور تھا اور بادشاہ کے نزدیک علاقۂ مذکورہ کی ہر ایک ایکر زمین بلالحاظ ان شرائط کے جن کی بناپر اس علاقے کا امیر اُن زمینات کو مزارعین پر تقسیم کرتا تھا اُن کُل مبارزین کے روانہ کرنے کے ذمہ دار تھے جس طرح کہ کل زمین علاقۂ مذکورہ اپنے جملہ مبارزین کو مہیا کرنے کے پابند تھے۔ اگر کسی فوجی جاگیردار کے ذمے پچاس مبارزین کی فراہمی تھی تو اس کا فرض تھا کہ میدان جنگ میں انتالیس مبارزین کو مکمل طور پر اسلحہ وغیرہ سے آراستہ و پیراستہ کر کے اپنے جھنڈے کے نیچے لیئے ہوئے موجود رہے؛

اگرچہ فراہمی سپاہ مبارزین کی نسبت ہر ایک جاگیردار کا حصہ معین تھا اور وہ اپنے علاقے کے معاوضے میں اُسی قدر سپاہی روانہ کرنے کا ذمہ دار تھا تاہم جاگیرداروں کی عادت تھی کہ حصۂ مقررہ کے اکثر و بیشتر سپاہیوں کو اپنے علاقوں سے اراضی عطا کرتے تھے۔ جن سپاہیوں کا مہیا کرنا جاگیردار کے ذمے ہوتا اور اگر وہ اپنے علاقے سے اُنھیں زمینیں نہیں دیتا تو اُن کے مصارف اپنی سیر کی زمینوں سے ادا کرتا تھا اور جب فرمان شاہی پہنچتا اور جاگیردار کے پاس تعداد مقررسے سپاہی کم ہوتے تو وہ اپنی خدمت واجب الادا کے واسطے اُجرت پر سپاہ مہیا کرتا تھا۔ انگلستان کے فوجی معطی لہ کی شان میں جو کسی امیر درمیانی کا معطی لہ ہوتا اور اسی قسم کے یورپ کے فوجی معطی لہ کی حیثیت میں بہت فرق تھا اسواسطے کہ یہاں کاشتکار ماتحت کا فرض تھا کہ اپنے امیر کی طلب پر اُس کے جھنڈے کے نیچے چلا آئے لیکن وہ صرف بادشاہ کی فوج میں شریک ہونے اور بادشاہ کیواسطے لڑنے کے لیئے مجبور کیا جاسکتا تھا اور وہ لوگ جن کے ذمے اُن کے اُمرا کے قلعوں کی حفاظت تھی خدمت مذکورہ کو بھی کار شاہی خیال کرتے تھے۔ اُن کے نزدیک مُلک کے کُل قلعوں کا مالک بادشاہ تھا کیونکہ جس وقت وہ اِن کو چاہتا لے سکتا اور اُس کی اجازت کے بغیر کوئی قلعہ تعمیر نہیں ہو سکتا تھا۔ بر ایں ہم انگریزی نظام جاگیری نے اُمرا کے حق میں آپس میں لڑمرنے کیلئے چند سہولتیں پیدا کر دی تھیں۔ فتح کے بعد کی پہلی صدی میں اکثر جاگیرداران عظام دوسرے ممالک یورپ کی تقلید میں اُن مقررہ مبارزین سے زیادہ کو زمینات عطا کرنے لگے جن کو بادشاہ کے کام کیلئے

بھیجا جاتا تھا اور اس اضافۂ سپاہ کو انھوں نے اپنے کثیر منافع کا ذریعہ بنایا تھا اولی ایڈمنڈ کے کلیسا کے رئیس دیر کے ذمے بادشاہ کی خدمت میں چالیس مبارز کی روانگی تھی۔ اُس نے باون سپاہیوں کو زمین عطا کی اسواسطے ہر ایک معطی لہ سے اُس کی زمین کے لیئے جب زر سپر بحساب بیس شلنگ فی کس وصول کیا گیا تو اُس کا خالص منافع بارہ پونڈ ہوا۔ سنہ ۱۱۶۶ء میں ہنری دوم نے حقیقت حال دریافت کر کے اُن علاقوں میں سپاہیوں کی تعداد بڑھادی جن میں تعداد معین سے زیادہ سپاہیوں کو زمینات دیئے گئے تھے۔ لیکن یہ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ اضافۂ تعداد کو اُن علاقوں میں قائم بھی رکھ سکا یا نہیں۔

زر سپر

جس شے کا بار سابق میں شخص معطی لہ پر ڈالا جاتا تھا اب زر سپر کی ترقی کے سبب سے رقم پر پڑنے لگا تاہم اس طریقے سے جاگیرات مبارزین کے توڑنے کی سبیل نکل آئی اور جدید معطی لہم پر خدمت فوجی کے علاوہ نئے فرائض عاید کرنے کا سدّ باب ہوگیا۔ کسی علاقے میں بھی جاگیر مبارز اپنے اصلی پیمانے پر قائم نہ تھی بلکہ اس قسم کی جاگیر کے کئی حصے ہو کر مختلف لوگوں کو ملتے تھے اور اس معطی لہ سے جس کو اس جاگیر کا بیسواں حصہ یا کوئی اور کسر ملتی حقیقت میں اُس قدر فرضی زر لگان وصول کیا جاتا تھا جو ایک جاگیر مبارز کے زر سپر کے بیسویں حصے کے برابر ہوتا۔ زر سپر کا ادا کرنیوالا خواہ اس رقم کی مقدار کتنی ہی قلیل کیوں نہو خدمت فوجی بجا لانے والا معطی لہ متصور ہوتا تھا۔ تھوڑے ہی عرصے میں شخص مذکور زر سپر ادا کرنے والا کسان بن گیا اور اس میں اور دوسرے مزارعین میں بلحاظ تمدن فرق باقی نہیں رہا۔

تیرھویں صدی کے نصف آخر میں تو ان سپاہیوں کی تعداد میں بہت کمی واقع ہوگئی جن کو جاگیرداران عظام روانہ کرتے تھے۔ الائی Ely کے اسقف کے ذمے چالیس سے گھٹ کر چھے مبارز کا روانہ کرنا قرار پایا اور پیٹر برو (Peter borough) کے اسقف کی ذمہ داری چالیس مبارز سے کم ہو کر پانچ پر آگئی۔ بادشاہ نے تعداد مبارز کی کمی کو تو منظور کر لیا لیکن نفع کی تلافی مافات کی غرض سے زر سپر کی مقدار بڑھادی چنانچہ الائی کا اسقف چھے جاگیرات مبارز کے لیئے ۴۰ مارک بطور زر سپر ادا کرتا تھا۔ یہ امر تحقیق طلب ہے کہ اس تغیر کی بنا کس کے ہاتھوں ہوئی اور سبب تبدیل کیا تھا مگر سنہ ۱۳۰۰ء تک اصلی خدمت فوجی اور گرد آوری زر سپر

منسوخ ہو چکے تھے اگرچہ اُس زمانے میں اُن معطی لہم نے جن کو زمینات مبارزی کی خدمت کے معاوضے میں ملی تھیں ملک کے واسطے سپاہ جرار مہیا کرنا اور اُس کا مشاہرہ دینا قطعاً موقوف کر دیا تھا لیکن جاگیرداران عظّام اپنی ذات سے سپاہ گری کرتے تھے اور جاگیری فوج پر تو بہت عرصے تک عمل ہوا ہے چنانچہ سنہ ۱۶۴۰ء میں یہ آخری دفعہ اسکاٹ لینڈ کی جنگ میں طلب کی گئی تھی۔ اس کے بعد بھی فوجی معطی لہم کی ذات سے اُن کے اُمرا کو بعض فائدے پہنچتے رہے اور اسی سبب سے یہ طریقہ باقی رہ گیا تھا۔ ان کے مرنے کے بعد اُن کے ورثہ کی تزویج امیر کا فعل اختیاری تھا اور ان کی پرورش اس کے زیر ولایت ہوتی تھی۔ یہ دونوں ادارات کا عود شاہی کے ساتھ خاتمہ ہو گیا۔

بیرنی (نوابی)

مجموعۂ جاگیرات مبارزی کا نام بیرنی (نوابی Barony) تھا۔ بعض مورخین کا خیال ہے کہ علاقۂ بیرنی تیرہ اور ایک ثلث جاگیرات مبارز پر مشتمل ہوتا تھا۔ لیکن ہم ان کے ہمخیال نہیں ہو سکتے اسلیئے کہ ان کے عقیدے کی بنا ایک فرضی بات پر ہے وہ سمجھتے ہیں کہ بیرنی اور جاگیر مبارز میں وہی نسبت ہے جو مارک اور شلنگ میں ہو سکتی ہے۔ اس مساوات کی بنا ایک عجیب وغریب واقعہ ہے۔ حُسن اتفاق سے بوقت وراثت علاقۂ بیرنی اور جاگیر مبارز کی بحالی کے لیئے سو مارک (نذرانہ) ادا کرنا ہوتا تھا مگر حقیقت یہ ہے کہ طریقۂ نذرانے کے بہت پہلے سے بیرنی قسم کے جاگیرات موجود تھے بیرنی بھی اصل میں اُسی طرح کا بڑا علاقہ تھا جیساکہ اور آنر (اعزازی Honour) علاقے تھے لیکن لفظ "اعزازی" کا کبھی پادریوں کے جاگیرات پر اطلاق نہیں کیا جاتا تھا اور ان دونوں قسم کے ادنی جاگیروں کے لیئے کوئی حد مقرر نہ تھی۔ جب ایک دفعہ اس قسم کی جاگیر قائم ہو گئی تو اس کی مزید تقسیم نہیں ہوتی تھی اور نہ دوسرے بیرنی اور اعزازی جاگیرات میں شامل ہونے سے ان کی انفرادی حالت میں کوئی فرق آتا تھا اس لیئے کہ معطی لہ ہر ایک ایسی جاگیر کے لیئے فرداً فرداً اُس کی مالگذاری ادا کرتا تھا۔ ہرچند بیرنی کا صدر مقام ایک مخصوص مینر (Manor) سمجھا جاتا تھا اور انتظامی اغراض کیواسطے بیرنی کے کل علاقے کا اُسی ضلع میں شمار کیا جاتا جس میں کہ اس کا صدر مینر واقع ہوتا تھا مگر اس پر بھی بیرنی کو تقسیم ملک کے لیئے کوئی جغرافی پیمانہ نہیں قرار دیا گیا تھا۔

عطیۂ بیرنی

معطی لہ صرف علاقہ بیرنی کا ہی مالک نہیں ہوتا بلکہ اعزاز بیرن سے بھی سرفراز ہوتا تھا۔ نذرانے کی مقدار پر عطیۂ بیرنی اور عطیۂ خدمت فوجی میں فرق کیا جاتا تھا۔ پہلی قسم کی عطا کو اس واسطے نظر وقعت سے دیکھا جاتا تھا کہ اُس کے سبب سے شاہی معطی لہم کے مدارج قرار پاتے تھے۔ سلسلۂ عطا کے چند روز بعد ہی سے بیرن جاگیرداروں اور خدمت فوجی کے معطی لہم میں فرق ہونا شروع ہو گیا تھا۔ کس طرح اور کن اصول پر ان دونوں فریق میں امتیاز روا رکھا گیا تھا معلوم نہیں ہو سکتا لیکن مالی اور فوجی معاملات میں اعلیٰ اور ادنیٰ جاگیرداروں کے ساتھ مختلف سلوک کیا جاتا تھا۔ مجلس عظمیٰ کی شرکت کے لئے بھی یہ دونوں طبقے مختلف طریقوں پر طلب کئے جاتے تھے اور بالآخر جب بڑے جاگیردار بیت الامرا کے اراکین بن گئے تو چھوٹے جاگیرداران طبقات رعایا میں محسوب ہونے لگے جو اضلاع کے وکلا (نائیٹ - Knights) کا تو انتخاب کرتے مگر اضلاع و بلاد کی جانب سے خود بیت العوام میں نمائندگی کرتے تھے۔ ان واقعات سے صرف اس فرق کا پتہ ملتا ہے لیکن ان سے اس امتیاز کا معمیٰ حل نہیں ہوتا اور جو کچھ بھی تعریف بیرنی کی ہو سکتی ہے وہ یہ ہے کہ "بیرنی ایک ایسا مجموعۂ اراضی ہے جو قدیم زمانے سے ایک خاص حق کی بنا پر کسی کے ملک و قبضہ میں پایا جاے"۔

سارجنٹی کو ایک طرف عطیۂ فوجی سے اور دوسری طرف عطیۂ زرعی سے جدا کرنا مشکل ہے۔ اگرچہ تمام قسم کے عطایائے جاگیری کا اصل اصول خدمت تھی لیکن سرویٹ یا سارجنٹ (خادم Servienties or sergeants) ایسے معطی لہم تھے جن کے تعلقات اُن کے امرا کے ساتھ عام کسانوں کی بہ نسبت زیادہ شخصی ہوتے تھے۔ یہ لوگ اپنی زمینوں کو منتقل کر سکتے اور نہ اپنے امیر کی مرضی کے بغیر کسی دوسرے کو زمین دے سکتے تھے۔ اسکے سوائے ان کے امرا اُنسے مطلق العنانی کے ساتھ رسوم جاگیری وصول کرتے تھے۔ باوجودیکہ اس سے بہت پہلے دوسری قسم کے معطی لہم سے رسوم اور نذرانے وصول کرنیکی مقدار اور طریقے کا تعین ہو چکا تھا جن خدمتوں کا بجالانا خدام شاہی کے ذمے تھا انکا اکثر و بیشتر بیوتات شاہی سے تعلق ہوتا۔ سفرۂ شاہی کیلئے گوشت بریاں تراشنے والے اور بادشاہ کے خانساماں اور رکاب دار سارجنٹ ہوتے تھے۔ یہ خدمتیں بہت جلد

موروثی ہوگئیں، لوگوں کی نظروں میں سارجنٹی کی اس قدر عزت تھی کہ اکثر ندائیان دولت اور وابستگان سلطنت اُس کی آرزو کرتے تھے۔ اِس کا ایک اور سبب تھا، عہدہ دار مذکور کو خدمت مذکورہ اپنی ذات سے انجام دینا نہیں پڑتی تھی بلکہ یہ کام نیابۃً لیا جاتا تھا اس لیئے قلعہ دار اور سپہ سالار بھی سارجنٹ کے عہدہ و اعزاز سے ممتاز ہوتے تھے۔ اسی طرح جنگلات کے مختلف عہدہ دار شاہی پیام رساں اور وہ تمام اہل کار جن کے ذمے محلات شاہی کی تعمیر و ترمیم تھی سارجنٹی سے سرفراز کیئے جاتے تھے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ عطایائے سارجنٹی کا رعایا کے کسی خاص فرقے سے تعلق نہ تھا۔

اس کے علاوہ کسی ایک امیر درمیانی کے معطی لہم کو بھی زمینات بطور سارجنٹی عطا ہوتی تھیں اور اُن کے معاوضے میں یہ لوگ اس امیر کی خطوط رسانی یا اُس کے کتوں کو غذا پہنچانے یا اُس کے کھانے کی میز چُننے کا کام کرتے یا اس کے حسب الحکم سواروں کی حیثیت سے اُس کے ہمرکاب رہتے تھے یا اُس کی عدالت کی میر مجلسی کرتے تھے۔ اُن سارجنٹوں میں جن کو بادشاہ اور درمیانی امرا سے زمینات عطا ہوتیں اکثر ایسے لوگ ہوتے جن کے سپرد جب کبھی اُن کا امیر اپنی ضرورت کے لیئے جاگیری فوج طلب کرتا باربرداری کے گھوڑوں اور گولی بارود اور سامان و اسلحۂ جنگ کی فراہمی ہوتی تھی۔ کبھی خود اُن کو میدان میں جانا پڑتا تھا اور کبھی یہ اپنی جانب سے دوسروں کو مقررہ طریقے پر مسلح کرکے امیر کے ہمرکاب رہنے اور اُس کے جھنڈے کے نیچے معرکہ آرا ہونے کے واسطے روانہ کرتے تھے۔ اس طریقے سے بادشاہ کو اسلحہ بند سپاہی کم میسر آنے لگے لیکن اس کے ساتھ ہی ان عطایا اور عطیۂ خدمت فوجی میں فرق ہونے لگا اس واسطے کہ فوجی خادموں (سارجنٹوں) سے اصل میں وہ ملازمین مراد لیئے جاتے تھے جو میدان جنگ میں بحیثیت ملازم اپنے امیر کے ساتھ رہتے یا اسی کی سپر اور نیزہ اٹھاتے تھے اُن کے میدان جنگ کے مصارف عموماً اُن کے امرا ادا کرتے تھے سارجنٹی کا اصل مفہوم ملازمت ہے (Servant ship) خادمی نہیں۔ یہ دوسرا لفظ بہ نسبت پہلے لفظ کے زیادہ وسیع اور اس پر حاوی ہے۔ آقا اور ملازم کے تعلق کی بنا پر نہ کہ مالک اور مملوک یا معطی اور معطی لہ کی مناسبت سے

اس لفظ (سارجنٹ) کا وجود ہوا ہے۔

مرور زمانہ کے ساتھ بڑی اور چھوٹی سارجنٹیوں میں فرق ہونے لگا۔ دوسری قسم کی سارجنٹی اور زرعی عطا تقریباً ایک ہی نوع کی تھی اور اس سارجنٹی کے لئے معطی لہ کو سالانہ ایک قلیل مالگذاری اپنے معطی کو بطور حق مالکانہ ادا کرنی ہوتی تھی۔ درجۂ اعلیٰ کے سارجنٹ اپنی ذات سے بادشاہ کی خدمت بجالاتے تھے اور ان کے ورثہ کا دہ ولی سمجھا جاتا تھا۔ عود شاہی کے بعد جبکہ جاگیری عطایا کی تنسیخ ہوئی اعلیٰ سارجنٹی کا عہدہ بطور اعزاز باقی رہ گیا لیکن عہدۂ مذکورہ اُن سب فرائض و حقوق سے مستثنیٰ ہوا جو عطایائے مقدم الذکر کیلئے لازم سمجھے جاتے تھے۔

دوسری معافی داریاں ملک موروثی

ہر چند ابتداً ایں اراضی الانعام کی حیثیت فی فارم (ملک مطلق و موروثی یعنی پٹہ دوامی و موروثی Fee simple or Fee from) کی تھی جس کے لئے لگان ادا کرنا ضرور تھا لیکن ایسے معافی کے عطایا جو اصل میں حُسن خدمت کے صلے میں یا فرائض مذہبی یا خدمت فوجی کی بجا آوری کے لئے نہیں دیئے جاتے تھے بتدریج عطیات زرعی معافی میں شامل ہو گئے۔ ان کی مالگذاری کی مقدار مختلف تھی مثلاً بعض علاقے سے سالانہ ایک گُل یا ایک شکرا یا آدھ سیر فلفل یا دستانوں کی ایک جوڑ بطور مالگذاری ادا ہوتی تھی۔ اس قسم کی برائے نام مالگذاری کی زمینات حاصل کرنے کا عام رواج تھا اور اُن کے ذریعے سے معطی لہم اپنی لڑکیوں یا فرزند اکبر کے بعد کے لڑکوں یا ملازمین کی پرورش کے واسطے جائدادیں چھوڑا کرتے تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ معطی لہم نے ان علاقوں کو بعوض زر کثیر خرید ا ہو گا مگر کسی خاص وجہ سے مشتری کو بائع نے اپنے امیر معطی کے مقابل میں اپنا قائم مقام بنانا مناسب نہ جانا بلکہ مشتری سے نہایت قلیل مالگذاری کا جیسا کہ ابھی ذکر ہوا ہے لینا اور اس کو اپنے ماتحت رکھنا مناسب سمجھا۔ اس میں شک نہیں کہ اکثر آزاد عطیات زرعی کے معطی لہم معقول مالگذاری ادا کرتے تھے اور اکثر ان پر تشدد کیا جاتا تھا کہ جس قدر کثیر مالگذاری اُن سے ادا ہو سکے داخل کریں۔ اس طرح کے علاقے ان جاگیرداروں کے تھے جن کو بادشاہ سے زمینات عطا ہوئے تھے۔ اکثروں کو کلیسا سے علاقے ملے تھے اور وہ کلیسا کو مالگذاری ادا کرتے تھے مگر یہ لوگ اپنے ماتحت معطی لہم سے

عطایا کے عوض مالگزاری وصول کرتے تھے۔ اس کے سوائے معطی لہ کو اس کے معطی کی کھیتی میں کسی قدر ہل جوتنا اور اناج کاٹنا بھی لازمی تھا اور اگر یہ کوئی بڑا آدمی ہوتا تو اپنے امرا کے واسطے ہل جوتنے اور درو کرنے والوں کو اُجرت پر مہیا کرتا تھا۔ چونکہ اُس زمانے میں انسان کے لیئے زرعی خدمت کا انجام دینا اُس کی ہتک حرمت کا باعث نہ تھا اسواسطے عطیات ارضی میں معطی لہم کی حیثیت یعنی شان قانونی کا کوئی لحاظ نہیں کیا جاتا تھا؛

کاشتکار

ادنیٰ سے ادنیٰ درجے کا آزاد کاشتکار اپنے جاگیردار کو بعض رقوم ادا کرتا اور ایک مقرر مقدار میں اُس کے زراعتی کام انجام دیا کرتا تھا۔ اکثر زمینات انعام بہت قدیم زمانے کی تھیں اور بعضوں کی سندیں بھی مفقود ہو گئی تھیں اس لیئے اُن شرائط کا پتہ لگانا دشوار تھا جو ان کسانوں اور اُن کے امرا کے درمیان طے پائے تھے۔ غالباً یہی لوگ ان مزارعین کی اولاد ہونگے جن کا نام کتاب بندوبست میں سوک مانی بتلایا گیا ہے۔ ازبسکہ فتح کے پہلے کی سی حریت قدیم شاہی زمینات پر عرصۂ دراز تک باقی رہ گئی تھی یہ کاشتکار زیادہ انھیں شاہی علاقوں میں رہا کرتے تھے۔ کبھی ان کو **ولین سوک مین** (پابند مزارعین۔ Villain sochemen) کے مقابل میں **فری سوک مین** (آزاد مزارعین۔ Free sochemen) بھی کیا جاتا تھا۔ **ولین سوک مین** سے مراد ایسے غلامان زراعتی ہیں جن کے ساتھ ان کے مالک زیادہ مراعات سے پیش آتے تھے بہرحال ان میں اور غلامان زرعی میں بہت ہی کم فرق پایا جاتا ہے۔ یہ کاشتکار بھی انہی غلاموں کے ساتھ اپنے امرا کی اراضی پر بود و باش اور محنت و مزدوری سے بسر کرتے تھے؛

ان رسمی معافی داروں کی جماعت کے سوائے دوسرا کوئی معطی لہ سوک مین (کاشتکار۔ Sochemen) نہیں ہو سکتا تھا۔ اس دوسری اصطلاح میں اُس کے ساتھی کسان کی ترقی کا مفہوم شامل نہیں ہے اور چودھویں صدی کے قبل لفظ سوکیجر (زمیندار۔ معافی دار کسان - Socager) کا پتہ نہیں ملتا **سوکیج ٹینیور** (عطیۂ زمینداری۔ Socage Tenure) کی تعریف منفی الفاظ کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ یہ عطیہ نہ تو معاش مذہبی کے طور پر اور نہ خدمت فوجی کے صلے میں اور نہ کسی ملازمت کی

غرض سے دیا جاتا تھا۔ اس قسم کے عطیات ارضی کے مالکوں پر اُن کے امرا کو حقوق ولایت وتزویج نہیں حاصل تھے اور اُن سے زر سپر نہیں لیا جاتا تھا۔ ان رعایتوں اور آزادیوں کے سبب سے اکثر بڑے آدمی اپنی معاش کو معافی کی عطا ثابت کرنے کی کوشش کرتے اور اگر ان علاقوں سے معقول مالگذاری وصول ہوتی تو ان کے عطا کرنے والے امرا اس قسم کے دعووں کو رد کرنے سے اغماض کر جاتے تھے۔ اس طرح عطا کے لئے عام طور پر آزاد زمینداری (سوکیج) کو معیار قرار دیدیا گیا اور جب تکلیف دہ خدمتوں کے لئے رقم کا ادا کرنا رائج ہوگیا تو عطائے زرعی ایک معمولی اور سادہ عطیہ ہوگیا جس کے لئے مالگذاری ادا کرنا کافی تھا۔

عطیۂ برگیج — عطیۂ اراضی شہر و بلاد۔ عطیات ارضی کی ایک قسم برگیج (Burgage) تھی۔ شہروں قصبوں اور بلاد کی اراضی انہی مقامات کے ساکنین کو اس طریقہ زمینداری پر دیجاتی تھی۔ اس کا اطلاق ایسے کسی قدیم شہر و قصبے کی اراضی پر کیا جاتا جہاں کے باشندوں کو بادشاہ یا کسی دوسرے امیر سے خدمت معینہ یا مالگذاری مقررہ کے عوض زمینیں ملتی تھیں۔ فتح کے وقت شہروں اور قصبوں کو ولیم اول نے شاہی زمینات میں شامل کر لیا تھا لیکن اس کے بعد ہی اس قسم کی اکثر زمینوں کو اُس نے اپنے اُمرا (بیرن) کو عطا کر دیا۔ یہ زمینداری ابتک رائج ہے اور مختلف قسم کے مقامی رسوم کے زیر اثر ہے چنانچہ سب سے زیادہ عجیب و غریب رسم وہ ہے جس کے سبب سے اراضی موسوم بہ **برو۔انگلش** (Borough English) زمیندار کے مرنے پر اُس کے فرزند اکبر کی بجائے اُس کے سب سے چھوٹے فرزند کو پہنچتی ہے۔

وابستگی، اطاعت اور وفاشعاری

بندگی۔ وابستگی — ہر ایک آزاد معطی لہ خصوصاً فوجی عطا پانے والے کا فرض اور حق تھا کہ اپنے امیر معطی کا وابستہ بنے اور اس کی وفاداری کا حلف کرے۔ معطی لہ اراضی عطا شدہ کے معاوضے میں سر برہنہ شمشیر برہنہ حمائل کیئے اور گھٹنوں کے بل کھڑے ہوکر اپنے امیر معطی سے بیعت کرتا اور اس کا وابستہ ہونے اور اپنی جان و جسم کو بادشاہ کے سوائے امیر کے

ہرایک دشمن کے مقابل میں امیر پر سے قربان کرنے اور معاملات دنیوی میں باستثنائے بادشاہ ہرایک اطاعت ممکنہ سے امیر کا ساتھ دینے کے لئے حلف کرتا تھا عطایائے ارضی کے لیئے رسم والبستگی ضروری تھی۔ وفاداری کی قسم جو انجیل پر لیجاتی تھی اس قدر مقدس واہم نہ تھی اور صرف اُن صورتوں میں لیجاتی جبکہ رسم والبستگی آسانی سے ادا نہ ہوسکتی تھی فرمان نارتھمٹن کی رو سے اہل دیہات کے واسطے بھی یہ لازم کردیا گیا لیکن مندرجۂ ذیل اہم الفاظ اس سے خارج کردیئے گئے "اِن اراضی کے لئے میں آپکا وابستہ ہوتا ہوں"

سوائے تعظیم وتکریم کے امیر کے بھی اپنے وابستہ کی نسبت وہی فرائض تھے جو وابستہ اپنے امیر کے لیئے انجام دیتا تھا۔ ہرایک آدمی کا فرض تھا کہ جائز امور میں اپنے امیر کی مدد واطاعت کرے۔ امیر کا فرض تھا کہ وابستہ کو مشورہ دے اور تا امکان اُن کی امداد کرے سب سے زیادہ ذمے داری اس بات کی تھی کہ وابستہ کے قبضۂ زمین کی ہرطرح سے حفاظت کیجائے۔ معطی لہ کے حق کی اس طرح حفاظت ہونے سے نہ صرف رسم جوار بلکہ کُل نظام جاگیری کی ترقی کی بخوبی تشریح ہوتی ہے۔ اُس زمانے میں جبکہ دولت کا ذریعہ صرف زمین تھی اور حق کے مقابلے میں اکثر تسلط واقتدار کی فتح ہوتی تھی۔ لوگوں کو باوجود طرح طرح کی زحمت وتکالیف کے کسی قوی اور بااثر امیر کو اپنا پشت وپناہ بنالینے کی ضرورت تھی۔

اطاعت ووفاداری

ابتدا میں لفظ لیج (وفادار۔ (Liege) کے معنی "غیر مشروط" تھے۔ اگر کوئی شخص صرف ایک امیر کا معطی لہ ہوتا تو اسکی وابستگی غیر مشروط ہوتی اور اگر اس کو ایک سے زیادہ امیروں سے زمینات عطا ہوتیں تو ہرایک عطا کے لیئے اس کی وابستگی مشروط ہوتی اور ہرایک امیر معطی کا وہ علی الترتیب وفادار ہوتا جس شخص کے عطا کرنے والے مختلف امرا ہوتے اصل میں اس کی وفاشعاری اسی امیر کے لئے مخصوص ہوتی جو اس کو رہنے کا مکان دیتا۔ یا اس کے سب سے قدیم زمین کا معطی ہوتا۔ اگر ایسے وابستہ کے سرپرستوں میں بادشاہ کا بھی شمار ہوتا تو بادشاہ کا بھی وفادار رہنا وابستہ کے لیئے لازم نہوتا۔ لیکن الفریڈ اور ایڈمنڈ کے زمانے سے سلاطین برطانیہ نے اس کے خلاف کوشش کی اور چل بھی گئی اس وقت سے بادشاہ اور رعیت کے ہرایک متنفس میں بلا واسطہ تعلق پیدا ہوگیا اور کبھی کبھی بادشاہ نے بعض رعایا سے حلف وفاداری

بھی لیا ہے اور الفاظ حلف میں ایک جملۂ استثنائیہ بھی اضافہ کیا گیا جس سے وابستگان امرا بادشاہ کے واسطے اپنی وفاشعاری کو محفوظ رکھ سکتے تھے بادشاہ فرانس نے بھی اس طرح کی کوشش کی تھی لیکن اس کو کچھ عرصے تک یہ خیال ملتوی کرنا پڑا۔ **ولیم اول** نے اپنے وابستوں سے نہ صرف حلف وفاداری لیا بلکہ ان کو بادشاہ کے لیئے وابستگی کی رسم ادا کرنی پڑی۔ لوگوں کو اس بات کا بتدریج عقیدہ ہوا کہ دلیج ہامیج (Liege Homage) وابستگی وفادارانہ کا صرف بادشاہ مستحق ہوسکتا تھا اور حلف وفاداری جس کا مضمون تھا کہ رعایا سے ہر ایک شخص اپنی جسم وجان ومال ومنال عزت وآبرو کے ساتھ بادشاہ کے کام آئیگا اسقدر غیر مشروط ہوگیا کہ اس کا نام (Cath of Liegence or allegeance) حلف وفاداری بلاشرط پڑگیا۔ ہر ایک شخص پر بلا لحاظ اس بات کے کہ اُس نے دوسرے امرا کی وابستگی اور وفاداری کا حلف کیا ہے لازم تھا کہ بادشاہ کیلیئے وفاداری غیر مشروط کی قسم کھائے۔ اس طرح سے اس حلف کے ذریعے سے بادشاہ اور رعیت باہم جکڑ دیئے جاتے تھے اور وفاداری غیر مشروط سے بس یہی تعلق مراد ہے لیکن اصل میں وفاداری غیر مشروط کی بانی قوم نہیں ہے بلکہ جاگیرداروں نے اس عہد وپیمان کو ایجاد کیا ہے ؛

رسوم جاگیری

ادائی مالگذاری اور خدمت کے سوائے معطی لہم اپنے امیروں کو بعض دوسرے رقوم ادا کرتے جو رسوم جاگیری کہلاتے تھے عطیات جاگیری کی ایک خاص شکل جاگیر خدمت فوجی تھی اور ان رسوم کی اسی عطا کے سبب سے ابتدا ہوئی لیکن حقیقت میں یہ رسوم جاگیرات مبارز کے لیئے مخصوص نہ تھے بلکہ فتح کے پہلے بھی برطانیہ میں اور دوسرے خصوصیات نظام جاگیری کے مانند موجود تھے لیکن نارمنوں کے دور میں ان کی صراحت ہوجانے سے مزارعین کو ان کی ادائی میں پہلے کی بہ نسبت زیادہ آسانی ہوگئی۔ امیر کے بعض رقوم وصول کرنے کے حقوق پر یہ رسوم مشتمل تھے مثلاً اعانت مالی کا طلب کرنا اور نذرانہ وصول کرنا۔ وارث نابالغ کو اپنی ولایت میں لینا اور وارثہ

کی تزویج کا انتظام کرنا اگر وارث باقی نہ رہے تو امیر کو زمین واپس ہو جانا یا جرم سنگین کی پاداش میں معطی لہ سے زمین عطا کو ضبط کر لینا۔

نذرانہ

جب وارث کو مورث کی جائداد ملتی تو وہ نذرانہ ادا کرتا۔ اگر ہم جاگیر (Fee or feodum) کی اصل دریافت کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ پرانے زمانے میں اس کے واسطے لفظ بے نی فیسیم (انعام Benefecium) استعمال ہوتا تھا اور اس کے پہلے اس لفظ کے بجائے پری کیریم کا لفظ بولا جاتا تھا (Precarium جو شے کہ منت والتجا سے حاصل کیجائے اور دوسرے کی مرضی پر موقوف ہو اس لیئے غیر معین بے اعتماد یا ناپایدار چیز) پری کیریم جیسا کہ نام سے ظاہر ہے غیر معین مدت کی عطا تھی۔ بے نی فیسیم اس قدر غیر معین نہ تھا اس انعام کی مدت عموماً تاحیات یا تین پشت ہوتی تھی۔ دوسری صورت میں اگر معطی لہ اول کا پرونا زمین مذکورہ حاصل کرنا چاہتا تو اسکو معطی سے از سر نو معاملہ طے کرنا ہوتا تھا۔ اگرچہ وراثت کی بحالی کے لیئے عطائے نو اور ادائی رقم کی شکل پیدا ہوتی لیکن امیر معطی بھی تجدید عطا سے قطعاً انکار نہیں کر سکتا تھا۔ نارمن نذرانے کی بس اتنی اصلیت ہے۔

ابتدا میں نذرانے کی رقم معین نہ تھی۔ ولیم دوم اس قدر سنگین نذرانے لیتا تھا کہ مخلوق تنگ آگئی تھی اور اس کی نسبت کہاوت ہو گئی تھی کہ وہ ہر ایک شخص کا وارث بننا چاہتا ہے اس لیئے کہ متوفی جاگیرداروں کے ورثا کو ان کے زمینات خریدنے سے وہ روکتا تھا۔ ہنری اول نے وعدہ کیا تھا کہ نذرانہ لینے میں قانون اور انصاف کا لحاظ کیا جائیگا۔ سند اعظم نے نذرانے لینے کا قانون بنا کر جاگیر مبارز کیلیئے ۱۰۰ مارک اور ارل کی بیرنی (جاگیر) کے لیئے ۱۰۰ پونڈ اور بیرن کی جاگیر کے واسطے پہلی دفعہ ۱۰۰ پونڈ اور من بعد ۱۰۰ مارک مقرر کر دیئے دوسرے مزارعین اپنے امرا کو ایک سال کی مالگذاری ادا کرتے تھے اور عطیات سار جنٹی کے واسطے نذرانے کا وصول کرنا امرا کے اختیار تمیزی پر منحصر تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ قدیم زمانے میں جب کبھی جاگیر پر کسی جدید امیر کا دخل ہوتا رعایا سے نذرانہ لیا جاتا تھا۔ جس طرح کسان کے مرنے پر معاہدۂ عطا فسخ ہوتا اسی طرح جاگیردار کی فوتی سے عطا منقطع سمجھی جاتی تھی۔ ورسٹر کے اسقف کی موت پر جس کو ولفسٹن ولی بھی کہتے ہیں ولیم دوم نے آپ کو اسقف مذکور کا وارث

قرار دیدیا اور اُسکے علاقے کی سب رعیت (مزارعین) سے نذرانے وصول کئے۔ لیکن انگلستان میں اس رسم پر بہت ہی کم عمل ہوتا تھا اور وہ بھی خاص خاص حالتوں میں مثلاً امیر معطی اگر پادری ہوتا تو اپنی رعیت سے کچھ رقم بطور نذرانہ ملنے کی امید کرسکتا تھا ہر ایک جاگیردار اپنے کسانوں سے نذرانہ لینے کا مجاز تو تھا لیکن اس کو اختیار نہ تھا کہ نذرانہ وصول ہونے تک کسان کی زمین پر اپنا قبضہ رکھے اور اگر وارث موجود ہوتا اور چاہتا تو اس کو فوری قبضہ ملجاتا۔ اگر کوئی بڑا جاگیردار فوت ہوتا تو بادشاہ کو حق شاہی کی بنا پر متوفی کی جاگیر کو دوسروں سے پہلے ضبط کرنے کا حقِ اوّلین تھا۔ بادشاہ کا ضبطی کارکن ان زمینوں کو ضبط کرلیتا اور جب تک کہ وارث متوفی کا حق تحقیقات وراثت کے ذریعے سے ثابت نہوتا اور رسم وابستگی ادا نہ کیجاتی اور ادائی نذرانے کے لیئے ضمانت نہ دیجاتی زمینات پر اس کو قبضہ نہیں ملتا تھا۔

اعانت رقمی

جب کبھی امیر کو مالی مشکلات کا سامنا ہوتا وہ اپنے معاشداروں سے اعانت رقمی طلب کرتا تھا۔ چنانچہ جان کے عہد سلطنت میں ولی سوینتھن کے رئیس کنیسہ (Prior of Sivinthun's) نے ذاتی قرضہ ادا کرنے کے لیئے احرار اور غلامان کشاورزی دونوں قسم کے مزارعین سے رقمی اعانت طلب کی تھی۔ ارل آف سالسبری (Earl of Salisbury) نے اپنی اراضی کے لیئے مویشی مہیا کرنے کی غرض سے اور پیٹر برو کے رئیس دیر نے بادشاہ کو پیش کش ادا کرنے کی نیت سے مزارعین سے رقوم اعانتی وصول کئے۔ مزارعین نے بھی اپنے نفع کے خیال سے کوشش کی کہ جاگیرداروں کو رعایا کے روپیے سے جیب پُر کرنے کا کم موقع ملے اس لیئے ہنری دوم کے زمانے میں اعانت رقمی کے واسطے حد مقرر ہوکر قانون کی رو سے صرف تین رقمی اعانتیں جایز قرار پائیں۔ ایک اعانت وہ تھی جو جاگیردار کو اس کے بالادست جاگیردار کی اعانت رقمی ادا کرنے کی ضرورت کے وقت دیجاتی تھی دوسری اعانت اس وقت جاگیردار کو ادا کیجاتی تھی جب وہ اپنے فرزند کی رسم شمشیر بندی کی تقریب کرتا اور تیسری اعانت اس وقت وصول کیجاتی جب جاگیردار اپنی سب سے بڑی لڑکی کا بیاہ کرتا تھا۔ سند اعظم نے ان آخری دو اعانتوں کو جایز رکھ کر اُن میں ایک تیسری اعانت کا اضافہ کیا۔ اگر جاگیردار گرفتار ہوتا

تو اس اعانت رقمی سے اس کا فدیہ ادا کیا جاتا تھا - چونکہ امرا اپنے حقوق کو محدود کرنا پسند نہیں کرتے تھے اس لیئے انہوں نے سند مذکور کے بعد کی اشاعتوں میں رقمی اعانتوں والے فقرے کو حذف کرا دیا - اس پر بھی صرف یہی تین رقمی اعانتیں رائج ہوگئیں اور باقی دوسری اعانتوں کا جو نظام جاگیری کے ضمن میں جاری ہوگئی تھیں بتدریج خاتمہ ہوا - ہر ایک امیر کے فدیے کی رقم اسکی شان و مرتبے پر منحصر تھی چنانچہ رچرڈ اول کے فدیے کے لیئے نہایت کثیر رقم لی گئی قانون موضوعہ مصدرۂ ویسٹ منسٹر دفعہ اول (Statute of Westminister) کی رو سے ہر ایک جاگیر مبارز کیلئے اور ہر ایک زمین زرعی کے واسطے بھی جسکی مالگذاری بیس پونڈ ہو پہلی دو قسم کی اعانتوں کی مقدار بیس پونڈ قرار پاگئی اور سنہ ۱۳۵۱ء میں اُن زمینات کے واسطے بھی جو بادشاہ سے عطا ہوئی تھیں اسی قدر رقم اعانت کا تعین ہوگیا - ہر چند اس قانون کے نفاذ سے ڈیڑھ سو سال تک جاگیردار کا حق استعمال رُکا ہوا تھا مگر ہنری ہفتم نے جب اپنی دختر مارگریٹ (Margaret) کی شادی اسکاٹ لینڈ کے جیمس کے ساتھ کی تو اعانت رقمی وصول ہی کی اور سب سے اخیر یہ اعانت اس وقت لی گئی جبکہ بدنصیب شاہزادی ایلزبیتھ کا بیاہ ایلیکٹر پلٹاین (Elector palatine) سے ہوا اسی طرح فدیے کے واسطے سب سے اخیر اعانت سنہ ۱۶۰۹ء میں شہزادۂ ہنری کے لیئے لی گئی تھی -

حضانت

نگرانی نابالغ یا حضانت سے مراد جاگیردار کا حق ولایت ہے جس کے سبب سے وہ کاشتکار متوفی کے وارث اور اس کی زمینوں کو اپنی حفاظت میں لیتا تھا - جب ہم اس حق کی اصلیت پر غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اس حق کا بھی مثل نذرانے کے قدیم زمانے میں وجود ہوا ہے - جبکہ معطی لہ کے قبضے کی مدت زمین عطا پر معین نہیں ہوتی تھی اور اس کی موت پر اسکے نابالغ وارث سے زمین انعام لے لی جاتی اور اسس کی تحصیل معطی کرتا تھا - جب نابالغ عمر قانونی کو پہنچتا تو زمین انعام اس کو واپس ملتی مگر واصلات کا حساب نہیں بتلایا جاتا جس کے معاوضے میں نابالغ بھی نذرانہ ادا نہیں کرتا تھا - سند اعظم نے طے کردیا کہ نابالغوں کی زمینوں کو ان کے اولیا خراب نہونے دیں ایسا ہی قوانین موضوعہ مصدرہ بمقام ویسٹ منسٹر (Provisions of Westminister)

کی رو سے اگر زراعتی زمینات اور ان کے نابالغ ورثہ امرا کی زیر نگرانی ہوتے تو امراء کا فرض تھا کہ نابالغوں کو زمانۂ نگرانی کی واصلات کی نسبت حساب سمجھائیں۔ اگر متوفی کسان کو متعدد درمیانی امرا سے اراضی ملتی تو ہر ایک امیر زمین انعام کا نگران ہوتا مگر صرف وہی امیر نابالغ وارث کا ولی بن سکتا جس نے سب سے قدیم جاگیر فوجی متوفی کو عطا کی ہو۔ لیکن اگر وارث کے امرا میں بادشاہ کا بھی شمار ہوتا تو شاہی حق کی بنا پر دوسرے امرا حق حضانت سے محروم کر دیئے جاتے اور وارث اور اس کی زمینیں یہ دونوں بادشاہ کی نگرانی میں لے لئے جاتے۔ سند اعظم نے شاہی حق حضانت کو گرانڈ سارجنٹی اور خدمت مبارز کی عطیات تک محدود کر دیا۔ زرعی عطایا کی صورت میں ولی صرف وہی شخص ہو سکتا تھا جو نابالغ کا عزیز قریب ہو اور زمینات متوفی اس کو وارثاً پہنچتی ہوں ایسی حالت میں اکثر موقعوں پر وارث نابالغ کی ماں ہی ولیہ ہو سکتی تھی۔ جب عہد شاہی کے بعد عطیاتِ خدمت فوجی کی منسوخی عمل میں آئی ہر ایک قسم کے عطیۂ ارضی کے لئے وارث کے مقابل ولی جائداد زیر نگرانی کے انتظام کے واسطے ذمے دار قرار پا گیا اور ایک قانون موضوعہ کی رو سے ولی مقرر کرنے کا اختیار وارث کے باپ کو مل گیا۔

حق تزویج جو نابالغ کہ امیر معطی کی حضانت میں ہوتا اُس کی شادی کر دینے کا اُس کے امیر کو حق تھا۔ ابتدا میں تزویج اناث کا مسئلہ نہایت اہم سمجھا جاتا تھا اسواسطے کہ وارثہ کے شوہر کا فرض تھا کہ اپنی زوجہ کی جاگیر اور اس کی خدماتِ متعلقہ کا انتظام کرے۔ سند اعظم نے اس حق کو وسیع کر کے اُس میں وارثانِ ذکور کو بھی شامل کر دیا اور امیر کو ہدایت کی کہ نابالغوں کی تزویج عموماً اُن کے کفو کے ساتھ ہوا کرے۔ مگر اس کے خلاف اگر امیر کو معقول نذرانہ ملجاتا تو وہ اپنے حق تزویج سے درگذر کرتا۔ بہر طور جاگیردار اُمرا کے واسطے حقوق حضانت و تزویج نہایت نفع رساں تھے اس لئے امرا نے فوج جاگیری کے نابود ہونے کے برسوں بعد تک ان رسوم کا ادعا کیا اور اُن کے وصول کرنے کے لئے اُنہیں کسی نہ کسی حیلۂ جایز کی تلاش رہی۔

ضبطی انتقال داہب کے لئے ضبطی اور انتقال کے ذریعے سے ہر وقت اپنی زمینوں کو واپس لینا ممکن تھا۔ امیر کی ہر وقت خواہش رہتی کہ اپنے حق صدارت کو ملک

کامل بنائے ۔ زمین عطیہ کے معاوضے میں امیر کے خدمات بجالانا کسان کا فرض منصبی تھا اس بنا پر جاگیری تعلق یا رشتہ قایم ہوا تھا ۔ اگر کسان اپنے معاہدے کی تعمیل میں قصور کرتا تو اصولاً اس کا انعام ضبط ہو جاتا لیکن عدم تعمیل شرائط کے سبب سے کسان کو اس کی زمین سے بیدخل کرنے کا اختیار بہت جلد امیر سے لے لیا گیا اس اختیار کے جانے سے کسان کو بھی ایک حد تک نقصان پہنچا اس لئے کہ ایسی حالت میں کسان کسی کو اپنا وارث نہیں بنا سکتا تھا اور اگر وہ ورثہ قانونی کے بغیر فوت ہو جاتا تو زمین امیر کو مسترد ہو جاتی ۔ بڑے مجرم یا اُس شخص کی زمینات کو جو حمایت قانون کے باہر ہو بادشاہ اپنے قدیم حق کی بنا پر ایک سال اور ایک دن تک افتادہ رکھتا اس کے بعد اُن کو ان کا اصلی امیر ضبط کر لیتا تھا ۔ بادشاہ کے خلاف بغاوت کرنے والے کی اراضی کو خواہ وہ کسی دوسرے امیر کا معطی لہ کیوں نہ ہو بادشاہ ہی ضبط کر سکتا تھا ۔

چونکہ جاگیری رسوم کو بادشاہ نہایت مطلق العنانی کے ساتھ وصول کرتا تھا اس لئے ”تاج“ کی دست درازیوں اور بیباکیوں کو روکنے کیلئے امرا از روے دستور اس کے مخالف بن گئے اور اسی واسطے تاریخ میں رسوم جاگیر کی اہمیت دکھلائی جاتی ہے ۔ ہر چند امرا نے ان رسوم کو وصول کرنا ترک کر دیا تھا مگر بادشاہ اس کے عرصے بعد تک بلالحاظ موقع و مصلحت انکو وصول کرتا رہا عود شاہی کے بعد جب عطیات خدمت فوجی منسوخ ہو گئے تاج کے لیئے موروثی محصول کروڑگیری کی شکل میں اُنکا معاوضہ کر دیا گیا ۔

وراثت و انتقال

وراثت فرزند اکبر

نظام جاگیری کی خدمت فوجی کے سبب سے وراثت فرزند اکبر کے طریقے کو استحکام ہوا ۔ سیکسن انگریزوں کے ہاں عام احرار کی زمینات ان کے لڑکوں میں تقسیم ہوتی تھیں مگر تھین کو اپنی زمین کے اپنے لڑکوں پر بانٹ دینے میں اس بات کا اندیشہ تھا کہ اس کے ورثا فرایض فوجی کے مصارف کا بار فرداً فرداً نہ اٹھا سکیں گے اس لیئے جیسا کہ کتاب بندوبست کے اندراجات سے پایا جاتا ہے تھین کے لڑکے کبھی کبھی اپنی زمینوں کو غیر منقسم رکھتے تھے تاکہ اس سے وہ مستفیض تو ہوں لیکن

بادشاہ کی خدمت فوجی صرف اُنکا سب سے بڑا بہائی انجام دے اور اس کے مصارف کے واسطے بہ نسبت دوسرے بہائیوں کے اس کو کسی قدر زیادہ روپیہ ہدست ہو جائداد سے متعلقہ خدمت فوجی کا وہی ذمے دار تھا۔ اس بات کو ہم یقین سے نہیں بتا سکتے کہ فتح کے زمانے تک بھی برطانیہ میں تھیین کی جاگیر کا وارث فرزند اکبر قرار پاگیا تھا کہ نہیں۔ بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ نارمن امرا کا برطانوی جاگیرات کی نسبت توریث فرزند اکبر کو فرض کر لینے سے وہ لوگ اس ملک میں ایک بالکل جدید طریقۂ وراثت کو رائج کر رہے تھے جو نارمنڈی میں سالہا سال پہلے سے موجود تھا۔ فتح کے سبب سے جب عطیات ارضی کے ساتھ خدمت فوجی لازم کر دی گئی جاگیرات کے حصے بخرے ہونا ناممکن ہو گیا اسواسطے کہ ان کی تقسیم ہو جانے سے ہر ایک جاگیر کی خدمت فوجی کے لئے متعدد ورثا کو ذمے دار بنانا غیر مفید اور ناممکن العمل تھا اور رسوم جاگیری کی ادائی جو فوجی جاگیرات کے لئے لازم تھی غیر معین اور وقت طلب ہو جاتی۔ اگر امرا اس کی وصولیابی کا دعویٰ کرتے تو ادائی خدمت و رسوم کے واسطے شاہی عدالتیں صرف اصل وارث کو ذمہ دار ٹھیراتی تہیں اس لئے سب میں آسان اور ممکن العمل طریقہ اختیار کیا گیا کہ فرزند اکبر کو ان امور کا ذمے دار قرار دیا جائے اور معلوم ہوتا ہے کہ ابتدا میں وراثت فرزند اکبر کو امرا اور بادشاہ نے رواج دیا۔

جبکہ وراثت فرزند اکبر ایک اعلیٰ طبقۂ قوم یعنے فوجی معطی لہم میں مروّج ہو گئی تو ملک کے دوسرے فرقوں نے بھی اس کو اختیار کر لیا۔ اس طریقے پر کاربند ہونے میں بہت فائدے تھے حتیٰ کہ ادنیٰ درجے کے مزارعین بھی اس پر عمل کرنے لگے اور اسکا اثر اراضی تک محدود نہیں رہا بلکہ مویشی کی تقسیم بھی موقوف ہو گئی چنانچہ جب صورت میں قطعۂ ارضی مختصر ہوتا اور ہل کے بیلوں کے کُل ورثا پر تقسیم ہونے میں زمین موروثی کو ضرر پہنچنے کا اندیشہ ہوتا تو سوائے زمین کے تمام مویشی بھی فرزند اکبر کو ملجاتے۔ اسکے سوائے ادنیٰ درجے کے احرار میں اس قسم کی غیر منقسمہ جائداد کی ترویج کا ایک دوسرا سبب بھی تھا غلامان زرعی کی اراضی کی وراثت اس طریقے کے برطانیہ میں مروج ہونے کے پہلے سے اکثر فرزند اکبر کو پہنچتی تھی اور کبھی زمین بعض مقامی رواج کے سبب سے سب سے چھوٹے لڑکے کو ملتی تھی۔ اس دوسرے قسم کے عطیئے کا نام برو انگلش ہے۔ زراعتی غلاموں کی زمینات کے دعووں میں وراثت فرزند اکبر و اصغر کی تائید

وحفاظت جاگیری عدالتوں سے ہوتی تھی لیکن اگر دعویدار کوئی امیر ہوتا تو عدالتیں پھر اس اصول پر پابند نہوتی تھیں۔

وراثت وانتقال (جائداد)

بیٹا اپنے باپ کی زمینات کا سند سابق کے شرائط مندرجہ کے مطابق وارث قرار دیا جاتا تھا۔ مثلاً سند میں درج ہوتا کہ فلاں جاگیر ب کو عطا ہوئی اور اس کے بعد اسکے ورثا اس کے پانے کے مستحق ہونگے۔ ظاہر ہے کہ ایسی حالت میں ب کو اپنی وفات کے بعد جاگیر کو منتقل کرنے کا کچھ اختیار نہیں تھا اس لئے وہ وصیت کے ذریعے سے اپنے مرنے کے بعد اس کو منتقل نہیں کر سکتا تھا مگر اس کو اپنی زندگی میں زمین کو ہبہ اور بیع کرنے کا چند قیود کے ساتھ اختیار تھا اور معطی لہ کے اختیار کو محدود کرنے کی اس لئے ضرورت تھی کہ ان دونوں میں سے کسی ایک طریقے سے زمینات کو منتقل کر دینے سے معطی سابق کے حق کو ضرر پہنچتا تھا مگر کسان اپنے عوض کسی دوسرے کو معطی لہ بنا سکتا اور اس طرح سے وہ زمین عطا شدہ کو منتقل کر سکتا تھا اور جدید کسان مجاز تھا کہ پوری زمین منتقل شدہ یا اس کے کسی جزو کے لئے امیر سابق کا معطی لہ بنے مگر مزارعین کو بدلنے میں امیر کو ناموزوں اور ناقابل معطی لہم کے ملنے کا ضرور اندیشہ تھا نیز اس کو اس بات کا خدشہ لگا رہتا تھا کہ اگر زمین عطیہ کے ٹکڑے کر دئے جائیں تو اُن خدمتوں کی بھی تقسیم ہو جائیگی اور اُنکی ادائی میں بھی حرج واقع ہو گا جن کا غیر منقسمہ زمین سے تعلق ہو اس لئے معطی لہم نے ایک دوسرا طریقہ انتقال زمین کا نکال لیا جو "انتقال بذریعۂ عطائے تحتانی" کہلاتا تھا معطی لہ اپنی زمین سے کسی قدر زمین ایک دوسرے شخص کو بطور خود عطا کرتا تاکہ وہ اس کا ماتحت بنا رہے۔ عطا کی اس شکل میں معطی اول کو کاشتکار متوفی کی جائداد کی نسبت حضانت اور ضبطی کا اختیار نہیں تھا لیکن اگر ب کو الف سے بعوض خدمت مبارز **بلیک ایکر** (نام جاگیر) عطا ہوتی اور وہ اسکو برائے نام مالگزاری کے بدلے میں ج کو عطا کرتا اور جب ب فوت ہوتا یا کسی سبب سے اس کی زمین ضبط ہو جاتی تو ب کے وارث کو اپنی حضانت میں لیکر اس کی زمین سے الف کو نفع اٹھانے اور ضبطی کی صورت میں زمین پر قابض ہونے کا موقع نہ ملتا بلکہ اس برائے نام قلیل مالگزاری پر قناعت کرنی پڑتی جس کے ادا کرنے کا ج نے ب سے معاہدہ کیا ہوتا۔

انتقال (جائداد) بذریعۂ تبدیل شخصی

انتقال بذریعۂ عطائے تحتانی

انتقال کے خلاف رکاوٹیں

چونکہ تبدیل شخصی اور عطائے تحتانی کے سبب سے امرا کا نقصان تھا اس لئے اُنہوں نے جائداد کو ان دونوں طریقوں سے منتقل ہونے سے روکنا چاہا اور مختلف قسم کی دشواریاں پیدا کردیں چنانچہ کسان کو انتقال زمین کی منظوری حاصل کرنے کے لئے اپنے امیر کو بعض وقت بہت بڑی رقم ادا کرنی پڑتی تھی - اس لئے سند اعظم کی سنہ ۱۲۱۷ء کی اشاعت میں طے کر دینا پڑا کہ احرار اپنی اراضی میں سے صرف اس قدر زمینات دوسروں کے ہاتھ بیع یا ہبہ کرسکتے ہیں کہ بقیہ اراضی سے وہ امیر معطی کی معینہ خدمتیں بخوبی انجام دے سکیں اور سنہ ۱۲۹۰ء میں اسٹاچیوٹ آف کیا ویا امپٹوریز (قانون بیع وشری زمین) (Statute of Quia Emptores) کی رو سے طے ہوگیا کہ اگرچہ کسان اپنی زمین کسی دوسرے کو منتقل ہی کیوں نہ کردے لیکن عطاے جدید کے سبب سے سابق کے عطا کرنے والے اور زمین عطا شدہ کے تعلق میں کوئی فرق نہیں آسکتا اور معطی لہ جدید اُسی امیر سابق کا کسان سمجھا جائے گا جس نے کاشتکار منتقل کنندہ کو زمین مذکور عطا کی تھی - دوسرے لفظوں میں اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس زمانے سے انتقال (جائداد) کے معنی تبدیل شخصی ہوگئے - ہرچند قانون نافذ تو ہوگیا لیکن اس نے دودھاری چھری کا کام کیا اس سے نہ تو امرا کی کل امیدیں برآئیں اور نہ اُن کے اغراض کی ہی پوری حفاظت ہوئی اس لئے کہ معطی لہ کو اختیار تھا کہ وہ جس قدر کسانوں کو چاہتا اپنے عوض مقرر کرسکتا تھا اور اس طرح سے جاگیر کے متعدد حصے ہوجاتے تھے جس کے سبب سے امرا کو رسوم جاگیری وصول کرنے میں بیحد دقتیں پیش آتی تہیں - اسی طرح یہ قانون معطی لہم کے لئے بھی چنداں مفید نہ تھا اگر سلسلۂ عطا کو ایک سیڑہی سے تشبیہ دیجائے تو ان کسانوں کے لئے اُس میں زینوں کا اضافہ کرنا ممکن نہیں تھا اور ضبطی کے عمل سے زمینیں بہت جلد بڑے جاگیرداروں کو پہنچنے لگی تہیں اور پھر ان کے پاس سے نکل کر بالآخر بادشاہ کی مِلک ہوجاتی تہیں - سنہ ۱۲۵۶ء کے کسی قدر پہلے بادشاہ نے تحفظ حقوق شاہی کی غرض سے اعلان دیا کہ آیندہ سے شاہی منظوری حاصل کرنے کے بغیر جاگیرات بیرن اور دوسری جاگیروں کو جن کا تعلق راست بادشاہ سے ہو کوئی شخص نہ خریدے اور اگر کوئی شخص بادشاہ کے بلا اطلاع ان علاقوں کی بیع وشری کرے تو وہ ضبط ہوکر شریک خالصہ کرلئے جائیں - اس زور شور کے ساتھ

سنہ ۱۲۱۷ء

سنہ ۱۲۹۰ء

عطیات سلطانی کے انتقال کی ممانعت

بادشاہ نے دہمکی تو دی لیکن اس پر عمل کبھی نہیں ہوا اور تیرھویں صدی کے آخر سے انتقال اراضی کی اجازت ناموں کو بڑے جاگیرداروں کے ہاتھ فروخت کرکے وہ روپے خوب وصول کرنے لگا اور اگر اُن کے حاصل کرنے میں یہ لوگ غفلت کرتے تو نہایت سنگین جرمانے ان پر عائد کئے جاتے تھے۔

انتقال اراضی بہ کلیسا

چونکہ کلیسا ایک ایسا شخصیہ (کارپوریشن) ہے جو کبھی ختم ہی نہیں ہوتا اس لئے اُس کے حق میں زمین منتقل ہونے سے اُسکے امیر کے حق کو سخت صدمہ پہنچتا تھا کلیسا کی زمینوں کی کبھی کسی نئے معطی لہ کو ملنے کی نوبت ہی نہ آتی جس سے ان کا امیر نذرانہ لے سکتا اور نہ اس قسم کی معاش کے ورثہ نابالغ ہوتے جن کو امیر مذکور اپنی حفاظت میں رکھتا اور نہ انکی تزویج کا انتظام کرکے اپنی جیب بھرتا تھا۔ایک لحاظ سے تو کلیسائی زمینوں کی یہ حالت تھی اور دوسرے پہلو پر غور کیجئے تو ان کے ورثہ کا سلسلہ کبھی منقطع ہی نہیں ہوتا تھا اس لئے یہ زمینات اُن کے اصلی عطا کرنے والوں کو کبھی واپس نہ ہوتی تہیں اور نہ ان سے کسی قسم کا سنگیں جرم ہی سرزد ہوتا تھا اور نہ یہ اپنے معطی سے بغاوت کرتی تہیں کہ اس کی پاداش میں وہ اِن کو ضبط کرے۔کلیسا کی زمین الناکی اصطلاح میں وست میت تھی جس کے قبضے سے کسی چیز کے نکلنے کی امید نہ ہوسکتی تھی۔لہذا اس انعام کو روکنے کی نسبت تاریخ میں قوانین مارٹ مین (بدست مردہ۔ (Martmain) کا ایک سلسلہ پایا جاتا ہے۔

قانون دست مردہ بابت ۱۲۷۹ء

سلسلہ پایا جاتا ہے ۱۲۷۹ء کا قانون دست مردہ کوئی نیا قانون نہ تھا اصل میں آئین کلارنڈن اور ۱۲۱۷ء کی اشاعت سند اعظم اور قانون مصدرہ ویسٹ منسٹر کے بعض مبہم اور کم صریح فقروں کی فرمان شاہی کی شکل میں اس نام سے صراحت کردی گئی تاکہ لوگ معابد کو زمین انعام نہ کریں۔اس قانون کی رو سے کسی مذہبی آدمی کو زمین حاصل کرنے کی اجازت نہ تھی اور بالفرض اُسکو زمین مل بھی جاتی تو امیر بالادست اسکو ضبط کرلیتا اور اگر وہ ضبط نہ کرتا تو بالآخر بادشاہ کی جانب سے وہ ضبط ہوجاتی تھی۔اس پر بھی بعض امرائے آپس میں عہد کرلیا تھا کہ اس قانون کی پابندی نہ کرینگے اور اسلیئے وہ اب بھی مذہبی لوگوں کو زمینات دیا کرتے تھے اسکے سوائے ایک دوسرے طریقے سے بھی گرجے کو زمین ملتی تھی مثلاً اگر بلیک ایکر (نام زمین) کے قابض کو زمین منتقل کرنا منظور ہوتا تو وہ کسی ایک پادری سے سازش کرلیتا کہ بلیک ایکر کے قبضہ دینے کی اس کے مقابل میں نالش کرے اور جب پادری مذکور کے دعوے کی بنا پر عدالت سے بلیک ایکر کا قابض بازپرس کے لئے طلب کیا جاتا تو وہ عمداً غیر حاضر ہوتا اور

دعوے یک طرفہ فیصل ہوکر مدعی کے حق میں قبضے کی ڈگری صادر ہوتی تھی اس طرح سے کلیسا کے ہاتھ مفت میں جاگیر چلی جاتی اور مدعا علیہ کی غیر حاضری کے وجوہ دریافت کرنے اور فریقین کی سازش پر غور کرنے کی زحمت عدالتیں گوارا نہ کرتی تھیں۔

۱۲۸۵ء ازبسکہ اس طریقے سے قانون مذکورہ کی غرض فوت ہوتی تھی اس لیئے قانون مصدرہ ویسٹ منسٹر دفعہ دوم کے نفاذ کی ضرورت پیش آئی جس کی رو سے قرار پایا کہ قبضہ دلانے کے دعاوی کی سماعت جوری کیا کرے اور اگر دعوے کی اصلیت ثابت نہ ہو تو زمین متنازعہ کا امیر بالا دست یعنی قابض حال کا معطی جس کے حق کو اس مصنوعی دعوے سے ضرر پہنچنے والا تھا اس کو ضبط کرلے۔ لیکن یہ بندوبست بھی کارگر نہ ہوا جب قابضین کو انتقال جائداد کے ان طریقوں میں ناکامی ہوئی تو انھوں نے امانت کی شکل میں ایک جدید طریقہ انتقال نکال لیا انعام دار قابض کسی دنیوی (معمولی) آدمی کو اپنی زمین کلیسا کے "فائدہ وتمتع" کے واسطے منتقل کرسکتا تھا۔ یہ ایک شکل امانت کی تھی منتقل الیہ قانون کی نظر میں اس کا اصل مالک سمجھا جاتا لیکن ایکویٹی (النصفت) کی عدالت اس کو مجبور کرتی کہ بحیثیت امین وہ زمین منتقل شدہ (امانت) کا مداخل کلیسا کو ادا کرے اس لیئے قانون دست مردہ بابت سنہ ۱۳۹۱ء کی رو سے شخصیات کو خواہ وہ دنیوی ہوں کہ دینی بادشاہ یا کسی درمیانی امیر کی اجازت کے بغیر زمین حاصل کرنے کی قطعاً ممانعت کردی گئی۔ مگر قانون بابت سنہ ۱۶۹۵-۹۶ء کے ذریعے سے درمیانی امیر سے اجازت لینے کی شرط اٹھادی گئی اور ایک قانون موضوعہ نے تو بعض ایسے شخصیات کو جیسا کہ اکسفورڈ اور کیمبرج کے یونیورسٹیاں اور برٹش میوزیم (برطانوی عجائب خانہ) اور متعدد معابد و تعلیم گاہوں کو اسکے اثر سے مستثنی کردیا۔ سب سے اخیر انیسویں صدی کے خاتمے پر قوانین دست مردہ کا ایک سلسلہ قایم ہوکر خیراتی کاموں کے لیئے زمین کو بطور امانت دینا جائز کردیا گیا ہے بشرطیکہ زمین امانتی کو اس کا امین موصی لہ کے وفات سے ایک سال ختم ہونے کے پیشتر ہی فروخت کردیا کرے۔ منجملہ اور اسباب کے جن کے سبب سے حکومت کے نزدیک زمین کو ہمیشہ کے لیئے دست مردہ میں دینا نامناسب ہے ایک سبب ممانعت رسوم متوفی کی ادائی ہے جو مالک کے فوت ہونے کے بعد کسی دوسرے پر منتقل ہونے کی صورت میں زمین سے وصول کیا جاتا ہے۔

انتقال (جائداد) کی شکلیں

ان قیود کا اثر مخصوص جاگیرات تک ہی محدود رہا اور اُن سے صرف ایک فائدہ یہ ہوا کہ لوگ انتقال کے طریقے سے واقف ہو گئے۔ اس کے علاوہ معطی لہ کا ہبہ و بیع کرنیکا اختیار اسی طرح باقی رہا اور صرف مخصوص صورتوں میں واہب زمین کے مزارعین کو مالک جدید کے قبول کرنے میں انکار ہو سکتا تھا انتقال کنندہ آئندہ وراثت کی نسبت جس طرح چاہتا دستاویز انتقال میں اپنے مفید مطلب شرائط درج کر لیتا تھا۔

جاگیر (ملک) مطلق

جاگیر جو عطا ہوتی عموماً ملک مطلق ہوتی تھی۔ جاگیر (ملک) مطلق عطا کرنے کا طریقہ اس طرح تھا کہ زمینات کسی ایک شخص اور اُس کے ورثا کو دی جاتی تھیں۔ ابتدا میں عدالتوں نے طے کر دیا تھا کہ جاگیر مطلق کا معطی لہ معطی کی اجازت کے بغیر زمین کو منتقل کرنے کا قانوناً مجاز نہیں ہے مگر تیرھویں صدی کے اوائل میں عدالتوں نے اسکے برعکس فیصلہ کیا کہ معطی کی اجازت کی ضرورت نہیں اور معطی لہ کے ورثا میں جس کسی نے زمین عطا کو خریدا یا بطور انعام حاصل کیا شامل ہو سکتا ہے۔ ان متضاد فیصلوں کے سبب سے عطا کی ایک دوسری شکل تجویز پائی اب زمینات کسی ایک شخص اور اس کے صلبی ورثا کو عطا ہونے لگیں۔ مگر قانون پیشہ حضرات نے اس عطا کی نسبت بھی اس کی سند کے الفاظ کی اپنے مطلب کے موافق تاویل کر کے حجت قائم کر دی کہ اگر معطی لہ کا وارث پیدا ہوا ہو تو زمین معطی لہ اور اس کے ورثا کی ملک ہو گی۔ اور جب کبھی یہ شرط پوری ہوتی زمین عطا جاگیر مطلق ہو جاتی تھی اور معطی لہ جس طرح چاہتا اس کو منتقل کر سکتا تھا۔

جاگیر مشروط

چونکہ معطی لہم کے لاوارث فوت ہونے کی صورت میں زمینات عطا ان کے عطا کرنے والوں کو واپس ہوتے تھے اور اس قسم کی نئی تاویلات سے اُن کو نقصان پہنچتا تھا اس لیئے عطا کرنے والے تو عموماً اور بڑے امرا خصوصاً ناراض ہو گئے اور ۱۲۵۸ء میں انھوں نے اس عمل کی نسبت شکایت کی لہذا ۱۲۸۵ء میں قانون مصدرہ **ویسٹ منسٹر** دفعہ دوم میں ایک حصہ زیادہ کیا گیا جس کا نام **ڈی ڈونس کنڈیشنلی بس** (قانون عطیات مشروط) (Dedonis Conditionalibus) ہے۔

اس کی رو سے قرار پایا کہ اگر جاگیر مشروط کو اس کا معطی لہ منتقل کر دے اور جب اسکا وارث اپنے باپ کی جائداد پر قبضہ پائے تو وہ منتقل الیہ سے جاگیر مذکور کو واپس لے سکتا ہے اور اگر معطی لہ کی وفات پہ اس کا کوئی وارث باقی نہو تو جاگیر مشروط کا اصلی معطی قابض جاگیر ہے

واپس لے سکتا ہے گویا کہ معطی لہ کا وارث ہی نہیں پیدا ہوا۔
جو جاگیر کہ اس طرح عطا کیجائے اسلیئے جاگیر منقطع کہلاتی ہے کہ جاگیر مطلق سے اسکو قطع کیا جاتا ہے اور ایسا ہی اُس کی منتقل ہونے کی آزادی سلب کرلی جاتی ہے۔ اور اسی ایک خاصیت کے سبب سے اس قسم کی معاش اور جاگیر دِملک، مطلق میں امتیاز ہوتا تھا۔ اصلی معطی لہ کی ،،اولاد صلبی،، کی شرط کے سبب سے کوئی شے ان کی وارثت کی مانع نہیں ہو سکتی تھی۔ اس لیئے جاگیر مشروط کے قابض کی ملکیت تاحین حیات ہوتی تھی۔ جو کچھ ترقی وغیرہ وہ اپنی جاگیر کو دیتا اس، کی وفات کے بعد جاگیر مذکور معطی لہ کے وارث حقیقی کے قبضے میں اس طرح آتی گویا کہ اس کو معطی سے راست ملی ہے۔

جاگیر (ملک) منقطع

ہرچند بڑے امرا تو قانون عطیات مشروطہ کے جاری ہونے سے پھولوں نہیں سمائے لیکن چھوٹے جاگیرداروں کے حق میں یہ قانون زیادہ سُود مند نہ تھا۔ اس کے سبب سے معطی لہم کی حقیت غیر مستقل ہوگئی۔ ہر ایک جاگیر ایک قدیم عطائے منقطع ثابت ہوجاتی اور اس پر مدت عارض نہیں ہوسکتی تھی جس کی وجہ سے معطی لہ اس عذر قانونی کی بنا پر اپنی زمین کو ملک مطلق نہیں بنا سکتا تھا۔ نہ بادشاہ بغاوت کرنیکی سزا میں اس طرح کی زمین ضبط کر سکتا تھا اور چھوٹے زمیندار چونکہ وہ زمینات عطا کو منتقل کرنے سے روک دیئے گئے تھے اراضی کی کثرت سے عاجز و زیر بار ہو رہے تھے۔ کسان اپنی ناداری کے سبب سے نہ تو پوری زمین پر زراعت کر سکتا تھا اور نہ اُس کو اجازت تھی کہ زمین کا ایک حصہ فروخت کر کے باقی زمین پر کاشت کرنیکا سامان مہیا کرے۔ اس لیئے دوبارہ وکالت پیشہ لوگوں کی عقل نے یاوری کی اور عطیات مشروط کے قابضین کو گرداب فلاکت سے بچالیا۔ اس مقصد میں کامیاب ہونے کے لیئے انھوں نے رسم و رواج موجودہ سے کام لیا۔ ملک میں قدیم سے عادت تھی کہ اگر شے مبیعہ کی نسبت بایع کا قبضہ معرض بحث میں ہو تو بیع نامے میں اس کی نسبت ایک شرط طمانیت درج ہوتی تھی جس کے سبب سے بایع کا فرض تھا کہ وہ بصورت نزاع یا تو مشتری کی حقیت کو مستقل بنادے یا اگر شے مبیعہ اُس سے لے لیجائے تو اُس کے نقصان کی تلافی کرے۔ اس طرح سے زمین کے عطا کرنے والے پر لازم تھا کہ معطی لہ اور اس کے ورثا کی حقیت کی شخص ثالث کے مقابل میں حفاظت کرے۔ اچھا تو اب جاگیر منقطع کا معطی لہ اس کا

انتقال جائداد کے قیود کو بے اثر بنانے کے طریقے
(۱) طمانیت

مالک تاحین حیات بن گیا تھا اس لیئے اگر وہ اپنی زندگی میں اس کو منتقل کرنا چاہتا تو اسکو کوئی روک نہیں سکتا تھا مگر اس کی وفات پر اس کا وارث منتقل الیہ سے ان زمینات کو واپس لے سکتا تھا علاوہ بریں وارث کو بھی اپنا حق از روئے قانون ثابت کرنا لازم تھا اس لیئے اگر منتقل کنندہ دستاویز انتقال میں اس قسم کی کوئی شرط قبول کر لیتا کہ میں اور میرے ورثا معطی لہ جدید کے حق حفاظت کریں گے تو پھر اس کی موت پر وہی شخص جو اپنے مورث کی عطا کو ناجائز ثابت کرنے والا ہوتا منتقل الیہ کے حق کی صیانت کرنے کے لیئے مجبور ہو جاتا تھا اور اگر وہ کسی طرح جائداد (منتقل شدہ) سے بیدخل ہو جاتا تو اُس کا فرض تھا کہ اُس کا معاوضہ بصورت زمین یا روپیہ ادا کرے۔ ان حالات کے نظر کرتے منتقل کنندہ کے وارث کے لیئے مناسب تھا کہ دعوے سے دست بردار ہو جائے اس لیئے اصل معطی لہ کو موقع حاصل تھا کہ دوسرے کی زمین کو اپنی زمین سے بہتر حقیت کی زمین بنادے۔

فرضی دعویٰ دخلیابی

پندرھویں صدی میں عطائے منقطع کو توڑنے یعنی انتقال ارضی کو قانون کی سختیوں سے بچانے کی تدبیر نکل آئی۔ یہ طریقہ جو "فرضی دعویٰ دخلیابی" کے نام سے مشہور ہے نہایت پُر پیچ و دقیق تھا لہذا اس کو اختصاراً بیان کیا جاتا ہے۔ عطائے منقطع کا مالک تاحین حیات (الف) اپنے کسی دوست (ب) کو آمادہ کرتا کہ وہ (ج) کے مقابل میں اصل مالک ہونے کا دعویٰ کرے۔ ج بذریعہ عدالت الف کو شہادت ادا کرنے کے لیئے طلب کراتا کہ اس نے الف سے زمین متنازعہ خریدی اور الف بھی اسی طرح د کو عدالت میں بلواتا کہ وہ اس کے حق کی حفاظت کرے کیونکہ اس نے د سے زمین مذکور خریدی تھی (مگر یہ بات سچ نہوتی) د عدالت میں اس بات کی تصدیق تو کرتا لیکن اس کے ساتھ ہی عدالت سے درخواست کرتا کہ اس کو الف سے بیرون عدالت مشورہ کرنے کی اجازت دیجائے اجازت پانے کے بعد دونوں باہر چلے جاتے لیکن د غائب ہو جاتا اور ازبسکہ اس کی حیثیت اصل مدعیٰ الیہ کی ہوتی اسلیئے اس کی عدم پیروی میں مقدمہ اس کے خلاف فیصل ہو کر ب کو استقرار حق اور قبضے کی ڈگری ملجاتی اور عطائے منقطع اس کی ملک مطلق یعنے دائمی ہو جاتی۔ اس کارروائی کے بعد عطائے منقطع اور اس رقم کا جسکو عدالت نے بطور واصلات الف سے ب کو دلائی ہو الف یعنی مالک حین حیات کو واپس کرنا یا نہ کرنا ب کا فعل اختیاری تھا اور ان دونوں کے معاملے

کوئی تیسرا شخص دخل دے نہیں سکتا تھا۔ اوپر بیان ہوا ہے کہ رسم قدیمہ کی بنا پر معطی کا فرض تھا کہ بیدخل شدہ معطی لہ کو زمین کا معاوضہ ادا کرے اس بنا پر مالک حین حیات کے ورثاء (فرضی معطی) سے معاوضۂ زمین پانے کے مستحق تھے اور وہ معاوضہ دینے کے لیئے پابند بھی کرایا جاسکتا تھا اسی واسطے اس سنگین ذمہ داری سے بچنے کے لیئے فرضی معطی کا کام تھیٹر کے اس تماشے میں نقیب عدالت جو عموماً مفلس آدمی ہوتا تھا اور جس کے ہاں زمین نہیں رہتی تھی انجام دینے لگا اور اسی سبب سے اس کے مقابل میں کسی کو معاوضۂ زمین پانیکا دعویٰ کرنے کی جرأت نہیں تھی بلکہ اسکو فرضی شہادت کے ادا کرنے اور مصنوعی طور پر تصدیق کرنے کے صلے میں اہل مقدمات سے مفت روپیہ ملتا تھا چنانچہ بلیک اسٹن (Black stone) کے زمانے میں ہر ایک فرضی دعوئ دخلیابی کے مقدمے میں اس کو چار پنس (جو اندنوں چار آنوں کے مساوی ہوتے ہیں) ملا کرتے تھے اور یہ باوجود اس پر کورٹ آف کامن پلینر (عدالت دیوانی (Court of Commion please) کے حقارت آمیز عتاب اور بادشاہ کے من مانے جرمانے عائد کرنے کے نہایت خوشحالی اور مسرت میں بسر کرتا تھا۔ ہرچند ابتدا میں ب کو جائداد منتقلہ کی نسبت با ایمان متدیّن بنتے کی از روئے قانون کوئی ضرورت نہ تھی لیکن پندرھویں صدی کے نصف آخر میں چانسلر یعنی عدالت ایکویٹی (نصفت) کے میر مجلس کے حکم کی بنا پر اس کو ان شرائط کی پابندی کرنا لازم ہوگیا جو مالک حین حیات اور اس کے مابین قبل ادخال نالش در پردہ طے پایا کرتے تھے؛

اگرچہ ۱۸۳۳ء کے ایک قانون کی رو سے "دخلیابی فرضی" کا طریقہ منسوخ ہوگیا اور عطائے منقطع کا معطی لہ عدالت چانسری میں اپنی دستاویز کو رجسٹری کرانے سے وہ خود آپ کو یا کسی دوسرے کو جائداد مذکور کا مالک مطلق بنا سکتا ہے لیکن انتقال جائداد کے ایک پیچیدہ اور گنجلک کارروائی کے ذریعے سے جو تملیک ازدواجی (Marriage Settlement) کہلاتی ہے اور جس کی تکمیل سترھویں صدی کے آخر نصف حصے میں ہوئی معطی اور واہب کے لیئے ابھی تک ممکن ہے کہ وہ عطیہ یا جائداد موہوبہ کو سب سے اخیر مالک حین حیات کے وارث کے بلوغ کو پہنچنے تک ناقابل انتقال بنائے؛

تملیک ازدواجی

(۳) منفعت

بڑے زمینداروں نے اپنے علاقوں کو محفوظ رکھنے اور قانون کی ذمہ داریوں سے بچانے کی غرض سے ایک تیسری ترکیب مسمیٰ بہ منفعت نکالی اور اس طریقے کو استحکام ہو جانے سے جائداد کے لیئے دوہری ملکیت کا رواج ہو گیا۔ موصی اپنی زمین کو بذریعۂ وصیت کسی ایک شخص کو بخشتا اور اس سے درخواست کرتا کہ اسکی تحصیل سے ایک تیسرے شخص (مالک منفعتی۔ یا موصی لہ) اور اس کے ورثا کو منتفع ہونے دے اوائل میں تو مالک منفعتی کا حق بالکل مالک جائداد قانونی (امانت دار) کی ایمانداری وراست بازی کا محتاج تھا اور اس قسم کی حفاظت اس کے لیئے ہرگز تشفی بخش نہیں تھی۔ لیکن اختیارات نصفتی کی ترقی کے ساتھ عدالت چانسری نے اس کو قانونی مدد دینی شروع کی اور مالک جائداد قانونی (امانت دار) مجبور کیا جانے لگا کہ مالک منفعتی کے جائز خواہشوں کی تعمیل کرے۔ ازبسکہ منفعتوں کو قائم کرکے لوگ قانون دست مردہ کے اثر سے زمینات عطا کو بچاتے تھے اسلیئے قانون مصدرہ ۱۳۹۱ء کے ذریعے سے ”منفعتوں“ کا قائم کرنا روک دیا گیا۔ حالانکہ ۱۳۷۶ء کے ایک قانون نافذہ کے سبب سے دائن یا معطی کو فریب دینے کی غرض سے زمین کا منتقل کرنا ممنوع قرار پایا گیا تھا۔ براین ہم مالکوں میں از روئے قانون و نصفت امتیاز ہو جانے سے امیر معطی کے رسوم وصول کرنے میں سخت ہرج واقع ہوتا تھا اور مالک منفعتی کی شان نہایت مشتبہ اور ناقابل تشفی سمجھی جاتی تھی اور مالک جائداد قانونی ہی کو تنہا زمین مذکورہ سے متعلقہ سب خدمات بجالانا پڑتا تھا۔ اس بدقسمت بیچارے کو عیش کرنے اور مزہ اڑانے کا اس طرح موقع ہی نہ ملتا تھا جسطرح کہ مالکان اراضی کی بسر ہوتی تھی۔ اس خرابی کی اصلاح صرف اس طرح ہو سکتی تھی کہ مثل امانت دار کے مالک منفعتی کی بھی حیثیت کو قانون کی نظروں میں قائم کر دیا جاتا۔ چنانچہ ۱۴۸۳ء کے ایک قانون کی رو سے پہلے شخص کو دوسرے شخص کی رضامندی حاصل کرنیکے بغیر انتقال اراضی کی اجازت مل گئی اور اس کے پانچ سال کے بعد سے امیر معطی کا مالک منفعتی کے وارث پر حق ولایت قائم ہو گیا۔ اور قانون منفعت و وصیت بابت ۱۵۳۵ء نے تو صاف لفظوں میں مالک منفعتی کو مالک جائداد قانونی میں مبدل کر دیا اور اسکو جملہ جاگیری خدمات و رسوم کی ادائی کے لیئے امیر کے نزدیک ذمہ دار بنا دیا۔ اب نزاعات اراضی میں فریق کو کامیاب ہونے کے لیئے آپ کو مالک جائداد قانونی

ثابت کرنے کی ضرورت نہیں رہی حالانکہ اس کے پہلے قانون غیر موضوعہ کی عدالتیں اُس کے سوائے کسی دوسرے کی حقیقت کو تسلیم ہی نہیں کرتی تھیں۔ اس قانون کے نفاذ سے ایک فائدۂ صریح تو یہ ہوا کہ لوگوں نے زمین (اور حقوق متعلقۂ زمین) کو بذریعۂ وصیت منتقل کرنا ترک کر دیا اور مورث کی وفات کے بعد زمین کا منتقل ہونا متروک ہوگیا۔ اس مقام پر بھی قانون داں حضرات کی امداد کے بغیر کام نہ چل سکا اور اُنھی کی بدولت اُن لوگوں کی گلو خلاصی کی سبیل نکل آئی جو وصیت کرنے سے مجبور کر دیئے گئے تھے۔ جو "امانت" کہ قانون جدید میں رائج ہے اس میں اور پرانی طرز کی منفعت میں کوئی فرق نہیں ہے گویا کہ صرف نام کی تبدیلی ہوئی ہے پھر بھی ۱۵۳۵ء کے قانون سے مالکان ارضی کے اختیارات وصیت کو جو روکا گیا تھا تمام ملک ناراض ہوگیا تھا اس لیئے ۱۵۴۰ء میں قانون وصایا جاری ہوکر ان مالکان مطلق کو جن کی معاش فوجی خدمت کے لیئے دی گئی تھی اجازت مل گئی کہ انعام خدمت فوجی سے دو ثلث بذریعۂ وصیت منتقل کریں اور جن کی زمینات بغرض زراعت عطا ہوئی تھیں وہ پورے انعام کی وصیت کرنے کے مجاز تھے لیکن عطیۂ خدمت فوجی کی منسوخی کے وقت سے ہر ایک قسم کی جائداد کو اُس کا مالک مطلق بذریعۂ وصیت منتقل کرنے کا مختار ہوگیا ہو

جاگیری عدالت

ہر ایک مینر میں امیر کے مکان سے متصل ایک دالان (بڑا کمرہ) رہتا جس میں امیر کی عدالت کا اجلاس ہوتا تھا فتح کے پہلے صرف مخصوص امرا کو علاقے کے ساتھ اختیارات عدالت بھی عطا ہوتے تھے اور جو امراان اختیارات سے محروم تھے وہ اپنے جاگیر کی حویلی کے ہال میں علاقے کے انتظام زراعتی کی نسبت قواعد وضوابط مرتب کرنے کی غرض سے مزارعین کی مجلس منعقد کیا کرتے تھے۔ چودھویں صدی تک تو ہر ایک جاگیر کو ممتاز بنانے والی اس کی عدالت سمجھی جانے لگی لیکن بعض جاگیرات اس قدر چھوٹے اور ان کے مزارعین صرف غلامان زراعتی تھے کہ ان کے امرا کو عدالت کے قائم کرنے میں بہت دشواری ہوتی تھی۔ بعض جاگیرات اس قدر

بڑے تھے کہ ہر ایک امیر کے نہایت وسیع عدالتی اختیارات تھے اور انکے حدود اراضی بھی اسی قدر وسیع رقبے پر مشتمل تھے۔ جاگیری عدالتوں کی بناء کے دو سبب ہیں:۔ (۱) تعلق جاگیردار و کسان اور (۲) عطیات سلطانی کے ساتھ وسیع اختیارات عدالت کا بادشاہ کی جانب سے دیا جانا۔ ان دونوں قسموں کی عدالتوں کا بعد میں ذکر آئیگا تاہم اس مقام پر اس امر کی طرف اشارہ کر دینا ضروری ہے کہ اعلیٰ جاگیرداروں کی عدالتوں کو مذہبی حکومت کا سا عظمت و وقار حاصل نہ رہنے سے برطانیہ میں ادنیٰ جاگیرداروں کی خانگی عدالتوں کا وجود ہوا۔ ہنری دوم اور اس کے ورثا نے بارہا اصرار کر کے عام جاگیری فیصلوں کی ناراضی سے قومی یا شاہی عدالتوں میں براست مرافعہ داخل کرنے کا طریقہ قائم کیا اور امیر بالادست کی عدالت میں رجوع ہونے کی ممانعت کر دی گئی۔

جاگیر

مینر (جاگیر۔ Manor) کے نام سے بخوبی ظاہر ہوتا ہے کہ یہ لفظ اصلاً نارمن ہے مگر جس علاقے یا جائداد پر اطلاق ہوتا ہے اُس کا برطانیہ میں فتح کے بہت پہلے سے رواج تھا اور کتاب بندوبست کے نارمن مولفین کو خود کے بنا کردہ سابق کے خیالات اور جاگیردارانہ طرز کی معاشرت کے سبب سے مغالطہ ہوا اس لئے اُنھوں نے فرض کر لیا کہ فتح نارمن نے ہی انگلستان کے ہر ایک حصے میں مینر کی بناء ڈالی۔ یہی سبب ہے کہ علامہ میٹ لینڈ مینر مندرجۂ کتاب بندوبست کی اس طرح تعریف کرتا ہے کہ وہ ایک ایسا مقام سکونت تھا جس سے شاہی محصول وصول کیا جاتا تھا۔ اور اس مقام کے بڑے یا چھوٹے ہونے کا کوئی لحاظ نہیں تھا مگر رونڈ صاحب کا دعوےٰ ہے کہ یہ محصول درحقیقت ہر ایک تعلقہ (ہنڈریڈ۔ Hundred) سے وصول ہوتا تھا اور ایک مصنوعی پیمانہ ارضی (ہائیڈ۔ Hide) کے لحاظ سے جس کا ذکر سابق میں ہو چکا ہے تعلقے کے سب قریوں پر بحصہ رسدی تقسیم ہوتا تھا۔ ہر ایک موضع بلالحاظ رقبہ محصول مذکور ادا کرنے والا منفرد جزو تھا اور مالی حیثیت کے لحاظ سے اُس کی زمین پانچ ہائیڈ فرض کر لی جاتی تھی۔ اس خیال کی تائید کرتے ہوئے علامہ ونوگراڈوف مینر مندرجۂ کتاب بندوبست کی ان الفاظ میں تعریف کرتا ہے۔ "ایسی جائداد (یا علاقہ)

جس کو بلحاظ قبضہ اور نظم و نسق ملک کا ایک ناقابل تقسیم حصۂ ملک سمجھنا چاہئے" لفظ "امینر" بھی اسی قدر کثیر معنوں پر حاوی ہے جس طرح "ٹیرا" (Terra) "زمین" کے متعدد مفہوم ہیں۔ علامہ موصوف نے ان علاقوں کی اُن کے مختصات کی بنا پر پانچ قسمیں مقرر کی ہیں:۔

نوع جاگیرات مندرجہ کتاب بندوبست

پہلی قسم کے وہ جاگیرات تھے جن سے ملک کی تمدنی حالت کا پتہ ملتا ہے۔ ایسے جاگیروں میں امیر کے مکان کے اطراف مزارعین (اسامیوں) کے زمینات ہوتے تھے زرلگان کی ادائی اور اپنے کھیتوں کا کام کر کے اسامی اپنے امیر کی امداد کرتے تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس قسم کی جاگیر رومی و قدیمی گاؤں کی اصل یادگار تھی۔ دوسری قسم کی جاگیر وہ تھی جو نظم و نسق کی ضرورت سے قایم ہوتی تھی اور اُس کی آبادی زیادہ ہو کہ کم احرار پر مبنی تھی۔ جاگیردار اور اس کی رعیت کے رشتۂ اتحاد کا باعث زیادہ تر رسم جوار تھی یعنی جاگیردار رعایا کی حفاظت کرتا اور رعایا اس کو خراج ادا کرتی اور خدمت بجالاتی تھی۔ جاگیردار کا خانگی کھیت اکثر اس طرح کا ہوتا تھا جیسے کسی تاجر یا صناع کے حساب و کتاب اور لین دین کا کمرہ یا مکان ہوتا ہے۔ تیسری قسم جاگیر کی وہ تھی جس کو وسیع زراعت کا مرکز کہنا مناسب ہے حقیقت یہ ہے کہ اس قسم کے علاقے اصل میں ایسے تعلقے تھے جن کے اکثر حصوں پر امرا قابض ہوگئے تھے اور انکی خانگی عدالتیں تھیں۔ ایسی جاگیر میں جاگیردار کا کھیت بھی ہوتا لیکن اس کی سب سے زیادہ ممتاز شان کے دو سبب تھے ایک تو بادشاہ سے بذریعۂ سند خاص عدالتی اختیارات کا عطا ہونا اور دوسرا محصول فیورم کو بادشاہ کو ادا کرنے کے بجائے خود وصول کرنا۔ چوتھی قسم شاہی جاگیرات کی تھی۔ ان جاگیروں میں اُن سب خصوصیات کے سوا جن کا ابھی ذکر ہوا ہے بعض مخصوص باتیں تھیں اس قسم کے مینروں میں شاذ و نادر ہی خانگی کھیت ہوتے تھے اور عموماً مزارعین کے مفید مطلب شرائط پر ان کو زمینات دئے جاتے تھے۔ اس کے علاوہ جو مینر ریں کہ ایڈورڈ تایب کے زمانے سے قدیم سیریات شاہی کے طور پر چلے آرہے تھے ان کے مزارعین کو معمولی محصول کی ادائی سے معافی تھی اور ازبسکہ ان مزارعین سے کثیر مقدار میں غلہ بادشاہ کی سربراہی کی غرض سے بطور زرلگان وصول کیا جاتا تھا اس لئے یہ لوگ

محصول راہداری کی ادائی اور عدالت ضلع و تعلقے کی حاضری سے مستثنیٰ تھے اور انھی رعایتوں کے سبب سے دوسروں کو اُن کے زراعتی اموری مداخلت کرنے کی جرأت نہیں تھی۔ سب سے اخیر اور پانچویں قسم کے چھوٹے علاقے جن کا کتاب بندوبست میں ذکر ہے احرار اور مزارعین کے مینز (جاگیرات) تھے اُن کی کاشت اُن کے مالک کرتے یا ایک دو زرعی غلاموں کو اپنے ساتھ شریک کرکے اور اُس کے عوض زمین کا کچھ حصہ انکی ذاتی اغراض کے لیئے ان کو دیتے تھے؛

فتح کے بعد ان چھوٹے زمینداروں کے علاقے جن کا شمار اس کے پہلے صرف عدالت و انتظام کی غرض سے اور سرکاری تقسیم ملک کے لحاظ سے ضلع اور تعلقے میں ہوتا تھا اکثر بڑے جاگیروں میں شامل کردیئے گئے اور جب یہ چھوٹے زمیندار کسی بڑے امیر کے عدالتی اختیارات کے ماتحت ہوگئے تو امور تمدن میں بھی لازمًا وہ اس کے زیردست ہنگئے۔ اس لیئے متقدمین کو اس بات کے باور کرنے میں غلطی ہوی کہ جو زمینات رسم کی بناپر انعام دیجاتی تھیں اور ان کے ذمے زراعتی خدمات کا بجالانا قرار پایا تھا وہ یقینًا غلامان زرعی کو عطا ہوئی تھیں اور سیکسن قوم کے بڑے مالکان اراضی نے تو اپنی زمینوں کو اس قسم کے بار سے رہا کرایا لیکن ادنیٰ درجے کے زمیندار تو بالکل اپنے امرا کے چنگل میں تھے۔ اکسچیکر (محکمۂ مال) کی رپورٹ سے واضح ہے کہ ان میں کے اکثر لوگ حق توریث سے محروم کردیئے گئے تھے جس کے سبب سے متوفی کسان کی زمین کی اُس کی اولاد وارث نہیں ہوسکتی تھی اور اس لیئے ان پر غلامی کی مُہر لگادی گئی تھی۔ کتاب بندوبست سے بھی احرار کے جماعتوں کی سرعت سے مٹنے کی تصدیق ہوتی ہے اور اسی باعث قرون وسطیٰ کی جاگیر مخلوط کا وجود ہوا اُس زمانے کی اکثر جاگیریں اصل میں سیکسن مواضعات تھے جن کا طرز انتظام جدید تھا یعنے قدیم پائے پر نظام جاگیری کے طرز کی جدید عمارت بنائی گئی تھی اور ذرا سے غور سے ان امور کا پتہ چل سکتا ہے ابھی تک اس نئی طرز کی جاگیر سے امیر کی غیر موجودگی میں اس کے نائبین کی حیثیت سے عدالت ضلع اور تعلقے کو جیسا کہ سیکسن قبضے سے روانہ کرنیکا دستور تھا منتظم قصبہ (Reeve) اور چار دوسرے آدمیوں کو شریک ہونے کے لیئے بھیجنے کا طریقہ تھا؛

اوسط درجے کی جاگیر کی رعیت کچھ تو آزاد مالکان زمین اور کچھ غلامان زراعتی پر مبنی تھی۔ اگرچہ اکثر جاگیروں کی رعایا کی بھی دو قسمیں تھیں لیکن ہر ایک جاگیر میں ایسا ہی ہونا لازم نہ تھا۔ بعض جاگیروں میں ان دونوں میں سے صرف ایک قسم کی رعیت پائی جاتی تھی کبھی آزاد مالکان اراضی کا جاگیردار حکومت پسند امیر ہوتا تھا مگر اس طرح کے امرا سیکسنوں کے زمانے میں زیادہ تھے ان کے بعد یہ طریقہ مسدود ہو گیا۔ معمولی جاگیروں کے لئے زرعی غلاموں کا ہونا لازم تھا اس لئے کہ وہ جاگیردار کے ذاتی کھیت اور سیری کی کاشت کرتے تھے سیریات کی مزارعین کے اراضی کے مانند غیر محصور پٹیاں ہوتی تھیں جو کل موضع میں منتشر طور پر واقع ہوتی۔ سیری (ڈیمین) کا وسیع تر مفہوم میں یعنی جن معنوں میں کہ اس لفظ کو عہدہ داران شاہی استعمال کرتے تھے زرعی غلاموں کے اراضی (کھیت) بھی شامل ہیں مگر آزاد مزارعین کے زمینات اس سے خارج ہیں ہو

نمونہ جاگیر

(۱) سیری

(۲) زمینات غلامان زرعی

(۳) زمینات مزارعین آزاد

(عہدہ داران)

ملازمان جاگیر

ریف (منتظم)

(مالی پٹیل)

زمین سیری اور کل علاقۂ جاگیر کا انتظام ایسے عہدہ داروں سے متعلق تھا جن کے فرائض معین ہوتے تھے۔ ریف (منتظم) (Reeve) جسکو پری پازیٹس Prepositus بھی کہتے تھے عموماً طبقۂ مزارعین سے مقرر کیا جاتا تھا اور اس کو رعایا منتخب کرتی تھی۔ اس کا کام تھا کہ کسانوں کو زراعت کے متعلق تفصیلی ہدایات دے اور زرعی غلاموں کے کام کی نگرانی کرے اور ان کو مستعد بنائے۔ ہر چند کہ ریف جاگیردار کی اغراض کی حفاظت کرتا لیکن اصل میں وہ ان غلاموں اور جاگیردار کے درمیان ایک واسطہ تھا اور رواج مقامی سے واقف ہوتا اس لئے کہ رسم و رواج کے ذریعے سے ہی عموماً ان غلاموں سے محنت لینے کی حد و مقدار کا صحیح اندازہ ہو سکتا تھا چونکہ اس زمانے میں رسوم تحریر میں تو لائے نہیں گئے تھے اس لئے ان کا علم سینہ بسینہ چلا آتا تھا جس کو ہر ایک جاگیر کے پرانے کسانوں کی زبان سے حاصل کرنا پڑتا تھا۔ ریف کے سوائے دوسرا عہدہ دار بیلف یا بیڈل ناظر Beadle or Bailiff تھا اور یہ جاگیر کا متوطن نہیں بلکہ کسی دوسرے مقام سے بلایا جاتا تھا اور اس کو جاگیردار خود مقرر کرتا تھا اس کا کام تھا کہ مختلف قسم کے رقوم اور زر تحصیل وصول کرے اور پیداوار جاگیر کو اس کے قریب کے بازار میں فروخت کرنے اور زمین سیر کے لیے مویشی خریدنے کا بھی یہی شخص ذمہ دار تھا کسی بڑے امیر کے جملہ جاگیرات کی نگرانی

بیلف

(نائب تحصیلدار)

استوارڈ (مہتمم تعلقدار)

ایک مخصوص عہدہ دار استوارڈ (مہتمم - تعلقدار - (Steward) کرتا تھا - جاگیرات کی عام نگرانی اور انتظام اور جاگیری عدالتوں کی خدمت قضا کی انجام وہی اس کے فرایض تھے یہی نہیں بلکہ اعزازی علاقوں کی عدالتوں کا قاضی بھی استوارڈ ہوتا تھا ۞

زرعی غلامی

جاگیری نظم حکومت کی تاریخ میں غیر آزاد کسانوں کی اصلیت کا مسئلہ نہایت پیچیدہ ہے - ہم بیان کر چکے ہیں کہ سیکسن دور کے کی آرل رسمی حق کی بنا پر آزاد آدمی اور اپنی زمین کا آزاد مالک سمجھا جاتا تھا یا یوں سمجھنا چاہیئے کہ رواج کے سبب سے اس کو زمین عطا ہوتی تھی اور وہ آزاد زمیندار تھا - مگر اسی دور میں ہم کو معلوم ہے کہ تھیو کو اس کا مالک اپنا مال منقولہ تصور کرتا تھا اور فتح کے بعد مزارعین قسم دوم مفقود ہو گئے اور پہلی قسم کے معطی لہم کی کثیر تعداد غیر آزاد کسان یعنی غلامان زرعی بنائی گئی - کتاب بند وبست میں اس بات کا آسانی سے پتہ نہیں ملتا کہ غلامان زرعی اور اہل دیہات کو کیوں کر غیر آزاد مزارعین میں تبدیل کیا گیا اور نہ نارمنوں کے سرکاری تحریرات سے ان کی حقیقت حال معلوم ہو سکتی ہے - بریں ہم کتاب مذکور کی تالیف کے سو برس بعد جبکہ ادب قانونی اور شاہی طلب ناموں کی ترقی و ترویج ہوئی تو اس وقت زرعی غلاموں کی نسبت معلومات کے ذخیرے میں اضافہ ہوا مگر قانون داں اصحاب کے عجیب و غریب نظریات قانونی اور ان اصلی واقعات کے اختلاف سے جو جاگیری امثلہ میں پائے جاتے ہیں مورخ کی پریشانی اور بھی زیادہ ہوتی ہے ۞

زرعی غلاموں کی نسبت نظریۂ قانونی

پہلے تو قانون داں لوگوں نے زرعی غلاموں کی دو قسمیں مقرر کیں پہلی نوعیت کے غلام **ولینس ریگارڈینٹ** (Villains regardant) زمین سے جکڑے ہوئے یعنی زمین کے ملحقات متصور ہوتے تھے اور دوسری قسم کے غلاموں کا تعلق امیر (جاگیردار) کی ذات سے تھا - بالفاظ دیگر پہلا غلام ایسا آزاد شخص تھا جسکی زمین اس سے چھین لی گئی تھی اور دوسرا غلام گویا کہ قدیم **تھیوز** (غلامان مملوک) کی یادگار یعنی ان کی اولاد سے تھا - محققین کے نزدیک یہ فرق بے بنیاد اور خلاف واقع ثابت ہو چکا ہے - بلکہ اصل میں ان دونوں اصطلاحوں کا ایک ہی غلام پر

دو مختلف صورتوں میں اطلاق ہوتا تھا مثلاً اگر کسی جاگیر دار کو اپنے کھیت موسومہ **بلیک** ایکر کی ب سے زرعی خدمت لینا منظور ہوتی تو وہ ب کے مقابل ثابت کرتا کہ اس کا تعلق بلیک ایکر کی کاشت کے ساتھ ہے یعنی وہ غلام زرعی بطور ملحق بلیک ایکر ہے اور کبھی یہی جاگیر دار اپنے حق مالکانہ یا آقایانہ کو بمقابل ب ثابت کرنا چاہتا تو اس وقت اس امر کا ثبوت پیش کرتا کہ ب کا اس کے کسی ایک جاگیر سے تعلق ہے بہر حال جاگیر کو اس لیئے ثبوت کا ذریعہ یا وثیقہ بنایا جاتا تھا کہ امیر کا حق غلام پر قائم ہو جائے مگر مطلق غلام زرعی کے خلاف ان امور کے ثابت کرنے کی ضرورت نہ تھی اور نہ اُس کے ایسے شرایط اہلیت تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ چودھویں صدی کے طرز دعوے وجواب دعوے کے لحاظ سے ان اصطلاحات کا وجود ہوا اور مختصر یہ کہ ان سے غلامان زرعی کی نوعیت پر کسی قسم کی روشنی نہیں پڑتی؛

ازبسکہ قانون کی نظر میں غلام زرعی اپنے امیر کا مال منقولہ تھا اس لیئے اگر وہ ہاتھ پیر کا درست ہوتا تو اس کا آقا اس کو کسی دوسرے امیر کے ہاتھ فروخت یا اپنے کسی ایک جاگیر سے دوسری جاگیر میں منتقل کر سکتا تھا ایسا ہی اس کو اختیار تھا کہ غلام زرعی کو اس کے پورے کھیت یا اس کے کسی حصے سے محروم و بیدخل کر دے۔ اپنی محنت سے غلام زرعی جو کچھ مال و منال پیدا کرتا وہ اس کے مالک کی ملک سمجھا جاتا تھا کیونکہ قانون میں اس کی کچھ شان نہ تھی پھر وہ کیونکر ان چیزوں کا مالک ہو سکتا تھا اسی طرح اس کی موت پر امیر اس کا وارث ہوتا۔ ان کسانوں کی اس قدر بیکسی اور بے لبسی میں بسر ہوتی کہ شاہی عدالت کا دروازہ بھی انکے لیئے نہ کھل سکتا تھا۔ اگر کبھی بہ نظر معدلت امیر سے اس کے مظالم کی پرسش ہوتی بھی تو امیر کا اتنا جواب کہ مستغیث میرا غلام زرعی ہے عدالت کو ساکت کر دیتا تھا۔ اگر امیر اپنے غلام زرعی کی زمین یا اس کا سامان یعنی آلات زراعت ضبط کر لیتا یا اس کی محنت ومشقت میں ناجائز اور غیر ضروری اضافہ کرتا تو غلام کا کوئی فریاد رس نہیں تھا اسلیئے کہ ہر ایک شخص اپنی چیز کو جس طرح چاہے استعمال کرنے کا مجاز ہے دوسرے کو دخل دینے کی گنجایش ہی نہیں۔ غلام زرعی تو جاگیر دار کی گویا ملک تھا عدالت کیونکر دست اندازی کر سکتی تھی۔ کسی طرح سے بھی زرعی غلام اپنی آزادی نہیں حاصل کر سکتا تھا؛

جبکہ کوئی شے اس کی ملک ہی نہیں ہوسکتی تھی پھر کس شے کے عوض وہ حریت خرید سکتا تھا۔ وہ تو زمین سے ملحق وملصق کردیا گیا تھا اور اسی لیئے زمین ملحقہ سے بغیر امیر کی اجازت کے ہٹ نہیں سکتا تھا ؂

کن ذریعوں سے غلام زرعی آزاد ہوسکتا تھا

فقرۂ بالا میں غلام زرعی کے ظاہری حالات بیان کیئے گئے ہیں لیکن حقیقت حال اس کے برعکس تھی سچ تو یہ ہے کہ زرعی غلام کی مختلف حیثیتیں تھیں۔ خود حضرات وکلا کو اعتراف ہے کہ غلام زرعی کے لئے آزادی حاصل کرنے کے چند غیر صریح اور پیچیدہ ذریعے تھے۔ صریح طریقۂ آزادی یہ تھا کہ مالک خط آزادی لکھ دیتا اور علانیہ حُضّار کے سامنے اجازت دیتا تھا کہ غلام زرعی مثل شخص آزاد کے نیزہ وشمشیر باندھے لیکن غلام کو آزاد کرنیکے چند معنوی اور غیر صریح طریقے بھی تھے مثلاً ایک سال اور ایک دن تک اگر غلام کسی سندیافتہ شہر یا کسی جاگیر سلطانی میں رہتا تو آزاد ہو جاتا تھا۔ اس کے سوائے بریکٹن (Brackton) کے زمانے میں اگر مالک اپنے غلام فراری کو اس کی فرار کے چار روز کے اندر دوبارہ گرفتار نہ کرتا تو غلام کو آزادی ملجاتی تھی اور اگر یہی مفرور غلام ایک سال اور ایک دن گزرنے کے پہلے اپنی خوشی سے اپنے کاشانے کو واپس آجاتا اور مالک اسکو گرفتار نہ کرتا تو پھر مالک کا حق گرفتاری باقی نہ رہتا تھا۔ اور اگر ایسی حالت میں غلام گرفتار بھی ہو جاتا تو جب تک اسکی غلامی ثابت نہ کیجاتی وہ آزاد متصور ہوتا تھا۔ اب ایسے غلام کو حق تھا کہ اپنی حریت کے لئے شاہی عدالتوں میں رجوع ہو اس چارۂ کار قانونی کا سبب عدالتوں میں زیادہ تر وکلا کی موجودگی کو جو زرعی غلاموں کی حالت سے بہت متاسف وافسردہ تھے سمجھنا چاہیئے ؂

علاوہ بریں اگر کسی غلام زرعی کو اسکے مالک سے زمین نسلاً بعد نسل عطا ہوتی تو وہ فوراً آزاد ہو جاتا تھا۔ ایسا ہی اگر زرعی غلام کسی کلیسا میں پناہ گزیں ہوتا یا اس سے شجاعت وبہادری ظاہر ہوتی یا اس کو لوگ صادق اور امین سمجھکر اس سے شہادت طلب کرتے تو اس کو آزادی ملجاتی تھی۔ ہرچند غلام زرعی اپنی حریت آپ خرید نہ سکتا لیکن کوئی تیسرا شخص اس کے مالک کو اسی کا کمایا ہوا روپیہ دیکر اس کو آزاد کراسکتا تھا اور اسی بات سے ثابت ہوتا ہے کہ باوجود قانون اس کے خلاف ہونے کے زرعی غلام مال منقولہ رکھ سکتا تھا جب ہی تو وہ اس مال کو کسی غیر کو دیکر

زرعی غلامی کے قیاس قانونی کے مستثنیات

اور اس سے اپنے مالک کو اپنی قیمت دلا کر آزاد ہوتا تھا۔ کسی دوسرے امیر سے بطور شخص آزاد زرعی غلام زمین حاصل کر سکتا تھا مگر اس کا مالک اسکی اس زمین کو ضبط کر لینے کا مجاز تھا اور اس ظلم و زیادتی کے سبب سے اس پر کوئی حرف نہ آتا تھا اور جب تک کہ زمین جدید اس طرح ضبط نہ ہوتی غلام مذکور اس زمین کا آزاد کسان و معطی نہ سمجھا جاتا تھا اور ہر ایک شخص کا بجز اس کے مالک کے فرض تھا کہ اس کے ساتھ مثل احرار سلوک ہو۔ اگرچہ امیر اپنے غلام زرعی کا اصولاً وارث تو تھا لیکن عمل اس کے خلاف ہوتا تھا یعنی اُس کی فوتی پر اگر اس کا فرزند زمین کے معاوضے میں کوئی قابل قدر شے امیر کو دیتا تو وہ خاموش ہو جاتا اور زمین زرعی غلام کے حقیقی وارث پر بحال ہوتی تھی غلام متوفی کے متروکے سے امیر عموماً سب سے اچھا گھوڑا یا گائے لیتا تھا اور باقی چیزیں اُس کی اولاد کو ملتی تھیں۔ اسی طرح ہر چند غلامان زرعی کو اپنی شے اپنے حسب خواہش بیچنے کی اجازت تو قانون سے تھی لیکن اس پر بہت کم عمل ہوتا تھا۔ تمدنی حیثیت سے دیکھا جائے تو بھی ہر ایک امیر کو غلامان زرعی کے پرداخت کی ضرورت تھی اس لئے کہ جاگیر کی ترقی اور زمین کی شادابی کا دار و مدار انھی کی ذات سے وابستہ تھا آزاد کسانوں یعنی زمینداروں سے امیر اس طرح کی توقع نہیں رکھ سکتا تھا۔ جاگیر دار کے لئے یہ غلام گویا سونے کی چڑیا تھے ان کو ناراض کرنا اور جاگیر سے علیحدہ کرنا ان کے حق میں سم قاتل تھا۔ یہ صحیح ہے کہ قانون مطلق ان کی تائید میں نہ تھا اور نہ اس سے ان کی حمایت ہوتی تھی تاہم رسم جاگیر کے ہاتھوں امرا مجبور تھے اور ان کو رواج کی پابندی ضروری تھی۔ رسم زمانہ کے موافق جس قدر محنت مشقت لینے اور اس کے معاوضے میں ان غلاموں کو زمینات دینے کے معاہدے امرا سے طے پایا کرتے اور ان کے دلوں پر اپنے قول کا خواہ کتنا ہی کم اثر ہوتا لیکن رواج ملکی کی پابندی کرنا ان کو لازم تھا۔ اس پر کچھ موقوف نہ تھا اگر امیر چاہتا تو خلاف وعدگی بھی کر سکتا اور ایسا کرنے سے اُسے کوئی منع بھی نہ کر سکتا تھا لیکن زرعی غلامی اُس زمانے میں ہوا کرتی تھی جبکہ رسم اور قانون میں کوئی فرق نہ تھا بلکہ دونوں ایک سمجھے جاتے تھے۔ ان غلاموں کے متعلق اس خیال کا ظاہر کر دینا بھی ضرور ہے کہ زرعی غلامی سے رشتۂ اتحاد قائم تھا مالک اور غلام نسبتی لفظیں ہیں ان سے امیر (جاگیر دار) اور اس کے غلام زرعی کا تعلق و رشتہ

ثابت ہوتا ہے - زرعی غلام صرف اپنے امیر کے مقابل میں غلام اور دوسروں کے مقابلے میں آزاد تھا اور اگرچہ اس کے مقدمات دیوانی کی سماعت امیر کی عدالت میں ہوتی تھی لیکن فوجداری نالشوں کے لحاظ سے آزاد اور غلام میں کوئی امتیاز نہیں تھا حتیٰ کہ تیرھویں صدی کے اوائل میں قانون نے دونوں کو ساوی کردیا - ارتکاب جرم کی دونوں کیلئے ایک ہی سزا تجویز ہونے لگی اور دونوں کیلئے دیوانی نالشوں میں ایک ہی قسم کا چارۂ کار مقرر ہوگیا - ایک موقع پر نہیں بلکہ متعدد صورتوں میں قانون نے زرعی غلام کو حکومت جمہوری (کامن ویلتھ (Commonwealth) رفاہ عام کا رکن تسلیم کیا ہے، سند اعظم کی رو سے جس طرح بادشاہ کے لیئے غلام زرعی پر بہ نہایت سنگین جرمانہ کرنا ممنوع قرار پایا اسی طرح مالک کے واسطے بھی غلام مذکور کا مال غصب کرنا ناجائز ٹھیرا اس کے بہت پہلے سے رپورٹ محکمۂ مال (Dialougsde Seacario) سے ظاہر ہے کہ غلام زرعی کا مال محکمۂ مالیہ صرف اسی وقت ضبط کرسکتا تھا جبکہ پہلے اس کے جاگیردار کی زیمنات عدم ادائی زر پسر کی سزا میں قرق کرلی گئی ہوں ۱۲۳۲ء میں کیمونے کنسی لیم (مجلس قومی - مجلس شوریٰ (Commune Concilium) کے ارکان نے آپ پر اور اپنے غلامان زراعتی پر محصول کے عائد ہونے کی منظوری دیدی اور اگرچہ ہنری دوم کا مقصد صرف حرار کو مسلح کرنا تھا لیکن ۱۲۵۲ء میں اسایز آف آرمز (قانون اسلحہ (Assize of Arms) کے نفاذ سے زرعی غلاموں کو بھی ہتیار باندھنے کا حکم دیا گیا - ہرچند غلام زرعی بحیثیت قاضی نہ کسی آزاد آدمی کے خلاف فیصلہ صادر کرسکتا اور نہ مقدمات دیوانی کی بحیثیت جوری سماعت کرسکتا تھا تاہم مقامی عدالتوں میں وہ قصبے کی جانب سے نیابت کرتا تھا اور بحیثیت **جوری کلاں** مجرمین کو چالان کرتا اور محصول عائد کرنے والی یا زر لگان مقرر کرنے والی جوری میں شریک ہوتا تھا - اس سے ثابت ہے کہ بادشاہ جب کبھی اُس کو اپنے حقوق شاہی کی نسبت ملک کی مرضی و خواہش کمیشن یعنی جوری کے ذریعے سے دریافت کرنی ہوتی وہ کبھی زرعی غلاموں کی شہادت قبول کرنے میں پس و پیش نہیں کرتا تھا۔

اس طرح سے **گلین ول** (Glanvill) سے لیکر بلیک اسٹن (Blackstone) تک تمام ائمۂ قانون کو زرعی غلام کی نسبت غلط فہمی ہوئی ہے اصل واقعات بالکل قیاس قانونی کے متضاد ہیں اس اختلاف کا سبب ایک حد تک اُس زمانے کا رسم و رواج ہے جس پر زرعی غلامی کا مدار تھا اور جس سے قانون غیر موضوعہ

بالکل ناآشنا تھا مگر اس کی اصلی وجہ اس زمانے کے ائمۂ قانون کا برطانیہ کی زرعی غلامی کو رومیوں کے ہاں کی غلامی کے سانچے میں ڈھالنے کا رجحان طبع ہے۔ اگر یہ لوگ اس سانچے میں مسکین غلام (Theow) کو ڈھالتے تو زیادہ مناسب تھا۔ ہمارے خیال میں ان لوگوں نے اسلیئے ایسے قیاسات قانونی گھڑ لیئے کہ ان کو اس غلامی میں بھی مثل رومیوں کے غلامی کی مناسبت، تعمیم اور سادگی پیدا کرنی منظور تھی۔ اور ہم جانتے ہیں کہ انگلستان کی غلامی ہرگز ایک نوع کی اور سادہ نہیں تھی اور نہ اس کے متعدد اقسام کو عام الفاظ کے ذریعے سے بیان کرنا ممکن ہے۔ بریکٹن جو چودھویں صدی میں گزرا ہے دل سے رومیوں کے اس مقولے کا قائل تھا کہ "انسانوں کی صرف دو قسمیں ہیں احرار یا مملوک"، مگر انگلستان میں آدمیوں کی اس سہولت کے ساتھ صرف دو فرقوں میں تقسیم نہیں ہوئی تھی اسلیئے اہل برطانیہ کے واسطے یہ تقسیم اصلی نہیں بلکہ مصنوعی تھی۔ جب ہم آگے چل کر زرعی غلام کی شان قانونی اور اُس کی زمین زرعی سے بحث کرینگے تو معلوم ہوگا کہ غلامی کے لیئے ان میں سے کسی ایک (شئے) کو معیار نہیں قرار دیا جاسکتا۔ اس امر کا ہرگز سراغ نہیں ملتا کہ آیا کسان کی شان (قانونی) کے سبب سے یا عطیۂ ارضی کی بنا پر وہ غلام متصور ہوتا تھا یا آزاد، اس لیئے اس بات کا صحیح اندازہ کرنا نہایت دشوار ہے۔ اس کے علاوہ احرار اور مملوک کے درمیان مزارعین کی ایک کثیر جماعت ایسی بھی تھی جس کا صحیح طور پر نہ تو احرار میں ہی اور نہ مملوک میں شمار ہوتا تھا اور اگر اسوقت کے حالات میں ذراسی تبدیل ہو تو وہ جماعت نہایت آسانی سے احرار یا مملوک کے زمرے میں جیسی کہ صورت ہو داخل ہوسکتی ہے۔ چونکہ مختلف قسم کے آدمیوں سے ان کم آزاد کسانوں کا فرقہ بنا تھا اس لیئے ان کے اور ان کے امرائے معطی کے تعلقات کے اسباب واثرات بھی مختلف تھے۔ آزاد سیکسن کی آرل (کسان) کا اس کے امیر کے ساتھ کبھی تعلق شخصی ہوتا اور کبھی ان دونوں کے اتحاد ورشتے کی بنا عطیۂ ارضی واختیارات عدالت ہوتے تھے۔ ان تعلقات سے کسی ایک تعلق کے سبب سے کسان اپنے امیر کا غلام نہیں ہوسکتا تھا لیکن امرائے اجانب کی صدارت وحکومت کے سبب سے ان کسانوں کی طبیعت میں ضرور ایک طرح کا غلامانہ عجز پیدا ہوگیا تھا۔ امرا کی فکر تھی کہ جس قدر ہوسکے زیادہ تحصیل وصول کریں۔

مزارعین چونکہ مغلوب و محکوم تھے اس لیئے انھوں نے امرا کی دست درازیوں سے مخالفت کرنے میں عجز اختیار کرلیا اور اسی واسطے وہ آزاد مزارعین و زمیندار جن کی اراضی رسم کی بنا پر پشتہا پشت سے چلی آرہی تھیں نیم آزاد کسان بن گئے ہیں۔ جس طرح امرا کیجانب سے ان کے مختلف علاقوں میں ظلم و تعدّی میں کمی و زیادتی ہوتی اسی طرح کسانوں کی غیر آزادی کی مقدار بھی بڑھتی گھٹتی رہتی تھی۔ اس کے سوائے غلام کی آزادی و غیر آزادی پر روایات قدیمہ کا بھی ضرور اثر پڑتا تھا۔

رنایائے جاگیر کے فرائض

مزارعین جاگیر کے تین زراعتی فرائض تھے۔ (۱) **گیفل یا ٹریبیوٹ** ("Gafol of tribute") (ادائی خراج یعنی زر لگان۔ (۲) **بون ورک** ("Boon-work") (کار مفت۔ بیگاری۔ (۳) **ویک ورک** (ہفتے داری کام (Week work)۔ ان میں سے اکثر فرائض کو آزاد اور غیر آزاد دونوں قسم کے کسان انجام دیتے تھے لیکن بعض فرائض زرعی غلاموں کے لیئے مخصوص تھے۔

(۱) خراج

خراج (کی ادائی) چھوٹی چھوٹی رقوم کی ادائی پر مشتمل تھی مثلاً ہر دس پنس کی آمدنی کے لیئے ایک پینی امیر کو ادا کرنا اس ادائی کا ماخذ امیر کے اختیارات عدالت تھے اسی طرح امیر کی نہریں، کنویں، تالاب اور دریاؤں اور افتادہ زمینوں کی مِلک کی بنا پر اس کو ماہی گیری اور چوبینہ تراشی کے معاوضے میں نقرئی سکہ ادا کرنا پڑتا تھا۔ غلام زرعی سے نہایت قلیل مقدار میں کبھی نذرانے بھی لیئے جاتے تھے مثلاً مرچیٹ (Merchet) وہ نذرانہ تھا جس کو کسان مذکور اپنی لڑکی کی کتخدائی کے وقت ادا کرتا تھا اور دوسرے نذرانے اس وقت لیئے جاتے تھے جبکہ وہ اپنا گھوڑا یا بیل بیچتا یا اپنے کھیت کو بے زراعت ڈال رکھتا۔ اس کے علاوہ غلام زرعی کو اپنا اناج امیر کی چکی میں پیسنا پڑتا اور روٹی امیر کے تنور میں پکانی ہوتی تھی اور اس رعایت و اعزاز کے معاوضے میں اس کو کچھ روپیہ امیر کو ادا کرنا لازم تھا اور زر مالگذاری کے عوض غلام زرعی اپنے ذخیرے سے اپنا غلّہ ادا کرتا تھا۔

(۲) بیگاری

بیگاری کے واسطے جو کبھی کبھی لیجاتی تھی سال میں بعض موسم و اوقات مقرر تھے مثلاً بونے اور کاٹنے کا زمانہ۔ ہر ایک جاگیر اور ضلع کے رواج کے موافق کام کی مقدار مقرر ہوتی تھی اور رسم ہی کی بنا پر امیر اپنی بیگاری میں کام کرنے والے مزارعین و عمّال کے اکل و شرب کی قسم و مقدار مقرر کرتا تھا۔

(۳) ہفتہ واری کام

ہفتے داری کام کے واسطے

ہفتے میں چند یوم معین تھے جن میں امیر کی زمینوں پر اس کے غلامان زرعی کام کرتے تھے اگرچہ سال کے بارہ مہینے یہ کام ہوتا رہتا لیکن موسم سرما کی بہ نسبت دوسری مصروفیت کے زمانے میں ہفتے کے کام کرنے کے دنوں میں اضافہ کر دیا جاتا تھا۔ ہل جوتنے ناگر چلانے اور بونے پر ہفتہ واری کام مشتمل تھا اسی کام میں نالیوں کے کھودنے اور دلدل کی زمینوں سے بذریعۂ بدرو کیچڑ اور پانی کے خارج کرنے اور سڑکوں اور پلوں کی تعمیر اور دفتر جاگیر اور انبار خانے کی ترمیم کا شمول تھا بہر حال جاگیر کے ہر ایک کار متعلقہ کا ہفتہ واری کام میں شمار تھا۔

شان غلامی اور غیر آزاد زمینداری کی آزمائشیں

لڑکی کی کتخدائی کے ضمن میں یا گھوڑا اور بیل کے بیچنے پر امیر کو نذرانہ ادا کرنے یا بحیثیت (نائب جاگیر۔ مالی پٹیل) ملازمت کرنے سے یقیناً کسان آزاد نہیں بلکہ غلام زرعی متصور ہوتا تھا مگر ان اوصاف کو بھی غیر آزاد مزارعین کے لیئے صحیح معیار نہیں ٹھرایا جاسکتا اس لیئے کہ اس حالت کو قایم ہوئے زیادہ دن نہیں گزرے تھے کہ مسئلۂ زمینداری وقعت کی نظر سے دیکھا جانے لگا اور اس میں اور (کسانوں کی) شان (قانونی) میں فرق شروع ہو گیا اور اس کے ساتھ ہی اس بات سے بھی انکار نہیں ہوسکتا کہ جن شرائط اہلیت کے سبب سے کسان غیر آزاد سمجھا جاتا تھا اُنھی کے سبب سے اُسکی زمینداری غلامانہ (غیر آزاد) ہو جاتی تھی اس واسطے غیر آزاد زمینداری کے لیئے سب سے زیادہ باوقعت اور صحیح معیار شاہی عدالتوں کا کسان کو امداد دینا یا نہ دینا معلوم ہوتا ہے۔ یہ سچ ہے کہ غیر آزاد کسان یعنی زرعی غلام کیلئے بصورت بیدخلی اپنے امیر کے مقابلے میں کوئی چارہ کار قانونی نہیں تھا مگر اسکے ساتھ ہی یہ امر بھی غور طلب ہے کہ چارۂ قانونی کا نہ ہونا غیر آزاد زمینداری (زرعی غلامی) کا نتیجہ تھا نہ کہ سبب اور شاہی عدالتوں کی دست اندازی یا عدم دست اندازی قضاۃ کے اختیار و تمیز پر منحصر تھی۔ اگر قاضی کے نزدیک بیدخل کسان کے فرائض معینہ ثابت ہوتے تو وہ اسکو اس کی زمین پر دخل دلاتا تھا اور اگر وہ غیر معینہ پائے جاتے تو مداخلت کرنے سے انکار کرتا تھا۔ چنانچہ بریکٹن کا مقولہ ہے کہ غیر آزاد کسان کی شناخت اس کے روزانہ کام سے اُس کی ناواقفی ہے، اسکو معلوم نہیں کہ کل اُسے کیا کرنا ہوگا، مگر ہماری رائے میں اس طرح کام کی غیر معینہ حالت کو زرعی غلامی کا معیار بنانا صحیح نہیں ہوسکتا۔ اس لیئے

کہ اس کے سبب سے اکثر اس قسم کی زمینداریاں جن کے متعلق غیر معین زراعتی خدمتیں ہوں غیر آزاد قرار پاجاتی ہیں اور یہ اس واسطے کہ امیر اپنی مرضی کے موافق اور موسم (برف و باراں) کے لحاظ سے کام بتلایا کرتا تھا پھر کسان کے لیئے کیونکر ممکن تھا کہ پہلے سے وہ کام کی نوعیت اور مقدار کا اندازہ کرسکتا۔ حقیقت حال یہ ہے کہ ہر ایک کسان خواہ وہ آزاد ہو یا غیر آزاد کار مفوضہ کا پہلے سے ہی تھوڑا بہت اندازہ کرلیتا تھا۔ اور بالفرض کسان سے اس طرح کی غلطی بھی ہو کہ اس نے خندق کھودنے کا اندازہ کیا درحالیکہ اس سے اناج بار کرنے کو کہا جاے تو اس سے کیا ہرج ہو سکتا ہے اس لیئے کہ تمام دن میں کس قدر خندق کھودی جائیگی اس کا اُس کو اندازہ د علم ہو سکتا ہے۔ اور اگرچہ عدالتیں بھی جانتی تھیں کہ کسان اپنے کام کا اس طرح یقین و تعین کرسکتا تھا تاہم اسی قیاس کی بناپر کہ اس کا کام اور محنت غیر معینہ ہے اکثر دخل یابی کے مقدموں میں وہ فریق متضرر کو غیر آزاد کسان تصور کرتی تھیں تا وقتیکہ اس کے خلاف کسان اپنے کار مفوضہ کو معین و متیقن نہ ثابت کرتا اسی طرح اگر امیر چاہتا کہ کار مقررہ و معینہ سے زیادہ غیر آزاد کسان سے کام لے تو بجز عدالت امیر کے کسی دوسری عدالت میں اس کے لیئے چارۂ کار نہ تھا۔

انتقال زمین کے طریقے سے بھی آزاد اور غیر آزاد کسان میں امتیاز ہوتا تھا۔ پہلی شکل میں عطا اور سند کے ذریعے سے اور دوسری صورت میں راضی نامہ و قبولیت کی معرفت زمین منتقل ہوتی تھی۔ ابتدا میں زمین کے دعوے میں غیر آزاد کسان کو اپنے حق کے اثبات کے واسطے شہادت تحریری نہیں ہمدست ہو سکتی تھی بلکہ وہ ایسے گواہوں کو پیش کرتا تھا جنھوں نے اس کو زمین پر قابض ہوتے اور امیر کو اسے قبول کرتے ہوے دیکھا ہو یا جن کو یہ امور یاد ہوں۔ مگر جب سے جاگیری عدالتوں کا وجود ہوا اور ان میں امثلہ (دفتر) کے تحفظ کرنے کا انتظام ہوا اس وقت سے جاگیردار اور اس کے مزارعین کے معاملات (زمین) کو ضبط تحریر میں لانے کا طریقہ مکمل آیا اور دائمی زمانے سے) غیر آزاد کسانوں کی حالت زیادہ محفوظ ہوئی اور جاگیردار کے لیئے کسان کے مقابلے میں معاہدے کی خلاف ورزی کرنا اس قدر آسان نہیں رہا بلکہ اپنے معاہدۂ تحریری و تکمیل شدہ سے وہ انحراف ہی نہیں کرسکتا تھا اور وہ شخص جو اسکے

نقل داری کی ابتدا

پہلے رسم جاگیری کی بنا پر معطل یا کسان بنایا جاتا تھا اب "وثیقۂ عدالتی کا نقل دار" ہو گیا یعنی اس کے انعام کا ماخذ رسم جاگیر نہیں بلکہ نقل وثیقۂ عدالت (جاگیر) ہو گیا۔ اور اب اس کو ہر ایک کے خلاف حتی کہ اس کا امیر معطی ہی کیوں نہو عدالت جاگیر میں نالش کرنے کا حق پیدا ہو گیا۔

جب قدیم شاہی علاقے کی جاگیریں امرا کے ہاتھوں میں چلی گئیں تو وہاں کے غیر آزاد مزارعین کے حقوق کی حفاظت کے دو مخصوص چارہ کار تھے۔ اگر امیر کسی کسان کو بیدخل کرتا تو وہ عدالت شاہی میں اپنے افضل تر اور قدیم تر حق کے ثابت کرنے کو رجوع ہوتا تھا اور اس غرض کے لیئے عدالت موصوفہ سے ناظر عدالت جاگیر کے نام ایک حکمنامہ بدیں مضمون جاری ہوتا تھا کہ مدعی کے حق کی کما ینبغی رسم جاگیر کے مطابق حفاظت و تائید کیجائے۔ دوسرا چارۂ کار یہ تھا کہ کسان کی درخواست پیش ہونے پر ایک حکمنامہ موسومہ مانسٹراویرنٹ (انھوں نے دکھلایا یعنی ثابت کیا۔ (Monstraverunt) جاری ہوتا تھا جس کے سبب سے قدیم شاہی مینروں کے مزارعین پر ان کے امرا اُن کی خدمتوں میں اضافہ نہیں کر سکتے تھے۔

ساکنان تعلقہ

غیر آزاد مزارعین میں بعض ایسے لوگ بھی تھے جو اپنے امرا کے ایک حد تک تابع فرمان نہیں تھے مثلاً تعلقہ کے ایسے مزارعین جن کے ذمے اپنے اپنے گاؤں کی نمائندگی تھی اور جو اس حیثیت سے تعلقہ اور ضلع کی عدالتوں میں جوری کا کام انجام دیتے تھے اکثر اُن فرایض کی بجا آوری سے مستثنیٰ تھے جن کا بجا لانا زرعی غلاموں کے لیئے لازم تھا۔ حالانکہ یہ لوگ بھی اصل میں اسی قسم کے غلام تھے لیکن متذکرہ عدالتوں میں وکلائے قوم کی حیثیت رکھنے سے آزاد کسان محسوب و متصور ہوتے تھے۔

خدمت کے بجائے وصول رقم

اس کے سوائے زر مالگذاری ادا کرنے والے زراعتی غلام کو آزاد کسان اور آزاد آدمی سے علیحدہ سمجھنا نہایت مشکل تھا۔ اس قسم کے کسان کو مولمین (Molman) کہتے تھے۔ شخصی خدمت کے بجائے روپیہ لینے کے طریقے سے امیر اور کسان دونوں کے لیئے سہولت و آرام ہو گیا۔ اب دوسرے شخص کو مہلت مل گئی کہ اپنا تمام وقت اپنے کھیت میں صرف کرے اور مثل سابق سال کا بہترین حصہ مالک کی سیری پر گزارنے کی ضرورت باقی نہیں رہی اور پہلا شخص بھی زرعی غلاموں اور ادنی درجے کے آزاد کسانوں کے

فرزند اکبر کے سوا ان کے دوسرے لڑکوں سے اجرت پر محنت لینے کا مجاز ہوگیا۔ علاوہ بریں امیر کو اب یہ موقع بھی مل گیا کہ اپنی سیر ہی اور افتادہ زمینوں کو چھوٹے ٹکڑات (قطعات) بنا کر دوسروں کو دے جس کے معاوضے میں وہ بحیثیت رعیت ان کو آباد کریں اور امیر کو اجرت پر مزدور بہم دست ہوں۔ خدمت کے عوض رقم لینے کے شروع زمانے میں جاگیردار اکثر معاہدات اراضی میں اس بات کو مشروط کرتے تھے کہ بوقت ضرورت زر مالگذاری کے بجائے وہ خدمت لیا کرینگے۔ لیکن چند ہی روز میں زمین کے معاہدوں سے یہ شرط مفقود ہوگئی اور چونکہ ابتداء سے زر مالگذاری ادا کرنے والا کسان آزاد کسان (زمیندار) متصور ہوتا تھا اس لیئے اُن زرعی غلاموں میں جو خدمت کے بجائے زر مالگذاری ادا کرتے تھے اور رسمی مزارعین یعنی نقلداروں میں تمیز کرنا ہی ممکن نہ تھا۔

جاگیردارانہ نظم معاشرت کا زوال

چودھویں صدی کے اوائل تک تو برطانیوں کے قریب قریب کل غیر آزاد فرقے آزاد ہوگئے۔ اسی زمانے میں نظام جاگیری کے قویٰ میں بھی انحطاط آگیا اور اس کا دور بحیثیت نظام معاشرت و تمدن اپنے اختتام کو پہنچ رہا تھا اس کا خاص سبب ۱۳۴۸ء کی وبا تھی جس کو قہر الٰہی سمجھنا چاہیئے اور جس کی ابتداء بمقام میلکوم ریجس (Melcombe Regis) ضلع ڈارسیٹ سے ہوئی۔ یہاں آنے کے پہلے اس نے یورپ کے اکثر ممالک کو فنا کر دیا تھا۔ میلکوم کے بعد ہی انگلستان کے مشرقی اور مغربی شہروں پر چھاپا مارا اور ایک سال کے اندر ہی ملک کی نصف سے زیادہ آبادی کا صفایا کر دیا۔ اس بلائے آسمانی اور مصیبت ناگہانی کا لازمی نتیجہ قومی زندگی کے ہر ایک صنف میں تغیر کا پیدا ہونا تھا۔ اگرچہ اس کی ابتدا بھی اسی طرح منحوس و غم افزا تھی جس طرح اس کا خاتمہ اندوہ گیں و روح فرسا تھا تاہم یہ امر زیادہ حسرت ناک ہے کہ برطانیوں کی مسرت جو ان کو فتوحات فرانس کے باعث حاصل ہوئی تھی مبدل بہ غم ہوگئی۔

بلیک ڈیتھ کے اثرات

انگلستان کی تاریخ تمدن پر بلیک ڈیتھ (وبا) (Black death) کا خاص اثر ہوا ہے۔ بعض مورخین کی رائے میں جیسا کہ گرین صاحب اور ڈاکٹر اسٹبز ہیں

اس وبا کے اثرات چنداں قابل لحاظ نہیں ہیں چنانچہ اسی بنا پر انکے خیال میں نظام جاگیری کا خاتمہ اس کی اصلی موت کے سبب سے ہوا۔ اِس وبا کا کچھ دخل نہیں۔ مگر اکثر مورخین اُن کی رائے سے اختلاف کرتے ہیں اور اگرچہ ان میں بھی وبا کے خاص خاص اثرات کی نسبت آپس میں اختلاف ہے لیکن سب کا اس پر اتفاق ہے کہ وباہی کی بدولت نظام جاگیری کا برطانیہ سے استیصال ہوا معلوم ہوتا ہے کہ وبا سے زیادہ تر مرد اور وہ بھی نیچ قوموں کے مرد فوت ہوئے اور عورتیں اور بچے اس میں کم مبتلا ہوئے ہیں۔ جاگیری دفاتر سے پایا جاتا ہے کہ نصف آبادی ذکور وبائے منحوس کی نذر ہو گئی۔ ظاہر ہے کہ نیچ قوم کے مردوں کی کثرت ہلاکت سے مزدور کمیاب ہو گئے اور شرح اُجرت بڑھ گئی۔ غیر آزاد مزارعین (زرعی غلاموں) نے بھی اپنے امرا کو دھمکی دی کہ اگر ان کی خدمتوں کی ادائی رقم کی شکل میں نہ بدلی جائے اور زر مالگذاری کی شرح میں تخفیف نہ ہو تو وہ اپنی اراضی بھی امرا کے حوالے کر کے اُن زمینوں سے چلے جائینگے۔ امرا پر اُسوقت دُہری آفت ٹوٹ پڑی تھی ان کو اپنی ہی اراضی مزدوروں کی عدم دستیابی سے دوبھر ہو رہی تھیں اس پر رعایا کی اراضی کی نگرانی و انتظام کاشت اور بھی دشوار ہو گیا۔ چونکہ اُن دنوں مالکان زمین کے ہاں زمین کی اس قدر افراط تھی کہ اُس کا کاشت کرانا ناممکن تھا اور مزدور اجرت بہت طلب کرتے تھے اس لیئے یہ لوگ رؤسا پر حاوی ہو گئے تھے ؎

اب رؤسا کی کیفیت سنیئے۔ اس زمانے کی پارلیمنٹ اصل میں زمینداروں کی مجلس تھی اس لیئے وہ مسلسل کوشش کر رہے تھے کہ شرح اجرت اور قیمت اشیا و اعتدال پر لانے اور مزدوروں کو ایک پیرش (حلقۂ آبادی) سے دوسری پیرش میں منتقل ہونے سے بذریعۂ قانون روکا جائے۔ مگر جیسا کہ لوگ پہلے سے سمجھے ہوئے تھے رؤسا کو اُس کے متعلق قانون بنانے میں کامیابی نہیں ہوی اور ان کی محنت رایگاں گئی۔ اِس لیئے اُن لوگوں کی دوسری کوشش یہ ہوئی کہ سابق کے مانند کسانوں سے زر مالگذاری کے بجائے محنت مزدوری اور نظام جاگیری کے زمانے کی خدمتیں لیا کریں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سرمایہ داروں اور عمّال میں کشیدگی پیدا ہو گئی، فساد برپا ہونے لگا اور عام حیرانی و پریشانی پھیل گئی۔ کسانوں نے اتفاق باہمی پر کمر باندھ لی اور انجمنیں۔ کلب۔ جماعتیں قایم کر دیں اور سب نے ایکدل ہو کر آپس میں عہد و پیمان اور اس بات پر حلف کیا

کہ جبتک اجرت کی شرح میں جس کو قانون سے روکا گیا ہے کافی اضافہ نہو وہ اپنی کوشش سے باز نہ آئیں اور جب تک امرائے مذکور سے انتقام نہ لیں اپنی کمریں نہ کھولیں گے۔ اس کے بعد ہی اُس فساد کا آغاز ہوا جو تاریخ میں شورش مزارعین بابت ۱۳۸۱ء کے نام سے مشہور ہے۔

بہر حال بلیک ڈیتھ (وبا) کے اثرات قریب ایسے تھے جن کا فقرۂ بالا میں بالاجمال ذکر کیا گیا ہے لیکن اس کے اثرات بعیدہ کی نسبت مورخین میں اختلاف ہے کاربٹ صاحب (Corbett) کی رائے ہے کہ وبا کے سبب سے مزدوروں کی ترقی کچھ مدت کے واسطے رک گئی اور غیر آزاد کسان کی قسمت کا فیصلہ ملتوی ہو گیا دوسرے گروہ کے خیال میں جس کی سرکردگی ڈاکٹر کننگھم (Dr.Cunningham) اور علامہ تھرالڈ راجرس (Thorold Rogers) کرتے ہیں اس وقت کے اسباب کو وبا مذکورہ نے عملی جامہ پہنایا۔ اس گروہ کے خیالات زیادہ تر منطقی دلائل پر مبنی ہیں اُن کا مقولہ ہے کہ وبا ایک دور جدید کی ہراول تھی اس کو برطانوی عمّال کے حق میں زمانۂ زرّیں خیال کرنا چاہیئے۔ اس کے ساتھ ہی ان حضرات کو اسکا بھی اعتراف ہے کہ ضروریات زندگی کے گراں ترین نرخ کے باعث مزدور اپنی بہت بڑہی چڑھی شرح اجرت سے زیادہ مستفید نہ ہو سکے۔ اس کے سوائے عمّال کے افلاس کا ایک دوسرا سبب بھی تھا۔ پندرھویں صدی کی بدنظمی اور ضعف حکومت سے خصوصاً مزارعین کو سخت نقصان پہنچا امرا کے خلاف ان کے لیئے کوئی سہارا نہ تھا اور امرا بجائے زراعت بھیڑ بکریوں کی پرورش میں مشغول تھے۔ اگرچہ گوسفندوں کے رکھنے اور پالنے میں نفع کثیر تھا لیکن اندنوں وبا کے شدید حملے کے بعد توالد وتناسل انسانی میں کثرت ہو گئی تھی تمام اہل ملک زیندار تو تھے نہیں کہ گوسفندوں کو اپنی زمینوں پر رکھکر بسر اوقات کر سکتے لہذا جب زینداروں نے اجرت پر زراعت کرانا موقوف کر دیا تو ملک کی بڑھی ہوئی آبادی کا افلاس پہلے سے بھی زیادہ ہو گیا اور جبتک آبادی کی مناسبت سے حصول معاش کے متعدد دوسرے ذرایع نہیں نکل آئے ملک کا افلاس نہیں مٹا۔

اسی طرح پندرھویں صدی کا زیندار بھی آفتوں میں مبتلا ہو گیا تھا۔ اس کے اکثر مزارعین ہلاک ہو گئے تھے اور جو باقی رہ گئے تھے وہ بہت قلیل مالگذاری ادا کرتے تھے۔ مزدوروں کے ہاتھ سے بھی وہ نالاں تھا اس لیئے کہ اجرت کی شرح بھی ناقابل برداشت ہو گئی تھی اور زمین اس کے ہاں اس قدر زیادہ ہو گئی تھی کہ وہ اس کی کاشت نہیں

کر سکتا تھا۔ رفتہ رفتہ ان مصائب سے نجات پانے کی دو صورتیں نکل آئیں زراعتی زمین کو چراگاہ میں مبدل کرنا پڑا۔ سر دست اس سے یہ فائدہ ہوا کہ کاشت کیلئے مزدوروں کی ضرورت باقی نہیں رہی اور اراضی کو پٹے پر دینے کا طریقہ جس کی تیرھویں صدی میں ابتدا ہوئی تھی خوب رائج ہوگیا۔ اس زمانے سے زمینداروں کی حیثیت کسانوں کی سی نہیں رہی بلکہ وہ مالگذاری لینے والے (جاگیردار) متصور ہونے لگے اور جن زمینوں کو وہ پٹے پر نہیں دیتے ان کی زراعت بذریعۂ عمال خود اجرت پر کراتے تھے۔ رچرڈ سوم کے عہد سلطنت کے خاتمے پر غیر آزاد مزارعین تقریباً مفقود ہوگئے اور جو معدودے چند زرعی غلام کہیں کہیں پائے جاتے تھے وہ عموماً ملک کے آخری حصوں میں تھے۔ بہرحال جاگیردارانہ عطیات ارضی کے خاتمے کے ساتھ ان غلاموں کی ہستی بھی ختم ہوگئی۔ ان غلاموں کے بجائے ملک میں اب نقل دار اور پٹے دار نظر آنے لگے اور انہی میں وہ مزدور بھی شامل ہوگئے جن کے ہاں زمین نہ تھی۔ سلاطین ٹیوڈر کے دور میں تو ان ادنیٰ درجے کے آزاد مزارعین کا بھی جن کو جاگیرداروں سے اراضی عطا ہوئی تھیں زمینداروں کے طبقے میں شمار ہونے لگا۔ اس زمانے کے لحاظ سے ہر ایک مالک زمین جس کو بیس پونڈ سے چالیس پونڈ تک سالانہ مالگذاری وصول ہوتی تھی زمیندار یا آزاد کسان متصور ہوتا تھا۔ انہی دو حدود رقمی کو اس کے لئے معیار ٹھرایا گیا تھا۔ اس کے تین صدیوں بعد تک طبقۂ زمینداران ملک کی پشت و پناہ سمجھا جاتا تھا۔ سر جان فارٹیسکیو (Sir John Fortespue) جو پندرھویں صدی میں گزرا ہے انکا مداح صادق تھا اس کی دانست میں اس وقت کی مشہور و عظیم خانہ جنگی میں پیوریٹن فرقے کے حق میں طبقۂ مذکور نے سپر کا کام کیا ہے۔ اگرچہ یہ لوگ پیوریٹن کے اس قدر حامی تھے لیکن انھوں نے ۱۶۸۸ء کی بغاوت میں کسی طرح کی شرکت نہیں کی۔ سبب یہ تھا کہ سیاسیات میں قوم کی رہبری کرنے کا مادہ ان سے مفقود ہوگیا تھا اور اٹھارھویں صدی میں جبکہ فلاحت کو ترقی دینے کی صورتیں نکل آئیں تو نکبت اور جہالت کے سبب سے ان کی حالت اس قدر سقیم ہوگئی تھی کہ اُن سے فائدہ اٹھانا تو درکنار بلکہ یہ ان کے استعمال سے بھی واقف نہ تھے۔ اور اسی وجہ سے ان مزارعین کا بہت جلد خاتمہ ہوگیا۔ ان کے خلاف اس زمانے کے وگ فرقے کی اقتصادی حالت تھی جس کی

زرعی غلاموں کے قائم مقام نقل دار، پٹے دار اور مزدور ہوگئے

Yeomen
یومین یعنی کسانوں کا آزاد مزارعین پیشے زمینداروں میں شمار ہونے لگا

مرفہ الحالی کا سبب اٹھارھویں صدی کے نصف آخر کا انقلاب صنعتی تھا اسلئے فرقہ ٔ مذکور کے بڑے زمیندار اور متمول تجار نے ان مزارعین کی اراضی خرید کر اُن کے مالک بنگئے ہو

جاگیردارانہ نظم معاشرت کے مٹ جانے سے اراضی شاملات اور غیر محصورہ کھیت جن کا اکثر جاگیرات میں رواج تھا مفقود ہو گئے ۔ اناج کے ورود اور انبار ہونے کے بعد جاگیر کی جن افتادہ زمینات اور سبزہ زار سے آزاد اور غیر آزاد مزارعین مساوی طور پر مستفید ہونیکا حق رکھتے تھے وہ اراضی شاملات کہلاتی تھیں ۔ چونکہ تہوار لیماس کے دن ان زمینوں کی باڑ یا حصار ہٹا دی جاتی تھی اس لیئے ان کو لیماس زمینیں بھی کہتے تھے ۔ قرون وسطیٰ کے قیاسات قانونی کے مطابق جاگیر کی کل زمینوں کا مالک اس کا امیر سمجھا جاتا تھا اس سے لئے افتادہ زمینوں پر جاگیردار کی بلا اجازت کسان اپنے مویشی نہیں چرا سکتا تھا اور جب ایک دفعہ امیر سے اجازت ملجاتی تو آزاد کسان اراضی شاملات کے قانون اور زرعی غلام رسم جاگیر کی مدد سے اپنے حقوق کو (اراضی شاملات پر) امیر کے مقابل میں نافذ کرتا تھا۔ قانون مصدرہ مرٹن بابت ۱۲۳۶ء کی رو سے اگر امیر جاگیر کی زمینوں سے اس قدر زمین چھوڑ دیتا جو مزارعین کی ضرورتوں کو کافی ہو تو اس کو اراضی شاملات کو محصور کرنیکی اجازت تھی مگر قانون مصدرہ ویسٹ منسٹر دفعۂ دوم نے تو امیر کے اس اختیار میں اور بھی اضافہ کر دیا پھر بھی خاندان ٹیوڈر کے بادشاہوں نے اراضی شاملات کو محصور کرنے کے اختیار کو کم کرنا ضروری سمجھا لیکن اٹھارھویں صدی میں اس طریقے کا اعادہ ہوا اور پھر اس کو رد کا گیا حتیٰ کہ اُنیسویں صدی کے اوائل میں صاحبان زمین نے اس کو اور ایک مرتبہ جاری کیا جس کے انسداد کی دوبارہ فکر کی گئی ہو

امرا نے جاگیروں کی اراضی شاملات ہی کو محصور نہیں کیا تھا بلکہ موضع کے کھلے یعنے غیر محصورہ کھیتوں کے اطراف میں باڑ لگا کے انھوں نے اُن میں بھیڑوں کی پرورش شروع کر دی ۔ پندرھویں اور سولھویں صدیوں کی ضرورتوں کے سبب سے جبکہ امرا کی توجہ بھیڑ بکریوں کی پرورش پر مائل ہوئی تھی تو وہ مجبور ہو گئے تھے ۔ اور اس غرض کے پورا کرنے کو متصل قطعات کی بھی سخت ضرورت تھی ۔ سابق کے غیر محصورہ اور منتشر کھیت اس مقصد کے لیئے ہرگز مفید و مناسب نہیں ہو سکتے تھے ۔ بہر حال اس حصار بندی کا نتیجہ یہ ہوا کہ اکثر غیر آزاد کسان (بیدخل ہو کر) بے خان و مان ہو گئے

اراضی شاملات

۱۲۸۵ء

حصار بندی

اور اُن کی زمینیں ضبط ہوگئیں۔ یہ سلوک انہی کسانوں تک محدود نہیں رہا بلکہ ان کے قائمقام نقل داروں کے ساتھ بھی کیا گیا۔ پندرھویں صدی میں نقل دار کیلئے بیدخلی کی صورت میں کوئی قانونی امداد نہ تھی مگر اسکے بعد کی صدی کی ابتدا میں اس قسم کے کسان کی قانون نے کسیقدر مدد کی ہے وہ یہ کہ اگر نقل دار عدالتِ جاگیر کے وثیقے کی نقل پیش کرتا تو امیر کے مقابلے میں اس کے دعوی کی شنوائی ہوتی تھی ورنہ اس کا مقدمہ خارج کر دیا جاتا تھا۔ ان نقل داروں کی دادرسی کی یہی حالت رہی یہاں تک کہ سولھویں صدی کا نصف حصہ ختم ہوگیا اسوقت قانون کی رو سے نقل داروں کے حقوق تسلیم ہونے لگے۔ موضع کے کھلے کھیتوں اور جاگیر کے اراضی شاملات کے محصور ہوجانے سے جاگیر کی اکثر ایسی علامتیں مٹ گئیں جن کا سابق کے جاگیردارانہ طرز تمدن کے خصوصیات میں شمار ہوتا تھا۔ جاگیری رعایا کے قدیم منفصل کھیت جن کی شکلیں پٹی دار اور باڑیں گھانس کی ہوتی تھیں بتدریج مٹ گئے اور خصوصاً بھیڑوں کی پرورش کی غرض سے انگلستان خاردار درختوں اور پودوں کے حصار اور چھوٹے کھیتوں کا ملک بنگیا۔ باوجود اس کے ابھی تک ملک میں کہیں کہیں غیر محصور کھیت اور اراضی شاملات جن کے استعمال کا لوگوں کو قدیم سے حق حاصل ہے باقی رہ گئے ہیں۔ اسی طرح سے بعض جاگیرات میں قدیم طرز کی حکومت کے ابتک نشان پائے جاتے ہیں شلاً وراثت کا طریقہ مختلف جاگیروں میں بلحاظ رسم قدیم مختلف ہے اور بعض مقامات میں زر مالگذاری کے عوض غلہ ادا کیا جاتا ہے۔ بعض جگہ مزارعین سے نہ روپیہ لیا جاتا ہے نہ اناج بلکہ محنت مزدوری کرائی جاتی ہے اور بعض جاگیری عدالتیں سوائے جاگیری معاملات کے کسی اور امر کا تصفیہ نہیں کرتی ہیں۔

باب چہارم

بادشاہی

نوعیت ادعاے شاہی

جرمن قبیلوں میں تبدیل وطن سے شاہی کا آغاز ہوا۔ ٹیسی ٹس نے جن قبیلوں کا ذکر کیا ہے ان میں سے شاذ و نادر ہی نے اپنے ہاں بادشاہوں کو مقرر کیا تھا اور جن بادشاہوں کا مصنف مذکور نے تاریخ جرمنی میں حوالہ دیا ہے وہ تو محض جہاز کے سامنے کی مورت (یعنے شطرنج کے بادشاہ) تھے۔ ہر ایک قبیلہ کسی ایسے شخص کو جو ووڈن (Woden) دیوتا کی نسل سے خیال کیا جاتا برائے نام اپنا بادشاہ بنالیتا تھا۔ ایسے بادشاہ کو اصل میں کسی قسم کا اختیار تو تھا نہیں لیکن اس کے مقدس و مبارک سلسلہ خاندان کے سبب سے قبیلے کا شیرازہ درہم و برہم نہیں ہوتا تھا۔ بادشاہ کی شان بھی دو پہلو لیئے ہوئے تھی۔ اگرچہ بادشاہ کو بوقت اجلاس مجلس قبیلہ کا صدر بنایا جاتا لیکن وہ دوسرے شہزادوں کا ہمرتبہ سمجھا جاتا تھا اس لیئے اس کو ضرورت تھی کہ تقریر کے وقت وہ حاضرین کو اپنی طرف متوجہ کرے اسی وجہ سے اُس کو فصاحت کلام و کہن سالی و شہرت ذاتی سے متصف ہونا لازم تھا۔ عدالتی امور میں بھی اس کی یہی حالت تھی۔ جرمانۂ عدالت کی جس قدر رقم قبیلے کو وصول ہوتی اس کا قلیل حصہ بادشاہ کو ملتا تھا لیکن ججوں کا تقرر اس کا اختیاری نہ تھا بلکہ اُن کا انتخاب بھی قبیلہ اسی طرح کرتا جس طرح وہ بادشاہ کو منتخب کرتا تھا اور جس ڈیوک (Dux) کی قوت و جرات میں شہرت ہوتی اُس کو لڑائی کے وقت قبیلے کی رہبری ملتی تھی۔ "لڑائی کی ضرورت سے شاہی کا وجود ہوا" اور وطن نو میں فتحیاب ڈیوک کے لیئے موقع نکل آیا کہ وہ اپنی خدمت رہبری کو مستقل بنا کر اس کو بادشاہی میں منتقل کرائے اور اس طرح ان اختیارات کو جو ووڈن دیوتا کے فرزندوں کو قیاساً حاصل تھے اختیارات شاہی کا عملی جامہ پہنالے۔

حق شاہی کا محتاج انتخاب ہونا

سیکسنوں کی مجلس عقلا (The witan) اکثر ایک ہی خاندان کے ارکان سے بادشاہ منتخب کرتی تھی۔ غور کرنے سے اس کا سبب صرف اسقدر معلوم ہوتا ہے

کہ اس زمانے کے چند مخصوص خاندانوں کے مورث اعلیٰ دیوتا خیال کیئے جاتے تھے اس لیئے مجلس مذکور بھی انہی روایات کی بنا پر مخصوص خاندانوں سے سلاطین کے منتخب و مقرر کرنے کے لیئے مجبور تھی۔ اگرچہ شاہ متوفی کا فرزند اکبر قیاساً باپ کا جانشین سمجھا جاتا اور اس کو دوسرے ارکان خاندان پر ترجیح دیجاتی لیکن عمل اس کے خلاف ہوتا تھا اور مشکل سے ہی کسی بادشاہ کا بیٹا اُس کا وارث بنتا تھا۔ اور باوجود اس متضاد حالت کے بادشاہی موروثی کا خیال آخر کار اُن لوگوں کے دماغوں میں جم گیا۔ پھر بھی پرانے زمانے کے سلاطین کے منتخب ہونے میں کچھ شک نہیں ہوسکتا بلکہ اپنی سطوت و جبروت ثابت کرنے کے لیئے قوم بد اعمال بادشاہوں کو اکثر معزول بھی کرتی تھی چنانچہ ۷۵۵ء میں ملک ویسیکز کے بادشاہ سِج برٹ (Sigebert of wessex) کو مجلس عقلا اور سی نے ولف (Cynewulf) نے اس کی ناانصافانہ کارروائیوں کے سبب سے اُس کو تخت سے اتار کر اُس کا کل ملک ہمپشائر کے سوائے ضبط کرلیا اور ۱۰۱۳ء میں ناعاقبت اندیش ایتھل ریڈ (Ethelred the unready) کو انہی بداعمالیوں کے سبب سے شاہی سے دست بردار ہونا پڑا۔ آفت رسیدہ ملک نارتھمبریا کی تاریخ سے بھی متعدد بادشاہوں کا معزول ہونا پایا جاتا ہے اور ان کی علیحدگی بھی مجلس عقلا کے ہاتھوں ہوئی ہے جس کو سلطنت کے دعویداروں نے اغوا کیا تھا۔

خاندان نارمن کے آخری سلاطین کو بھی اپنے انتخاب کرانے کے لیئے مجلس قومی کو آمادہ کرنے کی ضرورت تھی قوم کی اظہار خوشنودی سے ان بادشاہوں کی شاہی کا استقلال ہوتا تھا چنانچہ رسم تاجپوشی کے وقت اگر عوام نعرۂ خوشی نہ بلند کرتے تو سمجھا جاتا کہ وہ بادشاہ کے انتخاب سے رضامند نہیں ہیں۔ ان کے نعرۂ خوشی کے بعد عمائدین سلطنت باری باری سے رسم وابستگی ادا کرتے اور بادشاہ کی اطاعت و وفاشعاری کا حلف کرتے تھے بادشاہ بھی اس کے بدلے میں (اہل) کنیسہ اور (اہل) ملک پر عدل و انصاف کے ساتھ حکمرانی کرنے اور امن قائم رکھنے کا وعدہ کرتا تھا۔ رچرڈ اول کی تخت نشینی کے پہلے تک قاعدہ تھا کہ اس اقرار کے سوائے بادشاہ کی جانب سے عوام کو سند حریت عطا ہوتی تھی۔ گویا کہ تخت نشینی سے مراد ایک ایسا مقدس ناممکن الانفساخ عہدنامہ تھا جس کے دو فریق بادشاہ اور رعایا تھے۔

حق، بادشاہی کی موروثی بنانیکی مؤیدات

جاگیری تمدن کی اشاعت، لوگوں کا رجحان کہ ہر ایک شئے[1] اور خدمت کی بنیاد مقامی ہونا چاہئے نہ کہ شخصی اور اُن کا سلطنت کو ایک معمولی جاگیر کے مشابہ تصور کرنا، وراثت فرزند اکبر کے طریقے کو ترقی ہونا اور چند اسی قسم کے اسباب سے تھے جن کی بدولت حق شاہی جو محتاج انتخاب تھا موروثی ہوگیا، اہل کنیسہ اور ائمۂ قانون نے بھی مسئلۂ شاہی کو بہت فضیلت و اہمیت دی جس کے سبب سے قوم کے قلوب اس کو موروثی و مستقل بنانیکی طرف اور بھی مائل ہوگئے۔ یہ بات قابل غور ہے کہ رچرڈ اول اور جان نے رسمی سندات حریت نہیں اجرا کیئے بلکہ جان نے تو انگریزوں کے بادشاہ، کا قدیم لقب چھوڑ کر بادشاہ انگلستان کا جدید نام اختیار کیا۔ اسی طرح سے ہنری سوم کی تخت نشینی میں بھی پہلے طریقے کے لحاظ سے تغیر ہوا چنانچہ بادشاہ مذکور کی عمر جبکہ زمام سلطنت اس کے ہاتھ میں آئی نو سال کی تھی اور ہر چند ملک کو اسوقت بیرونی حملے سے بچانے کیلیئے کسی ایسے تجربہ کار اور جنگ آزما بادشاہ کی ضرورت تھی جو قوم کی رہبری کرتا تاہم وراثت کا خیال اس قدر قوم کے ذہن نشین ہوگیا تھا کہ ہنری کی کمسنی کا کسی کو بھی احساس نہوا۔

حق مذکور کی عملی تصدیق

یہی حالت ایڈورڈ اول کے وراثت تاج کی ہے۔ شاہ مذکور بحیثیت ولیعہد جنگ صلیب کی معرکہ آرائیوں میں بیت المقدس کے گرد و نواح میں مصروف تھا کہ اس کے باپ یعنے بادشاہ وقت نے رحلت کی۔ عمائدین ملک نے اعلان کر دیا کہ ایڈورڈ کو اُس کے موروثی حق اور اپنی رضامندی سے ہمنے بادشاہ مقرر کیا ہے۔ باپ کے دفن کے تین روز بعد ملک میں ایڈورڈ کے نام سے امن کا اعلان ہوا اور باپ کی وفات کے دو سال بعد رسم تاجپوشی مع (رسم انتخاب وقبولیت ادا کیگئی جسطرح آرتھر آف برےٹانی (Arthur of Brittany) کا چچا جان لیک لینڈ[1] (JOHN LACK LAND) مقتدر اور حریص تھا اسی طرح کا دعویدار سلطنت رچرڈ دوم کا چچا جان آف گانٹ (JOHN OF GAUNT) تھا اور اگر رچرڈ دوم کے زمانہ تک قوم کے نزدیک حق شاہی موروثی نہ قرار پاتا تو جان آف گانٹ

---

[1] (LACK LAND) زمین کا تلف کرنے والا۔ جان کی بیوقوفی سے آئرلینڈ کا جو حصہ انگریزوں کے ہاتھ آیا تھا نکل گیا اُس کے بعد جان کو لیک لینڈ کا طنزاً لقب دیا گیا تھا از س۔ع۔ر

اور نگ حکومت کا مدعی بنکر رچرڈ کا خاتمہ اُسی طرح کرتا جس طرح جان نے آرتھر کو قتل کیا تھا۔
اس کے بعد کی دو صدیوں میں ادعاے شاہی کا ماخذ کبھی انتخاب قوم اور کبھی وراثت متصور ہوتی رہی۔ اگرچہ ملت کے دلوں پر حق موروثی کا سکہ بیٹھا ہوا تھا لیکن واقعات اور اسباب کی بنا حق انتخاب کو فتح حاصل ہوتی رہی اور اب اسی حق کا ماخذ پارلیمنٹ کو خیال کیا جاتا ہے۔ چنانچہ صدر اسقف سڈبری (Archbishop of Sudbury) نے اعلان کردیا تھا کہ رچرڈ دوم موروثی حق کے سبب سے نہ کہ حق انتخاب کی بنا پر اورنگ حکومت پر متمکن ہوا ہے۔ اس کے بعد لینکیسٹرین (Lancastrian) خاندان کا سلسلہ شروع ہوا۔ اور خصوصاً ان سلاطین کے ادعاے شاہی کی بنا صرف پارلیمنٹ کی ذات ہے۔ اگر پارلیمنٹ انکو نامزد نہ کرتی تو انکی اس کہانی کو کہ ہم ایڈمنڈ کروچ بیک (Edmund Crouchback) کی نسل سے ہیں جو ایڈورڈ اول کا بڑا بھائی تھا کوئی شخص بھی نہ مانتا۔ بہر حال اس خاندان کے بعد خاندان یارکسٹ (Yorkist) کا سلسلہ شروع ہوتا ہے جو سلاطین قدیم کی صحیح نسل سے ہیں اور ایڈورڈ ششم کے ساتھ اس مقولے کا کہ دو بادشاہ انگلستان کبھی فوت نہیں ہوتا، جو برملا اور قوم کے دلوں میں یہ عقیدہ جاگزیں ہوگیا کہ شاہی کی نسبت حق موروثی ناقابل انفساخ ہے مگر لوگ اس قاعدے کے زیادہ دن پابند نہ رہ سکے اس لئے ہنری ہفتم کو شاہی کی نسبت حق وراثت حاصل ہونے کے باوصف اپنے ادعاے حکومت کی بنا فتح (ملک) اور پارلیمنٹ کی قبولیت کو قرار دینی پڑی بلکہ اس کے خیال میں یہ تدبیریں بھی بکار گر نہ ہوئیں اور مفسدین کی آتش حسد کو بجھانے کی غرض سے اس نے خاندان یارک کی شہزادی سے جو جائز دعویدار سلطنت تھی شادی کرلی اور اُن لوگوں کو جنھوں نے بادشاہ مسلط نہ کہ بادشاہ حقدار کو مان لیا تھا جرم بغاوت کی سزا سے معافی دیکر اپنی حکومت کو فتنہ وسازش کے ہاتھوں تباہ ہونے سے بچالیا۔ ہنری ہشتم نے تو حق موروثی کو حق انتخابی میں ضم کردیا تھا بلکہ پارلیمنٹ کی کمزوری کے سبب سے اس کو از روئے قانون ایسے اختیارات حاصل ہوگئے تھے کہ وہ اپنی متعدد شادیوں کے لحاظ سے جس طرح چاہے ان بیبیوں کی اولاد کو مستفید کرنیکی غرض سے وراثت تاج کو ترمیم و تبدیل کرے اور اگر اس تدبیر سے بھی اُسکی غرض پوری نہو تو وہ مجاز تھا کہ اپنی حیات میں اپنا جانشین مقرر کرے۔ اس اقتدار کے بعد بھی ہنری مذکور کو اطمینان نہوا بلکہ اس نے بنظر احتیاط سلاطین اسکاٹ لینڈ کے سلسلے کو

حق شاہی کی بنا کبھی انتخاب اور کبھی وراثت قرار پاتی

حکومت انگلستان کے لیئے اپنی وصیت میں ممنوع قرار دیدیا اور پارلیمنٹ نے بھی اُس کی غلامانہ تتبع میں ۱۵۴۴ء میں اس بات کا اعلان کردیا کہ پارلیمنٹ از روے قانون وراثت تاج کو مخصوص کرسکتی ہے اور جسکو اقتدار قانون کے خلاف اعتراض ہو وہ باغی متصور ہوگا۔

حق موروثی کا بول بالا

باوجود ان تمام پیش بینیوں کے آخر حق موروثی کوہی کامیابی ہوئی اور ۱۶۰۳ء میں جیمس اسٹورٹ تخت انگلستان پر متمکن ہوگیا۔

انقلاب عظیم کے بعد بھی حق موروثی پر عمل ہوتا رہا لیکن جیمس دوم کے معاملے میں دونوں متضاد مسائل (حق انتخابی اور حق موروثی) میں آخری مرتبہ جنگ چھڑ گئی۔ جب ولیم سوم ساحل انگلستان پر وارد ہوا جیمس ملک سے فرار ہوگیا اور کنونشن پارلیمنٹ (Convention ایسا جلسۂ پارلیمنٹ جو بے حکمنامۂ شاہی منعقد ہو) نے اعلان کردیا کہ جیمس کے ترک سلطنت کے سبب سے تخت انگلستان خالی ہوگیا ہے اور ہم نے اس کو ولیم اور میری کو بخشا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ شاہی کے خالص حق موروثی کو اس کارروائی سے مہلک صدمہ پہنچا اس لیئے کہ جیمس دوم کے ایک لڑکا تھا اور اگر اُس کے فرار ہونے کو ترک سلطنت سے تعبیر کیا گیا تھا تو تخت نشینی کے لیئے اُس کا فرزند کیوں نااہل سمجھا گیا۔

حق قانونی یا حق بر بنا رضامندی پارلیمنٹ

مسودۂ قانون حقوق کی رو سے تاج کا سلسلہ اس طرح قائم کیا گیا کہ ولیم اور میری کے بعد تاج برطانیہ کے پانے کے میری کے ورثا اہل ہونگے اور انکے بعد این (Anne) کے ورثا اور اُن کے بعد ولیم کے ورثا مستحق سمجھے جائینگے۔ ۱۷۰۱ء میں جبکہ میری کا انتقال ہوچکا تھا اور ولیم سوم بستر مرگ پر پڑا تھا اور ملکہ این کی تمام اولاد اس کے سامنے فوت ہوگئی تھی اس کے سوائے چارہ نہ تھا کہ وراثت تاج کے لیئے سوفیا الیکٹریس آف ہانور (SOPHIA ELECTRESS OF HANOVER) اور اُسکے ورثا کو این کے سلسلے کے عوض اہل بنایا جائے چنانچہ اس غرض کی تکمیل کے لیئے پارلیمنٹ سے اس سنہ میں قانون وراثت تخت و تاج جاری ہوکر شاہی انگلستان خاندان ہانور میں منتقل ہوگئی مگر قانون مذکور میں ایک اہم شرط کا اضافہ کیا گیا ہے شاہ برطانیہ کے لیئے لازم ہے کہ وہ انگلستان کے مروجہ مذہب کا معتقد ہو۔

اگرچہ اس قانون کے سبب سے پارلیمنٹ کے حق کو فتح تو نصیب ہوئی لیکن

مسائل متضاد ہیں جو نزاعید ہوئیں ان کی قدیم یادگاریں بعض بعض عجیب وغریب رسوم کی شکل میں اب بھی موجود ہیں۔ حلف تاجپوشی تو بعینہ وہی ہے جو ایڈگر کے زمانے میں تھا۔ امرائے دینی اور دنیوی کا جدید بادشاہ کی تخت نشینی کا اعلان کرنا اُسی طرح سے ہے جس طرح مجلس عقلا اور مجلس قومی کے ارکان اگلے زمانے میں سلاطین کو انتخاب کیا کرتے تھے اور اس زمانے میں خانقاہ ویسٹ منسٹر کے طلبہ کا نعرہ "زندہ باد" (شاہ انگلستان) قدیم زمانے کے منتخب بادشاہ کو قوم کا تصدیق کرنا یاد دلاتا ہے۔ اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ حق شاہی کو مسئلہ انتخاب سے کچھ لگاؤ ہے بلکہ مخصوص شرائط کے سوائے جو موجودہ قانون وراثت تخت وتاج کے ذریعے سے عائد کیئے گئے ہیں برطانیہ کی بادشاہی بالکل موروثی ہے۔ چنانچہ یہاں کا تخت شاہی کبھی خالی نہیں رہتا اگر بادشاہ کا انتخاب ہوا کرتا تو کچھ مدت کے واسطے اُس کا خالی رہنا ضرور تھا دوسرے یہ کہ خاندان برنزوک (Brunswick) کا سلسلہ سرڈک (Cerdick) سے چلا آرہا ہے۔

اقتدارات شاہی

اقتدارات "تاج" کی تاریخ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک طویل دفتر شکایات ہے۔ قوم اور پارلیمنٹ نے بادشاہ کی مطلق العنانی کو روکنے کے لیئے قوانین امتناعی وضع کیئے ہیں۔ اصولاً بادشاہ کو ہر ایک قسم کا اختیار حاصل ہے بجز ان امور کے جن کے نہ کرنے کا اس نے وعدہ کیا ہو یعنے قوانین کے ذریعے سے اس کے اختیارتمیزی اور حقوق شاہی کو محدود کیا گیا ہے اور ایسے قانون کو اس نے خود منظور کر لیا ہے لیکن اس کے سوائے ایک دوسرے طریقے سے بھی جو امتناع قانونی کی بہ نسبت زیادہ موثر اور سخت ہے اختیارات شاہی کی روک تھام کی گئی ہے۔ یہ رسوم اور مفروضات دستور ہیں (جن کا تفصیل سے باب اول کی ابتدا میں ذکر آچکا ہے)۔ انھی مفروضات دستوری کے سبب سے انگلستان کی حکومت مطلق العنانی اور دستوری اصول کا مرکب بنگئی ہے۔

قدیم زمانے کی سیکسن بادشاہی

اگلے زمانے میں جبکہ بادشاہ نائب قوم سمجھا جاتا تھا اس کے اختیارات محدود کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ اس کا کام تھا کہ جنگ کے وقت قوم کا رہبر وسپہ سالار بنے اور جب ماتحت عدالتوں سے فریق متضرر کی کافی دادرسی نہ ہو تو آپ اس قضیہ کا تصفیہ کرے

اور ملک میں امن قائم رکھے اگر ضرورت ہو تو رسم ملک کی اس لئے کہ اس زمانے میں قانون نہیں بنا تھا
تشریح و تعبیر کردے۔ اس قسم کی بادشاہی سیکڑوں برس رہی چنانچہ خاندان لینکسٹر کے منصب شاہی
کا بیان جو فارٹسکیو (Fortescue) کی تاریخ میں موجود ہے اسکا اطلاق سیکسنوں کی
بادشاہی پر بخوبی ہو سکتا ہے۔ مورخ مذکور کہتا ہے کہ بادشاہ کے دو مخصوص فریضے ہیں۔
پہلا فریضہ یہ ہے کہ اندرونی اور بیرونی دشمنوں سے وہ اپنی ریاست کی بزور شمشیر محافظت
کرے اور اس کا دوسرا فرض ہے کہ وہ اپنی قوم کو مجرمین کے ضرر سے بذریعہ عدل و انصاف
مامون رکھے"۔

اختیارات شاہی کا کیوں کر نشو و نما ہوا

چھٹی صدی کے خاتمے تک اختیارات شاہی کا عمل انھی فرائض تک محدود تھا
جن کا فقرہ بالا میں بیان ہوا مگر ساتویں صدی سے جوں جوں منصب شاہی کے فرائض میں
اضافہ ہوتا گیا اختیارات شاہی میں بھی ترقی ہوئی۔ اس دور سے بادشاہ ہر ایک ادارہ کا صدر نشین متصور ہونے لگا۔ اگرچہ
بادشاہ کے القاب "پدر و مالک" سے خود ریاست ویسیکز (Wessesc) میں
بادشاہ کی برائے نام "صدارت" مراد لیجاتی تھی لیکن اس مجازی صدارت کے سوائے
پادریوں کا اثر اور (قوم ڈین) کے حملے اور بادشاہ کے مقابلے کے انتظام و ضرورت نے
شاہی کے مسئلے کو زیادہ اہم بنایا اور جو اختیارات کہ اصول کے پردے میں مخفی تھے انکو
عملی جامہ پہنا دیا۔ الفریڈ کے زمانے سے قانون بغاوت کی ابتدا ہوئی اور ایڈمنڈ کے
عہد حکومت میں پہلے پہل حلف وفاشعاری لازم قرار دیا گیا۔ قوم کے ہر ایک فرد پر
واجب تھا کہ بغیر کسی چوں و چرا کے اس طرح حلف کرے "جیسے بادشاہ چاہتا ہے میں بھی
چاہتا ہوں اور جس سے بادشاہ کو نفرت ہو میں بھی اُس سے متنفر ہوں"۔ انی (Ini)
کے زمانے میں بادشاہ کا خون بہا اسقف کے خوں بہا کے مساوی تھا لیکن اب اس کی
مالیت بہت زیادہ ہوگئی تھی بلکہ قاتل دیت کے علاوہ قوم کو بھی معاوضہ نقصان ادا
کرتا تھا۔ ایتھلسٹن کے زمانے تک تو کسی مجلس قومی کی عدم شرکت کے سبب سے
قاصر کو عدول حکم شاہی کی سزا میں جرمانہ ادا کرنا ہوتا تھا اور ایتھلریڈ کے دور میں
اگر کوئی شخص اس لشکر سے فرار یا علیحدہ ہوتا جس میں بادشاہ موجود ہو تو اسکی جان و مال
و زمین ضبط کر لیجاتی تھی اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ قوم بادشاہ کو مصدر انصاف اور مالک
زمین ماننے لگی تھی اس کے ساتھ ہی بادشاہ نے بھی اپنی کارفرمائی کے دائرے کو وسیع کرنا

شروع کردیا تھا چنانچہ الفریڈ نے ویسیکز۔ کینٹ اور مرشیا کی ریاستوں کے وہ قوانین جمع کرائے جو اُس کے مفید مطلب تھے اور ان قواعد کو منسوخ کیا جو اُس کو اور اس کی مجلس عقلا کو پسند نہ آئے۔ ایڈورڈ نے اپنی مجلس عقلا پر اصرار کیا کہ وہ تلاش کرکے ایسے قواعد بنائے جس سے ملک میں امن زیادہ موثر طریقے سے قائم رہے۔ اس زمانے تک امن بادشاہ کے نام سے موسوم نہیں ہوا تھا یعنے امن شاہ نہیں بلکہ امن مجلس عقلا کہلاتا تھا۔ (انگلستان کے قانون تعزیری کی بنا پر ارتکاب جرم کرنا یعنے قانون مذکور کی خلاف ورزی کرنا گویا بادشاہ کے امن میں خلل انداز ہونا ہے اس لیئے فوجداری مقدمات میں بادشاہ وقت کو مستغیث اور ملزم کو مدعی علیہ قرار دیا جاتا ہے)۔ ایڈگر نے عرائض دعوے کی تعداد کو جو راست اس کے فیصلے کیلئے گزرانی جاتی تھیں محدود کردیا اور ایتھلریڈ نے حکم دیدیا کہ افواج بری و بحری کے معاملات پر جو بطور ردیف بھرتی ہوئے ہوں عہدہ داران سرکاری فوری توجہ کیا کریں۔

ایتھلریڈ دوم اور ایڈورڈ تائب کے عہد میں ان اختیارات میں ضعف کا پیدا ہونا

ایڈگر کی وفات کے بعد اختیارات تاج میں اگر اصولاً نہیں تو عملی طور پر ضرور کمی واقع ہوئی۔ اس انحطاط کا سبب ایک حد تک بادشاہ کے اوصاف ذاتی کو سمجھنا چاہیئے۔ اگر بادشاہ صاحب سطوت و لیاقت ہوتا تو امرا اور قوم کو اختیارات مذکور میں دست اندازی کرنے کی جرأت نہ ہوتی چنانچہ ایتھلریڈ ناعاقبت اندیش اور ایڈورڈ تائب کی نااہلی نے انکو ان مقتدر امراء کے مقابلے میں جن کی قوت کو ایڈگر حتیٰ کہ کنیوٹ (Cnut) کو ماننا پڑا نیچا دکھلایا۔ اس کے علاوہ ایک اور خرابی تھی۔ ازبسکہ اس زمانے میں عہدہ داروں اور عاملین کی کوئی ایسی مستقل اور لایق جماعت تو تھی نہیں کہ بادشاہ وقت کی حکومت کے لیئے ناموزوں ثابت ہونے پر عہدہ داران مذکور حکومت کی مشین کو باقاعدہ طور پر چلا سکتے اس لیئے نااہل بادشاہ کی کمزوریوں کی تلافی سوائے کسی دوسرے زیادہ قوی بادشاہ کے نہیں ہوسکتی تھی۔ ہر ایک ادارۂ قومی اور طرز معاشرت میں نظام جاگیری کے سرایت کرجانے سے اس دور کے آخر میں تو بادشاہ اور قوم کے تعلقات میں بالکل بیگانگی اور منافرت پیدا ہوگئی تھی۔

ولیم نارمنڈی کو اُس طرز کے نظام جاگیری کا جس کی رو سے فرماں روائی ملک نامحدود سلسلے (حصوں) میں منقسم ہوتی ہے نہایت تلخ تجربہ ہوچکا تھا۔ معطی اور

معطی لہ کے تعلق کی حد تک تو اس کے ملک میں ولیم کو اس کے ہم پایہ امرا میں سب سے اعلیٰ سمجھا جاتا تھا لیکن جب مقابلے کی شکل پیدا ہوتی تو قوم اس کو سب سے ادنیٰ خیال کرتی تھی اور باقی امرا اس کی مخالفت پر آپس میں متفق ہو جاتے تھے اس کی عمر کا ابتدائی حصہ اس قسم کے اتفاقات کے مٹانے میں نہایت پریشانی واضطراب سے بسر ہوا تھا۔ اسلیئے جب اسکے قبضے میں انگلستان کی زمام حکومت آئی تو اُس نے اور اس کے لڑکوں نے اس طرز کے نظام جاگیری کو حکومت میں کبھی رائج نہیں ہونے دیا۔ حلف سیرم (Sarum) نام مقام، بابت ۱۰۸۶ء کی رو سے قرار پایا کہ وہ جملہ اشخاص جو عطیات خدمت فوجی کے مالک ہوں اگرچہ ان کو یہ زمینات دوسروں سے ہی کیوں نہ ملی ہوں بادشاہ کی وفاشعاری کا حلف کریں۔ اسی طرح دور سیکسن کی قومی عدالتیں اور فوج قومی کو نظام مذکور کے تعلق بادشاہ و قوم کو برباد کرنے والے اثر سے بچنے کی غرض سے جاگیری عدالتوں اور فوج جاگیری کے ساتھ ساتھ بحال رکھا گیا۔ اور جب وقت آیا کہ بادشاہ اپنے اختیارات دوسروں کے تفویض کرے تو اُس نے اِن کو صدر اعظم خزانہ دار اور چانسلر (میر مجلس عدالت العالیہ) اور شیرف (منتظم ضلع) پر تقسیم کر دیئے۔ چونکہ ان کا تقرر بادشاہ کرتا تھا اسلیئے یہ لوگ اس کے محکوم اور فرمانبردار رہتے۔ اساقفہ کو بھی بعض اختیارات سپرد ہوئے اور ان کو بھی بادشاہ کا مطیع و منقاد بنانے کے لیئے اُن اسقفی خدمات کو غیر موروثی قرار دیا گیا۔ اس کے ساتھ ہی حکومت مرکزی اور مقامی حکومتوں میں مضبوط تعلقات کا سلسلہ قائم کر دیا گیا۔

خاندان نارمن کی مطلق العنانی

نارمن سلاطین کی فرماں روائی تو خود مختاری کی حد تک پہنچ گئی تھی۔ اگرچہ اُن کی خیر ذمہ داریوں کو روکنے کے بظاہر چند اشکال تھے۔ مثلاً حلف تاجپوشی اور وزرار کا اپنی بداعمالی کے لیئے بعد تحقیقات مجلس جاگیرداران سے سزایاب ہونا لیکن فرزندانِ فاتح جنھوں نے اس کے بعد حکومت کی ہے حلف کی بہت کم پابندی کرتے تھے اور جب انھیں اپنے پرانے ملازمین کو قانون کی زد سے بچانا منظور نہ ہوتا تو مجلس مذکور کے اختیارات میں دست اندازی نہ کرتے تا اینکہ یہ سزایاب ہو کر معزول ہو جاتے اور جدید وزرا کی اُن کے ہاں بھرتی ہو جاتی۔ از بسکہ مجلس جاگیرداراں کا اجلاس سال میں بہت ہی کم ہوا کرتا اس لیئے اس کے ارکین نظم و نسق (ملک) کے تفصیلی حالات سے کم واقف ہوتے

اور اُس کی خرابیوں کی اصلاح کی اُن کو پروانہ ہوتی - اگر بعض امراء بادشاہ کی دست اندازی سے ناراض ہوتے تو ہر ایک کی فرداً فرداً باقاعدہ طور پر سرکوبی کر دیجاتی اور اگر بادشاہ ملک میں امن قایم رکھتا تو قوم اس کے ظلم و زیادتی کے باوجود امراء کا ساتھ نہ دیتی بلکہ بادشاہ کی طرفدار و ہمدرد بنجاتی ؏

جاگیرداروں کا بادشاہ کے مقابلے پر اٹھ کھڑا ہونا

امراء حریت کے صحیح مفہوم سے واقف نہ تھے اسی سے انھوں نے اپنے ہاتھوں اپنی خرابی کی اسٹیفن کے عہد حکومت میں ملک میں بدنظمی و بدامنی کا دور شروع ہوگیا تھا لیکن ہنری دوم نے جو اسٹیفن کی بہ نسبت بدرجہا زیادہ مستعد و قابل تھا اپنے اسلاف کے طریقۂ نظم و نسق کو وسعت دیکر دوبارہ ملک میں انتظام و امن قایم کیا جاگیرداروں کی سب سے آخری اور عظیم شورش ۱۱۷۳ء میں برپا ہوئی اور فتح کے ایک سو برس کے بعد امراء کی حصول حریت کی کوششوں کا ہمیشہ کے لیئے سدباب ہوگیا بلکہ انکو اس قدر بھی کامیابی نہ ہوئی کہ کم سے کم وہ اپنے فائدے کے لیئے بادشاہ کے اختیارات کو محدود کر سکتے - تاج برطانیہ کے قبضے سے نارمنڈی کا نکل جانا تھا کہ جاگیردار امراء کی حالت میں جو قوم کے رہبر بن رہے تھے اور بھی ترقی ہوئی - تیرھویں صدی میں تو امراء نے تاج کی مطلق العنانی کو روکنے کی غرض سے قوم کے ساتھ اتفاق کر لیا - اور جبکہ ۱۱۹۱ء میں اساقفہ، امراء اور ساکنین لنڈن، جان کی سرکردگی میں متفق ہوکر ولیم لانگ چیمپ (Long Champ) کو (اصل میں Long shanks یعنی درازپا) جو رچرڈ اول کے وزراء میں سب سے پہلا صدر اعظم تھا معزول کیا ہے تو بادشاہ کے خلاف عناد قوم کا طوفان اٹھ رہا تھا بالآخر جب اس کے بعد کے عہد حکومت میں شاہ جان کے مظالم کے خلاف سب طبقات سلطنت اکٹھا ہوگئے تو وہی جذبات قومی کا طوفان امنڈ آیا اور سند اعظم کے حصول کے لیئے بادشاہ سے جنگ چھڑ گئی - اس دور کے بعد کے مبصرین سیاسیات اور شائقین حریت کے بیان کے مطابق اور سند مذکور کے مطالعے سے بھی یہی پایا جاتا ہے کہ سند اعظم کی بدولت اختیارات تاج میں کمی ضرور واقع ہوئی اور ان کی وسعت محدود کردی گئی - جن محصولات کی نسبت سند اعظم کی رو سے مجلس قومی کی رضامندی لازم قرار دی گئی ہے وہ محض محصولات جاگیری ہیں اور خود مختارانہ حکم شاہی کی بنا پر لوگوں سے ناجائز گرفتاری و قید سے آزاد کر دینے کا جو وعدہ تھا اُس کا تو اُس وقت تک عملی طور پر

کل قوم کی مخالفت

ایفانہ ہوا جب تک کہ محکمہ عدالت کی مجلس انتظامی کے ہاتھ سے گلو خلاصی نہ ہوئی اور قانون کی رو سے عام حکمنامجات گرفتاری ناجائز قرار نہ پالیئے (انگلستان میں بادشاہ کے اختیارات وخود مختاری میں بتدریج کمی ہوئی ہے اور اسی طرح حکومت دستوری وجمہوری بنتی گئی۔ جان اور اس کے صدیوں بعد بادشاہ اور پریوی کونسل کے اراکین کے ہاتھ میں اصل میں زمام حکومت رہی ہے اور قضاۃ ان کی عبیدانہ وعامیانہ اطاعت کرتے تھے لہذا حامیان حریت اور بہی خواہان قوم کو ان کے نیک مشوروں اور مفید کوششوں سے باز رکھنے کی غرض سے حسب ہدایت مجلس انتظامی عدالت سے ایسے لوگوں کی گرفتاری کے لیئے عام حکمنامۂ گرفتاری جاری ہوتا تھا جس میں ملزم کا نام ونشان اور نوعیت الزام کچھ بھی درج نہ ہوتی تھی بلکہ صرف اس قدر حکم ہوتا تھا کہ جملہ مشتبہ اشخاص کو گرفتار کر لیا جائے ازبسکہ ایسے عام حکمنامے کے ذریعے سے نہ تو ملزم کا اور نہ کسی اور امر کا تیقن ہو سکتا تھا اس لیئے جب پارلیمینٹ کو کافی اقتدار حاصل ہوا تو اُس نے اس کو قانوناً ناجائز وکالعدم قرار دیدیا)۔ سند اعظم کے سب فقروں میں ایک فقرہ (یعنے فقرہ ۶۱) حریت کی روح اور آب زر سے تحریر ہونے کے قابل ہے جس کا نفس مطلب یہ ہے کہ اگر بادشاہ (جان) شرائط مندرجہ کی خلاف ورزی کرے تو قوم کا اسکے خلاف شورش کرنا جائز ہے *

امراء کی بحیثیت رہبران قوم ناکامی

تینوں طبقات قوم بادشاہ کی مطلق العنانی اور ملک کی بدنظمی کے خلاف اس توقع کے ساتھ آپس میں متفق ہوئے تھے کہ ایک طبقہ دوسرے کے ساتھ راست بازی و دیانت سے پیش آئیگا لیکن جب طبقہ عوام پر ظاہر ہو گیا کہ امراء (بیرن) اختیارات کو اپنا اجارہ بنانا چاہتے ہیں اور جن قوت وحقوق کی ان کو امیدیں دلائی گئی تھیں وہ حاصل نہیں ہو سکتے تو وہ امراء کی رفاقت ترک کر کے بادشاہ کے طرفدار بنگئے اسی سبب سے اُس کا پلہ بھاری ہو گیا۔ بہرحال جب امراء کو شاہی اختیارات پر تفوق حاصل ہوا یعنے وہ بہ نسبت بادشاہ کے زیادہ مقتدر ہوے تو ان کو بجائے فتح کے شکست نصیب ہوئی اس لیئے کہ بادشاہ کے اختیارات واحکام کو جنکا پریوی کونسل کے توسط سے نفاذ ہوتا تھا یہ محدود نہ کر سکے اور بڑے بڑے عہدہ داران سلطنت کو نہ تو یہ انتخاب کر سکتے تھے اور نہ بادشاہ۔ ہنری سوم تو سلطنت کی سب مہریں اپنے

قبضے میں رکھتا تھا۔ مختصر یہ کہ ان امراء کی حکمرانی کے منصوبے بہت زیادہ حکومت امراء کے اصول پر مبنی تھے اور ابھی تک لوگوں کو سیمن ڈی مانٹ فرٹ کی ۱۲۶۵ء کی بناکردہ پارلیمنٹ کی نسبت بھی شبہہ ہے کہ اس نے نیک نیتی سے پارلیمنٹ کا ایک ایسا نمونہ تیار کیا تھا جو دستوری حکومت میں ہمیشہ کے لیئے موزوں و مفید ثابت ہوتا۔ باوصف ہنری سوم کی عہد شکنی اور نااہلی اور ارل سیمن کی دیانت و مستعدی اور حسن انتظام کے امرا اور تاج یعنے جاگیردارانہ طرز حکومت اور خود مختاری کی جنگ میں بادشاہ کا بول بالا رہا۔

اسی طرح امرا بعد کی حکومتوں میں بھی شاہی مظالم کے خلاف قوم کی سپر اور نازک وقت میں اس کے پشت پناہ بنے رہے لیکن جوں جوں زمانہ آگے بڑھتا گیا ان کی ہمدردی اور وطن پرستی خود غرضی اور نفس پرستی سے بدل گئی چنانچہ ہمفری بوہن (جو ضلع ہرفرڈ کا ارل اور قلعہ دار انگلستان سے ملقب تھا) اور روجر بیگاڈ نے (جو ضلع نارفک کا ارل اور خطاب سپہ سالار سے سرفراز تھا) ایڈورڈ اول کے ناجائز مطالبات کا خوب ہی مقابلہ کیا اور اگرچہ ملک کو ان کی سرکشی سے نقصان عظیم پہنچنے کا اندیشہ تھا لیکن اُن دونوں نے جاگیرداروں کے حقوق و اختیارات پر کسی طرح کی آنچ نہ آنے دی۔ ایسا ہی ایڈورڈ دوم کی مطلق العنانی کو محدود کرنے کی غرض سے امراو نے پارلیمنٹ میں اس مسئلہ کو طے کرالیا کہ ایک سال کے واسطے ۲۱ اراکین کی جو اساقفہ۔ ارل اور بیرنوں پر مشتمل تھی ایک مجلس انتظامی مقرر ہو کر حکومت عاملانہ اُس کے تفویض کیجائے۔ ان امرا کا لقب لارڈز آرڈینرز (Lords Ordainers) یعنے امرائے مقنن قرار پایا۔ اس کمیٹی نے ایک فہرست اصلاحات پیش کی سب سے زیادہ اہم امور ذیل تھے:۔

۱۲۹۷ء

۱۳۱۱ء

(۱) کمیٹی مذکور کا فرض ہے کہ سندات ماسبق کا بادشاہ کو پابند کرے۔

(۲) امرائے مصلح و نگران کار کی منظوری کے بغیر بادشاہ کسی قسم کی زمین کسی کو انعام نہ دیا کرے۔

(۳) اُون۔ شراب اور پارچے پر جو نئے محصولات لگائے گئے تھے اٹھا لیئے جائیں۔

(۴) بادشاہ بلا اجازت پارلیمنٹ نہ تو ملک کے باہر جائے اور نہ اعلان صلح و جنگ کرے۔

(۵) انگلستان - آئرلینڈ اور گیسکنی کی ذمہ دار اور بڑی خدمتوں کو بادشاہ پارلیمنٹ کی اجازت کے بغیر مامور نہ کرے۔

(۶) گیوسٹن (Gaveston) - ایڈورڈ دوم کا خاص مصاحب و دوست) ہمیشہ کیلئے خارج الوطن کیا جائے۔

(۷) پارلیمنٹ کا سال میں ایک مرتبہ اور اگر ضرورت ہو تو دو مرتبہ اجلاس ہوا کرے۔

اگرچہ امرائے مقننن نے وزرائے شاہی کے انتخاب و تقرر اور ان پر نگرانی رکھنے کا ادعا تو کیا لیکن اُنھوں نے اُس دستوری ترقی کا جو سنہ ۱۲۹۵ع میں حاصل ہو چکی تھی لحاظ نہیں کیا یعنے ارکان عوام کو اپنی حکومت میں شریک کرنے سے بے اعتنائی کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عوام منحرف ہو گئے اور بادشاہ کے اشارے پر امرائے مقننن کی موقوفی کی تحریک پارلیمنٹ میں پیش کر دی جس کی بنا پر خاندانِ ڈسپنسرز (Despensers) بادشاہ کا مقرب و منظور نظر ہو گیا - مختصر یہ کہ جب قوم کو یقین ہو گیا کہ ایڈورڈ دوم کی اخلاقی اور علمی کمزوریاں ناقابل اصلاح ہیں اور بہبودی قوم کی اس کو مطلق حس نہیں ہے تو اس کو قوم نے تخت سے اُتار دیا - اگرچہ ان امرائے مقننن میں مستعدی و جاں فشانی اور دستوری کے اوصاف تھے لیکن ان صفات سے وہ زیادہ تر اپنے ہی طبقے کو مستفید کرنا چاہتے تھے تاج پر نگرانی رکھنے کے لیئے ایک ایسی قوت کی ضرورت تھی جسکو مجلس انتظامی سے کوئی تعلق نہو اور جو قوم کے کل طبقات کی نیابت کر سکے اور بصورت ثانی اپنی خواہشوں کو بکمال خوبی بادشاہ سے پورا کرا سکے - اختیارات شاہی کی تعریف کرنا اور اس کیلئے حدود کا قائم کرنا اسی وقت ممکن ہوا جبکہ پارلیمنٹ ترقی کر کے اس قابل ہوئی کہ (موازنہ ملک کے رقمی مطالبات شاہی کی منظوریوں کو بطور اپنے حق اور اختیار کے روک سکے - چودھویں صدی کے نصف اول میں تو پارلیمنٹ اپنے لیئے دستور بناتی رہی مگر اسی (صدی) کے نصف آخر میں وہ اس قدر قوی ہو گئی تھی کہ وضع قوانین اور محصول کے عائد کرنے میں اپنے ادعائے شرکت کو منوانے کی غرض سے تاج سے مقابلہ کرنے کو آمادہ ہو گئی ہر چند پارلیمنٹ کو وزرائے شاہی پر نکتہ چینی کرنیکا تو سنہ ۱۳۷۶ع میں جبکہ اس نے لیٹیمر اور لائنز (Latimer & Lyons) پر مواخذہ کیا تھا - پیدا ہو چکا تھا لیکن ان کارناموں کے سبب سے اس پارلیمنٹ کا لقب گڈ پارلیمنٹ یعنے نیک پارلیمنٹ ہو گیا اور اِس نے اس صدی کی تمام دستوری ترقیوں کو جمع کر کے انکو قانون کا جامہ پہنایا۔

پارلیمنٹ اختیاراتِ تاج کی نگران قرار پاتی ہے

۱۳۹۷ - ۹۸ء رچرڈ دوم کا خود مختاری کیلئے کوشش کرنا

رچرڈ دوم نے ۹۸-۱۳۹۷ء میں مطلق العنان ہوجانے کی ایک انتہائی کوشش کی جس کی غرض تھی یہ اختیارات شاہی کے وہ سب قیود اور حدود جو گزشتہ دو صدیوں میں قائم کیے گئے تھے اُٹھ جائیں۔ اس وقت کی جنگ سے جو قوم اور بادشاہ میں ہو رہی تھی تاج نے بہت کچھ نصیحت حاصل کی اور اُس کی تمام خود مختار کارروائیوں سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ محض ظاہر میں دستور کا پابند تھا اور باطن میں اس نے مجلس ادنیٰ کو اپنے ہواخواہوں سے بھر دیا تھا تاہم جب اس کو امراے مرافعہ (یعنے ڈیوک آف گلاسٹر ارلز آف وارک اور ارنڈل) کو سزا دلوانی منظور ہوئی تو اس نے سابق کی عام و خاص معافیوں کی منسوخی کی باضابطہ تحریک دار الامرا (جنمیں امراے دینی و دنیوی دونوں شریک تھے) سے منظور کرالی اور درخواست تنسیخ کی ابتدا دار العوام سے کرائی گئی تھی۔ اس نے پارلیمنٹ کو اسوقت تک برخاست نہیں کیا جب تک کہ اس کے ارکان نے اس بات کا حلف نہ کر لیا کہ وہ گزشتہ دور پارلیمنٹ کے تمام قوانین موضوعہ پر کاربند ہوا کرینگے اور آیندہ سے اسی مضمون کا حلف اساقفہ اور ریرنوں سے بھی لیا جانے لگا اور جب تک یہ امرا اس حلف کو نہ لیتے ان کے علاقے (جاگیر) پر ان کو قبضہ نہیں ملتا تھا۔ جب دوبارہ ۱۳۹۸ء میں پارلیمنٹ کا اجلاس بمقام شروزبری (Shrewsbury) منعقد ہوا تو اُس نے رچرڈ کو اس کے حین حیات سالانہ مالگذاری مقرر کردی اور اپنے اختیارات ایک مستقل مجلس کے جس کے اٹھارہ ارکان تھے تفویض کر دیئے۔ ۱۳۹۸ء میں تو تاج کی خود مختاری کی بیڑیاں بالکل کٹ گئیں اور بادشاہ کو یہ مطلق العنانی سلطنت کے تینوں طبقات کی رضامندی کی بدولت حاصل ہوئی۔ رچرڈ کو جس عظمت و شوکت کے ساتھ خود مختاری حاصل ہوئی اسی طرح نہایت ذلت و خواری سے اُس کا زوال بھی ہوا۔ اسکے ہاتھوں جو نقصانات کہ ڈیوک آف ہیرفرڈ (Duke of Hereford) کو پہنچے تھے ان سے قوم کی آتش منافرت اور بھی مشتعل ہوئی اور اس کو اس کے معزول کرنے کے لیے ایک حیلہ مل گیا اس لیئے ۱۳۹۹ء میں رچرڈ مستعفی ہونے کے لیئے مجبور کیا گیا۔ فرد قرار داد جرم میں حسب ذیل الزامات اس پر لگائے گئے تھے۔ (۱) یہ کہ اُس نے دستور کے مٹانے میں عہد شکنی کی اور اختیارات شاہی کا بیجا استعمال کیا۔ یہ کہ اس کا ادعا ہے کہ جو بات اس کے دل میں سمائے اور جو قول اسکے منہ سے نکلے

وہی قانون ہے اور قانون کو بدلنے اور بنانے کا صرف وہی مجاز ہے۔ یہ کہ اس کا دعوی ہے کہ وہ اپنی رعایا کی جان ومال کا مالک ومختار ہے۔ یہ کہ وہ نکما نااہل اور بالکل حکمرانی کے قابل نہیں ہے۔،،

ملک نے خاندان لینکسٹر سے بھی تجربہ حاصل کیا

ہنری چہارم نے معاہدہ کیا کہ میں بادشاہ دستوری کی حیثیت سے حکومت کرونگا۔ بالفاظ دیگر یہ کہ وہ اپنی منفرد رائے سے نہیں بلکہ مصالح مشترکہ یعنے پارلیمنٹ (جو خیالات ملک کا اظہار کرتی ہے) اور پریوی کونسل (مستشار) کی رضامندی وہدایت کے بموجب سلطنت کریگا۔ یہ بھی طے ہوگیا تھا کہ اس کی کونسل عظمی کا جو مستقل وپائندہ ہوگی پارلیمنٹ انتخاب وتقرر کرے پارلیمنٹ کے منظور کردہ رقوم کا صحیح ومناسب مصرف ہونے کے لئے تخصیص رقوم اور تنقیح حسابات کی بھی شرط لگادی گئی تھی۔ اس میں شک نہیں کہ اس عہد سے پارلیمنٹ کے بنائے ہوئے فرماں روا کی حکومت شروع ہوتی ہے۔ سر جان فارٹیسکیو (Sir John Fortesque) سے جو سلاطین خاندان لینکسٹر کے عہد کا مشہور ماہر قانون ہے اسوقت کے دستور برطانیہ کی نسبت حسب ذیل نظریہ بنایا ہے وہ کہتا ہے کہ اس مقولہ کی ((کہ بادشاہ جس بات کو پسند کرے وہی قانون ہے،، قانون انگلستان میں گنجائش نہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ تمام قوم کی رضامندی کے بغیر جس کا اظہار پارلیمنٹ کے ذریعے سے کیا جاتا ہے بادشاہ نہ تو قانون کو بدل سکتا اور نہ رعایا پر محصول لگا سکتا ہے۔ ان قیود کے عائد ہونے سے بادشاہ کو ملول ومنجل نہ ہونا چاہیئے بلکہ اُس کو اپنے لیئے باعث افتخار سمجھنا چاہیئے اس لیئے کہ (ملک کی خدمت) کے واسطے بادشاہ ہوا کرتا ہے نہ کہ ملک بادشاہ کے واسطے۔

اس نظریہ کی ناکامی

پھر بھی تاریخ کے صفحے ہنری ششم کے ((پر آشوب زمانے کی بدنظمیوں سے مملو ہیں۔ اب بادشاہ کو روزانہ عرضیاں وصول ہوتی ہیں کہ وہ اچھے طریقے اور نیکی سے حکومت کرے۔ ساحل اور سرحدات کی بخوبی حفاظت کیجائے۔ لولارڈز (ایک مذہبی فرقہ) کی دست برد سے ملک کے امن کو برہم نہ ہونے دیا جائے اور قزاق کی جماعتوں کو جو ملک کو غارت کر رہے ہیں منتشر کیا جائے۔ چنانچہ کیڈ (Cade) (غالباً مولف کی مراد جیک کیڈ (Jack Cade) سے ہوگی جس نے کینٹ کے باشندوں کے سرغنے کی

حیثیت سے سنہ ۱۴۵۰ء میں حکومت کے خلاف شورش کی تھی اور شاہی کونسل میں ایک درخواست "معروضۂ شکایات کے نام سے" روانہ کی تھی، کہ اس بات کی شکایت تھی کہ "ان دنوں قانون کی غرض صرف اس قدر ہے کہ رعایا کو ہر قسم کا گزند پہنچے۔ پارلیمنٹ کا کوئی کام بے غرضانہ نہیں ہے بلکہ ہر ایک قانونی تحریک اور بحث اس خیال سے پیش ہوتی ہے کہ محرک بادشاہ کے لطف و عنایت کا مورد بنے" ملک کے عرض و طول میں بدنظمی اور غداری کا دور تھا۔ قانون و ضابطہ کا کسی کو لحاظ نہیں تھا۔ ملک میں بے امنی تھی اور عدل و انصاف مفقود ہو گیا تھا۔ بلکہ دادرسی میں شاہی خطوط کے ذریعے سے دست اندازی کیجاتی تھی۔ یہاں تک کہ دوران کارروائی میں اور زیر تصفیہ مقدموں کو ہنری چہارم عدالتوں سے اٹھوا کر کونسل کے سپرد کرتا تھا بعض وقت تو عدالتوں کے فیصلے طلب ہوتے اور ذریعۂ کونسل از سر نو سماعت و تحقیقات عمل میں آتی تھی ہنری ششم کی مطلق العنانی کی یہ کیفیت تھی کہ اس کے اشارے پر نارفک کے شیرف نے ایسی جوری منتخب کی جس نے لارڈ مولنز (Lord Molins) کو بری کر دیا۔

بدنظمی و غداری کی انتہا نہ تھی مگر خرابی انتہا کو اس وقت پہنچی جبکہ ملک میں سرخ و سفید پھولوں کی لڑائیوں سے تلاطم مچ گیا۔ منجملہ بدنظمی و بدامنی کے ان لڑائیوں کے اور بھی اسباب تھے مثلاً ہنری ششم کی کمزوری اخلاق، کہ بے سوچے سمجھے ہر ایک سے محبت پیدا کر لینا اور مارگریٹ (Margaret) شہزادی آنجو (Anju) کو اہل برطانیہ سے قومی نفرت ہونا اور اس کے وزراء سے ملک کا ناراض ہونا اور ملکہ مذکورہ کا پارلیمنٹ کو اس لیئے نظر حقارت سے دیکھنا کہ وہ آپ کو آزاد کر کے اغراض قومی کو محفوظ رکھنا چاہتی تھی۔ اس کا ایک اور اہم سبب بھی تھا۔ اُس غیر معمولی طولانی جنگ کے سبب سے جو فرانس میں ہو رہی تھی انگریز تنگ آگئے تھے۔ خاندان یارک (York) کے ارکان کو اپنی آتش حرص و حسد بجھانے کے لیئے یہ موقع بہت ہی غنیمت معلوم ہوا۔ ملک میں قحط اور امراض وبائی کا تسلط تھا اور بادشاہ کی جیب خالی تھی۔ نوبت یہاں تک پہنچ گئی تھی کہ بسا اوقات شاہی جواہرات گرو رکھ کر رقم قرض پر نکالی جاتی اور بادشاہ کو ہر وقت فکر رہتی کہ کسی صورت سے اخراجات سلطنت کے لیئے

روپیہ مہیا ہو۔ ان امور پر غور کرنے سے اس بات کی تحقیق ہوتی ہے کہ ترقی دستوری کی رفتار انتظامات ملک یعنے طریقہ حکمرانی سے بڑھی ہوئی تھی جس قدر ملک میں انتظامات تھے اس سے زیادہ قوم نے خیالات دستوری میں ترقی کی تھی۔ نظم مملکت کے خیال میں تو ترقی ہوگئی تھی لیکن مستعد اور بے نفس حکام کے ہاتوں میں عنان حکومت نہ تھی۔ ملک کی معاشرتی حالت ابھی اس قابل نہیں ہوئی تھی کہ وہ پارلیمنٹ کی صدارت قبول کرنے کے لیئے آمادہ ہوجاتا۔ اس لیئے ایسے امرا کے ہاتوں میں حکومت چلی گئی جو نہایت جفاکار اور قانون یعنے حکومت منظم وشائستہ کے سخت دشمن تھے اور انھی کے سبب سے برسوں سرخ وسفید پھولوں کی لڑائیاں ہوتی رہیں۔

سلاطین ٹیوڈر کی حکومت مطلقہ

ان لڑائیوں کے نتایج میں خاندان ٹیوڈر کی حکومت مطلقہ اور اعلی درجے کی خودمختاری اور اُن فوق العادۃ اختیارات کو جو قانون (موضوعہ) کی رو سے بادشاہ کو ملے ہیں شمار کرنا چاہیئے۔ امرا کی غداری اور ظلم سے ملک تنگ ہوگیا تھا اسیطرح کی آفتیں اُن کے تابعین اور علاقہ دار بھی قوم پر برپا کررہے تھے۔ شہر دل اور جاگیرات پر اُن کی حکومت تھی اور سلطنت کی مقامی عدالتوں میں انکی دست اندازی ہوتی تھی، لہذا ان مظالم سے نجات پانے کے لیئے قوم نے سلاطین مذکور کی خودمختاری بالارادہ نہیں بلکہ بہ مجبوری منظور کرلی۔ ازبسکہ پارلیمنٹ بھی حکومت امرا سے عاجز ونالاں تھی اور بادشاہ پر اس کو اعتماد کلی تھا اس لیئے اس نے ۱۵۳۶ء اور ۱۵۴۳ء میں بادشاہ کو اپنے کسی ایک فرزند کے نام تخت برطانیہ بذریعہ وصیت ہبہ کرنیکی اجازت دیدی۔ بادشاہ کی صغرسنی کے سبب سے جس زمانے میں شاہی کا کام مجلس نائبین کے سپرد تھا اور جس کے ارکان امرا تھے غالباً اسی مجلس کے اشارے پر یا ایسے چند مقتدر امرا کی تحریک کے سبب سے جو ایک کمسن ناتجربہ کار بادشاہ کے مزاج میں دخل پاگئے تھے پارلیمنٹ نے ۱۵۳۶ء میں ایک ایسے بادشاہ کو جو ۲۴ سال کا بھی نہ ہوا تھا بذریعہ قانون اجازت دیدی کہ بادشاہ اُن کل قوانین کو جو اس کے تخت نشینی کے بعد وضع ہوئے ہوں منسوخ کرسکتا ہے۔ ممکن ہے کہ شاہان ٹیوڈر کی خودمختاری کے لیئے اُس قسم کے اسباب ہوئے ہوں جن کی بناپر

سنہ ۱۵۳۹ء میں پارلیمنٹ نے قانون وضع کرکے بادشاہ کے اعلانوں کو قانون کا اثر بخشا تھا۔
عہد ٹیوڈر کے پارلیمنٹوں کی کمزوری کس وجہ سے تھی یہ بات تحقیق نہو سکی اس لئے ہمکو
اُن کے متعلق اس قسم کے احتمالات کرنے کی ضرورت ہوتی ہے ورنہ صحیح طور پر اس بات
کا ثبوت مشکل ہے کہ اس عہد کی پارلیمنٹیں بیحد خوشامد پسند و ذلیل تھیں یا خراب و مرتشی۔
بہر حال اس دور میں قوم کو کچھ ایسی دشواریاں اور مجبوریاں درپیش تھیں کہ اس نے طرح طرح
کے قوانین لغاوت کے وضع ہونے کو جائز رکھا بلکہ پریوی کونسل کی خود مختار حکومت
اور اُس کا وزراء کے ساتھ بیحد مواخذہ کرنے کے باوجود قوم خاموش رہی ؎

لیکن اس عہد میں پارلیمنٹ کی مستعدی و کارگذاری میں خوب ترقی ہوئی
اور کثرت سے مفید قانون وضع ہوئے چنانچہ رومتہ الکبری یعنی پوپ کے ساتھ
تعلقات مذہبی کے منقطع ہو جانے سے بادشاہ کی مذہبی صدارت، اصلاحات تمدّنی
اور امداد مفلسین کا قانون انھی پارلیمنٹوں میں بنا ہے۔ ایسا ہی اس دور میں حکومت عاملانہ
کے اقتدار میں بھی ترقی ہوئی اور یہ اقتدار ملک کے حق میں نفع بخش ثابت ہوا۔
حکام مقتدر کا طرز عمل ظالمانہ نہیں بلکہ منصفانہ ہو گیا اور وہ اپنے کو اپنے افعال کا ذمہ دار
سمجھنے لگے۔ اس پر بھی حکومت عاملانہ کی بعض امور میں دست اندازی پائی جاتی ہے
چنانچہ انتخابات نائبین میں شاہی ہدایت کا پاس کیا جاتا اور اپنی مرضی سے شاہان وقت
نئے نئے حلقہ جات نیابت مقرر کرتے تھے یعنی جدید شہروں کو حق نیابت دیا جاتا
جس کے سبب سے اُن کے مفید مطلب نائبین کا انتخاب ہو کر بادشاہ کے ہمخیال
ارکان کی پارلیمنٹ میں بھرتی ہوتی تھی۔ گو ایلزبیتھ (Elizabeth) ارکان عوام
کے عرائض قانون (اس زمانے میں مسودہ قانون عرضی کی شکل میں پیش ہوتا تھا) پر کبھی کبھی
"ناقابل جواب" کی شرح کر دیتی اور بعض وقت اُن کو ہدایت کرتی تھی کہ اُن کو امور سلطنت
میں مداخلت نہ کرنی چاہیئے بلکہ جو معاملات اُن کے سپرد کئے جائیں انھی کو وہ انجام
دیا کریں تاہم اُس زمانے کے بیت العوام کے مباحثوں کے مطالعے سے واضح ہوتا ہے
کہ اُس کے ارکان کو مباحثے کی پوری آزادی حاصل تھی جبھی تو وہ لوگ اختیارات شاہی کے
کم کرنے کی نسبت اور اپنے اعزاز و اختیار کے بڑھانے کے متعلق دل کھول کر بحث
کرتے تھے اور ان کو اطمینان تھا کہ ان کی کہی ہوئی باتوں پر بیرون دار العوام نکتہ چینی

نہیں ہو سکتی - باوجود اس کے پارلیمنٹ کے امتیازات واستحقاق سولھویں صدی میں جاکر مستحکم ہوئے ہیں اور اسی زمانے سے اُن عرضیوں کا جن میں ان کا لحاظ نہ کیے جانیکی شکایت مرقوم رہتی تھی بادشاہ کی جانب سے جلد اور شافی جواب ملنے لگا -

اس دور میں پارلیمنٹ موازنے کی رقوم کو نامنظور کرنے سے ناواقف نہ تھی اور اس کے کاغذات سے پتہ چلتا ہے کہ قانون مالیہ کے مسودات بعض وقت بیت العوام میں نامنظور ہوئے ہیں اور کبھی ان میں کچھ ترمیم ہوئی ہے - ایلزبیتھ کے عہد میں تو اس امر کا رواج ہوا کہ صرف بادشاہ کے فرمان کی بنا پر خزانہ شاہی سے رقم ایصال نہ ہونی چاہیئے ۔

لہٰذا شاہان ٹیوڈر کے لیئے خود مختاری کے ساتھ ذمہ داری کے ہوتے ہوئے ہیں بھی اجتماع ضدین کی شکل نہیں پیدا ہوتی - ازبسکہ تاج نے اپنی ذمہ داری کو تسلیم کرلیا تھا اس لیئے قوم نے بھی اس کی خود مختاری کو گوارا کرلیا تھا - ٹیوڈر بادشاہوں کی خود مختاری کی بنیاد قوم کا حسن ظن اور خوبی عقیدت ہے - ملکہ ایلزبیتھ اور خود پیٹر ونیٹ ورتھ (Peter Went Worth) اس بات کو بخوبی سمجھ گئے تھے کہ امرا اور عوام کی خواہشوں کے خلاف اڑنا بادشاہ کے لیئے مہلک ہے ۔

تاج اور پارلیمنٹ کے درمیان جھگڑا

جن اختیارات کے ساتھ ٹیوڈر بادشاہوں نے حکمرانی کی ان کو اسٹوورٹ سلاطین نے قانون کی شکل میں لانیکی کوشش کی ہے - انگریز بادشاہوں میں صرف جیمس (James) پہلا بادشاہ نہیں ہے جس کو اپنی نیابت الٰہی میں پکا عقیدہ تھا - اس کے پہلے رچرڈ دوم نے بھی اس مسئلے پر بہت زور دیا ہے مگر بات یہ ہے کہ جیمس نے نہایت کروفر سے اُس کا لوگوں میں اظہار کیا - اس کے سوائے عہد ٹیوڈر کے ساتھ قوم کے دلوں سے حکومت پر فعلاً تفوق پانیکی خواہش بھی باقی نہ رہی تھی اس لیئے اب وقت آگیا تھا کہ ملک سیاسیات کے اخذ کرنے کی جانب مائل ہو جائے - بہر حال ٹیوڈر بادشاہوں کی مطلق العنانی کے سبب سے قوم میں حکومت دستوری کے مطالبہ کرنے کا خیال پیدا ہوا مگر اسٹوورٹ بادشاہوں کی چیرہ دستی کے سبب سے حکومت دستوری تدریجی تغیر کے ساتھ نہیں بلکہ ہنگامہ وتباہی کے ذریعے سے قائم ہوئی ہے - اسٹوورٹ سلاطین کے دعووں اور مطالبات کے رد کرنیکے لیئے چودھویں اور پندرھویں صدیوں کے مسائل واصول دستوری زندہ کیئے گئے اور

ذمہ داری وزراء بلا منظوری پارلیمنٹ محصول عائد کئے جانے اور بلا شرکت پارلیمنٹ قانون بنائے جانے پر دوبارہ بادشاہ اور قوم میں جنگ چھڑ گئی ہو

بادشاہ کی قوت توڑنے کی غرض سے سنہ ۱۶۲۱ء میں ہیئت العوام نے وزرا کے خلاف مواخذہ کے طریقے کو پھر سے جاری کیا لیکن بادشاہ نے اپنے منظور نظر ملازمین کو اس کی زد سے بچانے کے لیئے پارلیمنٹ کو اپنے حکم سے ملتوی کر دیا جس کے سبب سے وضع قوانین کا کام بند ہو گیا مگر اس سے اس کی حکمرانی میں زیادہ دشواری و زحمت نہیں پیدا ہو سکی اس واسطے کہ عدالت ایوان انجم لوگوں کو جرمانہ اور قید کی سزا دیکر اُن سے اعلانات شاہی کی تعمیل کراتی تھی اس طرح عدالت مذکورہ خلاف اصول یعنے پارلیمنٹ کی شرکت کے بغیر واضع قانون بن بیٹھی تھی۔ اس سے بڑھ کر عدالت کے ججوں نے بادشاہ کی طرفداری کی ہے۔ یہی لوگ اصل میں قانون نافذہ کی تعبیر و تفسیر کرنے کے مجاز تھے۔ جس طرح وہ چاہتے قانون موضوعہ کی صراحت کر کے بادشاہ کی تائید میں فیصلے صادر کرتے تھے۔ چنانچہ بیکن (Bacon) لکھتا ہے کہ "قضاۃ ملک میں شیر ببر بنگئے ہیں مگر وہ تخت شاہی کے زینت دینے والے شیر شرزہ ہیں اس لئے کہ یہ لوگ بادشاہ کی خود مختاری کی نسبت کسی امر میں نہ اس کی مخالفت کرتے اور نہ اس کو اس سے باز رکھ سکتے ہیں مختصر یہ کہ قضاۃ نے معاملات شاہی میں دست اندازی کرنی ترک کر دی تھی اور قانون پر عمل کرنا نہ کرنا بالکل بادشاہ کی مرضی پر چھوڑ رکھا تھا۔ عہد اسٹوورٹ کے ماہران قانون کی رائے کے مطابق اختیارات شاہی کی دو قسمیں تھیں۔ ایک اختیارات معمولی اور دوسرے اختیارات غیر معمولی۔ پہلے قسم کے اختیارات کو بادشاہ پارلیمنٹ کی مرضی اور رائے سے استعمال کرتا ہے اور دوسرے نوع کے اختیارات تو تاج برطانیہ کے لیئے مخصوص ہیں۔ ان میں کسی طرح کی کمی نہیں ہو سکتی اور بادشاہ اپنے صواب دید پر رفاہ عام کی غرض سے ان میں تبدیلی کر سکتا ہے۔ چنانچہ ۱۶۲۷ء میں عدالت کنگز بینچ (The court of king's Bench) نے اس امر کا فیصلہ کیا کہ بادشاہ اور پریوی کونسل ملک کے سود و بہبود کے لیئے بغیر اظہار سبب و الزام جس کو چاہیں قید کر سکتے ہیں۔ اس اختیار کی تائید میں بحث کرتے ہوئے

اُس وقت کے صدر وکیل سرکار نے یہاں تک بیباکانہ کہدیا کہ یہ حق تو بادشاہ کو اسوقت سے ملا ہے جبکہ بادشاہی کا برطانیہ میں سنگ بنیاد رکھا گیا تھا۔ عجب نہیں کہ بہبودی ملک کے خیال سے بادشاہ نے بیٹ کے مقدمہ (Bate's Case) کے فیصلۂ عدالت کو محصولات بلاواسطہ کے عائد کرنے میں اپنا نصب العین بنایا تھا اور اسی طرح مسئلہ زرجہاز کے ذریعے سے اس نے محصول بلاواسطہ پر قدرت حاصل کی تھی۔ اس کی نسبت ججوں نے الفاظ ذیل میں بادشاہ کو اطمینان دلایا تھا۔ "جبکہ رعایا کی بہبودی اعلیحضرت کے مدنظر ہو یا ملک میں فساد برپا ہونے کا اندیشہ یا دشمن کے حملہ کرنیکا خطرہ درپیش ہو تو اعلیحضرت ایسے فرمان کے ذریعے سے جس پر انگلستان کی بڑی مہر ثبت ہو اپنی کُل رعایا کو جنگی جہازوں کی فراہمی کے لیئے محصول ادا کرنے پر مجبور کر سکتے ہیں۔ جہازوں کی تعداد اور زرجہاز کو وصول کرتے رہنے کی مدت کا تعین کرنا اعلیحضرت کی مرضی اور روانست پر منحصر ہوگا۔ بہرحال اعلیحضرت بہ نفس نفیس اس بات کا تصفیہ فرما سکتے ہیں کہ ملک خطرے کی حالت میں ہے یا نہیں اور جنگی بیڑے سے کب تک کام لیا جائیگا اور خطرہ کس طرح دفع ہو سکتا ہے"۔

اِس زمانے میں اُن خوشامدی قضاۃ کو جنکا صدر بیکن تھا یک لخت خراب کہدینا آسان ہے لیکن اگر ہم اُس وقت کے حالات پر غور کریں تو ان پر اعتراض کرنے کے بجائے ہمکو اُن کی تائید کرنی پڑتی ہے۔ گو ہمکو وہ لوگ جیمس اور چارلس کے ہاتھوں میں کٹ پتلی سے نظر آتے ہیں لیکن ہم اس بات کو بھولے ہوئے ہیں کہ اُس زمانے کے حکّام عدالت پرانی طرز کے خیالات میں رنگے ہوئے تھے صدیوں سے ان کی عمر بادشاہ کی بیجا اطاعت و چاپلوسی میں بسر ہوئی تھی اور قانون روما کے شہنشاہانہ روایات کی ہوا اِن کے دماغوں میں بھری ہوئی تھی جب تک کہ وہ بادشاہ کی اطاعت کا دم بھرتے اور قوم کو اُس کا مطیع بنانے کی کوشش کرتے وہ اپنے عہدوں پر بحال رہتے تھے اور اگر بادشاہ کی نظر اُن سے ذرا پھر جاتی تو پھر اُن کی خیر نہ ہوتی۔

لانگ پارلیمنٹ کی کارگزاری

قانون حقوق بابت ۱۶۲۸ء اور عرضی شکایت عظیم بابت ۱۶۴۱ء میں تاج کے جملہ غیر دستوری افعال کو بالاختصار قلمبند کیا گیا ہے۔ لانگ پارلیمنٹ نے عدالت ایوان انجم

اختیارات شاہی عود شاہی کے بعد

عدالت ہائی کمیشن (Court of High Commission) اور مجلس شمالی (Council of the North) کو موقوف کرکے ملک پر ناجائز محصول لگانے اور لوگوں کو خود مختارانہ طور پر گرفتار کرنے اور اپنے اختیارات عدالت کو ناجائز طریقے پر بڑھانے سے تاج کو روک دیا۔ اسی طرح سے اس پارلیمنٹ نے زر جہاز۔ قرقی جائداد و مبارزرا اور ناجائز محصولات کروڑگیری کے خلاف قوانین نافذ کرکے ان امور سے بادشاہ کو باز رکھا اور قانون سہ سالہ جاری کرکے پارلیمنٹ کے لیئے لازم کردیا کہ ہر تیسرے سال اس کا نیا اجلاس منعقد ہوا کرے۔ عود شاہی کے بعد بھی ان قیود پر عمل ہوتا رہا اس لیئے کہ چارلس اول نے ان کے مسودات قانونی کی جنوری سنہ ۱۶۴۲ء میں لنڈن سے روانہ ہونے کے پہلے منظوری دیدی تھی جس کے سبب سے ان کی قانون کی حیثیت ہوگئی تھی اور قانون موضوعہ کو بادشاہ بلا رضامندی پارلیمنٹ منسوخ نہیں کرسکتا اس واسطے قانون نافذہ کی پابندی کرنی بادشاہ پر لازم تھی۔ لیکن ان کی تنسیخ کے لیئے چارلس دوم نے وہی پرانی تدبیر اختیار کی بیت العوام کے ارکان کو رشوت دینا شروع کردیا اور حکام عدالت کو ہدایت کردی کہ پارلیمنٹی شہروں کے بلدیات کی دوبارہ اس طرح ترتیب و تنظیم کیجائے جس سے اغراض شاہی کی تکمیل بخوبی ہوسکے۔ اس پر بھی بیت العوام نے اس کی ایک کمزوری سے فائدہ اٹھایا۔ دوبارہ سفر کرنے یعنے اپنی فراری کی نوبت نہ آنے دینے کی غرض سے بادشاہ چاہتا تھا کہ پارلیمنٹ ملک کو اسکے خلاف برانگیختہ نہ کرنے پائے جس سبب سے منظوری رقوم پر سخت نگہداشت کرنے کا موقع ارکان عوام کو ملتا تھا اور اسی سبب سے ڈینبی (Danby) کے مواخذے کے مقدمے میں جبکہ اس نے سنہ ۱۶۷۹ء میں بادشاہ کے حکم معافی کو اپنی صفائی میں پیش کیا تو بیت العوام نے فیصلہ کیا کہ بادشاہ کا کسی کو جرم سے بری کرنا اس کو تحقیقات مواخذہ سے بچا نہیں سکتا۔ بیت العوام کی ان سینہ زوریوں کے خلاف اس نے لوئی چہاردہم (Louis XIV) کی رشوت قبول کرکے اپنی دلجوئی کی اور پارلیمنٹ کے ایک فرقے کو دوسرے سے لڑاکر وہ اپنی آتش

[1] تاریخ دستور انگلستان برائے انٹرمیڈیٹ میں اس کی تشریح کردی گئی ہے ۱۲ س ۔ ع ۔ ر

غیظ و غضب کو بجھایا کرتا تھا۔

جیمس دوم کو جو اپنے بھائی کی بہ نسبت زیادہ متدین اور حصول مطلب میں اس سے کم پالاک و عیار تھا جب اپنے ہم مذہبوں کو اختیارات و حقوق سیاسی دلانے کی طرف توجہ ہوئی تو اس نے قانون امتناعی کو ایک وقت خاص کے لیئے معطل کرنے اور اس کے اثر سے لوگوں کو مستثنےٰ کرنے کے اختیار شاہی کی نسبت حکام عدالت سے اپنی تائید میں فیصلہ صادر کرالیکر گویا خلاق عالم سے مقابلہ کیا۔ اور جب اُس نے پارلیمنٹ کی منظوری کے بغیر محصول وصول کرنا شروع کیا اور اہل لنڈن کو خوف دلانے کی غرض سے میدان ہونسلو (Hounslow Heath) میں فوجیں جمع کیں اور جب اُس نے۔ رعایا کا اپنی شکایت کی نسبت بادشاہ کو عرضی دینے کے حق سے انکار کر دیا اور سات اساقفہ پر جنکی دستخطیں اس عرضی شکایات پر درج تھیں توہین باغیانہ کا الزام لگایا اور اُن کو جھوٹے دغاباز کینہ توز اور بدخواہ سلطنت قرار دیدیا تو قوم کی مخالفت بادشاہ کی دشمنی میں مبدل ہوگئی اور فریقین میں جنگ چھڑنے کیلئے اب کوئی امر مانع نہ رہا۔

(۲) انقلاب کے بعد اختیارات تاج کی حد بندی ۱۶۸۹ء

جن امور کے حاصل کرنے کے لیئے قوم نے اس شورش عظیم کو برپا کیا تھا انکی تکمیل ۱۶۸۸ء کے انقلاب کے ذریعے سے ہوئی۔ مسودہ قانون حقوق کی رو سے طے پایا کہ بادشاہ کا قوانین کو معطل بنانے کی نسبت اپنے اختیار کا ادعا کرنا جایز نہیں ہے۔ یہ کہ تاج کو عرضی دینے کا حق رعایا کو حاصل ہے۔ یہ کہ پارلیمنٹ کی بلا رضامندی رعایا پر محصول عائد کرنا اور زمانۂ امن میں مستقل فوج کا رکھنا خلاف قانون ہے۔ دادرسی میں بادشاہ کا خلل انداز ہونا اور پارلیمنٹ کے اختیارات و مراعات میں دست اندازی کرنا ناجایز ہے بلکہ قوم سے اُس کی حریت و حقوق قدیمہ کا سلب کرنا ہے۔ اسی مضمون کی

۱۷۰۱ء

قانون تملیک (تخت و تاج) میں جس کی رو سے حکام عدالت کو انکے عہدوں کی نسبت اطمینان دلایا گیا ہے اس طرح صراحت کردی گئی ہے۔ "نظماے عدالت کی مدت ملازمت ان کی خوش رویگی (نہ کہ مثل سابق بادشاہ کی خوشنودی) پر منحصر ہوگی" اور دونوں بیوت پارلیمنٹ کی متفقہ عرضی کے گزرنے پر بادشاہ ان کو برطرف کر سکیگا۔ جب اختیارات شاہی کے لیئے حدود قایم ہو کر ان کی تعریف کردی گئی

اور نظمائے عدالت کو عتاب شاہی کے اثرات سے آزادی نصیب ہوئی تو ملازمان شاہی (عہدہ داران سلطنت) اپنے افعال و کردار کے لئے آپ کو معمولی عدالتوں کا (نہ کہ کسی اور قوت کا) ذمہ دار سمجھنے لگے بہر حال اب وقت آگیا تھا کہ بادشاہ کے وسیع اختیارات تمیز کو روکا جائے خوشی کا مقام ہے کہ قوم کی کوشش بارآور ہوئی لو

ولیم سوم کے زمانے سے تاج کے اختیارات میں کسی قسم کا قانونی تغیر نہیں واقع ہوا ہے۔ جارج اول اور جارج دوم کے عہد میں فرقہ بند اور کیبنٹ کی حکومتوں کو ترقی ہوئی اور تاج کے افعال کے لئے وزرا آپ کو مجلس وضع قوانین یعنے پارلیمنٹ کی بازپرس کا مورد سمجھنے لگے اور ان کی مجازی ذمہ داری حقیقت سے مبدّل ہوگئی۔ لیکن جارج سوم کا میلان پرانے طرز کی بادشاہی کا تھا۔ ازبسکہ بچپن میں اس نے بلیک اسٹن کی تفاسیر قانونی اور بالنگ بروک کی کتاب ”محب وطن بادشاہ“ کا مطالعہ کیا تھا اور اس کے کانوں میں اُس کی ماں کی صدا کہ ”جارج بادشاہ بنکر دکھا“ ہمیشہ گونجا کرتی تھی اس لئے اس نے خود مختار بننے کی ازسرنو کوشش کی۔ حصول مدعا کے لئے وہ مختلف طریقے اختیار کرتا۔ پارلیمنٹ کے دو سیاسی فرقوں میں سے کسی ایک کی سرپرستی کر کے اور ارکانِ پارلیمنٹ کو رشوت دیکر اس فرقے کو ہموار کرلیتا اور ایک فرقے کو دوسرے سے لڑوا دیتا تھا تاکہ دونوں کمزور ہوجائیں اور آپ قوی بنجائے اور کیبنٹ کی حکمرانی کا طریقہ مٹ جائے۔ برک (Burke) نے اپنی تقریر میں علانیہ کہدیا تھا کہ ”بادشاہ کی خواہش ہے کہ ہر ایک فرقے میں اور اُس کے ہر ایک ذیلی جماعت میں پھوٹ پڑجائے تاکہ جب یہ فرقہ بادشاہ کے کسی فعل سے ناراض ہوکر اُس کی مخالفت پر کھڑا ہوجائے تو وہ اپنی متفقہ قوت سے اس کا مقابلہ کرنے نہ پائے اور یہ مزاحمت بے اثر ہو اور حضرت کی متعدد حکمت عملیوں کا منشا صرف اس قدر ہے کہ پارلیمنٹ کے ارکان اور وزرا پر اپنے الطاف و مراحم کی بوچھاڑ کر کے ان کو اپنے زیر اثر کریں اور خود جس طرح چاہیں بے روک ٹوک حکومت کی مشین چلاتے رہیں“ لو

(باوجود ان مدبرین کی مخالفت اور پیش بینیوں کے بادشاہ مذکور نے ملک کی عام حکمت عملی کو اپنی خواہشوں کے مطابق چلانے میں اُن ارکان پارلیمنٹ کی بدولت جو ”رفقائے شاہی“ کہلاتے تھے کامیاب ہوگیا۔ جارج سوم کو امریکہ کی نوآبادیوں

سے جنگ کرنے پر اصرار تھا۔ غلاموں کی آزادی پر پارلیمنٹ اڑی ہوئی تھی مگر بادشاہ
اس کے مخالف تھا آخر میں اسی کو کامیابی ہوئی بیت العوام سے وِلکس (Wilkes)
کے اخراج اور عام حکمنامہ ہائے گرفتاری کے مسائل کو اس نے اپنے ذاتی معاملات قرار دیدیئے۔
ازبسکہ وِلکس نے اہل اسکاٹ لینڈ اہل ہانوور اور ہاٹن ٹاٹ لوگوں کی مخالفت پر کمر
باندھ لی تھی اور یہ سب فرقے بادشاہ کے طرفدار تھے اس لیئے بادشاہ نے اسکو اپنا دشمن
قرار دیدیا اور جب جنرل کانوے (General Conway) نے بیت العوام میں
عام حکمناموں کے خلاف رائے دی تو اسکو بادشاہ نے فوجی خدمت سے برطرف کردیا۔
بادشاہ کے عناد کی حد ہی نہ تھی بڑے سے بڑے عہدہ دار تک اس کے خلاف مرضی
کوئی کام نہیں کر سکتے تھے چنانچہ رومن کیتھلک کی آزادی حقوق و اختیارات سیاسی
سے بادشاہ کو سخت نفرت تھی مگر پٹ (جو وزیر اعظم تھا) ان کے خلاف شرائط منسوخ
کرانے کا ذمہ لے چکا تھا اس لیئے جب پٹ نے اس مسئلہ آزادی کی پارلیمنٹ میں
تحریک پیش کی تو بادشاہ نے نپولین کی جنگ کے سبب سے ملک کے
نہایت خطرے کی حالت میں ہونے کے باوجود پٹ جیسے لایق و مفید مدبر کی پروانہ کی بلکہ
اُس کو مجبور کرکے مستعفی کرادیا۔ اس سے بڑھ کر اُس نے بعض موقعوں پر اپنے ذاتی اثر
سے کام لیا ہے چنانچہ لارڈ ٹیمپل (Lord Temple) کو جو بیت الامرا کا صدر تھا
بادشاہ نے ۱۷۸۳ء میں حکم دیدیا تھا کہ وہ بیت مذکور میں اس بات کو علی الاعلان
کہدے کہ جو شخص فاکس کے مسودہ قانون ہند کی تائید میں رائے دیگا بادشاہ کا
ذاتی دشمن متصور ہوگا۔ اس کا نتیجہ ظاہر ہے۔ امرا نے اس تجویز کو نامنظور کردیا اور جب
وزارت کو بیت اعلیٰ میں اس طرح شکست ہوئی تو جارج نے اس سے استعفا طلب کیا۔
باوصف ان امور کے جارج سوم قابل الزام نہیں ہے اسلیئے کہ رومن کیتھلک
کی آزادی اور امریکہ کی نوآبادیوں کے ساتھ جنگ کرنے کے مسئلوں میں قوم اُس کی
طرفدار و ہمخیال تھی۔ اِس کے سوائے بادشاہ کے حصول اختیارات کی کوششوں
سے قوم کو ہمدردی تھی۔ لوگوں کو اس کے اوصاف حمیدہ کی قدر تھی اور اُسکی سیاسی
تنگ نظریوں سے قوم کو اتفاق تھا مختصر یہ کہ قوم کے مذاق کے موافق جارج بادشاہ بن گیا تھا اسلیئے
قوم کو اُس کے غیر دستوری افعال ناگوار نہیں ہوتے تھے۔ جب جارج سوم بوڑھا ہوگیا تو

مقتضائے بشریت سے وہ بھی مجبور ہوا اور امور سلطنت میں اُس شد و مد سے مداخلت کرنی چھوڑ دی اور اس کے بعد کسی دوسرے بادشاہ کو حصول اختیارات کا پھر خیال نہ آیا۔ اس کے سوائے پارلیمنٹ کی اصلاح ہو جانے سے اس قسم کی شاہی دست اندازیوں کا ہمیشہ کے لئے سد باب ہو گیا ﴿

انیسویں صدی میں تاج کی شان وحیثیت میں کمی کا واقع ہونا

جس تغیر کے سبب سے تاج کی شان وحیثیت میں گذشتہ صدی کے دوران میں کمی واقع ہوئی ہے اُس کی تصویر گلیڈاسٹن صاحب اس طرح کھینچتے ہیں۔ بادشاہ کو اپنے اختیار و اقتدار کے بجائے اثر سے کام لینا پڑتا ہے۔ ہر ایک حکمراں کی ذاتی قابلیت اور نکتہ سنجی پر اس اثر کی قوت کا مدار ہے ملکہ وکٹوریہ کا جو اپنے شوہر شہزادہ البرٹ کے مشورے سے حکومت کرتی تھی قومی حکمت عملی پر خوب اثر تھا۔ اسی سبب سے لارڈ پالمرسٹن (Lord Palmerston) جیسے من چلے کی وزارت خارجہ کے زمانے میں برطانیہ کے تعلقات دول غیر کے ساتھ بگڑنے نہیں پائے۔ چنانچہ ملکہ موصوفہ نے اپنی مشہور یادداشت مورخہ ۱۸۵۱ء موسومہ لارڈ پالمرسٹن کے ذریعے سے اس امر پر زور دیا ہے کہ تمام اسلات خارجہ کے مسودے ما بدولت کے ملاحظے کے لئے کافی فرصت کے ساتھ روانہ کئے جائیں تاکہ ما بدولت انھیں بغور پڑھ کر منظوری بخشیں اور جب وہ منظور ہو جائیں تو پھر ان میں کسی قسم کی تبدیلی نہونی چاہیے۔ ہم ملکہ ممدوحہ کی دانائی پہ تحسین وآفریں کہتے ہیں کہ اُنھوں نے کس خوبی سے یادداشت مذکورہ میں تاج کی شان کو جو بہبودی قوم کی محافظ ہے کس طرح بالاجمال بیان فرمایا ہے ﴿

لیکن ابھی تک بادشاہ اپنے اختیارات کی بنا پر پارلیمنٹوں کا انعقاد و التوا و برخاست جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ وزارت یعنے کیبنٹ کو وہی مقرر و موقوف کرتا ہے۔ وہی کلیسا اور حکومت کے سب اعلیٰ عہدہ داروں کا تقرر کرتا ہے۔ اسی کی اجازت سے قومی روپیہ یعنے موازنہ منظور شدہ کی رقم صرف ہوتی ہے اور وہی نظمائے عدالت کے دورے کے حدود مقرر کرتا اور ان کو اُن کے دوروں پر روانہ کرتا ہے۔ اسناد و خطابات بھی اسی کی جانب سے عطا ہوتے ہیں وہی جنگ وصلح کا اعلان کرتا اور وہی شرائط صلح پر دستخط کرتا ہے۔ گو بادشاہ ایسے اہم امور کی انجام دہی کا مختار ہے لیکن از روے قانون کسی ایسے ضابطے کا پتہ نہیں چلتا جس کی بنا پر قوم اُس کو اس کے کسی فعل کے لئے ذمہ دار ٹھہرائے

اس لیئے قدیم سے یعنے ہنری سوم کے عہد سے اس مقولے پر کہ ‘‘بادشاہ سے جرم سرزد نہیں ہو سکتا’’، عمل ہوتا چلا آرہا ہے جس کے سبب سے قانون کی خلاف ورزی کی صورت میں بادشاہ کے عوض اس کے وزرا ذمہ دار سمجھے جاتے ہیں لیکن اس کلیہ کا ایک مستثنےٰ ہے یعنے اگر بادشاہ پاپائے روم کی اطاعت قبول کرے تو وہ اس خلاف ورزی قانون کے لیئے اپنی ذات سے ذمہ دار رہے ہے۔اسی طرح اس مقولہ کا ایک اور مطلب ہے جو فعل کہ قانوناً ناجایز ہو اُس کا مرتکب بادشاہ کے حکم کو فعل مذکور کے جواز میں بطور عذر نہیں پیش کر سکتا۔ بظاہر یہ مقولہ کہ ‘‘بادشاہ سے جرم سرزد نہیں ہو سکتا’’ مشرقی طرز کی مطلق العنانی پر دلالت کرتا اور دستوری اصول کی بادشاہی کے منافی معلوم ہوتا ہے لیکن جب ہم حکومت کیبنٹ کی تاریخ اور اُن مفروضات دستوری پر جن کا اس کے ساتھ نشو ونما ہوا ہے غور کرتے ہیں تو یہ معمی حل ہو جاتا ہے۔اس کتاب کے باب اول کی ابتدا میں بعض مشہور مفروضات دستور کا مجملاً ذکر ہو چکا ہے۔اب ہم چند ایسے مفروضات دستور کی طرف اشارہ کرتے ہیں جن کی نشو ونما حکومت کیبنٹ کی ہستی وترقی کے ساتھ ساتھ ہوئی ہے مثلاً صدیوں سے یہ طریقہ چلا آرہا ہے کہ بادشاہ اپنی مافی الضمیر اور خوشنودی کا اظہار مخصوص شکل کے احکام (فارم۔ Forms) کے ذریعے سے کرتا ہے۔چنانچہ اس کے بعض فرمان کونسل کے توسط سے جاری ہوتے ہیں جن پر ذیل کی عبارت درج ہوتی ہے۔ ‘‘بتوسط وبمشورہ پریوی کونسل’’، بعض ایسے حکمنامے اور احکام ہوتے ہیں جن پر بادشاہ کی دستخط ہوتی ہے اور اس کے مقابل کسی ایسے وزیر کی دستخط ہوتی ہے جن کا تعلق اس کے محکمے سے ہو اور جن امور کے لیئے وہ ذمہ دار سمجھا جائے۔ بعض صورتوں میں بادشاہ کی خوشنودی ومرضی کا اظہار حکمنامے، اعلان اور سند شاہی کے ذریعے سے یا کسی اور وثیقے کی شکل میں جس پر (سلطنت برطانیہ کی) بڑی مہر ثبت ہوتی ہے اور اس کو حکم شاہی کی بنا پر لارڈ چانسلر (جو منجملہ اور وزرا کے ایک وزیر ہے اور جس کے پاس مہر مذکور رہتی ہے) ثبت کرتا ہے۔اس طرح بادشاہ کے ہر ایک فعل کے واسطے پارلیمنٹ کے نزدیک ایک نہ ایک وزیر ذمہ دار ہے بیت العوام کا فرقۂ کثیر ان وزرا کو منتخب کرتا ہے اور اس انتخاب کی اطلاع وزیر اعظم کی معرفت بادشاہ کو دیجاتی ہے۔کسی زمانے میں یہ کہنا درست تھا کہ بادشاہ وزرا کی معرفت

ملک پر حکومت کرتا ہے لیکن اب اس کے برعکس معاملہ ہے یعنے اس زمانے میں وزرا بادشاہ کی وساطت سے حکومت کرتے ہیں۔

سڈنی لو صاحب ان چند غیر معمولی موقعوں کو جبکہ بادشاہ بالکل اپنی ذمہ داری پر کارفرما ہوتا یعنے خود مختار بنجاتا ہے اس طرح مجملاً بیان کرتے ہیں۔ اگر بادشاہ کو اس امر کے باور کرنے کی کوئی معقول وجہ ہو کہ بیت العوام کا فرقہ کثیر ملک کے اس کثیر گروہ کے خواہشوں کی جس نے اُس کو اپنا نائب بنایا ہے تعمیل کرنے میں قاصر ہے تو بادشاہ کو اختیار ہے کہ وہ وزیر اعظم کو ملک سے نیا حکم حاصل کرنے کی نسبت ہدایت کرے (یعنے بادشاہ پارلیمنٹ کو اپنے اختیار سے برخاست کرکے دوسری پارلیمنٹ کے انعقاد کی نسبت جدید ارکان کے عام انتخاب کے لیئے حکم صادر کرتا ہے) دوسری شکل یہ ہے کہ بادشاہ بیت العوام کے فرقہ مقابل کے رہبر کو طلب کرکے بھی حکم دیتا ہے کہ وہ بادشاہ کی جانب سے ملک سے مستدعی ہو (مطلب وہی ہے جو فقرہ مندرجہ قوس میں بیان کیا گیا)۔

یہ باتیں تو پارلیمنٹ کی شکست و برخاست کے متعلق بیان ہوئیں اب بادشاہ کے اُس اختیار کی نسبت سنیئے جبکہ وہ کسی امر کے متعلق انکار کرتا ہے۔ بادشاہ مختار ہے کہ پارلیمنٹ کے برخاست کرنے سے انکار کر بیٹھے۔ جب کوئی جدید پارلیمنٹ منعقد ہوتی ہے تو بادشاہ کو اختیار ہے کہ فرقہ برسر حکومت کے رہبروں سے جس رہبر کو چاہے طلب کرکے اس کو کیبنٹ ترتیب دینے کے متعلق حکم دے۔ جب کوئی کیبنٹ بدل جاتی ہے یعنے فرقہ برسرحکومت کے وزرا کو شکست ہو کر فرقہ مقابل کے ارکان سے وزارت بنتی ہے تو حکومت کے کل کائنات کا مالک بادشاہ بن جاتا ہے۔ ان سب سے بڑھ کر جس امر کی طرف ہم توجہ دلانا چاہتے ہیں وہ حکومت کے مختلف اجزا کا آخریں ایک ہوجانا ہے اس وحدت کی بانی بادشاہ کی ذات ہے اور یہی صفت حکومت کی روح رواں خیال کیجاتی ہے۔ بادشاہ باجلاس کونسل سے حکومتِ عاملانہ یعنے مجلس انتظامی اور بادشاہ باجلاس پارلیمنٹ سے مجلس وضع قوانین مراد ہوتی ہیں عدل و انصاف بھی بادشاہ کے نام سے کیا جاتا ہے یعنے محکمہ جات عدالت کا صدر بھی وہی ہے اس طرح منظم حکومت کے تینوں شعبے (حکومت عاملانہ، مجلس وضع قوانین اور محکمہ عدالت) بادشاہ کی ذات پر منتہی ہوتے ہیں یا بالفاظ دیگر سلطنت کے کل محکموں کو

بادشاہ کے اختیارات

تاج نے اپنے وجود کے سبب سے ایک دوسرے سے جکڑ دیا ہے اور خود وہ مضبوط کڑی ہے جس نے نو آبادیوں کے سلسلے کو ملک آبائی سے ملا دیا ہے۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ تاج کو ایک قسم کی بقا حاصل ہے لیکن وزرا اور پارلیمنٹیں بدلتی رہتی ہیں ٭

ان کے سوا معاملات خارجہ اور عام حکمت عملی پر بادشاہ کا حقیقی اثر ہے اسی طرح وہ اپنے اثر کے باعث حکومت یعنے نظم و نسق کے جزئی امور کی بھی نگرانی کرتا ہے۔ اور ایلچیوں، وزرا، اساقفہ سلطنت کے تمام اعلی عہدہ داروں کے انتخاب کرنے میں اپنی مرضی سے کام لیتا ہے۔ جن امور کا تعلق سود و بہبود قوم سے ہوتا ہے وہ اپنے اثر کی بدولت اُن کی رہنمائی کرتا ہے اس کے حقیقی اثر کے سبب سے تو قوم کو اپنی معاشرتی امور میں اصلاح کرنے کی جرات و ہمت ہوتی ہے۔ فرماں روا کی ذاتی خواہشوں کا وزارت، پارلیمنٹ اور قوم میں بہت ہی لحاظ کیا جاتا ہے۔ سر ولیم اینسن (Sir William Anson) تاج کے روزانہ کام کو بالاجمال حسب ذیل بیان کرتے ہیں۔ "ہمارے سلاطین کی (جن میں ملکات بھی شریک ہیں) ابھی تک وہی اہمیت ہے یہ لوگ ایک ایسا آلۂ حکومت ہیں جن کے بغیر وزرا کا کام نہیں چل سکتا۔ ابھی تک ان کی حیثیت ایسے مشیروں اور ناصحوں کی ہے جو نہایت ویرینہ تجربہ کار ہوں اور جن کو (حکومت اور قوم کی نسبت) اپنے معلومات میں اضافہ کرنے کے غیر معمولی موقعے ملے ہوں جس کے سبب سے ان کے مشورے اور نصیحتیں قابل قدر سمجھی جائیں اور عام رعایا خصوصاً عہدہ داران سلطنت کو چاہیئے کہ ان کی ہدایتوں اور احکام کو گوش دل سے سنکر ان پر سچے دل سے عمل کریں نہ کہ اخلاقاً قبول تو کرلیں لیکن عمل ان ہدائتوں کے خلاف ہو"۔ اس لیئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ فرمانروا محض جہاز کے سامنے کی مورت نہیں ہے بلکہ جہاز حکومت کا وہ قطب نما ہے جس کے بغیر جہاز کے پائے یعنے چکر کو پھرانے کی کوشش کرنا بے سود ہے اور یقیناً ایسا جہاز پائے کو پھرانے والے کی غلطی سے کسی چٹان پر چڑھ جائیگا٭

باب پنجم

بادشاہ کی کونسل

کونسل کا نشو و نما

وٹناجیمو
The Wite-
-nagemot
(مجلس عقلا)

سیکسنوں کے زمانے میں ملک کا نظم ونسق مختصر اور سادہ تھا۔ حکومت کے فرائض میں اس قدر زیادتی اور گنجلک نہیں تھی کہ اُن کو مختلف محکموں میں تقسیم کرنے کی ضرورت ہوتی۔ بلکہ کل حکومت کا مرکز بادشاہ سمجھا جاتا تھا۔ اور اس کو حکمرانی میں وٹناجیمو (مجلس عقلا) سے مدد ملتی تھی۔ اس مجلس کے ارکان دو صدر اسقف اور ایسے اساقفہ اور رؤسائے رہبان اور مختلف علاقوں کے صوبہ دار ہوتے تھے جن سے اس کی حاضری ممکن تھی۔ نیز ایسے تھین اور دربار شاہی کے خاص عہدہ دار جو بادشاہ کی جانب سے بطور خاص طلب ہوتے اُس میں شریک رہتے تھے اس مجلس میں کسی قدر عدالتی کام بھی ہوتا تھا اگر ہم اس کے مختصر و محدود عدالتی کاموں کو بھی شامل کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ حکومت کے معمولی کاروبار میں اس مجلس کی شرکت زیادہ نہ تھی۔ جو قانون اور محصول کی شرح اس مجلس میں پیش ہوتی اُن کی یہ مجلس منظوری دیتی اور جو زمینیں بادشاہ کی جانب سے لوگوں کو عطا ہوتی تھیں ان کے اسناد پر گواہوں کی حیثیت سے اس کے ارکان دستخط کرتے تھے۔ لیکن اہم قومی امور میں اکثر مشورہ مجلس قومی سے لیا جاتا تھا باوجود اس کے بادشاہ اگر چاہتا تو مجلس عقلا کے مشورے کی پروا نہ کرتا بلکہ اس کے خلاف کر گزرتا اور بعض صورتوں میں اس سے مشورہ ہی نہ کرتا۔ حقیقت یہ ہے کہ مجلس عقلا کا اختیار اطاعت گزاروں کا سا تھا کسی کام میں وہ بادشاہ پر تقدیم نہیں کرتی تھی۔ بلکہ جو کام اس کے سپرد تھا اس کو وہ بادشاہ کی مرضی کے موافق انجام دیتی تھی۔

مگر فتح برطانیہ کے ساتھ مجلس عقلا کی حالت میں تغیر شروع ہو گیا۔ ازبسکہ ولیم اول جاگیرداروں کی ایک بڑی جماعت کا سردار تھا اس لیے بڑے جاگیرداروں سے مشورہ لینے کو وہ اپنا حق اور فرض سمجھتا تھا۔ اس نے ٹھان لی تھی کہ انگلستان میں قومی بادشاہی

قائم ہوا اور حکومت کو مٹانے والے نظام جاگیری کے اثرات کا ملک سے قلع قمع ہو جائے لہذا اس نے جاگیرداروں کی اس مجلس کو اپنی قوت کا نہ کہ ضعف کا سرچشمہ بنایا۔ جو جاگیردار اپنے مالک (فرماں روا) کی حکومت کا منکر ہوتا وہ اس مجلس سے خارج کر دیا جاتا تھا۔ مجلس کی شرکت جاگیرداروں کے لیئے گویا اقتدار شاہی کو تسلیم کرنا اور بادشاہ کی مدد کرنے کا عملی ثبوت متصور ہوتی تھی۔ اس مجلس عام یعنے مجلس قومی کے اختیارات قریب قریب مجلس عقلا کے اختیارات کے مثل تھے۔ لیکن دونوں کی ترتیب وساخت میں فرق تھا یعنے اس کی رکنیت کے لیئے سرکاری عہدہ داروں کے سے تجربہ کار ولایق لوگوں کی ضرورت نہ تھی بلکہ اس کے لیئے بڑا جاگیردار ہونا شرط اہلیت سمجھی جاتی تھی۔

کمیونے کنسی لیم The Comune Canciliam

مجلس قومی نارمنوں کی مجلس شاہی

ولیم اول اور اس کے جانشین نہ صرف مجلس قومی سے مشورہ لیتے تھے بلکہ ان لوگوں کے مشیر بھی ایک اور مجلس تھی جس کا لقب کیوریا ریجس (Curia Regis مجلس شاہی) تھا۔ اس کے ارکان عموماً اساطین سلطنت تھے مثلاً دو صدر اسقف جن کو ہر ایک کونسل کی رکنیت کا حق حاصل تھا اور دوسرے ایسے لوگ جن کو طلب کرنا بادشاہ مناسب سمجھتا تھا۔ ازبسکہ یہ مجلس ہر وقت بادشاہ کے ہم رکاب رہتی اس لیئے حکومت کے ہر ایک کام اور شعبے میں اس کی شرکت ہوتی تھی اور جب مجلس قومی منعقد ہوتی تو یہ اس کی شریک غالب بنجاتی تھی۔ بڑی مجلس اور اس چھوٹی مجلس میں کوئی فرق نہ تھا جو کام بادشاہ پہلی مجلس کے مشورے سے کرتا وہی کام دوسری مجلس کی رائے سے انجام دیتا بجز اس کے کہ مجلس قومی کے ذریعے سے وہ ملک پر محصول لگاتا تھا۔ مگر اس زمانے میں محصول لگانے کا زیادہ رواج نہ تھا اس لیئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ دونوں مجلسوں کے ایک سے فرائض واختیارات تھے اور نوعیت کار بھی ایک ہی تھی۔ گو یہ دونوں مجلسیں ایک نہ تھیں اور ان کے کام میں فرق کرنا بھی ناممکن ہے۔ تاہم ایک کو دوسرے کی کمیٹی کہنا تاریخی غلطی ہوگی۔ حقیقت یہ ہے کہ نارمنڈی کے جاگیردار سرداروں کے سبب سے انگلستان کے نارمن سلاطین نے مجلس قومی کے وجود کو اپنی ذات پر لازم کر لیا۔ اور ضرورتاً اس کو جاری رکھا۔ یہ لوگ اس کے ذریعے سے اپنی نگرانی نارمن امرا پر قائم رکھتے مگر روزانہ امور سلطنت مجلس شاہی کے ذریعے سے انصرام پاتے تھے اور یہ دوسری مجلس بہ نسبت پہلی مجلس کے زیادہ مختصر اور اطاعت گزار

وفرمانبردار تھی اور چونکہ اس کے ارکان واقف فن اور تجربہ کار ہوتے تو اس میں کام بھی
زیادہ مستعدی سے ہوتا تھا مجلس قومی اور مجلس شاہی کا فرق دونوں کی شان اور قابلیت
و مستعدی پر مبنی نہیں ہے بلکہ ان میں امتیاز کرنے کا سبب یہ ہے کہ ایک مجلس تو گاہے ماہے
اور دوسری دواماً منعقد ہوتی تھی ؎

مجلس قومی کی تاریخ کا تعلق مجلس وضع قوانین سے ہے مگر جس قدر امور حکمرانی
میں اضافہ ہوتا گیا اور حکومت کے فرائض کو مختلف محکموں میں تقسیم کرنے کی ضرورت
محسوس ہوتی گئی اس قدر مجلس شاہی سے مال، عدالت اور امور انتظامی کی مجلسیں
بتدریج نمایاں ہوتی گئیں۔ مطلب یہ کہ اس زمانے کے محکمہ جات مال و عدالت
و انتظامی کا ماخذ و مصدر قدیم زمانے کی مجلس شاہی ہے ؎

کونسل
The Council

سب سے پہلے ہنری سوم کی نابالغی کے زمانے میں مجلس شاہی کی حیثیت
جس کا لقب اب دی کونسل ہو گیا تھا ایک منتظم حاکم اور مشیر کی ہوئی ہے یعنے اس عہد سے
اس مجلس نے بادشاہ کو مشورہ دینے کے سوائے سلطنت کے انتظام میں بھی مداخلت
شروع کر دی۔ ہنری کے بلوغ کو پہنچنے تک سلطنت کے کل بڑے عہدہ دار اور نظمائے عدالت
اور چند اساقفہ اور امرا اس کے ارکان ہوتے تھے اور یہی لوگ حکومت کے تمام کاموں کو
انجام دیتے تھے۔ مگر سنہ ۱۲۳۲ء سے جبکہ زمام حکومت ہنری کے ہاتھ آئی اور اس نے
اسی کونسل کے ارکان کا تقرر کرنا شروع کیا جنگ امرا کے چھڑنے تک امراء نے بادشاہ کی
مطلق العنانی کے کم کرنے کی غرض سے اس امر کی کوشش کی ہے کہ وہ نہ کہ بادشاہ
مشیران شاہی (ارکان کونسل) کا انتخاب کریں۔ آئین مصدرہ آکسفرڈ واقع سنہ ۱۲۵۸ء کی
رو سے کونسل مستقل بنادی گئی اور ارکان کی تعداد پندرہ کر دی گئی اور ایک دوسری تجویز
بابت سنہ ۱۲۶۴ء کے ذریعے سے اس کے ارکان کی تعداد نو کر دی گئی اور اس کا ہر وقت
بادشاہ کے ہم رکاب رہنا لازم قرار پا گیا۔ ایسا ہی جب امرا نے سنہ ۱۳۱۰ء میں بادشاہ کو
مشورہ دینے اور ارکان کونسل پر نگرانی رکھنے کی غرض سے امرائے مقننین کی ایک مجلس ترتیب دی
تو گویا انھوں نے اسی خیال یعنے متذکرہ صدر تدبیروں کا اعادہ کیا ؎

(سنہ ۱۲۳۲ء — سنہ ۱۲۵۸ء — سنہ ۱۲۶۴ء)

سنہ ۱۲۷۲-۱۳۰۷ء

لیکن اس آخری تدبیر کے پہلے ایڈورڈ اول کی قوی حکومت میں قوم نے
کونسل پر نگرانی رکھنے کے سب منصوبوں کو نظر انداز کر دیا تھا۔ اسکا سبب نہ صرف

بادشاہ مذکور کا اقتدار و حسن انتظام تھا بلکہ کونسل کے ارکان "ایسے لوگ ہوتے جو کسی نہ کسی حیثیت سے بادشاہ کے ملازم سمجھے جاتے اُسی کا کام کرتے اور اُسی سے تنخواہ پاتے تھے" اور اسی سبب سے اُس وقت کی کونسل میں نارمن سلاطین کی مجلس قومی کی بہ نسبت نظام جاگیرات کے اصول و منشاء کا کم لحاظ ہوتا تھا اور ملک کی نظروں میں اس کی خاص وقعت تھی۔ کبھی کبھی اس میں قانون بنانے کے لیئے بادشاہ امرا اور عوام جمع ہو جاتے لیکن فرامین شاہی جن کی حیثیت اور اثر قانون (موضوعہ) کا سا تھا عموماً اسی کے مشورے و ہدایت سے جاری ہوتے تھے۔

ایڈورڈ سوم کے عہد میں پارلیمنٹ کا کونسل پر نگرانی رکھنے کی نسبت کوشش کرنا

گو پارلیمنٹ نے ایڈورڈ سوم کو اُس کے مشیروں یعنے ارکان کونسل کے انتخاب کرنے کا اختیار تو دیدیا تھا لیکن اس امر کی کوشش کیجارہی تھی کہ اُن کے افعال پر خود اپنی نگرانی قایم ہو جائے۔ مگر ایڈورڈ کی خود مختاری اور خودسری کے سامنے پارلیمنٹ کی کچھ نہ چل سکی اور جب زیادہ دباؤ ڈالا گیا تو ایڈورڈ نے سنہ ۱۳۴۱ء میں پارلیمنٹ سے معاہدہ کر لیا کہ وزرا قانون کی پابندی کی نسبت پارلیمنٹ میں حلف کیا کرینگے اور جب کوئی نئی پارلیمنٹ منعقد ہو تو اس کا کام شروع ہونیکے پہلے وہ اپنی خدمتوں سے مستعفی ہو جائینگے اور جب ان میں سے کسی وزیر کے مقابل نالش دائر ہو تو وہ اپنی براءت آپ کریگا (مطلب یہ کہ بادشاہ کی مداخلت نہوگی)۔ اس معاہدے کو ہو کر دو برس بھی نہیں گزرے تھے کہ ایڈورڈ نے اس بہانے سے کہ معاہدے پر اس سے جبراً منظوری لیگئی تھی اس کو توڑ دیا۔ کونسل نے اکثر عدالتوں کے اختیارات غصب کر لیئے تھے اور ان عدالتی اختیارات کی بنا پر لوگوں پر فرضی مقدمے قایم کرکے اُن کو تنگ کرتی تھی۔ ملک نے ان مظالم کے خلاف عرضیوں کے ذریعے سے بادشاہ کو متوجہ کرنا چاہا لیکن یہ کوشش ناکام رہی۔ کونسل کے کام کا اندازہ کرنے کی غرض سے ایڈورڈ دوم کے عہد میں ایک منشی اور عرضیوں کی جانچ پرتال کے لئے ایڈورڈ سوم کے دور میں تنقیح سازوں کا تقرر عمل میں آیا۔

سنہ ۱۳۸۶ء سے کونسل کی حیثیت بادشاہ کے معتمد (علیہ) یا خانگی ملازم کی ہوتی ہے

رچرڈ دوم کے عہد سے کونسل کی تاریخ میں ایک نئے دور کا آغاز ہوتا ہے۔ کونسل کی تحریرات کے معائنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ سنہ ۱۳۸۶ء سے اس کی شان بادشاہ کے معتمد (علیہ) یا ملازم (رازدار) خانگی کی بنجاتی ہے اور اس وقت سے جو شبہات

کہ اس کی حقیقت کے متعلق کئے جاتے تھے اٹھ جاتے ہیں۔ نارمنوں کی مجلس شاہی
سے محکمہ مال، قانون غیر موضوعہ اور نصفت کی عدالتیں نکلی ہیں۔ اس دور سے کونسل نے اپنے آپ کو
ان عدالتوں اور قدیم مجلس قومی سے بالکل علیحدہ کرلیا یعنے اس کی ایک جداگانہ ہستی قائم ہوگئی۔

فرائض کونسل

کونسل کی یادداشتوں سے پایا جاتا ہے کہ اب اس میں سلطنت کے ہر شعبہ کا کثرت
سے انتظامی کام ہونے لگا۔ امور تجارت اور دول غیر کی رعایا پر اس کے مخصوص اختیارات
تھے۔ امن میں بادشاہ کی بھی محافظ تھی اور شورش و بے امنی کے موقعوں پر اس کو خاص خاص
تدبیریں اختیار کرنی پڑتی تھیں اور امن قائم کرنے کے لیئے سختی سے کام لینے کی ضرورت
ہوتی تھی۔ اساقفہ کے انتخاب میں بادشاہ کو اسی سے مدد ملتی اور اسی میں الحاد و سحر
کے مقدموں کی تحقیقات ہوتی تھی۔ تاج کے مصارف سلطنت اور مصارف خانگی کی
نگرانی یہی کرتی تھی اور ان کے لیئے روپیہ بھی یہی قرض لیتی تھی۔ اکثر مقدموں کیواسطے
یہ کونسل مرافعہ کا آخری محکمہ تھی اور جن مقدموں کو کسی سبب سے قانون غیر موضوعہ کی
عدالتیں سماعت نہ کرسکتی تھیں ان کے لیئے یہ عدالت ابتدائی تھی۔ پارلیمنٹ میں
قانونی تحریک کرنے کی نسبت اس کو خاص اختیارات حاصل تھے خود بھی کبھی کبھی بذریعہ
فرمان قانون وضع کرتی تھی۔ سنہ ۱۳۹۰ء میں پارلیمنٹ نے بادشاہ کو عرضی دی کہ پارلیمنٹ
کے بند رہنے کے زمانے میں کونسل کا فرامین جاری کرنا جس سے قانون غیر موضوعہ کی
خلاف ورزی ہوتی ہو ناجائز ہے لیکن رچرڈ نے اس عذر سے عرضی مذکورہ کے
قبول کرنے سے انکار کردیا کہ اس کا منشا میری سطوت شاہی کو گھٹانا ہے ؛

بادشاہ کو جن امور کا مشورہ دیا جاتا ان کے اخفا اور حتی المقدور اچھے سے اچھا
مشورہ دینے کے لیئے ارکان کونسل کو حلف کرنا لازم تھا۔ رکنیت کونسل کا نہایت معقول
مشاہرہ تھا لیکن جو ارکان کام کرنے سے جی چراتے اور بلاوجہ موجہ غیر حاضر ہوتے ان پر
سخت جرمانے کئے جاتے تھے۔ رچرڈ دوم کے عہد میں ان مشیروں کی مدت ملازمت
ایک سال تھی مگر اس کے بعد یہ منصب تاحین حیات ہوگیا تاہم کسی رکن کا اپنی رکنیت
کو بحال رکھنا یا نہ رکھنا اس کی اور بادشاہ کی مرضی پر موقوف تھا۔ ازبسکہ بادشاہ کونسل کے
ہر ایک جلسے میں شریک نہ رہتا اس لیئے جس جلسے میں وہ صدر ہوتا اس روز کی
کارروائی پر "بحضور شاہ" کے الفاظ اضافہ کیئے جاتے تھے۔ بلحاظ قواعد طے ہوگیا تھا

کہ جن امور کا بادشاہ کی خاص رضامندی کے بغیر تصفیہ نہیں ہو سکتا اُنکی نسبت اُسکی مرضی دریافت کرنے کے بغیر کوئی کارروائی نہونی چاہیئے۔ بادشاہ کے مرنے پر کونسل خودبخود شکست ہو جاتی تھی یعنے اس کے فرائض و اختیارات ساقط ہو جاتے تھے؛

رچرڈ دوم اور اس کی کونسل

رچرڈ کا سلوک اُس کی کونسل کے ساتھ قابل غور ہے۔ جب رچرڈ سن بلوغ کو پہنچا تو اُس زمانے کے بعض امرا نے ایک عرضداشت میں بطور مشورہ کونسل کی علوشان کی نسبت قیاس قانونی کا اظہار کر کے رچرڈ کو آگاہ کیا ہے۔ ''بادشاہ کو چاہیئے کہ کونسل کے بیانات باور کرے بادشاہ کے انجاح مقاصد یعنے سلطنت کی بھلائی کے لیئے ارکان کونسل کو جو طریقہ سب سے زیادہ مفید معلوم ہو اس نہج سے وہ اپنے فرائض کو انجام دیں اور بادشاہ کو لازم ہے کہ وہ انکے انصرام میں مخل نہو بلکہ کونسل کو موقع دیا جائے کہ وہ اپنے کاموں کو اس طرح چلائے کہ قانون نافذہ کی پابندی ہو سکے اور اسکے ساتھ ہی وقار شاہی کو کوئی گزند نہ پہنچنے پائے۔ بادشاہ کی حضوری میں ان مشیران خاص کی فوری باریابی اور شیرف و نظمائے عدالت کا تقرر انھی کے مشورے سے ہونا چاہیئے''۔

اگر بادشاہ اور اس کے مشیروں (ارکان کونسل) کے باہمی تعلقات کی نسبت یہی قیاسات واصول تھے جن کا ابھی بیان ہوا تو حقیقت یعنے عمل اسکے برعکس تھا چنانچہ بعض وقت رچرڈ اپنے مشیروں کو اس عذر سے کہ ان کے مشورے سے اُسکا دل رنجیدہ ہوتا ہے باریابی سے محروم کرتا اور کبھی تو اُن سے نہایت سختی سے کج بحثی کرتا تھا جس زمانے میں کہ خزانہ دار اور چیمبرلین اور وزیر مہر خرد (بشپ بیگٹ اور گرین) کے سوائے کونسل کے دوسرے سب ارکان غیر حاضر تھے تو ان کی غیر حاضری کا جرمانہ اس نے سب سے وصول کیا اور خود ہی کھا گیا اس کے ساتھ ہی اکتوبر سنہ ۱۳۹۷ء میں ان مشیروں کو حکمناموں کے ذریعے سے طلب کیا جن میں ہدایت کردی گئی تھی کہ جو رکن حاضر نہو گا خواہ اُس کا عذر کچھ ہی کیوں نہو اس کو اپنی جان و مال سے ہاتھ دھو بیٹھنا پڑیگا۔ ان طلبناموں میں کونسل کے انعقاد کی نسبت نہ تو کوئی وجہ بتلائی گئی تھی اور نہ غیر حاضری کی نسبت کسی عذر کی سماعت قبول ہونے کی گنجائش تھی؛

خاندان لینکسٹر کے عہد کی پریوی کونسل

شاہان لینکسٹر کے عہد میں تو یہ مجلس پارلیمنٹ کی ایک جزو یعنے کمیٹی بنگئی تھی۔ چنانچہ سنہ ۱۴۰۴ء اور سنہ ۱۴۰۶ء اور پھر سنہ ۱۴۱۰ء میں ہنری چہارم نے اس کونسل کے ارکان کا

پارلیمنٹ کے اراکین سے تقرر کیا۔ ہنری ششم کی نابالغی کے زمانے میں خود پارلیمنٹ نے اس کا انتخاب کیا اور ارکان عوام نے متعدد مرتبہ اس "شاہی کونسل عظیم و مستقل" کی نسبت اپنا اعتماد ظاہر کیا۔ کونسل کے منشی کے نام تاکیدی احکام جاری کیے گئے کہ وہ مسل میں "ہر ایک محرک کا نام و غرض اور ضرورت" کو لکھا کرے اس طرح ہر ایک رکن کے افعال کی ذمہ داری قرار دی گئی۔ اور ایک قاعدے کی رو سے طے پایا کہ کونسل کی منظور شدہ تحریکوں پر ان ارکان کی دستخط ہونی چاہیئے جو اُس سے متفق ہوں اور جو ارکان منظورہ تحریکوں اور تصفیہ شدہ امور کے وقت غیر حاضر ہوں لیکن اُن سے اُن کو اتفاق ہو تو وہ اپنی غیر حاضری کا عذر نہ کریں بلکہ حاضر ہونے کے بعد منظورہ تحریکوں اور امور تصفیہ شدہ پر اپنی دستخط کر دیں۔ بادشاہ مذکور کی نابالغی کے زمانے میں کونسل بے انتہا محتاط تھی اور ہر ایک کام بادشاہ کے نام سے کرتی تھی۔ علامہ ڈائسی (Professor Dicey) ہنری کا ایک قول جبکہ اس کی عمر پانچ سال کی تھی کونسل کے کمال احتیاط کی مثال میں اس طرح بیان کرتے ہیں۔ کونسل نے اس چھوٹے لڑکے ہنری کو سکھلایا تھا کہ ذیل کے لفظوں میں چانسلر وقت کو اطمینان دلائے۔ "اگر ہم پڑھنے لکھنے میں غفلت کریں یا ہم سے کوئی قصور سرزد ہو تو ہمارا ابن عم (یا چچیرے بھائی) وارک (Warwick) مختار و مجاز ہیں کہ حسب صواب دید کبھی کبھی ہماری گوشمالی کریں اور ہمکو سزا دیا کریں" ہٰ

پریوی کونسل اور معمولی کونسل

اسی دور میں بادشاہ کی اس کونسل میں ایک اندرونی دائرہ بن گیا یعنے چند مخصوص ارکان کی ایک چھوٹی کونسل اس بڑی کونسل میں قائم ہو گئی اور اس مختصر جماعت کا نام پریوی کونسل (Privy Council ۔ مجلس خانگی یا مجلس خاص) پڑ گیا اور بڑی جماعت معمولی کونسل یعنے مجلس عام سے ملقب ہو گئی۔ اگر بادشاہ کم سن ہوتا تو اس چھوٹی انتظامی جماعت کو مشورہ دینے کی غرض سے کبھی کبھی کل ارکان طلب ہو کر بڑی کونسل کا انعقاد کیا جاتا تھا اور پہلی کونسل بادشاہ کے جملہ اختیارات خاص کا استعمال کرتی تھی۔ یہ چھوٹی کونسل (پریوی کونسل) اصل میں بڑی اور مستقل کونسل کی مجلس انتظامی تھی اور بادشاہ کی نابالغی کے زمانے میں وہی کونسل مجلس نیابت دکونسل آف ریجنسی ۔ (Council of Regency بن جاتی جس کے فرائض مشیرانہ نہیں بلکہ انتظامی تھے۔ مگر جب ہنری نے سن بلوغ کو پہنچکر زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لی تو پارلیمنٹ

نے ارکان کونسل کے انتخاب میں اپنے اثر سے کام لینے میں سستی کرنی شروع کردی اور اُس کے کاموں پر نگرانی رکھنی تو قطعاً ترک کردی۔ پھر یہی کونسل تاج کے ہاتھوں میں ملکی مظالم کا آلہ بنگئی اور اس میں غیر ملکیوں اور بادشاہ کے پسندیدہ لوگوں کی کثرت ہونے لگی۔ اور باوجود ارکان عوام اور امرا کی متواتر عرضداشتوں کے کہ بادشاہ کونسل میں مستعد اور نیک لوگوں کو جمع کرے کوئی اچھا نتیجہ برآمد نہیں ہوا سر جان فارٹسکیو نے ایڈورڈ چہارم سے باصرار کہا کہ شاہی مشیروں کا انتخاب اُن کی مستعدی اور کارگزاری کے لحاظ سے ہونا چاہیئے اور اصلاح کونسل ہو کر پندرھویں صدی کی بدنظمی اور سوء انتظام کا رفع ہونا ضرور ہے۔ مگر اس مشورے کا کچھ اثر نہ ہوا، گویا اس نے ایک بے بہرہ آدمی کو اپنے گرانقدر مشورے سے بہرہ اندوز کرنے کی فضول کوشش کی؀

ازبسکہ ہنری ہفتم کو پارلیمنٹ کے مقرر کیئے ہوے حق کی بنا پر حکومت ملی تھی اس لیئے لوگوں کی امید بندھی کہ حالات میں کچھ اصلاح ہوگی لیکن جو امرا کہ سرخ وسفید پھولوں کی لڑائیوں کے بعد باقی رہ گئے تھے ان میں گویا کہ اُن کے جفاکار و غدار آبا و اجداد کی روحوں نے حلول کیا تھا اُنھوں نے کونسل کی حالت نہ سنبھلنے دی۔ اور پارلیمنٹ بھی اصلاح کونسل کی جانب متوجہ نہوئی اس لئے کہ وہ اپنے اختیارات کے سبب سے مطمئن تھی اور قوم ان طولانی خانہ جنگیوں کے سبب سے صرف امن وامان اور حفاظت جان ومال کی متمنی تھی۔ بدامنی وبدنظمی کے عوض حصول امن کے لئے ہر ایک طبقۂ ملک کی نظریں تاج کی طرف اُٹھ گئی تھیں۔ طبقۂ امرا اور مجلس وضع قوانین جن ہتیاروں سے مجلس انتظامی کو ڈرایا کرتے یا زیر کرنا چاہتے تھے وہ گزشتہ صدیوں میں ہی قریباً ایکسو سال کے واسطے نظروں سے غائب ہو گئے تھے اور نارمنوں اور خاندان پلینٹیجنیٹ کے ابتدائی بادشاہوں کی مجلس شاہی دوبارہ زندہ ہوکر ٹیوڈر بادشاہوں کی پریوی کونسل بنگئی؀

عہد حکومت کونسل

۱۴۸۵ء سے ۱۶۴۰ء تک پارلیمنٹ کی نائبانہ حیثیت سے نہیں بلکہ تاج کا آلہ حکمرانی بنکر کونسل نے اپنے انتظامی عدالتی اور قانونی (بمعنی وضع قانون) اختیارات کا

نہایت سطوت سے استعمال کیا ہے۔ اس کے ارکان عموماً شاہی ملازم ہوتے جو احکام شاہی کی تعمیل کو واجب جانتے اور آپ کو صرف تاج کا ذمہ دار سمجھتے تھے۔ ان کی ملازمت کی مدت بادشاہ کی خوشنودی پر منحصر ہوتی تھی اور اُن کو عہد کرنا پڑتا تھا کہ وہ بادشاہ کو سچا اور وفادارانہ مشورہ دینگے لیکن بادشاہ کو ان سے مشاورت کا عہد کرنا ضرور نہ تھا۔ ہنری ہشتم اور الیزبیتھ کے تو مخصوص وزرا تھے اور جب انھیں مشورے کی ضرورت ہوتی تو وہ پریوی کونسل کے بجائے جس کسی وزیر سے چاہتے مشورہ لیتے تھے چنانچہ جب ڈاکٹر نائٹ Dr. Knight کو ۱۵۲۷ء میں رومتہ الکبریٰ کی طرف سفارت پر روانہ کیا گیا تو وُلزی Wolsey سے مقرب سلطان کو اس کی کچھ بھی اطلاع نہ تھی۔

ٹیوڈر بادشاہوں کی کونسل کی ترکیب

دور ٹیوڈر میں کونسل کے نصف سے زیادہ ارکان عوام ہوتے تھے چنانچہ پلگریمیج آف گریس (Pilgrimage of Grace یعنی حصول افضال الٰہی کا سفر۔ ایک مذہبی شورش کا نام تھا جس کا ذکر انگلستان کی سیاسی تاریخوں میں بالتفصیل موجود ہے) کے سرکشوں کی ناراضی کا ایک یہ بھی سبب تھا اور جب ان لوگوں نے بادشاہ سے شکایت کی کہ کونسل میں ارذل جمع ہو گئے ہیں تو اُن کو ہنری ہشتم کی جانب سے اُسکے حسب عادت خود مختارانہ جواب ان الفاظ میں ملا تھا۔ ہماری کونسل کا تقرر ہماری ذات سے وابستہ ہے اور ہماری رعایا کے کسی طبقے کو اس میں مداخلت کرنے کا حق حاصل نہیں اور نہ تمہاری التماس پر ہم لحاظ کر سکتے ہیں۔ اس لیئے تمکو یاد رکھنا چاہیئے کہ تمہارے فرائض کا تعلق تمہارے بادشاہ اور فرمانروائے وقت کے ساتھ ہے اور تمکو اُن معاملات میں جو تقرر کونسل وغیرہ کے مثل ہیں اور جنکا تم سے کوئی تعلق نہیں ہے مخل نہونا چاہیئے" سلاطین ٹیوڈر کے عہد میں کونسل کی حقیقی شان اور اس کے اسباب و واقعات پر تاریکی کے پردے پڑے ہوئے ہیں اس لیئے اس کا صحیح اندازہ نہیں ہو سکتا۔ "کونسل کی کتاب" یعنے دفتر کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سوائے چند بے سلسلہ کاغذوں کے سنہ ۱۴۳۵ء سے سنہ ۱۵۴۰ء تک کی کل مثلیں مفقود ہیں۔ انہی کاغذوں میں ایک فرمان بابت ۱۵۲۶ء موجود ہے جو شاہی محل کی نسبت جاری ہوا تھا اور جس کے ذریعے سے ایک کونسل مقرر ہوئی تھی کہ روزآنہ صبح کے دس بجے اور دن کے دو بجے التزاماً بادشاہ کی خدمت میں

حاضر رہے۔ "بادشاہ کو اختیار تھا کہ وہ چاہے اس کے ارکان سے ہمکلام ہو یا مشورہ کرے یا مفلس و نادار آدمیوں کی شکایتوں کی سماعت و تحقیقات کرائے۔ جب سنہ ۱۵۴۰ء میں کونسل کی یادداشتوں کے قلمبند کرنے کے لیئے دوبارہ ایک منشی نوکر رکھا گیا تو اس کارروائی سے ظاہر ہوتا ہے کہ بادشاہ کی مجلس عام مفقود ہوگئی تھی یعنے اس کے کل ارکان پہلے کی طرح مستقل و متفق طور پر ایک وقت میں جمع نہیں ہوتے تھے بلکہ انتظامی اغراض کے لیئے اُس کی جگہ پریوی کونسل کو مل گئی تھی۔ مگر ایسی مجلسوں کے ارکان جیسی کہ مجلس شمالی اور مجلس ویلز تھیں کبھی تو "عام مشیروں اور کبھی خاص مشیروں" کے نام سے ملقب ہوتے تھے مگر اُن دو شاہی معتمدوں (Secretaries یعنے وزراء) کا شمار جن کے عہدے اس زمانے میں قائم ہو گئے تھے مشیران خاص میں کیا جاتا تھا اور یہی تاج اور کونسل کے درمیان نامہ و پیام کا ذریعہ بن گئے تھے اس لیئے اُس زمانے سے ان کا عہدہ بتدریج اہم ہوتا گیا۔ ہنری ہشتم کے عہد میں کونسل کے دو حصے ہو گئے تھے۔ ایک حصہ تو بادشاہ کے ہمرکاب رہتا اور دوسرا لنڈن میں مقامی معاملات کی پذیرائی کے لیئے مستقل سکونت رکھتا تھا۔ مگر ان دونوں حصوں میں بادشاہ کی اطلاع کی غرض سے مسلسل مراسلت ہوتی رہتی اور اس کی ضرورت اس لئے تھی کہ جدید منشی ولیم پیجٹ William Paget جس کا تقرر سنہ ۱۵۴۰ء میں ہوا تھا بادشاہ کی عدم موجودگی میں نہ کونسل کی کارروائیوں کو قلمبند کرتا اور نہ ان کی نقل بناتا تھا۔"

اس کا چند کمیٹیوں میں منقسم ہونا

ایڈورڈ ششم کے عہد میں کونسل کے کام میں اس قدر کثرت ہوئی کہ اس کی چند کمیٹیوں میں تقسیم کردی گئی تاکہ ہر ایک کمیٹی اپنے مفوضہ کام کو سلجھا کر اور امور تصفیہ طلب پر پہلے سے ہی بخوبی بحث کر کے آخری فیصلہ کے لیئے جلسہ عام میں کارروائی پیش کر سکے۔ سنہ ۱۵۵۳ء میں پانچ اور سنہ ۱۵۵۴ء میں دس کمیٹیوں کا پتہ چلتا ہے لیکن سنہ ۱۵۵۸ء میں پھر ان کی تعداد پانچ ہو جاتی ہے اس پر بھی ان کمیٹیوں کے مقرر کرنے کا طریقہ جاری رہا مگر اکی کارروائیوں کی شکلیں بے سلسلہ ہیں۔ ان میں سے دو کمیٹیاں قابل غور ہیں۔ ایک کا کام "امور سلطنت" پر غور کرنا تھا اور دوسری اس بات کا تصفیہ کرتی تھی کہ پارلیمنٹ میں "کیا اور کس قسم کا قانون بننا چاہیئے" پہلی کمیٹی تو اس زمانے کے اُن پانچ محکموں کی یقیناً مصدر و مبنی ہوگی جو سلطنت کے پانچ وزیروں کے ماتحت ہیں اور دوسری کمیٹی

کی وہی حیثیت ہوگی جواب بھی پارلیمنٹ کے افتتاح کے وقت اُسی خطبہ کو تیار کرنے کے لئے منعقد ہوتی ہے جس کو بادشاہ خود یا اپنے نائب کے ذریعے سے بیت الامرا میں تخت پر اجلاس فرما کر پڑھتا ہے ؎

اسکے اختیارات انتظامی

ٹیوڈر کونسل کے اختیارات انتظامی اس قدر وسیع تھے کہ ان کا تفصیل سے بیان کرنا فضول ہوگا۔ مختصر یہ کہ اس کی حکومت معاملات خارجہ، بیرونی حملوں سے ملک کی حفاظت، بحری قزاقی اور فتنہ و فسادِ اندرونی کے انتظامات پر شامل تھی کاشتکاروں اور کسانوں کی تقویت کا باعث یہی کونسل تھی۔ زراعت اور دوسرے مقامی امور کی نسبت معلومات حاصل کرکے صحیح اطلاع پہنچانے کی غرض سے وہ مستقنین یعنے کمشنروں کو ملک کے اطراف و اکناف میں روانہ کرتی تھی، اعزازی نظماء، فوجداری کے ذریعے سے مقامی دادرسی اور مقامی حکومتوں پر کونسل کی بلاواسطہ نگرانی رہتی تھی۔ خاندانی نزاعوں میں اس کی دست اندازی اور یہی زن و شوہر کے جھگڑے چکایا کرتی تھی نوکر اور آقا کی نالشوں کا اسی میں تصفیہ ہوتا، نجوم رمل سحر اور جہان بھر کی بے سروپا باتوں کا انتظام اس کے ذمہ تھا۔ جو لڑکے اپنے والدین سے سرکشی اور نافرمانی کرتے انکو عبرت دلانے کی غرض سے یہ کونسل لنڈن کے "برج" (نام مجلس) میں قید کرتی اور سست بیکار اور ہرزہ گرد لوگوں کو کام پر لگاتی تھی۔ اس مجلس کو ہر ایک شخص کے معاملے میں دخل تھا سیسل Cecil کے ذمہ ایک نہایت ہی عمدہ راز کا کام تھا یعنے لوگوں کے اندرونی حالات کی کونسل میں مخبری کرنا۔ مختصر یہ کہ دنیا کا کوئی کام نہ اس قدر ارفع تھا اور نہ ایسا پست کہ کونسل کی نظر شفقت سے چھپا رہ سکتا ؎

مقامی مجلسوں کا قائم ہونا

سلطنت کے دور دراز حصوں میں مقامی مجلسوں کے قائم ہونے سے کونسل کی انتظامی مستعدی میں اور بھی اضافہ ہوگیا۔ اڈورڈ چہارم کے عہد میں ملک ویلز کے سرحدات کی نگرانی و انتظام کی غرض سے ایک کونسل کا قیام عمل میں آیا جس نے چسٹر Chester کے اسقف اور لینکسٹر Lancaster کے ڈیوک کے خودمختار علاقوں کے اختیارات سلب کرلئے۔ سنہ ۱۵۴۲ء میں اس کی دوبارہ ترتیب ہوئی اور سنہ ۱۵۳۷ء میں پلگرمیج آف گریس (اس کا ذکر کسی مقام پر ہوچکا ہے) کے بعد مجلس شمالی کا وجود ہوا جس کے سبب سے ڈرہم Durham کے خودمختار ضلع

کی حکومت کا استیصال ہوگیا۔ سمرسیٹ۔ ڈے ون اور کارنوال کے ضلعوں پر نگرانی قائم رکھنے کی غرض سے ۱۵۴۱ء میں کونسل مغربی قائم کی گئی۔ اس کے بہت پہلے سے کیلے Calais میں وہاں کے انتظام کے لیئے کونسل موجود تھی اور ہنری ہفتم کے عہد میں جبکہ برٹیمانی Brittany کا تعلق انگریزوں کے ساتھ تھا فوجی ضرورتوں سے جرزی اور گرنزی Jersey & Guernsey کے جزیروں کی اہمیت محسوس ہونے لگی تو اُن کی حکومت بھی مقامی کونسل کے سپرد کردی گئی۔ ان مقامی مجلسوں پر حکومت مرکزی کی سخت نگرانی رہتی اور ان کی کارروائیوں کو ہمیشہ یہی منظور کرتی تھی اس پر بھی جب ضرورت ہوتی بعض اہم امور کی نسبت مقامی مجلسوں کے سوائے ان کے دوسرے بالادست افسروں سے بھی حکومت مرکزی مشورہ لیا کرتی تھی چنانچہ کونسل شمالی کے زمانے میں مشرقی وسطی اور مغربی سرحدات کے افسران محافظ سے پریوی کونسل کی راست مراسلت ہوتی تھی۔ بعض وقت چھوٹے چھوٹے ضلعوں کو مقامی مجلسوں کے حدود ارضی سے خارج کیا جاتا اور اُن کی علحدہ مجلس مقامی مقرر ہوتی تھی جیسا کہ برِوک Burwick کے ضلع میں کیا گیا اور اس کی مجلس کو صدر حکومت سے راست احکام پہنچا کرتے تھے۔ کبھی پریوی کونسل کی جانب سے مخصوص امور کو دریافت کرنے کے لیئے کمشنر روانہ کیئے جاتے تھے مثلاً اگر جہازوں وغیرہ کو خطرے سے مطلع کرنے کے لیئے بحری مناروں اور علامتوں کے انتظام وحالات کی نسبت تحقیق کرنی ہوتی یا فوج ردیف کے جائزہ لینے کے وقت حاضر سپاہیوں کی تعداد دریافت طلب ہوتی تو کمیشن ارسال ہوتا تھا مقامی مجلسوں پر اس طرح کی نگرانی رکھے جانے کے باوجود لوگوں کو قانون کا پابند بنانے اور ملک میں امن قائم رہنے کی غرض سے انکو نہایت وسیع اختیارات دیئے گئے تھے۔ اصل تو یہ ہے کہ ہر ایک مجلس مقامی اپنے اپنے علاقہ حکومت میں پریوی کونسل کے پورے اختیارات استعمال کرتی تھی مگر انھیں اختیارات تقدیمی حاصل نہ تھے یعنے مقامی مجلسیں کسی امر قانونی یا انتظامی میں پریوی کونسل پر تقدیم کر سکتی نہ تھیں اس کا سبب یہ تھا کہ مجلس مرکزی کا میر مجلس جس کے نام سے ہر ایک کام کا آغاز ہوتا بادشاہ تھا۔ مقامی مجلسوں کے صدر کو یہ بات کہاں نصیب تھی؟

۱۴۹۴ء میں کونسل کے قانون وضع کرنے کے اختیارات

ٹیوڈر بادشاہوں کی کونسل نے اپنے کھوئے ہوئے اختیارات وضع قوانین کو حاصل کرنے کی دوبارہ فکر کی سب سے پہلے اس نے آئرلینڈ پر ہاتھ صاف کیا جہاں قانون پائنینگ Poyning's Law کی رو سے قرار پاگیا کہ قانون بنانے میں تقدیم کرنے کا بادشاہ کو باجلاس کونسل اختیار کامل ہے اس لئے جو قانونی تحریک آئرش پارلیمنٹ سے منظور ہوتی وہ ضرور انگلستان کی پارلیمنٹ میں ترمیم کے واسطے بھیجی جاتی اور اس کے بعد آئرلینڈ کو واپس بھیجاتی تھی جہاں کی پارلیمنٹ کو اختیار تھا کہ اس ترمیم کے ساتھ قانون کو قبول کرے یا انکار کردے۔ اس کے سوائے کونسل سے اکثر احکام بشکل اعلانات جاری ہوتے تھے۔ ابتداءً تو کونسل لوگوں کو باور کراتی رہی کہ اعلان کی غرض صرف قانون نافذہ کی تائید کرنی اور اسے ملک میں جاری کرنا ہے لیکن ۱۵۳۹ء اور ۱۵۴۹ء کے درمیان تو قانون کا سا ان اعلانات کا اثر ہوگیا تھا اور ۱۵۵۳ء میں ان کی خلاف ورزی کرنے والوں کو سزا دینے کے لئے پریوی کونسل کی ایک کمیٹی مقرر کی گئی اس کے بعد اس کام کو عدالت ایوان انجم نے اختیار کر لیا جہاں اعلانوں کے خلاف عمل کرنے والوں کی تحقیقات ہوکر ان کو سزا دیجاتی تھی اس طرح گو قانون کی رو سے ان اعلانات کی حیثیت قانون موضوعہ کی سی نہ تھی لیکن عدالت مذکورہ کی کارروائیوں کی بدولت ان کا موخر الذکر قانون کا سا اثر ضرور تھا۔

کونسل کے عدالتی اختیارات

سب سے بڑھکر ٹیوڈر کونسل کے عدالتی اختیارات تھے۔ ملک میں عدالتوں کی کثرت اور استحکام کے باوجود تاج باجلاس کونسل کے ہاں ہر وقت عدالتی اختیارات کی ایک مد محفوظ رہتی تھی گو اس زمانے میں بھی تاج منبع انصاف متصور ہوتا تھا لیکن اُن چشموں کی جن سے قوم کو آبیاری معدلت کا فائدہ تھا کثرت ہوگئی تھی۔ اور اگرچہ اس دور میں مقدموں کا مرافعہ زیادہ تر بیت الامرا میں پیش ہونے لگا تھا تاہم کونسل کو ابتدا سے سماعت مرافعہ کا اختیار حاصل تھا۔ اس اختیار کے سوائے کونسل کے بعض غیر محدود ابتدائی اختیارات بھی تھے لیکن سولھویں صدی میں کونسل کے کام میں بحیثیت عدالت ابتدائی بہت ترقی ہوئی اور صدی مذکور کی نئی ضرورتوں اور واقعات نے کونسل کے کام میں سہولت پیدا کرنے کی غرض سے نئی عدالتوں کے قائم کرنے پر اُس کو آمادہ کردیا ان کے حکام کونسل کے ارکان ہوتے تھے اور بالکل اس کے

زیر اثر و اقتدار عدالتی امور انجام دیا کرتے تھے۔ منجملہ ان عدالتوں کے ایک کورٹ آف آگ منٹیشن Court of Augmentations بمعنی عدالت اضافہ کنندہ تھی جس کا قیام ۱۵۳۵ء میں ہوا اور اس کے ذمہ خانقاہوں اور راہبوں کی ملک اور جائداد کو ضبط کر کے ان کا انتظام دیا گیا تھا اس طرح بادشاہ کی املاک میں اسکے ذریعے سے اضافہ ہوتا رہا۔ اور ۱۵۴۱ء میں زمینات شاہی کے لیئے ایک صدر پیمائش کنندہ کی نئی عدالت قائم ہو کر شیرف کے بجائے شاہی علاقوں کا انتظام اسکے سپرد ہونے کی وجہ سے اس کو عدالت مذکورہ میں الحاق کر دیا گیا محکمۂ آگ منٹیشن ملکہ میری کے دور میں اس کے حکم سے محکمہ مال میں ضم کر دیا گیا۔ محکمۂ ثمر اولین و عشرات Court of First fruits & tenths نے جس کا قیام ۱۵۴۰ء میں ہوا پادریوں سے ان کے معاش مذہبی کے پہلے سال کی آمد اور انکی زمینات سے اسکے سالانہ آمدنی کا دسواں حصہ وصول کرنا شروع کر دیا۔ جب سے پاپائے روم سے کلیسائے انگلستان کا قطع تعلق ہوا یہ رقم بحق تاج جمع ہونے لگی۔ سنہ ۱۵۳۹ء سے ہنری ہشتم الحاد و زندقہ کی تحقیقات کے لیئے کمیشن جاری کرنے لگا جس کی بعد میں ایک مستقل عدالت مقتدر کی شکل ہو گئی اور اسطرح کورٹ آف ہائی کمیشن کی Court of High Commission عدالت جو فرمان جلیل کے ذریعے سے قائم کی گئی ہو ابنا ہوئی۔

اس کے سوائے ہنری ہشتم کے عہد میں کونسل نے اپنے مستقل اور دوامی اقتدار شاہی کو جس کی بنا پر نادار اور کمزور لوگوں کی داد رسی کی جاتی تھی کورٹ آف ریکویسٹس Court of Requests عدالت عرائض کے تفویض کر دیا اور لارڈ پریوی سیل Lord Privy Seal۔ محافظ مہر (عہدہ) اس کا میر مجلس بنایا گیا۔ اس محکمے میں جو "مفلسوں کا عدالت چانسری (الضعفاء)" تھا ایسے لوگ رجوع ہوتے تھے جنکو ناداری اور بے بسی کے سبب سے ملک کی عام عدالتوں میں جاتے خوف ہوتا تھا۔ اسی عدالت کے قیام سے سند اعظم کے اس قابل ناز اور پرشکوہ لفظوں میں لکھے ہوئے پیمان کی کہ "ہم کسی کے ہاتھ عدل و انصاف نہ بیچینگے" تکمیل ہوئی۔ اس کو ملک نے پسند کیا اور اس کا ہر دل عزیز ہونا بجا بھی تھا اور یہ لانگ پارلیمنٹ Lony Parliament کے بعد بھی باقی رہ گئی تھی لیکن اس خانہ جنگی کے زمانے میں جو چارلس اوّل اور قوم کے

درمیان ہورہی تھی یہ عدالت بند ہوگئی اور افسوس ہے کہ عود شاہی کے بعد بھی یہ جاری نہ ہوئی ؂

گو کونسل نے اپنے ابتدائی اختیارات جدید عدالتوں کے تفویض کردیئے تھے تاہم بہت کچھ اس قسم کے عدالتی اختیارات (دیوانی اور فوجداری) اس نے اپنے ہاتھ میں رکھے تھے۔ ان ابتدائی اختیارات کو کونسل ضرورت کے وقت کام میں لاتی تھی۔ مثلاً جب اس پر ثابت ہوجاتا کہ عام عدالتوں میں خواہ وہ قدیم ہوں یا جدید، کمزور کا قوی کے مقابلے میں انصاف نہیں ہوسکتا اور موخرالذکر کی ناجائز طرفداری کا اندیشہ ہے یا امور تصفیہ طلب ان عدالتوں کے اختیارات کے باہر ہیں تو کونسل اس قسم کے مقدموں کی خود تحقیقات وسماعت کرتی تھی۔ اس صورت میں کونسل کے گویا وہی اختیارات تھے جو اُس نے محکمۂ انصفت کے حوالہ کردیئے تھے اور کونسل ان کو سپرد کردینے کے بعد بھی اپنے کو اُن کے استعمال کا اس واسطے مجاز خیال کرتی تھی کہ شاہی اختیارات کی تفویض سے تاج کے حق میں جب ان پر عمل کرنے کی ضرورت ہو کسی قسم کی کمی نہیں واقع ہوتی تھی ؂

عدالت ایوان انجم

اس طرح قانون مجریہ ۱۴۸۷ء متعلق عدالت ایوان انجم کے ذریعے سے کونسل کے چند مخصوص (عدالتی) اختیارات کے لیئے جن پر وہ ایک زمانے سے کاربند تھی جواز قانونی بہم ہوتا ہے۔ عدالت مذکورہ میں زیادہ تر ایسے فوجداری مقدموں کی تحقیقات ہوتی تھی جن کا تعلق شورش، مجمع خلاف قانون اور کل ایسے انجمنوں اور مجلسوں سے ہوتا تھا جنکی مخصوص علامتیں اور نشان ہوتے یا جن کے ارکان وملازمین خاص وردیاں پہنا کرتے تھے۔ یہ عدالت (ایوان انجم) اس خیال سے بھی اکثر ان انجمنوں وغیرہ کے امور میں دست اندازی کرتی تھی کہ بغاوت وشورش کی ابتدا ہی میں بیخ کنی ہوجائے۔ ۱۵۱۱ء اور ۱۵۲۹ء میں بھی کونسل کو اس طرح کے اختیارات ملے تھے ؂

پریوی کونسل کے ساتھ اسکا تعلق

عدالت ایوان انجم فی الواقع پریوی کونسل کی ایک کمیٹی تھی جس کا اجلاس ایوان انجم میں ہوتا تھا۔ اس کے ارکان حکمراں کی کوئی مستقل تعداد نہ تھی قانون مجریہ ۱۴۸۷ء نے چانسلر، خازن اور محافظ مہر خاص، ایک اسقف، ایک امیر، اور دو قاضی القضاۃ مقرر کیئے تھے مگر اس قاعدے کی پابندی نہیں کی گئی بلکہ پریوی کونسل کے ان سب ارکان سے عدالت مذکورہ بنائی جاتی تھی جو حاضر ہوتے تھے بادشاہ کے ان مشیروں میں

جو لوگ سب سے زیادہ قانون داں ہوتے،، اُن سے اور ،،دوسرے امرا،، سے اس کے دو میر مجلس بنائے جاتے تھے۔ ظاہر ہے کہ قدیم کونسل عام کے ارکان اُس کے جج بنتے تھے۔ کونسل قدیم چراغ سحری اور آفتاب لب بام بن رہی تھی۔ اسلیئے یہ انتظام بھی زیادہ دنوں نہ چل سکا تعطیل کے زمانے میں عدالت ایوان انجم کا کام موقوف رہتا اور اسکے عوض پریوی کونسل بہ حیثیت پریوی کونسل عدالتی کام ہوتا تھا۔ ایسا ہی جب کونسل کو منظور ہوتا کہ اس کی کارروائی ملک سے مخفی رہے تو وہ مقدموں کی تحقیقات ایوان انجم کی عدالت کے بجائے خود کرتی تھی اس لیئے کہ موخر الذکر عدالت کی کارروائی علانیہ (نہ کہ پوشیدہ) ہوتی تھی ؂

کوک Coke کا مقولہ ہے کہ ،،ہماری پارلیمنٹ کے سوائے مسیحی دنیا میں کوئی محکمہ راست بازی اور وقار میں عدالت ایوان انجم کا مقابلہ نہیں کرسکتا،، اس کے جلسوں میں اکثر اوقات بادشاہ کی صدارت ہوتی اور بادشاہ نہ ہو تو چانسلر اس کا صدر بنتا تھا۔ امرا اور (مجلس خاص کے) ارکان اس کے قضاۃ ہوتے تھے اور مقدمہ کی سماعت کے بعد ہر ایک قاضی باری باری سے فیصلہ صادر کرتا تھا، لیکن عدالت کے فیصلہ کو چانسلر سنایا کرتا تھا۔ اس عدالت میں جوری کے ذریعے سے تحقیقات نہیں ہوتی تھی۔ تحقیقات اور تمام کارروائیاں سرسری طور پر ہوا کرتی تھیں اور اس عدالت کے اختیارات غیر محدود تھے جسمانی تکلیف پہنچا کر ملزمین سے واقعات جرم دریافت کیئے جاتے تھے اور سوائے موت کے ہر ایک قسم کی سزا یہاں سے تجویز ہوتی تھی۔ بغاوت (خلاف بادشاہ)، اعلانات شاہی کی (جنکا اثر قانون کے مثل تھا) خلاف ورزی، دغلیابی اور نان و نفقہ کے مقدموں کی اس میں تحقیقات و سماعت ہوتی تھی۔ غیر صحیح فیصلہ صادر کرنے والی جوری سے یہیں بازپرس کی جاتی تھی۔ دور ِ ایلیزبیتھ کے دریدہ دہن مطبعوں کی یہی زبان قطع کرتی تھی۔ المختصر ہر ایک جرم اور ہر ایک مجرمانہ کارروائی اور حالت کی نسبت یہ تحقیقات کرتی تھی اور جب اس کو اندازہ ہوتا کہ دولتمند اور مقتدر لوگوں کے منہ کو لگام چڑھانے سے کام نہیں چلتا تو اُس کو کبھی کبھی فرضی جرائم کے ایجاد کرنے میں بڑی خوشی ہوتی اور ان الزامات کی بنا پر اُن کو سزائیں دیجاتی تھیں ؂

انتظامات ملک میں ٹیوڈر کونسل کا کامیاب ہونا

گو کونسل کا کوئی فعل کسی ذمہ داری پر مبنی نہ تھا تاہم اہل نظر کے نزدیک یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ آیا کونسل کی خود مختاری حق بجانب تھی یا نہیں؟ نتیجہ کارگزاری پر غور کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ کونسل کو اس کے انتظامی کاموں میں نہایت اعلیٰ درجہ کی کامیابی ہوئی گویا کہ یہ حفاظت عامہ کی ایک بہت بڑی کمیٹی تھی۔ اس کی مشین کو سلاطین وقت اور غیر معمولی دل و دماغ کے لوگ چلاتے رہے ہیں ملک کے جس گوشہ میں (غداری و بدامنی) کا دور تھا وہاں اُس نے اپنی خوش نظمی سے امن قائم کیا۔ افلاس کے بجائے مرفہ الحالی نظر آنے لگی۔ مفلس اور کمزور کے لئے انصاف کا در کھل گیا۔ انگریزوں کے جان و مال کی اندرون اور بیرون ملک حفاظت ہونے لگی۔ کونسل کی مطلق العنانی کی تائید میں یہ کہنا درست ہے کہ نتائج نے اسباب کو حق بجانب بنا دیا۔ بالفاظ دیگر عذر ضرورت قابل تسلیم ہے۔

عدالتی کارروائیوں کی نسبت اس کے معاصرین کی آرا

کونسل کے انتظامی امور کی تائید میں جو کچھ بھی کہا جائے بجا ہے لیکن متاخرین نے اُس کی عدالتی کارروائیوں پر جو ایوان انجم کے ذریعے سے طے پاتی تھیں سخت اعتراضات کئے ہیں تاہم جب کونسل کے معاصرین کی رائیوں کا ہم ان الزامات سے مقابلہ کرتے ہیں تو ان کی تصدیق نہیں ہوتی۔ چنانچہ لیمبرڈ Lambard ایوان انجم کی نسبت کہا کرتا تھا کہ "وہ سب عدالتوں سے زیادہ شریف اور قابل ستائش ہے" بیکن کا مقولہ ہے کہ "اس مملکت کے سب اداروں سے زیادہ اس ادارہ میں دانائی اور شرافت سے کام لیا جاتا ہے" کوک نے جس کو دربار (شاہی) سے کوئی تعلق نہ تھا لکھا ہے کہ "اسی (محکمہ) کی بدولت تمام انگلستان میں امن و سکون قائم ہو سکا" اس مدح و ثنا کے بعد بھی اس پر ایک الزام عائد ہو سکتا ہے یعنے اس کا عدالتی اختیارات کو بے محابا استعمال میں لانا، ضابطہ میں دست اندازی کرنا اور سب سے بڑھ کر مذموم فعل اس کا یہ تھا کہ یہاں ملزمین کو طرح طرح کی جسمانی تکلیفیں پہنچائی جاتی تھیں۔ بر ایں ہمہ اُس نے عدل۔ انصاف کو نہایت عام کر دیا تھا۔ ہر مقدمہ نہایت عجلت سے فیصل ہوتا تھا کم حیثیت والے اپنی خوشی سے اکثر مقدمے یہیں دائر کرتے تھے۔ اسی عدالت کا حوصلہ تھا کہ بادشاہ کی مقتدر اور باثر رعایا کے خلاف مظلوم اور بیکس کے حق میں انصاف کرتی تھی۔ دوسری عدالتوں کی ان سرکشوں سے باز پرس کرنے کی بھی مجال نہ تھی۔ اُس زمانے میں جبکہ رشوت کا بازار

سلاطین اسٹوارٹ کا ٹیوڈر بادشاہوں کے طریقوں کو بیجا استعمال کرنا

گرم تھا اسی عدالت میں سب سے کم رشوت لیجاتی تھی ۔

جن خرابیوں کے سبب سے کونسل کی حکمرانی کی مذمت کیجاتی ہے اُن کی دور اسٹوارٹ میں ابتدا ہوئی جیمس اول اور چارلس اول کے عہد میں کونسل کے ارکان کا ان کی قابلیت اور لیاقت کے سبب سے انتخاب نہیں ہوتا تھا بلکہ جو بادشاہ کا مصاحب یا پسندیدہ ہوتا اُس کی کونسل میں بھرتی کر لی جاتی تھی ۔ اعلانات جن سے اس کے پہلے قانون کا کام لیا جاتا تھا اب ادنی ادنی باتوں کے لیئے جاری ہونے لگے مثلاً ان کے ذریعے سے خوشحال معزز لوگوں کو جن کے شہروں کے باہر تفریح کے مکان اور باغ ہوتے ہدایت ہوتی تھی کہ اپنے ایسے علاقوں میں رہا کریں یا لنڈن میں نئے مکانات تعمیر کرنے اور گیہوں سے کلف بنانے کی نسبت ممانعت کیجاتی تھی ۔ عدالت ایوان انجم سے دو طرح کا کام لیا جاتا تھا ۔ ان اعلانوں پر لوگوں کو کاربند کرنا اور آپ کو بادشاہ اور کونسل کے ہاتھ میں مذہبی جور و ظلم کا آلہ بنانا اور جب کبھی پارلیمنٹ اپنی (جائز) آزادیوں کی طالب ہو تو اُس کے ارکان زیر بحث کو بتحقیر بادشاہ کا ملزم قرار دینا ۔ اقتدارات شاہی کے منوانے والی عدالتوں کو منسوخ کر دینے کے لیئے جس وقت ہائیڈ (Hyde) نے بیت العوام میں تحریک کی تو اپنی تقریر میں بے خوف اس امر کا اعلان کر دیا کہ "اب عدالت ایوان انجم کے تعمیر و قیام کے اغراض و وجوہ کا ہمیشہ کے لیئے خاتمہ ہو جائیگا" علامہ ڈائسی اس کی مزید توضیح کرنے میں ایک عام نتیجہ اخذ کرتے ہیں یعنے ہائیڈ کے مقولے کا ٹیوڈر بادشاہوں کی حکومت کے کل طریقوں پر جو ۱۶۴۰ء تک رائج تھے اطلاق ہوتا ہے ۔ اس قانون کی رو سے گو مجلس شمالی ۔ عدالت ہائی کمیشن اور عدالت ایوان انجم کی تنسیخ عمل میں آئی اور ہر چند کونسل سے اُس کی خود مختاری جس کے سبب سے وہ بلا تحقیقات لوگوں کو قید کرتی تھی اور من مانے اپنے عدالتی اختیارات کو استعمال میں لاتی تھی سلب کر لی گئی اور تمام مملکت اُن عدالتوں کے ماتحت قرار دی گئی جن میں پہلے سے قانون غیر موضوعہ پر عمل ہوتا تھا لیکن دور ٹیوڈر کے کام کی مستعدی اور انتظام کی خوبی سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا ۔ ان دو خوبیوں کے لیئے جس قدر ٹیوڈر سلاطین مستحق ستائش ہیں اُسی قدر اپنی نافہمی اور اختیارات کے استعمال بیجا کے لیئے خاندان اسٹوارٹ کے پہلے دو بادشاہ قابل مذمت ہیں ۔

نشوونمائے کیبنٹ

ہرچند ریسٹوریشن پارلیمنٹ (جو پارلیمنٹ کہ عود شاہی کا باعث ہوئی) تاج کی نہایت مطیع اور وفاشعار تھی لیکن اس نے بھی پریوی کونسل کو اس کے پہلے کے غیر معمولی اختیارات کا دیا جانا مناسب نہ جانا۔ عطائے اختیارات کی نسبت سوال تو کیا گیا لیکن اُس کا نتیجہ کچھ بھی نہ نکلا۔ بہر تقدیر اُس کے انتظامی اختیارات میں کسی قسم کی دست اندازی نہیں ہونے پائی اور اس وقت بھی پارلیمنٹ نے وزراء کے نامزد کرنے کو اپنے لیئے محفوظ نہیں کیا تھا بریں ہمہ (چارلس اول کے عہد کی) خانہ جنگی تاج کے حق میں سبق آموز ثابت ہوئی یعنے بادشاہ سمجھ گیا کہ مجلس وضع قوانین سے بگاڑ اچھا نہیں اور اس کو اپنا ہمخیال رکھنے کے لیئے کسی مفید حکمت عملی پر کاربند ہونا چاہیئے بالفاظ دیگر یہ کہ پارلیمنٹ کے حسب خواہش تاج کیجانب سے وزراء کا انتخاب و تقرر ہونا ضرور تھا۔ جس کا مفہوم یہ ہوسکتا ہے کہ مجلس انتظامی کو ''محدود ارکان پر مشتمل ہونا چاہیئے۔ سیاسی امور اور مسائل کی نسبت ان میں یکرنگی کا ہونا ضرور اور حکومت کے ہر ایک فعل کے لیئے اُن کی مشترکا ذمہ داری لازم ہے'' بالآخر یہ باتیں کیبنٹ کی طرز حکومت سے حاصل ہوئیں۔ مگر لطف یہ ہے کہ قدیم پریوی کونسل میں جو کوپل کہ کیبنٹ کی شکل میں نکل آئی تھی اُس طرح آہستہ آہستہ نشوونما کر رہی تھی کہ لوگ اس سے واقف نہ تھے۔ اور جب یہ بخوبی پنپ گئی تو اس وقت ملک کو اس کا علم ہوا۔

کونسل کی متعدد کمیٹیاں

کام خوبی اور سرعت سے کیئے جانے کی غرض سے ٹیوڈر بادشاہوں نے کونسل کی مختلف کمیٹیوں میں تقسیم کی تھی۔ خاندان اسٹوارٹ کے پہلے دو بادشاہوں نے اس طریقہ پر اور بھی زور دیا یہانتک کہ سنہ ۱۶۴۰ء تک اس کی مستقل پانچ کمیٹیاں بن گئیں جنکو معاملات متعلقہ تجارت، انتظام آئرلینڈ، توپ خانہ اور امور جنگی تفویض کیئے گئے۔ ان کے سوائے جب کوئی خاص ضرورت پیش آتی تو مخصوص کمیٹی مقرر کر لیجاتی تھی چنانچہ سنہ ۱۶۳۸ء میں ''جنگ اساقفہ'' کے وقت اسکاٹ لینڈ کے لیئے ایک مخصوص کمیٹی نامزد ہوئی تھی کلارنڈن کا بیان ہے کہ ''اہل دربار رشک و حسد سے اس کمیٹی کو خفیہ مجلس (کیبنٹ کونسل Cabinet council کہنے لگے'' انگلستان میں سب سے

پہلے گو بیکن نے اس مجلس کا نام کیبنٹ رکھا تھا تاہم لانگ پارلیمنٹ کی دوسری
شکایتی عرضی میں ارکان عوام نے بھی اس لفظ کے یہی معنی لیئے ہیں چنانچہ وہ بادشاہ سے
اس امر کی شکایت کرتے ہیں "کہ ایسی خفیہ مجلسوں کے ذریعے سے حکمرانی کیجاتی ہے
جن کے ارکان سے نہ تو ملک واقف ہے اور نہ جنکا اس کو اعتماد ہے"۔

چارلس دوم نے بھی کمیٹیوں کے سلسلے کو جاری رکھا۔ چنانچہ اس کے عہد میں
مختلف کمیٹیاں مختلف اغراض کے لیئے قائم کی گئیں۔ ایک کمیٹی سے خزانہ کا اور دوسری
سے آئرلینڈ کا انتظام متعلق تھا۔ تیسری کے تفویض معاملات خارجہ تھے تجارت اور نوآبادیان
چوتھی کے سپرد تھیں اور امیر البحر کے کام کے لیئے پانچویں کمیٹی مقرر تھی۔ بعضوں کا خیال ہے
کہ کمیٹی معاملات خارجہ جو ۱۶۶۷ء کی مشہور سازشی و مخفی جماعت (The Cabal)
بنگئی تھی کیبنٹ کی اصل ہے۔ گو سال زیر بحث کی معاملات خارجہ کی کمیٹی بادشاہ کے مخصوص مشیروں سے
بنائی گئی تھی تاہم یہ خیال صحیح نہیں ہو سکتا اس لیئے کہ کیبنٹ کا کام مشیرانہ ہے اور کمیٹی خارجہ انتظامی
تھی۔ بلکہ پریوی کونسل کے ان کمیٹیوں سے مختلف محکمہ جات انتظامی کی نہ کہ کیبنٹ کی بنیاد پڑتی
ہے۔ ابتدا میں یہی مجلس موخر الذکر جسکی خاص غرض بادشاہ کو مشورہ دینے کی تھی انہی مختلف محکموں
کے اعلیٰ افسروں سے بنا کرتی تھی۔ ازبسکہ بادشاہ پریوی کونسل کے کل ارکان کی
بجائے مخصوص چند مشیروں سے مشورہ لیتا تھا۔ اس لیئے یہ لوگ اس کونسل کا
حلقہ اندرونی کہلاتے تھے اور یہ بھی قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہی حلقہ اندرونی
کیبنٹ کی اصل ہے۔ اسی طرح سے پریوی کونسل کی بھی ابتدا ہوئی تھی جن لوگوں سے یہ
حلقہ اندرونی بنتا تھا اُن کی رایوں میں اتفاق و ہمزبانی ہونے کی ضرورت نہ تھی۔ چنانچہ
اس وقت کی اس جماعت سازشی و مخفی کے مذہب اور معاملات خارجہ کی نسبت
مختلف خیالات تھے۔ نہ تو وزیر اعظم کو اور نہ دوسرے وزیروں کو اپنے شرکا کار کے
انتخاب کا اختیار تھا چنانچہ کلارنڈن اپنی وزارت عظمیٰ کے زمانے میں چارلس کے آشلے
اور آرلنگٹن (Ashley & Arlington) کے ساتھ مشاورت کرنے کو
بے انتہا ناپسند کرتا تھا۔ مشترکہ ذمہ داری وزرا کی نسبت کوئی قاعدہ نہ تھا اور اُن کے
رائے یا مشورے کے قبول نہ ہونے کی صورت میں وہ سب کے سب مستعفی بھی نہیں
ہوتے تھے۔ اس حلقہ اندرونی کے لیئے لازم نہ تھا کہ وہ پارلیمنٹ کے سیاسی خیالات

ان سے مختلف محکمہ جات انتظامی نکلے ہیں۔

کیبنٹ کی ابتدا

Test act

وآزاد کے ساتھ اتفاق کرے۔ اس لئے کلارنڈن پر مواخذہ کیا گیا اور قانون آزمائش نے توجماعت سازشی ومخفی (The Cabal) کا خاتمہ ہی کر دیا۔ ڈینبی سے پارلیمنٹ اس کی خارجی حکمت عملی سے ناراض تھی اور گو وہ خود بھی اس سے اُسی قدر برافروختہ تھا تاہم چارلس کی خوشامد میں اس کو اس حکمت عملی کو چلانا پڑا۔ بنائے علیہ اس کے خلاف مواخذہ ہو کر یہ بھی برج لنڈن (محبس) کو روانہ کر دیا گیا اور گو اپنی صفائی میں یہ شاہی وعدۂ معافی کو پیش کرتا رہا لیکن پارلیمنٹ میں اُس کا یہ عذر قبول نہوا۔

ڈینبی کے دوران مواخذہ میں بادشاہ اور پارلیمنٹ کی دونوں مجلسوں میں بے انتہا کشیدگی پیدا ہو گئی تھی۔ اس مقدمہ کو شروع ہو کر چند ہی روز ہوئے تھے کہ بادشاہ، چارلس کی تیسری پارلیمنٹ کا انعقاد ہوا جس نے پہلے سے تاج کی مخالفت پر کمر باندھ لی تھی اور بیت العوام تو اس سے بھی زیادہ بادشاہ کا دشمن ہو گیا تھا اس لئے کہ اس کے انتخاب کردہ صدر دار العوام کو بادشاہ نے نامنظور کیا تھا۔ اس کے سبب سے مجلس انتظامی کی مجلس وضع قوانین سے بگڑ گئی۔ چارلس نے ان دونوں محکموں میں اتفاق پیدا کرنیکی غرض سے مسئلہ مصالحت کو سر ولیم ٹمپل (Sir William Temple) کے جو اپنے زمانے کا نہایت قابل اور دانشمند مدبر سلطنت تھا تفویض کیا۔ اس کے سوائے سر ولیم کی عاقلانہ مراسلت کے سبب سے ۱۶۶۸ء میں انگلستان اور ہالینڈ کی جمہوری حکومت اور سوئیڈن (Sweeden) کے مابین جنگ وراثت کا جھگڑا (The War of devolution) ۔ جس کا ذکر انگلستان کی سیاسی تاریخوں میں نہایت شرح وبسط سے موجود ہے) مٹانے کے لیئے اتحاد ثلاثہ کا قیام ہو جانے سے وہ ہر دلعزیز ہو گیا تھا۔ ٹمپل نے بھی بمطابقت رائے کرامویل وضع قوانین اور انتظامی محکموں کے کام میں اتفاق باہمی پیدا کرنے کے لیئے تجویز کی کہ دونوں کے مساوی ہوں اور ایک دوسرے سے آزادانہ اختیارات ہونا چاہیئے۔ اس تدبیر کا خلاصہ یہ تھا کہ پریوی کونسل تیس ارکان پر مبنی ہو جن میں پندرہ کو تاج منتخب کرے اور پندرہ کی ارکان پارلیمنٹ سے تکمیل ہو کونسل میں ارکان کا یہ دوسرا حصہ ملک کے مختلف اغراض مثلاً کلیسا، قانون اور تجارت کے شعبوں کی اسی طرح نیابت کرے جس طرح کہ ان صیغوں کی پارلیمنٹ میں نمائندگی ہوتی ہے ارکان کونسل کی جملہ آمدنی بیت ادنی کے ارکان کی جملہ آمد کے برابر ہونا چاہیئے کل ارکان

ٹمپل کی تدبیر

(کونسل) سے مشورہ لیا جائے اور کوئی کام ان کے مشورے کے بغیر نہ ہوا کرے۔ امید تھی کہ اس طریقے سے تاج اور پارلیمنٹ کے درمیان ایک شے مانع تصادم (Buffer) پیدا ہو کر دستور انگلستان کے ان دو مخالف و معاند اجزا میں یک جہتی و یک رنگی پیدا ہو گی گو

اس کی ناکامی

گر چارلس نے پارلیمنٹ کو اپنے اختیار سے ملتوی کر دیا اور گو اس بات سے جدید کونسل کے ارکان ناراض تھے تاہم التوا کے چند روز بعد اس نے ان کے مشورے کے بغیر پارلیمنٹ کو برخاست ہی کر دیا۔ شیفٹس بری (Shaftesbury) میر مجلس کو جب معلوم ہوا کہ وہ کونسل کے حلقہ اندرونی سے خارج کیا گیا ہے اور چارلس کو حلقہ مذکور ان واقعات کے بعد بھی مشورہ دیتا ہے تو اس نے کونسل کے خلاف پارلیمنٹ کو بھڑکانا شروع کیا اور خود ٹمپل پر جب ثابت ہو گیا کہ اُس کی مجوزہ کونسل کثرتِ ارکان کی وجہ سے مستعدی سے کام نہیں کر سکتی ہے تو برداشتہ خاطر ہو کر آپ حلقۂ اندرونی یعنے ارکان راز میں شامل ہو گیا اس طرح یہ پوری اسکیم قابل عمل نہ ثابت ہونے سے ترک کر دی گئی۔

کیبنٹ کا بحیثیت ادارہ تسلیم کیا جانا

چارلس دوم کی حکومت کے آخری زمانے تک ملک نے کیبنٹ کو ایک مستقل اور مستند ادارہ مان ہی لیا۔ لارڈ گلفرڈ (Lord Guilford) کی تصنیف مورخہ ۱۶۸۳ء سے ظاہر ہے کہ ہر یکشنبہ کو کیبنٹ کا جلسہ تصفیۂ امور کے لئے منعقد ہوتا تھا اور کیبنٹ کے فیصلوں کی سرکاری طور پر منظوری دینے کے لئے پنجشنبہ کو پریوی کونسل کا اجلاس ہوتا ہے نیز یہ کہ اکثر غور طلب اور پیچیدہ معاملات پریوی کونسل کی مختلف کمیٹیوں میں (جن کا ذکر اوپر کے فقروں میں ہو چکا ہے) معرض بحث میں آ کر اور سلجھ کر کیبنٹ میں بغرض تصفیہ پیش ہوتے ہیں۔ وہ لکھتا ہے کہ چند اعلیٰ عہدہ دار اور مصاحبوں پر جن کو بادشاہ قابل اعتماد سمجھتا ہے کیبنٹ مشتمل ہوتی ہے۔ اس کے چند سال بعد یعنے ۱۶۸۷ء میں بادشاہ نے ایسٹ انڈیا کمپنی کی سند کی بھی بااجلاس کیبنٹ کونسل تجدید کی۔ ۱۶۹۲ء میں وارٹن (Wharlon) نے بیت العوام میں شکایت کی کہ

اس کی مقبولیت

اکثر امور کا پہلے سے کیبنٹ میں در پردہ تصفیہ ہو جاتا ہے اور پھر اُن کو پریوی کونسل میں پیش کر کے منظور کرایا جاتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی اس نے بادشاہ سے بھی درخواست کی کہ کیبنٹ میں ایسے لوگ شریک کیے جائیں جو راست بازی و دیانت

اور لیاقت میں شہرہ رکھتے ہوں سر ولیم اسٹرک لینڈ (Sir William Strickland)
کا اعتراض تھا کہ "پریوی کونسل کے ہوتے ہوئے کیبنٹ کے ذریعے سے حکومت کرنا اور
امور سلطنت کا طے کرنا جائز نہیں ہو سکتا" اور ٹرینچرڈ Trenchard کو بھی جس نے
سترھویں صدی کے اواخر میں اپنی تصنیف شائع کی ہے اسی قسم کی شکایت تھی ❊

اسکا قائم مقام پریوی کونسل ہونا۔

کیبنٹ کونسلوں کے ساتھ ملک کی مخالفت کا قانون تملیکِ سلطنت
میں بالفاظ ذیل منجانب سرکار اظہار ہوا ہے کہ "ایسے امور جن کے تصفیہ کی پریوی کونسل
مجاز و مختار ہو کیبنٹ میں پیش نہیں کئے جائینگے" مگر یہ تو وہی مثل ہوئی کہ سانپ
نکل گیا لکیر پیٹا کر۔ مجلس مذکور کے استقلال و توثیق کے برسوں بعد اس قانون کا
وجود ہوا۔ سنہ ۱۶۶۲ء میں ڈنکرک Dunkrik کے بیچنے کے مسئلے کی نسبت کونسل
میں نہایت شرح و بسط سے بحث کی گئی مگر صلحنامہ یوٹریکٹ Utrecht تک
اس کو وجود معطل بنا رکھا تھا بجز اس کے جو تجویز یا تحریک کسی دوسرے محکمے میں
بعد بحث و مشورہ منظور ہو کونسل بھی اس کو منظور کرتی تھی۔ مگر سنہ ۱۷۱۴ء میں کونسل نے
آخری مرتبہ اپنے ابتدائی اختیارات کی نسبت کوشش کی ہے جب ملکہ این پر
حالت نزاع طاری ہوئی اور فرقہ ٹوری خاندان اسٹوارٹ میں اورنگ حکومت منتقل
کرنے کی فکر میں تھا ملک کو مجبوراً پریوی کونسل کو منعقد کرنا پڑا جس کے سبب سے
شروزبری (Shrewsbury) کو خزانہ دار بنانے اور تاج کی وراثت کو خاندان
ہانوور کے ساتھ مخصوص کرنے میں کامیابی ہوئی۔ جارج اول کی تخت نشینی سے حکومتِ کیبنٹ
کی بنا ہوتی ہے۔ گو اُس کے بہت برسوں بعد اس کی مستقل ہیئت قائم ہوتے اور
اُسکے دستور العمل کے بننے کی نوبت آئی لیکن اُس عہد سے مجلس انتظامی یعنے حکومت عاملانہ
کے لئے قوت محرکہ اور عقل کل کی سی اس کی حیثیت قرار پا گئی ❊

کیبنٹ کا اعزازی اور کام کرنیوالی مجلسوں میں تقسیم ہونا

اٹھارھویں صدی کی کیبنٹ میں ایک عجیب قسم کی ناموزونی پائی جاتی تھی
جس کے سبب سے اس سے ایک دوسری مجلس کے قائم ہونے کے آثار
نظر آرہے تھے۔ جس طرح پریوی کونسل سے کیبنٹ نکل آئی اسی طرح کیبنٹ سے
یہ دوسری مجلس بن رہی تھی اس کے دو حصے ہو گئے تھے ایک اعزازی ارکان کا
اور دوسرا کام کرنے والوں کا۔ پہلا گروہ ایسے لوگوں پر شامل تھا جن کو بادشاہ کو

مشورہ دینے کا حق حاصل تھا اور دوسرے گروہ میں وہ لوگ تھے جو حکومت کا کام انجام دیتے تھے۔
چنانچہ ولیم سوم نے لارڈ نارمن بی (Lord Normanby) کو رکنیت کیبنٹ
سے جس طرح کہ فی زماننا پریوی کونسل کی رکنیت سے لوگوں کو عزت بخشی جاتی ہے
سرفراز کیا تھا۔ اسی طرح ڈیوک آف مارلبرو (Marlborough) کی حالت تھی کہ
باوصف عہدۂ جلیلہ سے سرفراز ہونے اور جارج اول کی پہلی کیبنٹ کے رکن ہونیکے
اُس کے جلسوں میں شریک نہیں ہوتا تھا والپول جو جارج اول کا وزیر اعظم تھا
مشکل سے دونوں وزرائے سلطنت اور لارڈ چانسلر سے مشورہ کرتا تھا کیبنٹ
کے دوسرے ارکان سے تو امور سلطنت میں گفت و شنید کی نوبت ہی نہ آتی تھی
گرینول (Grenville) وزیر اعظم کی بھی پانچ چھ آدمیوں کے سوائے دوسرے
شرکا و (ارکان کیبنٹ) سے مشاورت نہیں ہوتی تھی۔ اس کے چند سال بعد نوبت
یہاں تک پہنچ گئی تھی کہ سلطنت کے ضروری اور اہم کاغذ جو کیبنٹ کی اطلاع کی
غرض سے گشت کرائے جاتے وہ صرف ارکان عامل کے ہاں بھیجے جاتے تھے
گو ۱۷۶۶ء میں ہارڈوک (Hard wick) نے خرابی صحت کے عذر سے وزارت
سے انکار کر دیا لیکن کیبنٹ کا رکن بننا اس شرط سے قبول کر لیا کہ وہ اس کے ہاں
کیبنٹ کی روئداد اور اہم کاغذ بھیج دئے جائیں ۱۸۰۱ء میں گرینول دامحافظ مہر خاص)
کے عہدے پر مامور تو ہو گیا لیکن بادشاہ سے یہ مان لیا کہ اس کو کیبنٹ
کے حلقہ اندرونی کے جلسوں میں شریک ہونے کیلئے مجبور نہیں کیا جائیگا۔ ۱۷۹۲ء تک کیبنٹ
میں اسی طرح کی تقسیم رہی چنانچہ گردم آف دی اسٹول (Groom of the Strole)
صدر اسقف کنٹربری اور میر اصطبل اور میر تشریفات اپنے عہدوں کے سبب سے
کیبنٹ کے رکن سمجھے جاتے تھے لیکن انتظام سلطنت میں اُن کو دخل نہ تھا کہ

اس دوہری کیبنٹ کے سبب سے حکومتِ وقت یعنے وزارت
کے سیاسی دشمنوں کو کیبنٹ کے حلقہ بیرونی یا اعزازی کیبنٹ میں شریک ہونیکا
موقع ملتا تھا اور وہ اپنے شرکا ر یعنے حلقہ اندرونی کے کام میں مزاحمت کرتے تھے۔
۱۷۴۶ء میں جب پیلہم (The Pelhams) کے فرقے کے ہاتھوں حکومت آگئی
اور کارٹریٹ کو کیبنٹ کے بنانے میں ناکامی ہوئی تو ان لوگوں نے کارٹریٹ کو

کیبنٹ سے خارج کرنے کی نسبت اپنی شرط پوری کرالی، ماں کے مرنے کے سبب سے
کارٹیریٹ ارل گران ویل ہوگیا۔ ازبسکہ راکنگھم کی حکمت عملی سے میںفیلڈ (Mansfield)
ناراض تھا اس لئے اُس نے حکومت گرین ول کی رکنیت سے انکار کردیا۔ بہر حال

نقدان کیبنٹ اعزازی

۱۸۰۱ء میں کیبنٹ اعزازی کا خاتمہ ہوا چنانچہ لاف برو خدمت چانسلری سے علیحدہ ہونے
اور اس کی جگہ ایلڈن کا تقرر ہوجانے کے باوجود کیبنٹ کے جلسوں میں شریک ہوتا رہا
اس لئے ایڈنگٹن Addington نے انھی سابق کے چانسلر صاحب کو تہذیباً
تحریر کے ذریعے سے آگاہ کردینا مناسب سمجھا کہ "وزراے کیبنٹ وہی لوگ ہوسکتے ہیں
جن کو اپنے ذمہ دار عہدوں کے سبب سے اُس میں شریک ہونے کی ضرورت ہو"
باوجود اس کے انیسویں صدی میں بعض کیبنٹوں کے وزرا ایسے بھی ہوئے ہیں جن کے
تفویض کوئی خدمت نہ تھی چنانچہ ۱۸۴۱ء میں پیل کی کیبنٹ (Peel's Cabinet)
میں ویلنگٹن (Wellington) کا اور ۱۸۵۵ء میں ایبرڈین کی کیبنٹ
(Aberdeen's Cabinet) میں مارکوئس آف لینڈڈون
(Marquies of Landsdowne) کا شمار ہوتا تھا۔ ان میں کا ایک بھی ایسی خدمت
پر مامور نہ تھا جس کے سبب سے وہ رکنیت کیبنٹ کا مستحق سمجھا جاتا ہو

پریوی کونسل اور کیبنٹ

۵۔ پریوی کونسل اب بھی باقی ہے اور معزز ترین مجلس شاہی
(H. M's Most Honourable Cabinet) کہلاتی ہے۔ اس کے
ہر ایک جلسۂ کامل کا صدر نشین بادشاہ ہوتا ہے۔ پریوی کونسل کی کمیٹیاں ابھی تک
تاج برطانیہ کو مشورہ دیتی ہیں۔ ہم بطور مثال اس کی جوڈیشیل کمیٹی کا نام پیش کرسکتے ہیں
جس میں برطانوی نو آبادیوں اور مذہبی معاملات کے مرافعے دائر ہوتے ہیں ۱۸۹۹ء
تک تعلیم ملک کا انتظام اس کی ایک کمیٹی کے سپرد تھا۔ اسی طرح ۱۸۹۹ء تک
اس میں زراعت کے انتظام کے لئے ایک کمیٹی تھی۔ مخصوص حالات و امور کی
نسبت شہادت فراہم کرکے اُس سے حکومت کو مطلع کرنے کی غرض سے کبھی کبھی
اس زمانے میں پریوی کونسل کی کمیٹیوں کا تقرر ہوتا ہے۔ مگر حکمت عملی کے
جملہ مسائل جن کا تعلق پارلیمنٹ یا کسی اور محکمے سے ہو کیبنٹ میں تصفیہ پاتے ہیں اور
پریوی کونسل ان فیصلوں کو "احکام کونسل" کے نام سے جاری کرکے ان کو باضابطہ بناتی ہے۔

ہر چند پریوی کونسل کے ابھی تک وہی اختیارات ہیں جو اسکو ولیم سوم کے عہد میں حاصل تھے لیکن اب اس کی حیثیت مشیر شاہی کی نہیں رہی۔ اس کے انتظامی اور مشیرانہ فرائض مجلس انتظامی کے سپرد ہو جانے سے اس کی یہ گت بنی ہے۔ اس پر بھی پریوی کونسل اور کیبنٹ میں ایک قسم کا تعلق باقی ہے۔ صرف پریوی کونسل کے ارکان کی حیثیت سے ارکان کیبنٹ حلف رازداری کرتے اور صرف اسی حیثیت سے یہ لوگ کیبنٹ کے جلسوں میں شریک ہوتے اور وزرائے سلطنت (Secretaries of State) کی خدمتوں کو انجام دیتے ہیں اور صرف اسی حیثیت سے یہ لوگ اُن امور پر عمل کرتے ہیں جن کو وہ کیبنٹ کے جلسوں میں (اس کے ارکان کی حیثیت سے) پہلے طے کر لیتے ہیں۔

خصوصیات کیبنٹ

یہ بات کسی سے پوشیدہ نہیں ہے کہ کیبنٹ برطانیہ کی ایک مخصوص ذمہ دار مجلس انتظامی ہے جس کی کارروائیاں نہایت راز میں بصدارت وزیر اعظم انجام پاتی ہیں اور اُس کے ارکان مختلف محکموں کے صدر ہوتے ہیں جن کا پارلیمنٹ کی دونوں مجلسوں سے کسی ایک کے ساتھ تعلق ہوتا ہے۔ مگر وزرائے کیبنٹ صرف اسی فرقے سے لئے جاتے ہیں جس کی بیت ادنیٰ میں کثرت ہوتی ہے اور یہ لوگ اس مجلس (پارلیمنٹ) کے پاس قومی امور کے انتظامات اور قومی حکمت عملی کے صحیح طور پر چلانے کی نسبت مشترکاً ذمہ دار ہوتے ہیں۔ اس کے باوجود کیبنٹ اس جماعت کو برخاست کرنے کے لیئے جو اُس کو عالم امکان میں لائی ہو بادشاہ کو مشورہ دے سکتی ہے اور اس طرح وہ ایک پارلیمنٹ کی نفرین و ملامت کے فیصلے سے ناراض ہو کر دوسری پارلیمنٹ میں اس کا مرافعہ کر سکتی ہے۔

کیبنٹ بننے کے اسباب

لیکن ابتدا میں کیبنٹ کے اس قدر خصوصیات نہ تھے۔ انگلستان میں صرف اُس جنگ کے زمانے میں جس کی غرض رومن کیتھلک ڈیوک آف یارک کو تخت و تاج سے محروم کر دینے کی تھی سیاسی فرقوں کی مستقل طور پر بنا پڑی چارلس دوم کی دلی تمنا تھی کہ کسی طرح اس کا چھوٹا بھائی جیمس دوم جو کیتھلک تھا اورنگ حکومت کا

وارث قرار پائے۔ چونکہ وراثت کی نسبت جدید دار العوام کے معترض ہونے کا اُس کو سخت اندیشہ تھا اس لئے اس نے پارلیمنٹ کو اجازت دیدی تھی کہ اِس کے متعلق شہزادے کے اختیارات کم کرنے کی نسبت جس قدر چاہے شرایط و قیود قایم کرے۔ اس پر بھی بیت العوام کو باور نہ آیا کہ ایسا بادشاہ جو پاپائے روم کا معتقد ہو قانون کا پابند رہیگا اور پروٹیسٹنٹ مذہب کو قایم رہنے دیگا۔ بعض ارکان نے مسودۂ قانون حرمان پیش ہی کردیا جس کی دو مرتبہ قرأت بھی ہوئی لیکن تیسری قرأت کے پہلے چارلس نے پارلیمنٹ کو ملتوی کرکے چند روز کے بعد اس کو توڑ ہی دیا۔ مسودۂ قانون حرماں کے سبب سے ملک میں دو فرقے ہو گئے۔ ایک نے اُس کی تائید میں (بادشاہ کو) عرضیاں دیں اور دوسرا فرقہ اُس سے مخالف تھا۔ اس لئے پہلے فرقے کا لقب سائلین (Petitoners) اور دوسرے کا نافرین (Abhorers) ہو گیا۔ انھی فرقوں کے نام بعد ازاں وِگ اور ٹوری قرار پاگئے[۱]۔

ولیم سوم اور ملکہ این سے عہد کی کیبنٹ

ولیم سوم اور این دونوں نے محسوس کیا تھا کہ اگر مجلس انتظامی صرف ایک فرقے کے افراد سے بنائی جائے تو وزارت کی کارگزاری میں اضافہ ہوگا۔ مگر سب سے پہلے صرف ولیم سوم کو یہ بات سجھائی دی کہ دونوں فرقوں سے مشترکا ارکان لینے سے تاج کی قوت نگرانی میں ضعف پیدا ہوگا۔ ۱۶۹۳ء میں سنڈرلینڈ (Sunderland) نے مشورہ دیا کہ مجلس انتظامی کے ارکان صرف وِگ فرقے سے لئے جائیں۔ ۱۶۹۷ء تک تو بادشاہ کے جملہ وزرا ایک ہی سیاسی فرقے سے منتخب ہونے لگے مگر اُس مجلس راز کا صرف اسی قدر مفہوم تھا۔ اس کا کوئی مستند صدر نہ تھا اور نہ منفرد رکن کے افعال کے لئے کل کی ذمہ داری مشترکہ تھی۔ ملکہ این کے عہد میں گاڈل فِن (Godolphin) نے وزارت سے ٹوری لوگوں کو بتدریج خارج تو کیا لیکن چند ہی دنوں بعد ملکۂ مذکورہ نے ٹوریوں کو وزارت میں اس کے بلا مشورے داخل کرلیا۔ بہر حال اس کو کلیرنڈن کے مانند اپنے شرکا کو منتخب کرنے کا موقع نہیں دیا گیا۔

[۱] انٹرمیڈیٹ کی تاریخ دستوری میں ان فرقوں کی توضیح کردی گئی ہے س۔ع۔ر ۱۴۲

خصوصیات کیبنٹ (۱) سیاسی یک رنگی

جارج اول کے جلوس سے مجلس انتظامی کا ایک ہی فرقے کے افراد پر مشتمل ہونا لازم ہوگیا ہے۔ فرقہ وگ کی امداد سے خاندان برنزوگ (Burnswick) میں تخت برطانیہ منتقل ہوا تھا اور جلا وطن شہزادگان اسٹورٹ کے ساتھ ٹوریوں کی وفاشعاری کی شہرت ایسی نہ تھی کہ ان کو کیبنٹ میں شریک ہونے کا موقع دیا جاتا۔ اس پر بھی وال پول کے ترتیب کیبنٹ کے کچھ اور اصول تھے جن سے اُس کا اصل مقصد پارلیمنٹ پر نگرانی رکھنا تھا۔ وہ ارکان پارلیمنٹ سے باصرار تمام التجا کرتا تھا کہ جن لوگوں کو اُس کے فرقے کے مخصوص اصول کے ساتھ اتفاق ہو ان کو نہ چاہیے کہ پارلیمنٹ کے جلسوں میں حزب ماتہ میں اس کے خلاف رائے دیا کریں۔ وہ علانیہ کہتا تھا کہ میں ارکان پارلیمنٹ کو اسواسطے رشوت دیتا ہوں کہ وہ از راہ ایمان فروشی میری تجاویز کی تائید میں رائے دیا کریں۔ ازبسکہ کارٹیریٹ اس کی مخالفت کرتا تھا اس لیے وال پول نے اُس کو آئرلینڈ میں کسی معقول عہدے پر مامور کر دیا اور ٹون شینڈ (Townshend.) سے جبراً استعفا لیا گیا اندرون کیبنٹ کے ارکان میں اس وقت تک یک رنگی و یک جہتی نہ پیدا ہوئی جب تک کہ کیبنٹ کا حلقہ بیرونی یعنے اعزازی کیبنٹ مفقود نہ ہوئی۔ اس پر بھی وال پول کے زمانے سے حلقہ اندرونی کے ارکان نے عام حکمت عمل کے مسائل پر متفق ہونا شروع کر دیا تھا۔ بعض مہتم بالشان امور کو جن پر بحث کرنے کے سبب سے ارکان میں اختلاف پیدا ہونے کا اندیشہ ہوتا ان کو نا تمام چھوڑ دیا جاتا تھا۔ چنانچہ رومن کیتھلک کی مسئلہ آزادی کا سنہ ۱۸۱۲ء اور سنہ ۱۸۲۷ء میں یہ حشر ہوا۔ بعض وقت مختلف فرقوں کے ارکان سے وزارت مشترکہ بنائی گئی ہے سنہ ۱۷۶۳ء میں بیڈفرڈ اور گرین ول (Bedford & Grenville.) کے ہوا خواہوں سے جو فرقہ وگ کی دو شاخیں تھیں وزارت ترتیب دی گئی تھی۔ سنہ ۱۷۸۳ء میں فاکس اور نارتھ کی بدنام وزارت مشترکہ قایم ہوئی تھی چنانچہ خود فاکس اس کی ناموزونی اور خرابی سے مایوس ہو کر کہا کرتا تھا کہ اُسکے جواز کو اس کی کامیابی ثابت کرے گی۔ لارڈ ایبرڈین نے سنہ ۱۸۵۲ء میں وگ لوگوں اور طرفداران پیل (Peel) کو ملا کر وزارت ترتیب دی تھی اب جب سے کہ ہوم رول (Home rule.) یعنے آئرلینڈ کی حکومت خود اختیاری کی ہوا لوگوں کے سروں میں سما گئی ہے۔ لبرل یونینسٹ اور کنسرویٹیو

سنہ ۱۸۰۱ء

(۲) ذمہ داریِ مشترکہ

(Liberal unionists & conservatives.) آپس میں
متفق ہوگئے ہیں اور یہ دونوں طرفداران ہوم رول کے فرقۂ مقابل بن گئے ہیں کہ
جب سے کہ کیبنٹ کے جملہ ارکان ایک ہی فرقۂ سیاسی سے لیئے جانے لگے
اُس زمانے سے طریقۂ ذمہ داریِ مشترکہ مروج ہوا۔ قانون تخت وتاج (تملیک سلطنت)
کے ذریعے سے قرار پایا تھا کہ ہر ایک مشیر کو ان سب فیصلوں پر دستخط کرنی چاہیے
جن سے کہ وہ رضامند ہے۔ مگر جب ان شرائط پر لوگوں کو سیاسی خدمتوں کے
قبول کرنے میں تامل ہونے لگا تو سنہ ۱۷۰۵ء میں فقرۂ مذکور منسوخ کر دیا گیا۔ اس پر بھی
ذمہ داریِ منفردہ کو منسوخ ہوئے زیادہ مدت نہ گزری تھی کہ طریقۂ ذمہ داریِ مشترکہ
قایم ہوگیا۔ ہرچند مینسفیلڈ (Mansfield.) نے گرافٹن (Grafton.) کی
اُن تجاویز کی ذمہ داری سے جن کے سبب سے امریکہ کی نوآبادیوں میں شورش
مچ گئی تھی اس عذر سے انکار کیا کہ وہ ان کے طے ہونے کے زمانے میں حلقۂ اندرونی
کا رکن نہیں تھا۔ کیمڈن (Camedon.) جو اسی وزارت کے زمانے میں لارڈ چانسلر
(میر مجلس عدالت العالیہ) ہوگیا تھا اور کیبنٹ کا رکن تھا وِلکس (Wilkes.) کے
مقدمے میں جبکہ وہ دار العوام سے خارج ہونے کے بعد مڈل سیکس سے دوبارہ منتخب
ہوکر نائب کی حیثیت سے مجلس مذکور کو روانہ کیا گیا تو بیان کیا کہ میں نے بادل ناخواستہ
حکومت وقت (وزارت زیر بحث) کی کارروائیوں میں شرکت کی تھی۔ اس کے بعد جب
پارلیمنٹ میں چار کے اُن محصولوں کی نسبت پرسشش ہونے لگی جن کے عائد
ہونے سے امریکہ کی نوآبادیوں سے جنگ حریت کا آغاز ہوا تھا تو اس نے اسی طرح
ان محصولات کے متعلق اپنی ذمہ داری سے انکار کیا اور خود گرافٹن نے بھی اپنے
محرک ہونے کا اس باب میں انکار کر دیا۔ بہرحال ارکان کیبنٹ اپنی مشترکہ ذمہ داری
سے سنہ ۱۸۰۶ء تک منکر ہوتے رہے چنانچہ لارڈ ٹمپل آخری وزیر ہے جس کو اس قسم کی
ذمہ داری سے عذر تھا۔ اس کے بعد پارلیمنٹ میں وزرا کی مشترکہ ذمہ داری کی
نسبت پھر کبھی استفسار نہیں ہوا ۔

ارکان کیبنٹ بھی فطرت انسانی کے اثر سے مستثنیٰ نہیں ہیں لہذا
ان میں بھی اختلاف رائے کا ہونا لازم ہے لیکن طرز عمل یہ ہے کہ اختلاف آرا کا

اخفا کیا جاتا ہے۔ جس شخص کو کیبنٹ کے امور سے تعلق نہیں وہ اس کے مباحث اور ارکان کے اختلاف سے واقف نہیں ہو سکتا۔ بلکہ جب کیبنٹ میں کسی تحریک کی نسبت اختلاف ہو کر بلحاظ رائے دو فرقے بنجاتے ہیں تو دار العوام میں اس قلیل گروہ مخالف کا صدر اس تجویز کی تائید کرتا ہے جو کیبنٹ میں بغلبۂ آرا منظور ہو چکی ہو۔ ہر ایک وزیر اپنے محکمے میں آپ کو اپنے سرکار کا نائب و مختار خیال کرتا ہے اور اپنی کارروائیوں میں ان کی رضامندی و مشورہ فرض کرتا ہے لیکن جن حکمت عملیوں کا دوسرے محکموں پر اثر پڑتا ہو اُن میں اُن کے وزرا سے استفسار کرنا ضرور ہے۔ بعض وقت جب کیبنٹ کثرت کار سے عدیم الفرصت ہوتی ہے اور کوئی امر اہم کسی وزیر کے ذریعے سے پیش ہوتا ہے تو اس کے دریافت کرنے اور اُس پر بحث کرنے کی غرض سے اور کبھی اس کے تصفیے کے واسطے چند ارکان کی ایک کمیٹی مقرر ہوتی ہے۔

جس ذمہ داری مشترکہ کا فقرہ ہائے صدر میں ذکر ہوا اسکے چند مستثنیات بھی ہیں۔ ہر ایک وزیر جو اپنے محکمے کا صدر ہوتا ہے اُس میں کام کی مستعدی و خوبی سے ہونے کا آپ منفرداً ذمہ دار ہے۔ ایسا ہی ایک وزیر کے کاموں سے دوسرے وزرا ناراض ہو سکتے ہیں اور ایسی شکل میں اس کو مستعفی ہونا پڑتا ہے۔ چنانچہ ۱۸۵۱ء میں لارڈ جان رسل کو لارڈ پالمرسٹن سے جبکہ وہ بحیثیت وزیر خارجہ فرانس سے مراسلت کرنے میں اپنے اختیارات سے متجاوز ہو گیا تھا استعفا طلب کرنیکی ضرورت ہوئی۔ بعض وقت ارکان عوام نے بھی کل کیبنٹ کو مستعفی ہونے سے بچانے کے لئے ذمہ داری مشترکہ کی محافظانہ زرہ کو توڑا اور ارکان کیبنٹ کی منفرداً ذمہ داری پر زور دیا ہے۔ چنانچہ ۱۸۰۵ء میں (محکمہ) بحریہ میں غبن ہونے کی نسبت لارڈ میلول (Lord Melville) پر شخصی اعتراض کیا گیا تھا لیکن پٹ مستعفی نہیں ہوا۔ ۱۸۵۵ء میں اُس وزیر کے خلاف جس کے ذمے اُن شرائط صلح کی مراسلت قرار پائی تھی جو بمقام وی انا (Vienna) طے ہو رہی تھی۔ (غالباً اس سے مصنف کی مراد جنگ کریمیا کے بعد کے صلحنامہ سے ہے) دار العوام میں تحریک ناراضی و نفرت منظور ہوئی جس کے سبب سے لارڈ جان رسل کو مستعفی ہونا پڑا اور پالمرسٹن کی وزارت اسی طرح بحال رہی۔ مگر تحریک ناراضی و نفرین کا عموماً اثر یہ ہے

کہ اگر اس کو کسی محکمے کے خلاف منظور کیا جائے تو اس سے پوری کیبنٹ متاثر ہوتی ہے
اور وزارت وقت مستعفی ہوتی یا ملک سے اس فیصلے کا مرافعہ چاہتی ہے۔
ذمہ داری مشترکہ کا اثر بادشاہ اور کیبنٹ کے تعلقات پر بھی پڑتا ہے۔
اس لئے جو مشورہ کہ وزرا تاج کو دیا کرتے ہیں وہ اُن کی رائے مشترکہ سمجھا جاتا ہے
جبکہ جنوبی امریکہ کی جمہوری حکومتوں کی حریت کا مسئلہ کیبنٹ میں پیش ہو کر منظور ہو گیا
اور مجلس مذکور نے جارج چہارم کو اس کے تسلیم کرنے کی نسبت رائے دی تو بادشاہ
کو یہ مشورہ پسند نہیں آیا اور اُس نے ہر ایک رکن کی مرضی دریافت کرنی چاہی۔
کیبنٹ نے اپنے جواب میں تحریر کیا کہ اُس کی رائے "کلاً اور مشترکاً" ظاہر کی گئی ہے
اور ہر چند بعض ارکان کو امور مجوزہ سے ضرور اختلاف ہے لیکن ہم نے اپنی متفقہ رائے
کی بنا پر اس حکمت عملی یعنے تسلیم حریت کا مشورہ دینا مناسب سمجھا۔
ہیلم صاحب جیسے بلند نظر اور روشن خیال مورخ کی رائے میں کیبنٹ
کی مشترکہ ذمہ داری سے انصاف کا خون ہوتا ہے۔ اُنکا مشورہ ہے کہ ہر ایک رکن
کو اپنے اپنے فعل کا ذمہ دار ہونا چاہیئے۔ مگر ہمارے خیال میں وہ اس بات کو
بھول گئے ہیں کہ کیبنٹ کی کسی حکمت عملی کی ناکامی کی صورت میں اس کے کسی رکن
یا ارکان کو اپنے جان و مال سے ہاتھ دھو بیٹھنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اب اس قسم
کی سزا کے عوض خاطی کو اس کے عہدے سے برطرف کر دیا جاتا ہے اور معزولی
موجب ہتک حرمت نہیں بلکہ (پارلیمنٹ اور ارکان کیبنٹ کی) کشیدگی اور ناراضی باہمی کی
علامت سمجھی جاتی ہے۔ اس کا مفہوم یہ نہیں ہے کہ ارکان کیبنٹ منفرداً سیاسی
جرائم کے مرتکب ہو کر ذمہ داری مشترکہ کو اپنی سپر بنا سکتے ہیں۔ اس شکل میں ہر ایک رکن
اپنے فعل کا تنہا ذمہ دار ہوگا۔ اس پر بھی سوال پیدا ہوتا ہے کہ حکومت وقت کی
خارجہ حکمت عملی کے خلاف (پارلیمنٹ کیجانب سے) اعتراض و نفرین ہونے کی
حالت میں کیوں قوم کو مثلاً ایک قابل وزیر نوآبادیات اور ایک نہایت لایق
وزیر داخلہ کی گراں قدر خدمتوں سے محروم کیا جاتا ہے (مطلب یہ کہ وزیر خارجہ کے
قصور کی بنا پر کل کیبنٹ یعنے دوسرے وزرائے سلطنت کیوں مستعفی ہوتے ہیں)
اس کا جواب ضرورت ہو سکتا ہے۔ تجربے سے ثابت ہوا ہے کہ ذمہ داری مشترکہ

کے سبب سے ارکان کیبنٹ کا اتحاد و یک جہتی درجۂ کمال کو پہنچ گئی ہے اور اس صفت سے مجلس وضع قوانین اور بادشاہ کے مقابل میں اس کی بخوبی حفاظت ہوتی ہے اور کسی بودے ناعاقبت اندیش رکن کی اخلاقی کمزوریوں سے کیبنٹ کی کارروائیوں کو نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ محافظ قوت وزارت یہی شے ہے ؎

(۳) اسکے جلسوں کا رازمیں کیاجانا

کیبنٹ کے جلسوں کے راز میں رہنے کا یقینی نتیجہ اس کی حقیقی آزادی اور ذمہ داری مشترکہ ہیں۔ اُس کی کارروائیوں کی کوئی مسل مرتب نہیں ہوتی۔ اور نہ اسکی کسی تجویز کو ضبط تحریر میں لایا جاتا ہے بلکہ اگر کسی رکن کے ساتھ پنسل رہے تو وہ رکن شبہے کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ ایک کیبنٹ کے جلسوں کی جو بے ضابطہ اطلاعیں بادشاہ کے ملاحظے کے لیئے ارسال ہوتی ہیں وہ کیبنٹ مابعد کے وزرا کو دستیاب نہیں ہوسکتیں بلکہ ان کو نہایت راز میں رکھا جاتا ہے۔ صرف بادشاہ کی اجازت سے اور وزیر اعظم کی درخواست پر مباحث کیبنٹ کا افشا کیا جاتا ہے اور یہ بھی نہایت محدود اور مختصر طور پر۔ اس کے لیئے مستقل اہلکار و عمال نہیں رکھے گئے ہیں بلکہ اس کی کمیٹیوں میں وقتاً فوقتاً ہر ایک محکمۂ متعلقہ کے اہلکار جس کے امور بغرض تصفیہ اُن میں پیش ہوتے ہوں کام کرتے ہیں۔ امر فیصل شدہ کے دوبارہ پیش ہونے کی صورت میں یا ایک ہی قسم کا مسئلہ بار بار پیش ہونے کی حالت میں اس کے مختلف وزرا کو اپنے حافظے کو تازہ کرنے کے لیئے (اس میں مسلیں وغیرہ نہیں رکھے جانے کے سبب سے) کسی شے سے مدد نہیں ملتی۔ بعض وقت ایسے عہدہ دار جنکو حلف رازداری نہیں دیا جاتا ہے حصول معلومات یا اُن کو ہدایات دینے کی غرض سے اُس میں طلب ہوتے ہیں۔ سر ولیم اینسن لکھتے ہیں باوجودیکہ میکنا صاحب (Mekenna) پریوی کونسل کے رکن نہ تھے کیبنٹ کے جلسوں میں جبکہ تعلیم کے متعلق اس میں بحث ہو رہی تھی غیر سرکاری طور پر بلائے جاتے تھے اس لیئے کہ انھوں نے کونسل مذکور کی رکنیت ملنے کے پہلے سے محکمۂ تعلیمات کی میر مجلسی قبول کرلی تھی ؎

کیبنٹ کے اجلاس راز میں ہونے سے ملک اس سے مدتوں ناراض رہا اور اب تک بھی اجانب کی برافروختگی کا یہی سبب ہے۔ اسی باعث سے اس کی جملہ کارروائیاں بے ضابطہ اور غیر سرکاری طور پر ہوا کرتی ہیں صرف سنہ ۱۹۰۰ء کے ایڈریس

کی ترمیم میں (جو منجانب دار العوام بادشاہ کی تقریر کے جواب میں پیش ہوا تھا) سرکاری تحریرات میں لفظ "کیبنٹ" پایا جاتا ہے اسکو ایک مستثنیٰ سمجھنا چاہیئے اس کے سوائے سرکاری طور پر کیبنٹ کی ہستی کا پتا ہی نہیں ملتا۔ بیج ہاٹ کا مقولہ ہے کہ کیبنٹ کے جلسوں میں اور ایک بے قاعدہ و ناشائستہ مجلس کے جلسوں میں کچھ فرق نہیں۔ یہ ایسا محکمہ منتظمین ہے (Board of Directors) جس میں "مقررین کی کثرت اور سامعین کی قلت ہو اور کسی کو معلوم نہ ہو کہ اُس میں کیا ہوتا ہے" ہمارے خیال میں یہ نامنصفانہ اعتراض ہے اس لیئے کہ جس طرح کیبنٹ کے مباحث پر تاریکی چھائی ہوئی ہے اسی طرح اس کے جلسوں کی ترتیب و تنظیم اور کل حالات دنیا سے پوشیدہ ہیں۔ لیکن کوئی نہیں کہہ سکتا کہ پیل۔ پالمرسٹن اور گلیڈ اسٹن ناشائستہ و نامہذب تھے۔ کیونکر ممکن ہے کہ ایسے پابند قانون و شائستہ لوگوں نے کیبنٹ کو بد تہذیب و بیقاعدہ بننے دیا ہو؟

(۲) اسکے ارکان کو پارلیمنٹ کے اراکین ہونا لازم ہے۔

ارکان کیبنٹ ہمیشہ پارلیمنٹ کے اراکین ہوتے ہیں عام خیال یہ ہے کہ سلطنت کے ہر ایک مہتم بالشان محکمے کی پارلیمنٹ کے ہر ایک ایوان میں نیابت ہونی چاہیئے۔ مثلاً اگر وزیر خارجہ دار الامرا کا رکن ہو تو نائب وزیر خارجہ دار العوام کا ممبر ہوتا ہے۔ کثرت عمل سے یہ طریقہ ایک قاعدہ بنگیا ہے لیکن یہ قانون نہیں ہے یعنے کسی قانون موضوعہ کے ذریعے سے طے نہیں ہوا۔ چنانچہ سنہ ۱۷۰۱ء میں اراکین عوام نے اپنی آزادی سے خائف ہوکر (قانون تخت و تاج میں) پارلیمنٹ کی رکنیت سے ارکان کیبنٹ کے اخراج کی نسبت ایک فقرہ اضافہ کیا تھا لیکن بعد ہی جب ان پر ثابت ہوگیا کہ ان ارکان کے پارلیمنٹ میں شریک رہنے سے وہ پارلیمنٹ کے اعتراضات کا تشفی بخش جواب دے سکتے ہیں اور امور صراحت طلب کی جو کیبنٹ میں طے ہوتے ہیں توضیح ہو جاتی ہے اور ان کی اس شرکت سے اُن کی مطلق العنانی اور غیر ذمہ داری رکی رہتی ہے تو انھوں نے اس فقرے میں سنہ ۱۷۰۵ء میں اس قدر ترمیم کی کہ جو شخص کسی پرانی خدمت پر مامور ہو (مثلاً میر اصطبل یا اسی قسم کے عہدے جنکا تعلق زمانۂ قدیم سے محلات شاہی اور دربار خسروی سے ہو) اور اسی قسم کی وزارت پر تقرر ہو جس کے سبب سے اس کا کیبنٹ میں شریک ہونا ضرور ہے اور وہ پہلے سے پارلیمنٹ کا رکن بھی ہو تو اسکی رکنیت پارلیمنٹ

ساقط ہو جاتی ہے اس لیئے اُس کو چاہیئے کہ اپنا دوبارہ انتخاب کرائے۔ ایک فہرست ایسے عہدوں کی تیار کی گئی جن کے مامورین کو دارالعوام کی رکنیت سے علحدگی اختیار کرنے کی ضرورت نہ تھی اور وقتہً فوقتہً اس فہرست میں دوسری خدمتوں کا اضافہ ہوتا گیا۔ چنانچہ ۱۸۴۶ء میں گلیڈ اسٹن پارلیمنٹ کی رکنیت کے بغیر چھ مہینے تک وزیر نوآبادیات رہا۔ لیکن یہ اس زمانے کی ایک نہایت حیرت انگیز و تعجب خیز مثال ہے جس کا ذکر کرنا ضرور تھا۔ اگر ۱۷۰۱ء کا قانون بحال رہتا تو مجلس وضع توانین اور مجلس انتظامی دونوں ہم پلّہ اور خود مختار ہو جاتیں اور اس لیئے ایک کو دوسرے سے کوئی تعلق نہ رہتا۔

(۵) اسکے لئے ضرور ہے کہ دارالعوام کا فرقۂ کثیر اسکا مطیع ہو

کیبنٹ کا فرض ہے کہ بیت ادنی کے فرقۂ کثیر پر اپنی حکومت قائم رکھے۔ **ڈزریلی** (Disraeli) کا مقولہ ہے کہ کوئی مسودۂ قانون خواہ اُسے کسی بڑے فرشتے مثلاً (جبرئیل) ہی نے کیوں نہ مرتب کیا ہو اگر اس کی مخالفت فرقۂ کثیر کی جانب سے کی جائے تو ہرگز نہیں منظور ہو سکتا۔ اگر کسی اہم مسئلے کی نسبت کسی وزارت کو شکست یعنے ناکامی ہو تو وہ اپنا استعفا بادشاہ کی خدمت میں پیش کرتی ہے یا ملک سے یعنے انتخاب کرنے والوں سے فیصلۂ دارالعوام کا مرافعہ چاہتی ہے مگر اٹھارھویں صدی میں اس اصول پر آزادی سے عمل نہیں کیا جاتا تھا۔ اس لیئے کہ ان دنوں بڑے بڑے زمیندار اپنے جیب بھرنے والے شہروں[1] کے حق انتخاب کے ذریعے سے اور پارلیمنٹ کے اراکین کو رشوت دیکر جس وزارت کے متعلق انھیں منظور ہوتا دارالعوام کے فرقۂ کثیر کو اس کا موافق یا مخالف بنا لیتے اور جس تدبیر قانونی کو چاہتے منظور یا نامنظور کرا لیتے تھے۔ چنانچہ اس طریقے کی بدولت خاندان ہانوور کے عہد حکومت کی پہلی نصف صدی میں فرقۂ وگ کی صدارت قائم رکھی گئی مگر کہا جاتا ہے کہ باوجود اس طریقے کے بادشاہ جارج سوم کو ۱۷۸۲ء میں لارڈ نارتھ کی وزارت میں بیت العوام کے فرقۂ کثیر کو اس کا مؤید و موافق بنانے میں اس قدر زحمت اٹھانی پڑی کہ آخر تنگ ہو کر اس نے حکومت سے دست کشی کرنے اور ہانوور واپس جانے کی دھمکی دی۔ مگر اس قاعدے پر عمل ہونے سے بتدریج اصول مذکورہ قایم ہو گیا۔ ولیم سوم

[1] انظر میڈیٹ کی تاریخ دستوری کے تشریحات میں (Pocket boroughs) کی صراحت کر دی گئی ہے۔ مس ۱۲-۱۲

اور دلملکا این اس طرح وزارت کو ترتیب دیتے تھے کہ ہر وقت پارلیمنٹ کا فرقۂ کثیر
اس سے راضی رہتا تھا۔ وال پول نے کبھی اس جماعت کو اپنے قابو سے نکلنے نہیں دیا
بلکہ وہ مختلف تدبیروں اور حیلوں سے اس کو اپنے سے رضامند رکھتا تھا چنانچہ اس میں
پھوٹ نہ پڑنے کی غرض سے اُس نے ۱۷۳۹ء میں ہسپانیہ سے جنگ شروع کر دی اور جب
اُس کو چپین ہم (Chippenham) نام شہر) کے نمائندے کے انتخاب کے مسئلے میں شکست
ہوئی اس فرقے کو خوشنود رکھنے کے خیال سے وہ مستعفی ہو گیا۔ گویا وال پول کے اس فعل کو
دار العوام کی "رائے بے اعتمادی" کا نتیجہ سمجھنا چاہیئے اور جب ۱۷۴۶ء میں جارج دوم
کے پٹ (Pitt) کو نہ قبول کرنے کے سبب سے پیل ہم کی وزارت مستعفی ہوئی تو
انھی لوگوں کے سپرد دوبارہ وزارت کرنی پڑی اور پٹ کو بحیثیت وزیر کیبنٹ میں شریک
کرنا پڑا یہ مجبوری اس لئے لاحق ہوئی کہ پٹ کے سوائے کسی دوسرے وزیر کو دار العوام
کے فرقۂ کثیر پر اثر جمانے کا حوصلہ نہ تھا۔ لیکن جارج سوم کے وزرا اس لئے حکومت
سے ہٹائے جاتے تھے کہ خود بادشاہ اُن کی مخالفت پر آمادہ ہو جاتا تھا یا کسی ایسے مدبّر
کے نہ ملنے کے سبب سے جس کی شرکت حکومت کی بقا اور تائید کے لئے ضروری تھی۔
اُس عرصے میں جو ۱۷۴۲ء سے شروع ہوتا ہے جبکہ وال پول نے استعفا پیش کیا تھا
اور جو ۱۸۳۲ء کے مشہور قانون اصلاح پر ختم ہوتا ہے صرف دو وزارتوں یعنے وزارت
شیل بورن کو ۱۷۸۳ء میں اور وزارت ویلنگٹن کو ۱۸۳۰ء میں بیت العوام میں ناکام
ہونے کے سبب سے مستعفی ہونا پڑا؟

ہر چند بیت العوام کے فرقۂ کثیر کے پچاس ارکان پٹ کے مخالف تھے
لیکن ۱۷۸۳ء میں جارج سوم نے اس کو وزیر اعظم بنا ہی دیا اور گو ان لوگوں کے سبب
سے اس کی تدابیر و تجاویز کی پامالی ہوتی رہی اور اگرچہ ان شکستوں کا سلسلہ قائم رہا لیکن وہ اپنی
خدمت انجام دیتا رہا یہانتک کہ مخالفین کی تعداد کم ہوتے ہوتے ایک پر پہنچ گئی اُسوقت
اُس نے استعفا پیش کیا اور بادشاہ کو برخاست پارلیمنٹ کا مشورہ دیا اور جب
نیا انتخاب عمل میں آیا تو ملک نے اُس کے موافق و ہمخیال ارکان کے جم غفیر کے ساتھ
اس کو اپنی نیابت کے لئے پارلیمنٹ میں روانہ کیا۔ ۱۸۳۴ء میں ولیم چہارم نے
بھی اسی قسم کا سر رابرٹ پیل کی تائید میں ملک سے مرافعہ کیا تھا۔ اُس دفعہ کے

انتخابات میں وگ فرقے کی کثرت میں کمی ہوتی گئی مگر اس پر بھی فرقۂ کثیر انھی لوگوں پر مشتمل تھا اور جب ان کی بلیغ کوششوں کے باوجود ان کو پارلیمنٹ میں آئے دن شکست ہونے لگی تو اسی فرقۂ قدامت پسند کو مجبوراً مستعفی ہونا پڑا۔

قانون اصلاح کے بعد سے بجز ایک دفعہ کے ہر ایک وزارت کے مستعفی ہونیکا سبب حکومت وقت کے پیش کردہ کسی اہم مسئلے کی نسبت دارالعوام کی رائے مخالفانہ ہوئی ہے یا کسی انتخاب عام میں اس کو شکست ہوئی ہو کیبنٹ کے استعفا دینے کے ان کے سوائے اور وجوہ بھی ہوسکتے ہیں چنانچہ ۱۹۰۵ء میں بالفور صاحب Mr. Balfour نے باوجود اس کے کہ فرقۂ موئیدین فرقۂ مخالف کی تعداد سے پچاس رکن بڑھے ہوئے تھے استعفا پیش کردیا تھا اس کا سبب یہ تھا کہ اس وزارت کو پارلیمنٹ کے انتخابات ذیل میں شکست پر شکست ہورہی تھی اور رائے عامہ اس کے خلاف ہوگئی تھی۔ اس سے ظاہر ہے کہ ملک وزارت وقت کے قابو میں نہ تھا۔

کیبنٹ حالیہ کا پھیلنا اور سمٹنا

کیبنٹ کوئی مشین تو نہیں ہے کہ ایک ہی حالت پر قائم رہے وہ ایک جاندار شے ہے جس میں ہر وقت تغیر ہوتا رہتا ہے لیکن محسوس نہیں ہوتا۔ قدیم خصوصیات مفقود ہوکر ان کے عوض جدید مختصات قائم ہوتے جاتے ہیں۔ کیبنٹ میں پھیلنے اور سمٹنے کا اس قدر مادہ ہے کہ جیسا جیسا سیاسی مذاق اور ضرورتیں بدلتی جاتی ہیں وہ آپ کو ان کے موافق اور ہم آواز بناتی ہے۔ چنانچہ دور جدید کی کیبنٹوں کے ارکان کی اوسط تعداد بیس ہوتی ہے لیکن وزرا میں اس بات کا رواج ہورہا ہے کہ ارکان کی اس تعداد کو اور بھی گھٹایا جائے اور اس کے جلسے باقاعدہ و باضابطہ ہوا کریں۔ اور کل اہم امور کا وزیر اعظم چند اپنے مخصوص اور قابل اعتماد شرکاء کے مشورے سے تصفیہ کرے۔ چنانچہ ۱۸۸۶ء میں گلیڈاسٹن نے صرف دو یا تین ارکان کیبنٹ سے مشورہ لینے کے بعد اپنا مشہور مسودہ ہوم رول (برائے آئرلینڈ) دارالعوام میں پیش کیا تھا اور کیبنٹ کے دوسرے ارکان سے جو اس تدبیر کے مخالف تھے خواہش کی گئی تھی کہ اس مسودے کی پارلیمنٹ میں تائید کریں اور ہر چند ان لوگوں کو

اس کے پیش ہونے کے قبل توقع تھی کہ وہ کیبنٹ کے جلسے میں اس کے خلاف بحث کرکے اس میں کچھ نہ کچھ ترمیم کرسکیں گے - لیکن یہ توقعات بے اصل ثابت ہوئیں اور بحیثیت ارکان کیبنٹ ان کو بیت العوام میں اس کی تائید ہی کرنی پڑی - ضرورت بھی اس طرز جدید کی تائید میں ہے - ہر ایک محکمے کے کام میں دسلطنت کی وسعت کے سبب سے (بہت کثرت ہوگئی ہے اور یہ تمام کام جس وزیر سے متعلق ہوتے ہیں وہی ان کو انجام دیتا ہے اس طرح ان چند مخصوص وزرا کے سوائے جن کے تفویض یہ مہتم بالشان محکمہ جات ہیں دوسرے وزرا بسبب عدیم الفرصتی اپنے شرکا کی حکمت عملیوں سے بالکل ناواقف ہوتے ہیں - اس لاعلمی اور دوسرے "کیبنٹ اندرونی" کی ترقی سے ذمہ داری مشترکہ کا ناجائز استعمال ہو رہا ہے ؕ

اس کے سوائے جب سے کہ ایک نائب والے انتخاب کے حلقوں کا رواج ہوا تنظیم فرقہ کو اس قدر ترقی ہوئی ہے کہ دار العوام میں کسی فرقۂ سیاسی کو شکست دینا اب اس قدر آسان نہیں رہا پلٹنی (Pulteny) جو والپول کا حریف تھا اور اس حیثیت سے فرقۂ مقابل کا صدر بنگیا تھا کہا کرتا تھا کہ فرقوں کے رہبر مثل سر مار ہیں جو اپنی دُموں کے بل پر حرکت کرتے ہیں - (سانپ کے جسم کے صرف سر اور دم دو حصے ہوتے ہیں سانپ اپنے جسم یعنے دم کے ذریعے سے حرکت کرتا ہے گویا سر دم کا تحت اور محکوم ہے) اس لئے اب جبکہ انتخاب کرنے والوں کے منظم فرقے بن گئے ہیں تو رائے دینے والوں میں بھی زیادہ سنجیدگی اور بالغ نظری پیدا ہوئی ہے - اس وقت پارلیمنٹ میں نمائندے اس غرض سے روانہ کئے جاتے ہیں کہ وہ صرف اپنے فرقے کی دحکمت عملیوں کی (تائید میں رائے دیا کریں اب ان لوگوں سے اس بات کی توقع کرنی کہ وہ حسب دستور اپنے اپنے خیال کے موافق اور آزادی سے (دار العوام میں) مسائل قابل غور و بحث طلب کے متعلق رائے دینگے بے سود ہے - یہ ممکن ہے کہ ایک ہی فرقے کے بعض ارکان (پارلیمنٹ میں) اُس فرقے کی پیش کردہ تحریک (یا مسودہ قانون) کے خلاف بحث کریں لیکن ان کی مخالفت بحث کی حد سے تجاوز نہیں کرتی اور جب تحریک مذکور کے تصفیے کے لئے موافقین اور مخالفین کو علیحدہ علیحدہ کمروں میں روانہ کیا جاتا ہے

حالیہ سیاسی فرقوں کا غیر متلون ہونا

تو یہ لوگ مخالفین کے زمرے میں نہیں شریک ہوتے ٭

طرز عمل سے ثابت ہوتا ہے کہ پارلیمنٹ پر کیبنٹ کی صدارت قائم ہے۔

عملاً کیبنٹ پارلیمنٹ کی صدر معلوم ہوتی ہے

اچھا تو اس لحاظ سے یہ قول کہ کیبنٹ پارلیمنٹ کے نزدیک ذمہ دار ہے کہاں تک صحیح ہو سکتا ہے۔ مجلس انتظامی جس کی تائید فرقہ کثیرہ کی جانب سے ہوتی ہے اور جب تک زمانہ مساعدت کرتا ہے محصول عائد کر سکتی اور قانون وضع کرتی ہے اور اگر فرقہ مقابل کے بے موقع بحث سے کام میں حرج ہوتا ہو تو دستور عمل کے ایک قاعدے کی رو سے جس کا نام کلوژر (Closure) ہے مباحثہ بند کر دیا جاتا ہے۔ علاوہ بریں حکومت کی مشین ہیں "احکام با جلاس کونسل" کے ذریعے سے کیبنٹ نہایت اہم اور اساسی تغیرات کر سکتی ہے چنانچہ ۱۹۰۴ء میں مجلس وضع قوانین کی شرکت و اطلاع کے بغیر وزیر جنگ اور سپہ سالار اعظم کے اختیارات فوجی مجلس کو منتقل کیئے گئے۔ مگر کہا جاتا ہے کہ فی زمانا ارکان عوام کو مجلس انتظامی کے سامنے اپنی برارت کرنی ہوتی ہے۔ بے شک ایسا ہی ہونا چاہیئے اس لیئے کہ جب مجلس انتظامی کے جانب سے برخاست پارلیمنٹ کی دھمکی دیجاتی ہے تو عموماً دار العوام میں کیبنٹ کی تائید میں چند برخاستہ خاطر لوگوں کی کثرت ہو جاتی ہے۔ مگر ہماری رائے میں لو صاحب کا خیال صحیح معلوم ہوتا ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ مجلس انتظامی پر اب دار العوام کا قابو نہیں رہا بلکہ اس کو ایک "دوسری حکومت" کا خوف لگا رہتا ہے جس کی نشست مقابل کے بنچوں پر ہوتی ہے اور جو انتخاب کرنے والوں کی جانب سے کیبنٹ وقت کے حق میں مضر فیصلے کے صادر ہونے کی صورت میں با اختیار بنائی جاتی ہے۔ کیبنٹ اور دار العوام کی مخالفت کی حالت میں پارلیمنٹ برخاست کر دی جاتی ہے اور لوگ ذیلی انتخابات کے نتیجوں کو بہ نسبت موافقین و مخالفین تحریک کی فہرستوں کے جو پارلیمنٹ کیجانب سے شائع ہوتی ہیں بڑے شوق سے اخبار وغیرہ میں پڑھا کرتے ہیں ٭

کیبنٹ کا میر مجلس

اگرچہ وزیر اعظم "کیبنٹ کا واسطۃ العقد" کہلاتا ہے اس پر بھی اس کے اختیارات کا ماخذ و مصدر کوئی قانون موضوعہ نہیں ہے۔ اس خدمت کے لئے اُسے کسی قسم کی تنخواہ نہیں ملتی۔ اس کے وجود سے انگریزی دستور واقف تک نہیں

وزارت عظمیٰ کے سبب سے وہ کیبنٹ کا رکن نہیں ہے بلکہ کسی دوسرے عہدے
پر مامور ہونے کی وجہ سے اس کو رکنیت کیبنٹ کا وقار نصیب ہے۔ ابتدا سے لیکر
آج تک صرف دو سرکاری تحریروں میں وزیر اعظم کے خطاب کا پتہ ملتا ہے۔
صلحنامۂ برلن (Berlin) میں بیکنس فیلڈ (Beaconsfield) نے آپ کو
وزیر اعظم انگلستان لکھا ہے اور ۱۹۰۵ء میں یارک کے صدر اسقف کے بعد
وزیر اعظم کی کرسی رکھی گئی ہے

وزیر اعظم کے لقب کو ماننے میں قوم کا کراہت کرنا۔

والپول پہلا شخص ہے جو ٹون شینڈ کے مستعفی ہونے کے بعد ۱۷۲۹ء
میں وزیر اعظم کے صحیح اور اصلی معنوں میں وزارت عظمیٰ سے سرفراز ہوا یعنے وہ مجلس انتظامی
کا صدر بھی تھا اور اپنے شرکا کا اُسی نے انتخاب بھی کیا۔ اس پر بھی چونکہ لوگوں کو اس
خدمت سے بے انتہا بدگمانی تھی اور ان کو اس کے وجود و قیام سے برابر انکار تھا
اس لیئے والپول نے اس خطاب سے اجتناب کیا۔ ۱۷۴۱ء میں ارکان امرا نے
تو مخالفت کا اظہار ہی کر دیا کہ وزیر اعظم کے ہونے سے کسی حکومت (کیبنٹ) کی
آزادی باقی نہیں رہ سکتی۔ سینڈز (Sandys) نے بیت العوام میں اس عہدے کا
اس طرح رد کیا کہ انگریزی دستور کے بموجب ہمارے یہاں کوئی شخص صدر وزیر یا وزیر اعظم
نہیں ہو سکتا۔ "گرینول نے ۱۷۶۱ء میں بیان کیا کہ "وزیر اعظم" ایک نفرت انگیز
خطاب ہے اور لارڈ نارتھ کی یہ کیفیت تھی کہ وہ اپنے اہل و عیال کو بھی منع کرتا تھا
کہ اُس کو وزیر اعظم کے لقب سے پکاریں۔ بہر حال ایک مدت تک وزیر اعظم
اور حکومت (کیبنٹ) کے حقیقی صدر کا ایک ہی شخص پر اطلاق نہیں ہوتا تھا
اس واقعے کو گزرے ہوئے زیادہ مدت نہیں ہوئی لیکن لوگ کس قدر جلد بھول
جاتے ہیں کہ پہلے پٹ کی وزارت عظمیٰ کے اُن چند سال میں جبکہ اس کو بڑی بڑی
کامیابیاں ہو رہی تھیں اول نوڈے ون شائر (Devonshire) اور اس کے
بعد نیوکیسل (New-castle) وزارت کے برائے نام صدر تھے اور فاکس
و نارتھ کی وزارت مشترکہ میں پورٹ لینڈ اس کا صدر کہلاتا تھا۔ جس فرقے کی
بیت العوام میں کثرت ہوتی ہے اس کے سرگروہوں میں سے کسی ایک کو
بادشاہ وزیر اعظم کی خدمت کے لیئے منتخب کرتا ہے۔ اس کے بعد یہ شخص

(۱) تاج (۲) اپنے شرکا اور (۳) پارلیمنٹ کے ساتھ وزیر اعظم کے تعلقات

طلب کیا جاتا ہے اور اس سے کیبنٹ کو ترتیب دینے کے متعلق ہدایتیں ہوتی ہے اگر اس سے یہ ممکن نہو تو اسی فرقے کے کسی دوسرے سرگروہ کا انتخاب عمل میں آتا ہے۔ وزیر اعظم اپنے شرکار کو آپ منتخب کرتا ہے بشرطیکہ فرمانروائے وقت اس کو منظور کرے۔ وہ اُن سے استعفا بھی طلب کرسکتا ہے لیکن اگر تاج اپنی خودسری اور بے احتیاطی سے کسی وزیر کو معزول کرنا چاہے ہے تو وزیر اعظم اس بات کی دھمکی بادشاہ کو دیکر کہ کل کیبنٹ مستعفی ہوجائیگی اپنے اس شریک کو بچا سکتا ہے۔ جب تک بیت العوام میں فرقۂ مقتدر کی کثرت باقی رہتی ہے وزیر اعظم کے مستعفی ہونے سے دوسرے وزیروں کو استعفا دینے کی ضرورت پیش نہیں آتی لیکن محکموں کی صدارت کا مختلف وزرا میں تقسیم کرنا یا نہ کرنا اس کے اختیار پر منحصر ہے اس کے برعکس اگر وزارت مستعفی ہو تو پارلیمنٹ کا برخاست ہونا لازم نہیں۔ چنانچہ ۱۸۴۶ء میں جب سر رابرٹ پیل کو اس بات کا یقین ہوگیا کہ انتخاب جدید کے ذریعے سے اُس کے فرقے کے موئیدین کی تعداد اُن ارکان سے زیادہ نہیں ہوسکتی جو اس وقت بیت العوام میں موجود تھے تو اُس نے ملکۂ معظمہ کو پارلیمنٹ کے برخاست کئے جانے کے خلاف میں مشورہ دیا وزیر اعظم کو اختیار ہے کہ جس وقت مناسب سمجھے انتخاب کرنے والوں سے مرافعہ کرے چنانچہ لارڈ سالزبری نے ۱۹۰۰ء میں ہرچند کہ پارلیمنٹ کو منعقد ہو کر پانچ ہی سال ہوئے تھے اور جنگ بوئر کے ہردلعزیز ہونے کے سبب سے اُس کے فرقے کی خوب کثرت تھی پارلیمنٹ کے برخاست کے متعلق مشورہ دے ہی دیا ہو

جن امور کا تعلق محض مختلف محکموں سے ہوتا ہے ان میں کوئی وزیر حتیٰ کہ وزیر اعظم ہی کیوں نہو اپنے شرکار کے کام میں مداخلت نہیں کرتا ہے اس قسم کے خالص دفتری معاملات میں ہر ایک محکمے کا صدر اپنے دوسرے شرکار کے بلا اطلاع ومشورہ تاج سے گفتگو کرسکتا ہے لیکن اس کے برعکس عام حکمت عملی کے ایک مسئلے کی نسبت بھی وزیر اعظم کے مشورہ واطلاع کے بغیر کوئی وزیر بادشاہ سے مذاکرہ ومشاورہ نہیں کرسکتا۔ مختلف محکموں کی نزاعات کا بحیثیت ثالث وزیر اعظم تصفیہ کرتا ہے۔ اس طرح کیبنٹ کے جلسوں میں وزرا کے آپس کے مخالف خیالات میں یک جہتی پیدا کرتا ہے جس کے سبب سے جو مشورہ کہ کیبنٹ کیجانب سے

تاج کو دیا جاتا ہے وہ اصل میں کل وزرا کی رائے متفقہ متصور ہوتا ہے اور پارلیمنٹ میں پورے اتفاق ویکدلی کے ساتھ فریق مقابل کی مدافعت کیجاتی ہے۔ لوگوں کا خیال ہے کہ وزیر اعظم ہر ایک محکمے کے معاملات سے کماحقہ آگاہ رہتا ہے۔ پیل کو کل محکموں کے حالات اور معاملات سے اعلیٰ درجے کی واقفیت حاصل تھی اس لئے وہ اپنے خیالات اور تدبیروں کی ان سے تعمیل کراتا تھا۔ ہر چند وزیر اعظم کے ذمے وزیر خزانہ کی اعزازی خدمت ہے لیکن سلطنت کے مختلف محکموں اور پارلیمنٹ کے کام میں روز افزوں ترقی ہونے سے ان پر نگرانی رکھنا اسکے لئے نہایت دشوار ہو گیا ہے۔

وزیر اعظم کے اختیار کا دارمدار اُسکی شخصیت اور طبیعت پر منحصر ہے اکثر ایسی وزارتیں نہایت نیک نام اور کامیاب رہی ہیں جن کے وزیر اعظم اور اُنکے شرکا میں وسیع اختلافات نہ رہے ہوں۔ پٹ اس بات پر زور دیا کرتا تھا کہ امور سلطنت کو کامیاب بنانے کے لیے وزیر اعظم کو صاحب عزم ہونا چاہیئے اور وہ اپنی خدمت کی حقیقت سے واقف ہو۔ کیبنٹ اس کے اثر کو تسلیم کرے اور بادشاہ اُسے محل اعتماد سمجھے،،۔ جب ۱۸۴۶ء میں پیل پر اپنے فرقے کے روایات کو ترک کرنے کی نسبت اعتراض کیا گیا تو اُس نے جواب میں کہا کہ ’’اگر مجھکو وزیر انگلستان بنانا چاہتے ہو تو مجھ سے غلامی کی امید نہ رکھو اس خدمت کے انجام دینے میں رفاہ عام اور امن عامہ کے سوائے مجھے کسی تیسری شے کا لحاظ نہ ہوگا،،۔ حال ہی میں قوم کو توجہ ہوئی کہ وزیر اعظم کو اس کے شرکا سے افضل مانے۔ اس کے پہلے وزیر اعظم اپنی قوت دماغی کے بل پر دوسرے وزرا پر فضیلت حاصل کرتا تھا اور جو اس پایے کا نہوتا تو اُس کو جہاز کی مورت کے مانند ظاہری نمائش اور فرضی وقار پر قناعت کرنی پڑتی تھی۔

وزرائے شاہی

ہر ایک محکمۂ انتظامی کی صدارت کسی ایک سردار سیاسی کے سپرد ہوتی ہے اور جب وزارت تبدیل ہوتی ہے تو اس کو بھی ہٹا دیا جاتا ہے۔ ان سرداران سیاسی کا تقرر ان کے مخصوص شرائط اہلیت کی بنا پر نہیں بلکہ فرقہ بندی کی حکومت کے

اصول پر ہوتا ہے۔ ان وزرا کے حسب ذیل القاب ہیں :۔
وزیر خزانہ۔ میر مجلس پریوی کونسل۔ پانچ وزرائے سلطنت۔ وزیر بحریہ۔ وزیر مال وزیر مہر خرد (خاص)۔ وزیر اسکاٹ لینڈ۔ معتمد خاص نواب آئرلینڈ۔ ناظم محکمۂ حکومت مقامی۔ تجارت، تعلیمات، زراعت و ماہی گیری کے محکموں سے ہر ایک محکمے کا میر مجلس۔ صدر ناظم ڈاک خانجات۔ خود مختار ضلع لینکیسٹر کی عدالت نصفت کا میر مجلس
(The Chancellor of The Dutchy of Lancaster)
اور صدر ناظم تعمیرات ان میں سے پہلے نو وزرا کا رکن کیبنٹ ہونا لازم ہے لیکن اس فہرست کے آخری تین عہدہ داروں کو کبھی کبھی اس رکنیت کا اعزاز نصیب ہوتا ہے اور باقی قدیم حق کی بنا پر کیبنٹ میں شریک ہوتے ہیں :۔

اس فہرست میں شاہی نظمائے عدالت کا شمار ہونا ضرور ہے برطانوی عدالت العالیہ کا میر مجلس تو ہمیشہ مگر آئرلینڈ کا قاضی القضاۃ کبھی کبھی اس کا رکن ہوتا ہے انگلستان کے صدر وکیل سرکار اور صدر سولیسٹر (Solicitor General) اسکاٹ لینڈ کے صدر وکیل سرکار اور صدر سولیسٹر۔ آئرلینڈ کے صدر وکیل سرکار اور صدر سولیسٹر کے عہدے سیاسی ہیں یعنے وزارت کے ساتھ بدلتے رہتے ہیں۔ فرقۂ مقتدر کے افراد پر وزارت وقت (کیبنٹ) مشتمل ہوتی ہے اور جس فرقے کے ہاتھ میں وزارت ہو اُس کے ارکان ان خدمتوں پر مامور کیے جاتے ہیں۔ محکمۂ بحریہ کے ارکان سول کی یہی حالت ہے یہی کیفیت اُن نائب وزیروں کی ہے جو پارلیمنٹ کے رکن لازمی ہوتے ہیں۔ ارکان مجلس خزانہ، صدر بخشی (فوطہ دار) اور تجارت، زراعت، تعلیمات، تعمیرات اور حکومت مقامی کے محکموں کے وزرا جو خدمت کے سبب سے پارلیمنٹ کے رکن ہوتے ہیں اس قاعدے سے مستثنیٰ نہیں ہیں :۔

میر مجلس عدالت العالیہ (دی لارڈ ہائی چانسلر)

برطانوی عدالت العالیہ کے میر مجلس کا بحیثیت محافظ مہر کلاں کیبنٹ میں موجود رہنا لازم ہے۔ یہ خدمت بھی نہایت قدیم ہے۔ ایڈورڈ تائب کے زمانے سے بادشاہ اس عہدہ دار سے جبکہ وہ بادشاہ کا معتمد اور خانگی پادری تھا۔ اکثر امور میں مشورہ لیا کرتا تھا۔ ہر چند یہ اپنے معتمدانہ اور عدالتی فرائض کے لیے بعد میں ذمہ دار بنایا گیا لیکن ہنری دوم کے عہد میں یہ ایک حاکم مقتدر بن گیا

اور اس کا مرتبہ اور اہمیت صدر اعظم کے بعد سمجھی جاتی تھی۔ مگر ۱۲۳۲ء میں ہیوبرٹ ڈی برگ (Hubert de Burgh) کی شکست اور اس کے معاتب ہونے کے بعد جو سب سے اخیر صدر اعظم ہوا ہے چانسلر بادشاہ کا وزیر خاص یعنے وزیر اعظم بنگیا۔ اور یہ خدمت برابر اس کو ملتی رہی یہانتک کہ عہد ٹیوڈر میں وزیر خزانہ اس خدمت پر مامور رہا۔ جس طرح نواب آئرلینڈ کے لئے مشروط ہے اسی طرح عدالت العالیہ کی ممبر مجلسی پر کوئی رومن کیتھلک مامور نہیں ہوسکتا۔

چانسلر دار الامرا کا صدر رہتا ہے اور اگر وہ عوام سے ہو یعنے خاندانی امیر نہو تو مجلس مذکور کے مباحثوں میں شریک نہیں ہوتا ورنہ ایسے موقعوں پر وہ اپنی نشست یعنے تخت وُل سیک (Wool Sack) کو چھوڑ کر اس بنچ کے سرے پر کھڑا ہو جاتا ہے جس پر ڈیوک (The Dukes' Bench) بیٹھا کرتے ہیں۔ یہ تاج کے چند اختیارات کو استعمال کرنے کا مجاز ہے اور عدالتی اور مذہبی تقررات کے لئے وہ بالذات ذمہ دار ہے۔ وہ اپنی ذمہ داری پر کل اعلانات فرامین، اسناد اور ان اجازت ناموں پر مہر کلاں ثبت کرتا ہے جن کے ذریعے سے وکلا اور سفرا صلحناموں پر دستخط کرتے اور ان کو موثق بناتے ہیں۔

عہدہائے اعزازی (۱) محافظ مہر خرد

اب اس وزیر کا عہدہ مفت باشی ہوگیا ہے اس لئے کہ سنہ ۱۸۸۴ء میں اس کے فرائض توڑ دیئے گئے۔ اس خدمت کی انجام دہی میں زیادہ محنت کی ضرورت نہ تھی اور اس پر اکثر ایسے مدبرین کا تقرر ہوتا تھا جنکے ذمے دوسرے کام ہوتے تھے یا جو ضعف جسمانی کے سبب سے کوئی دوسرا محنت کا عہدہ قبول کرنا پسند نہ کرتے تھے۔ ارل آف چیتھم سنہ ۱۷۶۶ء میں جبکہ وہ وزیر اعظم بھی تھا محافظ مہر خرد مقرر ہوا تھا اور ایسا ہی لارڈ سالزبری سنہ ۱۹۰۱ء میں اس خدمت پر مامور تھا۔ یہ عہدہ قدیم زمانے کی یادگار ہے اس کی ابتدا اس طرح ہوئی کہ سنہ ۱۳۱۱ء میں ایک "لایق و موزوں منشی" کا مہر خرد کی محافظت پر تقرر کیا گیا اور ایڈورڈ سوم کے عہد میں وہ کونسل کا رکن بنایا گیا ہنری ششم کے بعد سے تو قاعدہ بنگیا کہ جب تک چانسلر کو حکمنامہ مثبتہ مہر خرد نہ پہنچے وہ مہر کلاں کو کاغذات متعلقہ پر ثبت نہیں کرتا تھا۔

مگر ایڈورڈ چہارم کو یہ بات نہایت ناگوار معلوم ہوتی تھی کہ چانسلر بادشاہ کا زبانی حکم اپنے بچاؤ کے لیئے کافی نہ سمجھے سرکاری خزانے سے ادائی رقم کے لیئے بڑی یا چھوٹی مہروں میں سے کسی ایک کا حکمنامہ ایصال پر ثبت ہونا ضرور تھا۔ جب تک عدالت مفلسین قائم رہی اس کا میر مجلس بھی محافظ مہر خورد ہوتا تھا۔*

(ہ) میر مجلس عدالت نصفت ضلع لینکیسٹر، میر مجلس کونسل شاہی

ہر چند خود مختار ضلع لینکیسٹر کے عدالت نصفت کی میر مجلسی اور شاہی کونسل کی میر مجلسی تقریباً مفت باشی خدمتیں ہیں لیکن ان کے سبب سے ان عہدہ داروں کو رکنیت کیبنٹ کا اعزاز بخشا جاتا ہے۔*

خزانہ دار

شاہی خزانے کا جو ویسٹ منسٹر میں رکھا جاتا تھا اور جس میں عموماً چاندی اور سونے کے سکے ہوتے تھے خزانچی ابتداً اس اندوختے کا محافظ سمجھا جاتا تھا اور اگرچہ رتبے میں وہ صدر اعظم اور میر مجلس عدالت العالیہ سے کم تھا لیکن محکمۂ مال کے کل کام کو یہی انجام دیتا تھا۔ اسی کی ذمہ داری پر مداخل شاہی میں جمع وخرچ کا عمل ہوتا تھا اور جو رقوم کہ بادشاہ کو وصول طلب ہوتی تھیں انکا یہ حساب رکھتا تھا۔ لیکن رچرڈ اول کے عہد میں جب چانسلر نے اس سے کنارہ کشی کی اور ہنری سوم کے زمانۂ حکومت میں صدر اعظم کی خدمت کی ضرورت جاتی رہی تو محکمۂ مال کا یہ اعلیٰ افسر بنگیا۔ اُس وقت چانسلر کے منشی یعنے سررشتہ دار کا اس لیئے محکمۂ مال کی میر مجلسی پر تقرر ہوا کہ وہ اس محکمے کی مہر کو اپنے پاس رکھے اور خزانہ دار کے کام پر نگرانی کرے۔ ایڈورڈ اول کے زمانے میں خزانہ دار کے عدالتی فرائض محکمۂ مال کے امیر کبیر کے تفویض کیئے گئے۔ اور جب عدالت مال کا بحیثیت عدالت نصفت اجلاس ہوتا تو خزانہ دار اور میر مجلس مال دونوں اس میں جج بنائے جاتے تھے۔ مگر انیسویں صدی میں محکمۂ مذکور کے اختیارات نصفت کے منسوخ ہوجانے سے یہ طریقہ خود موقوف ہوگیا۔

سنہ ۱۵۳۹ء میں خزانہ دار کا لقب لارڈ ہائی ٹریژرر (Lord High Treasurer) اعلیٰ امیر خزانہ۔ وزیر خزانہ) قرار پایا اور اس کے بعد سے اُس کا تاج کے اعلیٰ انتظامی عہدہ داروں میں شمار ہونے لگا۔ مگر وزیر خزانہ کا علیحدہ طور پر مال کی خزانہ داری پر تقرر ہوتا رہا۔ سنہ ۱۶۱۳ء میں اس کی ماموری کے لیئے فرمان شاہی کا جاری ہونا قرار پا کر مجلس خزانہ کا انعقاد ہوا اور سنہ ۱۷۱۴ء سے تو اس کا تقرر

مجلس خزانہ

ہر وقت فرمان کے ذریعے سے ہوا کرتا ہے۔ وزیر خزانہ کے ذمہ کثرت سے تقررات سیاسی اور عطائے خطاب و اعزاز کا کام ہے اور انیسویں صدی کے نصف آخر سے مجلس مال نے خزانے کے فرائض انجام دینے ترک کر دیئے مگر جب کبھی وزیر خزانہ کو مصارف سلطنت میں کمی کرنی مقصود ہوتی ہے تو امرائے خزانہ یعنی ارکان خزانہ کے فرضی بخل (سخت مزاجی) اور کفایت شعاری کا افسانہ سنایا کرتا ہے۔ وزیر اعظم عموماً خزانے کا وزیر اول دارالعوام کا رہبر ہوتا ہے لیکن گلیڈاسٹن نے ۱۸۸۰ء میں اپنے لیئے وزیر مال بننے کو ترجیح دی اس پر بھی وہ دارالعوام کا رہبر تھا ایسا ہی لارڈ سالزبری نے وزیر اعظم ہونے کے سوائے ۱۸۸۵ء اور ۱۸۸۷ء اور ۱۸۹۵ء میں وزارت خارجہ کا کام انجام دیا ہے۔

(۱) وزیر خزانہ

(۲) شرکاء وزیر خزانہ

سنہ ۱۷۱۱ء سے وزیر خزانہ نے اپنے شرکا کو مقرر کرنا شروع کیا۔ یہ لوگ اور معتمد تقررات باعتبار خدمت، وزارت وقت (کیبنٹ) کے جانب سے بیت العوام کے فرقہ حکومت میں تادیب اور یک جہتی قائم رکھ کر اس کے شیرازے کو بکھرنے سے باز رکھتے ہیں اور خود مالی فرائض کی انجام دہی سے بری ہیں۔ چنانچہ کیننگ (Canning) نے ایک مرتبہ ظریفانہ پیرایہ میں ان لوگوں کی اس طرح حالت بیان کی کہ "شرکاء وزیر خزانہ کا اس لیئے تقرر ہوتا ہے کہ وہ پارلیمنٹ کی کسی ایک مجلس کو اپنے فرقے کے افراد سے بھر دیں اور پھر اس کثرت کو قایم رکھیں اور وزرار کو خوش کرتے رہیں"۔

(۳) وزیر مال

وزیر مال جو بظاہر مجلس خزانہ کا رکن ہوتا ہے اصل میں وزیر فینانس ہے۔ جب تک مجلس خزانہ میں مستعدی اور ضابطے سے کام ہوتا رہا اس عہدے کی کوئی اہمیت نہ تھی مگر جب سے مجلس مذکورہ کے کام میں زوال آگیا وزیر مال کی اہمیت بڑھ گئی۔ وزیر مال کی منظوری کے بعد مختلف محکموں کے بر آوردات پارلیمنٹ میں پیش ہوتے ہیں۔ اس محکمے سے جو سالانہ موازنہ پارلیمنٹ میں پیش ہوتا ہے اس کے ساتھ وزیر مذکور ایک اسکیم بھی داخل کرتا ہے جس میں دکھلایا جاتا ہے کہ مطلوبہ سال رواں کے لیئے رقوم کہاں سے اور کس طرح وصول ہو سکتی ہیں محاصل شاہی وصول کرنے کی ذمہ داری اس کے ماتحت محکموں پر عائد کی گئی اور سرکاری حسابات اور سرکاری رقم کے مصرف کی تنقیح کا کام جن کا تعلق پہلے محکمۂ مال کے

صیغۂ حسابات اور بعد ازاں مجلس خزانہ سے ہتاب سرکاری تنقیح ساز اور ناظم مخارج کے سپرد رہے ہیں؟

وزیر بحریہ (صدر امیر البحر) کی خدمت کا ماخذ مثل وزیر خزانہ کے منصب کے فرمان شاہی ہے جس میں اس کے فرائض و اختیارات کی صراحت موجود ہوتی ہے جس عہدہ دار کو آجکل وزیر بحریہ کہتے ہیں وہ سابق میں امیر البحر کہلاتا تھا اور اس خدمت کی ابتدا ایڈورڈ اول کے عہد میں سنہ ۱۳۰۶ء میں ہوئی کیونکہ اس عہد کی تاریخ میں ایسے امیر البحر پائے جاتے ہیں جو محافظین ساحل پر نگرانی رکھتے تھے۔ سنہ ۱۳۶۰ء میں ایک وزیر بحریہ کا تقرر عمل میں آیا اور ہنری ہشتم کے زمانے سے مستقل محکمۂ بحریہ کا قیام ہوا۔ ملکہ ڈنمارک کے شہزادہ جارج کے سوائے جس کی وفات سنہ ۱۷۰۸ء میں واقع ہوئی وزیر بحریہ کا تقرر ہمیشہ فرمان شاہی کے ذریعے سے ہوتا ہے۔ مجلس بحریہ جس کی سنہ ۱۹۰۴ء میں از سر نو ترتیب ہوئی ہے وزیر بحریہ، چار امرائے بحری ملاحی شرکاء وزیر بحریہ، ایک امیر ملکی اور ایک دوسرے وزیر پر مشتمل ہوتی ہے جس کا تعلق پارلیمنٹ سے ہوتا ہے۔ وزیر بحریہ کو کیبنٹ کا رکن بننا لازم ہے اور اپنے محکمۂ بحریہ کے کام کی مستعدی اور خوبی کے لیئے وہ پادشاہ اور پارلیمنٹ کا ذمہ دار رہتا ہے؟

مجلس بحریہ

تاج کے معتمد پیشی یا میر منشی کے کام کو شروع میں چانسلر (امیر مجلس عدالت) اور اس کے محررین یعنے اہلکار انجام دیا کرتے تھے لیکن زیادہ مدت نہ گزری تھی کہ چانسلر کا عدالتی کام بہت بڑھ گیا جس کے سبب سے اس کام کو کسی دوسرے کے سپرد کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اس لیئے ہنری سوم کے زمانے میں ایک معتمد پیشی اور اس کے عملہ کا تقرر کیا گیا اور اس میں اور چانسلر کے محکمہ و عملہ میں تفرق ہونے لگا۔ ہنری ششم نے پیچیدہ فرانسیسی معاملات کے سلجھانے اور انجام دینے کے لیئے ایک مزید معتمد کا تقرر کیا اور پندرھویں صدی کے آخر تک تو یہ بھی ایک اہم خدمت سمجھی جانے لگی۔ ہنری ہفتم نے ان معتمدوں کو پارلیمنٹ اور کونسل میں شریک رہنے کا حکم دیا اور فرمان شاہی کے ذریعے سے اُن کو معتمدین خاص کا خطاب عطا فرمایا۔ ان میں سے ہر ایک کو ایک چھوٹی مہر

پادشاہ کا معتمد

دی گئی اور ہدایت کی گئی کہ اُن کل شاہی فرامین کی جو ان کے ذریعے سے ارسال ہوتے ہیں ایک مثل تیار کریں۔ یہی لوگ بادشاہ اور رعایا کے درمیان واسطہ تھے۔ ان کے ذریعے سے شاہی عتاب و خطاب اور شاہی احکام رعایا تک پہنچتے تھے اور رعایا کی عرضیاں بادشاہ کے ملاحظے میں گزرتی تھیں۔

ملکہ ایلزبیتھ کا مخصوص معتمد سلطنت

الیزبیتھ کی حکومت کے اکثر زمانے میں صرف ایک ہی معتمد سر ولیم سیسل (Sir William Cecil) تھا۔ بعد ازاں رابرٹ سیسل ملکہ کا معتمد خاص مقرر ہوا اور اس کے شریک کے لئے ملکہ کی مراسلت میں "ہمارے معتمدین سے ایک معتمد" لکھا جاتا تھا۔ سترھویں اور اٹھارھویں صدی میں تو صرف دو معتمد رہے ہیں۔ سنہ ۱۷۰۸ء اور سنہ ۱۷۴۶ء میں ان وزیروں میں ایک وزیر کا اضافہ ہو کر اُسے اسکاٹ لینڈ کی حکومت تفویض ہوئی۔ اور سنہ ۱۷۶۸ء سنہ ۱۷۸۲ء میں نوآبادیوں کے وزیر کا تقرر عمل میں آیا۔

سنہ ۱۶۸۸ء میں ان وزرا کے درمیان سلطنت کے کام کی تقسیم جغرافیے کے رو سے کر دی گئی۔ ایک وزیر کو محکمۂ شمالی کا اور دوسرے کو محکمۂ جنوبی کا صدر بنایا گیا۔ سوائے چند ملکوں کے جو بحیرۂ روم کے ساحل پر واقع ہیں یورپ کے دوسرے سب دول کا تعلق وزیر شمالی سے قرار پایا۔ جن ملکوں کی مراسلت وغیرہ کا تعلق اس وزیر سے نہ تھا اس کو وزیر جنوبی کے تفویض کیا گیا۔ اور اسی کے حوالے امور داخلہ آئرلینڈ اور نوآبادیاں کی گئیں اور دوسرے وزیروں کو امور خارجہ پر نگرانی دی گئی۔ آئرلینڈ کی ایک علحدہ پارلیمنٹ تھی اور اس لئے اس کو صلاح و مشورے کی بہت کم ضرورت ہوتی تھی۔ امور داخلہ کو ان کی تباہ حالت پر چھوڑ دیا گیا تھا اور نوآبادیوں کی جانب سے جب تک ایک مخصوص وزیر کا تقرر نہ ہوا ملک نہایت اطمینان اور خوشی سے غافل و بے پروا تھا۔ کسی کا مقولہ ہے کہ گرین ول[1] کے ہاتھ سے اس لئے نوآبادیاں نکل گئیں کہ وہ اُنکے متعلق جو مراسلت ہوتی تھی اس کو کھول کر پڑھ لیتا تھا۔

[1] گرین ول سنہ ۱۷۶۳ء میں وزیر اعظم بنایا گیا اور جب سنہ ۱۷۶۵ء میں اُس نے برطانوی پارلیمنٹ سے ایک قانون کاغذ مُہور کے متعلق نافذ کرا لیا کہ امریکہ کی برطانوی نوآبادیوں کے باشندوں کو اُن تمام کاغذ کو

سنہ ۱۷۸۲ء میں معتمد محکمۂ شمالی کو امور خارجہ کا معتمد قرار دیا گیا اور محکمۂ جنوبی کا معتمد امور داخلہ آئرلینڈ اور نوآبادیوں کا وزیر قرار پایا۔

سنہ ۱۷۸۲ء

سنہ ۱۷۹۴ء کے محاربۂ فرانس کے زمانے میں ایک وزیر جنگ مقرر کیا گیا۔ اس کے پہلے فوج کی تعداد وغیرہ کی نسبت وزیر محکمۂ جنوبی ذمہ دار تھا اور فوجی مداخل و مخارج، سالانہ قانون غدر کو جاری کرانے اور افواج کی مناسب مقامات پر تقسیم کرنے کے کام کو اسی وزیر کی منظوری اور نگرانی میں ایک معتمد فوج انجام دیتا تھا۔ سنہ ۱۸۰۱ء میں نوآبادیاں بھی وزیر جنگ کے تفویض ہوئیں۔ امن و عافیت کے اُس زمانے میں جو محاربات نپولین کے بعد گزرا ہے اس وزیر کا تمام وقت نوآبادیوں کے معاملات میں صرف ہوتا تھا اور فوج کی جانب وہ متوجہ نہیں ہو سکتا تھا یہاں تک کہ جنگ کریمیا چھڑ گئی جس کے سبب سے فوجی انتظام کی ابتری اور تباہی کا حال ظاہر ہو گیا۔ اس لیئے سنہ ۱۸۵۴ء میں ایک چوتھے وزیر سلطنت کا تقرر ہو کر معتمد فوج کے فرائض اس کے سپرد کیئے گئے۔ سنہ ۱۸۵۸ء کے غدر ہندوستان کے بعد ایسٹ انڈیا کمپنی کے اختیارات و فرائض ایک پانچویں معتمد مسمی وزیر ہند کے تفویض ہوے۔ سنہ ۱۹۰۴ء میں ایک مجلس فوجی کا انعقاد ہو کر معتمد فوج اور سپہ سالار کے جملہ اختیارات اس کو عطا ہوے۔ محکمۂ بحریہ کے طرز پر اس کی ترتیب و ترکیب ہوئی ہے اور یہ چند ارکان پر مشتمل ہے جو حسب ذیل ہیں۔

سنہ ۱۷۹۴ء

سنہ ۱۸۰۱ء

سنہ ۱۸۵۴ء

سنہ ۱۸۵۸ء

مجلس فوجی سنہ ۱۹۰۴ء

ایک معتمد جو اس کا سیاسی صدر ہے اور چار ارکان فوجی اور ایک معتمد جو اس مجلس کی نیابت پارلیمنٹ میں کرتا اور اس کی مداخل و مخارج کا نگران ہے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ جن کا قانون سے تعلق ہے کاغذ مُہر پر لکھنا اُسی طرح لازم اور ضرور ہے جس طرح برطانیہ میں اس پر عمل ہوتا ہے اور جب اِس قانون کو تسلیم نہ کر کے برطانوی امریکہ کی نوآبادیوں نے برطانیہ کی مخالفت پر آمادگی ظاہر کی اور ریاست ورجینیا کی اتباع میں دوسری ریاستوں نے برطانوی مال کو بائی کاٹ کر دیا نیز اُن کی سرکشی اور بغاوت کے آثار بخوبی ظاہر ہو گئے تو گرین ول کے حریفوں نے از راہ ظرافت یہ فقرہ چست کیا کہ "چونکہ گرین ول نے امریکہ کی مراسلات پڑھی تھیں اِس لیئے اُس کے ہاتھ سے امریکہ نکل گیا"۔ اِس نوٹ کا ماخذ یکنے کی تاریخ ہے ملاحظہ ہو کتاب مذکور مطبوعہ سنہ ۱۹۱۸ء صفحہ ۲۹۰۔

از مترجم۔

بجز اس کے کہ قانون موضوعہ کی بنا پر ان میں سے کسی ایک وزیر کو مخصوص اختیارات عطا ہوں۔ یہ پانچوں وزیر ایک دوسرے کے محکمے کے کام کو از روئے قانون انجام دینے کے مجاز ہیں۔ چنانچہ ۱۸۳۴ء میں میل بورن کے مستعفی ہونے کے بعد ولنگٹن تنہا تین وزرائے سلطنت کے فرائض انجام دیتا رہا یہاں تک کہ سر رابرٹ پیل نے رومتہ الکبریٰ سے واپس آکر جدید کیبنٹ ترتیب دی۔

معتمد خاص نواب آئرلینڈ

قانون اتحاد بابت ۱۸۰۱ء کے جاری ہونے کے زمانے سے نواب آئرلینڈ کا معتمد خاص وہاں کے معاملات کی نسبت پارلیمنٹ میں ذمہ وار ہے اور ۱۸۸۵ء سے اسکاٹ لینڈ کے کل امور کا مرکز جن کا اس کے پہلے برطانوی محکمہ داخلہ، خزانہ اور محکمۂ حکومت مقامی سے تعلق تھا وزیر اسکاٹ لینڈ بن گیا ہے۔

صدر ناظم ڈاک خانجات

صدر ناظم ڈاک خانہ جات کا عہدہ بھی نہایت قدیم ہے۔ ۱۵۱۶ء میں اسکی ابتدا ہوئی اس وقت ڈاک خانوں کے لیئے ایک شاہی ناظم کا تقرر ہوا تھا۔ لیکن محکمۂ ڈاک کی ایڈورڈ چہارم کی حکومت میں ابتدا ہوئی۔ جیمس اول اور چارلس اول نے رفاہ عام کی غرض سے از سر نو ڈاک کی تنظیم کی اور چارلس دوم کے عہد تک تو محکمۂ ڈاک مداخل ملک کا ایک خاصہ ذریعہ بن گیا۔ ۱۷۱۰ء میں ایک ناظم ڈاک خانجات کا تقرر ہوا اگرچونکہ اس عہدے کے سبب سے صاحب عہدہ دار العوام کی رکنیت سے محروم ہوتا تھا اس لیئے یہ خدمت اکثر کسی امیر یعنے رکن دار الامرا کو ملا کرتی تھی یہاں تک کہ ۱۸۶۶ء میں یہ شرط اٹھا دی گئی۔

محکمہ جات سرکاری

جن پانچ محکموں کا تجارت، زراعت، حکومت مقامی، تعلیمات اور تعمیرات سے تعلق ہے ان میں سے ہر ایک کے لیئے ایک میر مجلس اور ایک معتمد جو اسکی جانب سے پارلیمنٹ میں نائب ہوتا ہے اور متعدد اہلکاروں کا مستقل عملہ ہے۔ ان محکموں کے اصل چلانے والے یہی لوگ ہیں لیکن ان میں پریوی کونسل کے میر مجلس اور ارکان اور وہ پانچ وزرائے سلطنت جن کا ابھی ذکر ہوا بطور رئیت مجلس شریک ہوتے ہیں۔ پریوی کونسل میں تجارت اور نو آبادیوں کے انتظام کے لیئے جب سے کہ دو کمیٹیوں کا ۱۶۶۰ء میں تقرر ہوا اس وقت سے محکمۂ تجارت کی بنا ہوئی ہے۔ ان کمیٹیوں کو ۱۶۷۲ء میں ملا دیا گیا اور پھر اس کے

تین برس بعد وہ منسوخ کردی گئیں سنہ ۱۶۹۵ء میں ایک اور کمیٹی بنی اور یہ سنہ ۱۷۸۱ء تک باقی رہی۔ اس کا کام مختلف محکموں کی نسبت معلومات حاصل کرکے وزرائے سلطنت کو اُن کے متعلق مشورہ دینا تھا۔ تجربے سے ثابت ہوا کہ اس کمیٹی کے قیام میں چونکہ مصارف بہت تھے اور اس کے ارکان بھی لائق و مستعد نہ تھے اور اس سے مشورہ بھی شاذ و نادر ہی لیا جاتا تھا اس لئے اُس کو بھی موقوف کر دیا گیا۔ سنہ ۱۷۸۲ء میں محکمۂ تجارت قایم ہوا۔ یہ محکمہ در اصل پریوی کونسل کی ایک کمیٹی تھا۔ اس کے مشیرانہ کام نے بتدریج انتظامی حیثیت اختیار کرلی۔ یہ محکمہ تجارت اور حمل و نقل اور بہبود انام و رفاہ عام کے جملہ امور کی نگرانی کرتا ہے ؁

محکمۂ تعمیرات — سنہ ۱۸۵۱ء میں محکمۂ تعمیرات قایم ہو کر محلات شاہی جن میں محل ویسٹ منسٹر بھی شامل ہے اور سرکاری عمارتوں کی نگرانی اور اُن کی تعمیرات اس کے تفویض ہوئی انھی کاموں کو سنہ ۱۸۳۲ء سے محکمۂ صحرا اور جنگلات کے کمشنر انجام دیا کرتے تھے اس محکمے کا میر مجلس ناظم تعمیرات کہلاتا ہے ؁

محکمۂ حکومت مقامی — سنہ ۱۸۷۱ء میں محکمۂ حکومت مقامی قائم کیا گیا اور جن اختیارات کی بنا پر پریوی کونسل، وزیر داخلہ اور محکمۂ قانون مفلسین کی جانب سے صحت عامہ، حکومت مقامی اور قانون مفلسین کے جملہ امور کا انتظام ہوتا تھا اس کو اس محکمے نے خود لے لیا لیکن سنہ ۱۸۸۸ء میں اس کے اکثر اختیارات ضلع کی مجلسوں کے تفویض ہوئے ہیں۔

محکمۂ زراعت و ماہی گیری — محکمۂ زراعت کے قیام سے سنہ ۱۸۸۹ء میں کمشنران اراضی کی تنسیخ ہوئی اس کے سبب سے ان لوگوں اور پریوی کونسل کے ان کل اختیارات کا مرکز جن کا تعلق محصول عشرات کی معافی اور اراضی شاملات کی حصار بندی، یونیورسٹیوں اور دار العلوموں کی اراضی اور زراعتی صنعتوں سے تھا صرف یہی ایک محکمہ بن گیا۔ سنہ ۱۹۰۳ء میں صیغۂ ماہی گیری کا انتظام بھی اس کے حوالے کیا گیا پہلے اُس پر محکمۂ تجارت کی نگرانی تھی ؁

سررشتۂ تعلیمات — ۱۸۹۹ء تک سررشتۂ تعلیمات پریوی کونسل کی ایک کمیٹی سمجھا جاتا تھا۔ سنہ ۱۸۳۴ء سے حکومت نے تعلیمات پر روپیہ صرف کرنا شروع کیا اور سرکاری امداد کے صحیح مصرف پر نگرانی رکھنے کے لئے سنہ ۱۸۳۹ء میں کمیٹی تعلیمات

کا انعقاد ہوا۔ پریوی کونسل کے میر مجلس کو اُس کی میر مجلسی دی گئی
تھی اور سنہ ۱۸۵۶ء میں ایک نائب میر مجلس کا تقرر ہوا۔ سنہ ۱۸۹۹ء میں تعلیمات کے لئے
ایک علیحدہ محکمہ دوسرے محکموں کی طرز پر قایم ہوا لیکن محکمۂ تعلیمات کے میر مجلس
اور اس کے پارلیمنٹی معتمد دونوں اگر دار العوام کے ارکان ہوں تو میر مجلس پریوی کونسل
اب بھی اس سررشتہ کی نیابت دار الامرا میں کرتا ہے ؎

مسودۂ قانون تعلیمات بابت سنہ ۱۹۰۲ کے اجرا کے زمانے سے محکمۂ تعلیمات
کی تعلیمی امور پر صرف عام نگرانی ہے اور اس کے اکثر و بیشتر اختیارات مقامی
حکومتوں کو منتقل ہو گئے ہیں ؎

باب ششم

شاہی مداخل

ہرچند ازمنۂ وسطی کے دستوری مسائل میں سب سے زیادہ اس مسئلے پر کہ "بادشاہ کو اپنی آمد سے زیادہ صرف نہ کرنا چاہیئے" عمل ہوتا تھا تاہم رقمی ضرورتوں کے سبب سے بادشاہ کو پارلیمنٹ کا محکوم بننا پڑا - اس کے بعد کی نسلوں نے اصرار کرنا شروع کیا کہ رعایا کی نیابت کے بغیر محصول عائد نہ ہونا چاہیئے اور جو رقم کہ مصارف سلطنت کے لئے قوم سے وصول کی جائے اس کے صحیح مصرف پر پارلیمنٹ کی نگرانی ہونی لازم ہے - اس طرح بادشاہ کی مالی ضرورتوں کی بدولت بادشاہ کی اُس مطلق العنانی کا انسداد ہوگیا جس کو ۱۲۱۵ء کی سند اعظم کے ذریعے سے قوم نے سرسری طور پر روکنا چاہا تھا۔

ابتداءً بادشاہ کا موروثی محاصل شاہی حشم وخدم کے قائم رکھنے اور زمانۂ امن میں مصارف حکومت برداشت کرنے کے لئے کفایت کرتا تھا لیکن جب انتظامات ملک اور فرائض حکومت میں کثرت ہونے لگی تو سلطنت کے معمولی مصارف کو بھی محاصل موروثی سے چلانا ناکافی ہوگیا اور آمد کے ایک حالت پر قائم نہ رہنے بلکہ گھٹنے کے سبب سے نئے نئے محصولات عائد کرنے کی ضرورت ہوتی گئی۔

اس پر بھی جب تک کہ ۱۶۸۸ء کے انقلاب سے پارلیمنٹ کا تسلط مستحکم نہوا جدید اجرائے محصولات کی نسبت قوم کو بادشاہ سے سخت بدگمانی رہی اور جواز محصول کے لئے کسی قومی خطرے کو ثابت کرنا پڑتا تھا - چونکہ زمانۂ وسطی میں قوم کا میلان محصول کو مستقل بنانے کی جانب تھا اور شدید ضرورت کے سوائے جدید محصول کا ادا کرنا سخت ناگوار تھا اس لئے محصول کو جو توفیر آمدنی کا

ذریعہ ہے لوگ شبہے کی نظر سے دیکھتے تھے۔ پارلیمنٹ کے مسلط ہونے کے بعد سے لوگوں کے شبہات باقی نہ رہے بلکہ محصول ہی سالانہ معقول مداخل ملکی کا صحیح اور موزوں ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔

تاج کا محاصل موروثی

تاج کے قدیم موروثی محاصل کے حسب ذیل ذرائع تھے۔ زینات شاہی، رسوم جاگیری، بعض نذرانے اور محصولات جن کو بادشاہ اختیارات وحقوق شاہی کی بنا پر وصول کرتا تھا۔

خراج جنس

ملک میں دورہ کرنے کے وقت سیکسن بادشاہ سردار قبیلہ کی حیثیت سے اپنے اور اپنے درباریوں کے لیئے رعایا سے آذوقہ طلب کرتا تھا شاہی دوروں کے پہلے اُن مقامات پر جہاں بادشاہ کی منزل کا انتظام کیا جانا مقصود ہوتا وہاں کے لوگوں سے مالگزاری کے عوض اجناس و مویشی لیئے جاتے تھے۔ لیکن شاہی محاصل کو اس طرح صرف کرنا نہایت نامناسب وتکلیف دہ تھا اس لیئے کہ اس میں افراط و تفریط ہوتی رہتی تھی۔ محاصل کو مستقل بنانے اور اس کے وصول ہونے میں سہولت پیدا کرنے کی غرض سے محاصل جنس کو رقمی صورت میں بدل دیا گیا۔ اور زر تحصیل یعنے دہارہ کی تشخیص کے لیئے ایک نائٹ کا کھیت پیمانہ قرار دیا گیا یعنے ہر ایک موضع اور ضلع پر نائیٹوں کی معینہ تعداد کے مصارف کا بار ڈالا گیا تھا اور اس لحاظ سے مقامات مذکورہ سے زر تحصیل وصول کیا جاتا تھا۔ چنانچہ ضلع آکسفرڈ تین نائیٹوں کا خرچ ادا کرتا تھا اسی قدر مالگزاری نارتھ ہمپٹن کے ضلع کے ذمے تھی۔ بعض اضلاع مثلاً وارک (Warick) اپنی مالگزاری کا کچھ حصہ جنس کی شکل میں اور کچھ نقد ادا کرتے تھے تحصیل جنس بتدریج سیر زمینوں سے مخصوص ہو کر بالآخر زر مالگزاری میں مبدل ہو گئی۔

زر تحصیل کے ادا کرنے کے بعد بھی رعایا کو مالگزاری میں جنس ادا کرنی پڑتی تھی اس واسطے کہ ناگہانی ضرورتوں کے وقت اب بھی وہ بادشاہ کو جنس دیا کرتی تھی

رسد

اور اس حیلے سے رسد وصول کی جاتی تھی شاہی رسد رسانوں کا کام تھا کہ خوش حال

اور آراستہ و پیراستہ درباریوں کی ضرورت پورا کرنے کے لئے رعایا سے اُس کا اناج چھین لیا کریں اور اپنے خرید نے کے حق کا اور نیز رعایا سے اُس کے گھوڑے اور بار برداری کے لئے گاڑیوں کو شاہی استعمال میں لانے کے حق کا ادعا کریں۔ رسد وصول کرنے اور خدمت جبری (بیگار) کے خلاف روزانہ بادشاہ کی خدمت میں عرضیاں گزرا کرتی تھیں سنہ ۱۲۱۵ء اور سنہ ۱۲۵۸ء میں اس قسم کی عرضیوں کا پتہ ملتا ہے اور امرائے مقننن نے (جنکا ذکر اس کے پہلے کسی باب میں آچکا ہے) تو اس کی بالکل ممانعت کر دی تھی اور جب اُن کے قوانین مٹ گئے تو یہ قاعدہ بھی باقی نہ رہ سکا سنہ ۱۳۶۲ء تک اِس حق شاہی کا ناجائز طور پر استعمال ہوتا رہا اور اس کے بعد ایڈورڈ اول نے رسد کے وصول کرنے کو صرف بادشاہ اور اُس کی ملکہ کی ذات سے محدود کر دیا۔ اس طرح محدود ہونے کے باوجود چارلس اول کے زمانے کی خانہ جنگی تک اس ناجائز اختیار سے فائدہ اٹھایا جاتا رہا یہانتک کہ سنہ ۱۶۶۰ء میں بادشاہ کو بالآخر اس سے دست بردار ہونا پڑا۔

آمدنی صیغۂ عدالت

بادشاہ کی محاصل کا بہت بڑا ذریعہ مقامی عدالتوں کی آمدنی تھی۔ اگلے زمانے میں نہیں بلکہ گیارھویں اور بارھویں صدی میں بھی اکثر جرائم کی سزا جرمانہ رکھی گئی تھی لیکن اس کے بعد صرف ایسے خفیف جرائم کے لئے جیسا کہ مداخلت بیجا ہے رقم ادا کرکے مجرم بری ہو سکتا تھا۔ منشور اعظم میں ایک شرط داخل کی گئی کہ سزائے جرمانہ میں جرمانے کا تعین مجرم کے معزز ہمسایہ کیا کریں جسکی وجہ سے مقامی عدالتوں کے اختیارات جرمانہ محدود ہوکر بے محابا جرمانوں کا سدباب ہوا اور یہ بھی اُس میں مشروط کر دیا گیا کہ کسی شخص سے اُس کے اوزار فن متعلقہ نہ ضبط کئے جائیں۔ اِس کے بعد کے زمانے میں بادشاہ نے سنگین جرائم کی تعداد میں اضافہ کرکے فوجداری عدالتوں کو ذریعۂ آمدنی بنالیا اور ان بڑے بڑے جرموں کے سبب سے مجرمین "عذاب شاہی میں مبتلا ہوتے تھے" یعنے ان کے خلاف سزائے موت اور ضبطیٔ جائداد تجویز ہوتی تھی جس سے نجات حاصل کرنے کے واسطے اُنھیں بھاری بھاری رقمیں ادا کرنی پڑتی تھیں۔

جرمانے

بعض جرمانوں کی رقم بادشاہ کے لئے مخصوص تھی، مثلاً اگر کوئی شخص

قومی فوج میں شریک ہونے میں قصور کرتا تو اس کو جرمانۂ فوجی ادا کرنا پڑتا اور جو شخص اُس کے متعلقہ عدالت مقامی کے طلب نامہ کی عدم تعمیل کی غرض سے عدالت مذکورہ سے غیر حاضر ہوتا اس سے جرمانہ عدالتی لیا جاتا تھا۔ ملک میں نارمنوں کی حکومت قائم ہونے کے بعد سے دستور ہو گیا تھا کہ اگر عدالت متعلق میں مقتول کا انگریز ہونا ثابت ہو جاتا تو قاتل کے لئے سزائے موت تجویز ہونے کے بجائے اُس سے جرمانۂ قتل عمد وصول کیا جاتا تھا؛

متفرقات

اِن کے سوائے اور بہت سے شاہی آمدنی کے متفرق ذریعے تھے۔ مثلاً طوفاں زدہ اور ساحل پر چڑھے ہوئے جہازات، معادن، دفینے وغیرہ تاج کی ملک سمجھے جاتے تھے۔ لیکن تین خدمتیں ایسی تھیں جنکو ہر ایک شخص کو اپنی ذات سے انجام دینا لازم تھا اور یہ فوجِ ردیف کی شرکت، پلوں اور قلعوں کی تعمیر و ترمیم اور نگہداشت پر مبنی تھیں؛

مقامی عدالتوں کی آمدنی۔ تحصیل جنس زمینات تاج کی مالگزاری اور چند متفرق محاصل جن کو شیرف (منتظم ضلع) اگلے زمانے میں وصول کرتا تھا مگر زمانۂ زیر تحریر میں ان متفرق مداخل کے معاوضے میں وہ ان کے عوض سربستہ رقم تحصیل معینہ ضلع کے عنوان سے خزانۂ شاہی کو ارسال کرتا تھا۔ تاریخ میں لکھا ہے کہ ولیم اول شاہی زمینوں کو حتی المقدور گراں سے گراں نرخ پر لوگوں کے ہاتھ بیچا کرتا مگر دوسروں کے اضافہ کرنے سے وہ انھیں زمینات کو سب سے زیادہ بولی بولنے والے کو عطا کرتا تھا اور اس کو مطلق اس بات کی پروا ہوتی کہ منتظم ضلع ان خریداروں سے کس بیرحمی اور تشدد سے روپیہ وصول کرتا ہے؛

تحصیل معینہ

عہدہ اور اختیارات کی بیع۔

چونکہ بادشاہ سب انتظام کرنے والوں کا سردار اور سرچشمۂ وقار متصور ہوتا تھا اس لئے عہدوں کی بیع اس کے حق میں نہایت نفع بخش تھی۔ علاوہ بریں کل اختیارات کی مصدر بھی اسی کی ذات تھی مگر وہ کسی کو کسی قسم کے اختیارات شاذ و نادر ہی بلا معاوضہ دیا کرتا تھا چنانچہ شہر لندن کو ضلع مڈل سیکس کے شیرف کو انتخاب کرنے کے حق کے واسطے رقم ادا کرنی پڑی۔ جب تک اکثر شہروں

نے نذرانے پیش کرکے اسناد حاصل نہیں کیئے ان کو "تحصیل معینۂ شہر"
اور محصول بلاواسطہ کو راست خزانۂ شاہی میں داخل کرنے کا حق نہیں دیا گیا۔
اسی طرح یعنے بادشاہ کو روپیہ دیکر دوسرے متعدد حقوق رعایا نے حاصل کیئے۔
مثلاً عدالتی امور اور فصل خصومات سے روپیہ دیکر اُن لوگوں نے شیرف کو
خارج کرایا اور مقامی نظمائے فوجداری کو انتخاب کرنے قصبات میں ایام مقررہ
میں بازاروں اور میلوں کے ترتیب دینے کے حقوق حاصل کیئے یارک اور
بیورلی (Beverly) کے ضلعوں نے اس ذریعے سے محصول راہ داری ادا کرکے
آزادی خریدی۔ لندن کے ساکنین تو ہنری اول کی حکومت میں ہی اس
حکمت عملی کی بدولت قلمرو انگلستان میں بلا ادائے محصولِ راہ داری سفر کرتے تھے۔

زمینات شاہی

ان رسوم اور جرمانوں کے علاوہ جن کو بادشاہ اپنے حقوق شاہی کی بناپر
وصول کرتا تھا ایک اور مد محاصل شاہی کا زمینات شاہی کی تحصیل تھی گیارھویں صدی
تک تو ان زمینوں کی تحصیل میں جنس وصول ہوتی رہی لیکن اس کے بعد سے
اس تحصیل میں اکثر روپیہ لیا جانے لگا۔ اُن غیر مملوکہ زمینوں کی نسبت جو نہ تو بادشاہ
اور نہ رعایا کی سمجھی جاتی تھیں "گویا یہ کسی کی ملک ہی نہ تھیں" بادشاہ کو حق عطا حاصل تھا۔
نارمن فتح نے بادشاہ کو ملک کی کل زمین کا مالک بنادیا اور جن علاقوں
کو ولیم اول نے اپنے نارمن تابعین کو نہیں دیا وہ زمینات تاج بن گئیں۔
کتاب بند وبست کے بیان کے مطابق یہ چودہ سو مینر (علاقوں قصبوں) پر مشتمل تھیں
اور اِن میں سے جن قریوں کا تعلق ایڈورڈ کانفسر (Edward Confessor)

سیریات قدیم

کے زمانے سے بادشاہ سے تھا ان کا لقب "سیریات قدیم" قرار پایا گیا۔ حقوق جاگیری
کے سبب سے جیسا کہ استرداد و ضبطی تھے علاقہ ہائے تاج میں وقتاً فوقتاً اضافہ
ہوتا گیا۔ اس کے سوائے ہر ایک بادشاہ بھی خود مختاری سے تاج کی زمینوں کی
تعداد بڑھاتا گیا۔ جبکہ گیارھویں اور بارھویں صدی میں جاگیرداروں نے شورش کرنا
شروع کیا تو بجز ۱۱۷۳ء کی بغاوت کے دوسری شورشوں میں شریک ہونے والوں
کے علاقے ضبط کرلیئے گئے۔ اکثر نارمن امرا کے خاندان جنھوں نے فتح ملک
میں شرکت کی تھی تیرھویں صدی تک بے چراغ ہوجانے سے اُن کے

علاقے بھی تاج کو مسترد ہو گئے۔ چودھویں صدی کے اختتام پر ہنری بالنگ بروک (Henery Balingbroke) کے سبب سے تاج کے محاصل موروثی میں افراط ہوئی چنانچہ اسی کی بدولت ڈچی آف لینکسٹر اور لنکن لیسٹر اور ڈاربی کے ارل کے علاقے اور بعض ایسی جاگیریں جو آنرز کہلاتی ہیں زینات شاہی میں شامل کی گئیں۔ ہنری مذکور کو اس قسم کی جاگیروں میں نیرزبرو اور پکرنگ (The honours of Knaresborough Pickring) ارثاً ملی تھیں کے نل ور تھم پیک اور مان متھم کے قلعے اسی کو ملے تھے ہنری پنجم نے بھی ان شاہی علاقوں میں اضافہ کیا ہے اُس نے اپنی ماں کی میراث میں جو جائداد بوہن (Bohun) کی ایک مساوی حصہ دار تھی ہیرفرڈ، ایسیکز اور نارتھمپٹن کے ضلعے پائے۔ چونکہ ہنری ہفتم کی خاندان یارک کی وارثہ سے شادی ہوئی تھی اور جب اس خاندان کا استیصال ہو گیا تو تاج کے قبضے میں ملک کی بہترین زمینوں میں سے اکثر علاقے چلے گئے۔ ہنری ہشتم نے خانقاہوں کی کل جائدادیں ضبط کر لی تھیں اور جب خاندان اسٹوورٹ میں بادشاہی منتقل ہوئی تو اسکاٹ لینڈ کی شاہی زمینوں کا انگلستان کے علاقہ ہائے تاج میں شمار ہونے لگا۔ اسکے پہلے سے آئرلینڈ میں تاج کے علاقے میں نہایت وسیع زمینیں موجود تھیں

سلاطین ماسلف نے آمدنی کے ان ذریعوں میں کفایت شعاری کے بجائے اسراف کیا۔ بلکہ یہ لوگ مسترد شدہ اور غصبی زمینوں کو اپنے غیر ملکی مصاحبوں اور حریص خوشامدیوں کو عطا کرتے رہے۔ مگر ہم اس بات کو بھول جاتے ہیں کہ اگر بادشاہ مسترد جائدادوں کو اپنے قبضے میں رکھتا تو بیرن اس سے ضرور منحرف ہو جاتے اس لیے کہ ان جاگیروں کے سبب سے اُس توازن قوت میں جو فرماں روا اور امرائے عظام کے مابین قائم کیا گیا تھا فرق آجاتا۔ اس پر بھی مقتضائے بشریت سے بادشاہ مجبور ہو کر بظاہر مسترد جاگیروں کو علاقہ جات شاہی سے علیحدہ کر دیتا لیکن باطن میں وہ اُس سے متمتع ہوتا تھا چنانچہ ایڈورڈ اول نے ان امرا کی آتش حسد کو بجھانے کی غرض سے چیسٹر کے ارل کے علاقے کو وارث تاج و تخت کے لیے علیحدہ کر دیا تھا اور اسی طرح ایڈورڈ سوم کو وارث تخت کے لیے

ولایت کارنوال نامزد کر دینا پڑی - علاوہ بریں ایڈورڈ سوم نے اکثر بڑی بڑی جاگیریں اپنے اہل خاندان میں اس امید سے تقسیم کر دیں کہ اس سلوک کے عوض وہ امرا جن کو شاہی اغراض سے خلوص و ہمدردی ہو اورنگ حکومت کے لئے حصن حصین ثابت ہونگے - لیکن اس قسم کے ((املاک خاندانی)) کے اکثر خراب نتیجے برآمد ہوئے - ان امرا کی اولاد نے اپنے سلسلۂ شاہی کو فراموش کر دیا اور شرائط تملیک ناموں کا پاس کرنے کے بجائے اپنے آبا و اجداد کی جنگ جو روایات کی پابندی کرنی شروع کر دی اس لئے یہ سب علاقے جو ان لوگوں کو عطا ہوئے تھے بادشاہ کی حمایت میں مستحکم قلعے نہیں بلکہ اس کی مخالفت کا مرکز بن گئے - ہنری چہارم نے بڑی بڑی زمینیں ان لوگوں کو دی تھیں جنھوں نے اورنگ حکومت پر متمکن ہونے میں اس کی مدد کی تھی - لیکن ایڈورڈ چہارم اور ہنری ہشتم نے اپنے خاص دوستوں اور مخصوص مصاحبوں اور شاہی وزرا کو جاگیریں دیکر امرا کا ایک نیا طبقہ تیار کیا تھا - ایلیزبیتھ اور چارلس اول شاہی زمینات کی بیع سے خوب نفع کمایا کرتے لیکن چارلس دوم نہایت بے پروائی سے یہ علاقے دوسروں کو مفت دیا کرتا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب ولیم سوم تخت نشین ہوا تو شاہی علاقوں کا محاصل صرف چھ ہزار پونڈ سالانہ رہ گیا تھا۔

اس طرح جو شے بادشاہ کے ایک ہاتھ میں آتی وہ اس کے دوسرے ہاتھ سے نکل جاتی تھی - اس بیدردی اور بے پروائی کے ساتھ زمین عطا کرنے کا زیادہ تر سبب اُن علاقوں کی علیحدہ ہستی اور عداتیں تھیں جو ضبطی اور استرداد کے سبب سے بادشاہ کے قبضے میں آجاتی تھیں یہ علاقے دوسروں کو دے دینے سے اُن کے انتظام کے لئے بادشاہ کو کسی قسم کی زحمت نہیں کرنی پڑتی تھی - اس قسم کی جاگیر کے بلا واسطہ مزارعین تاج کے خاص مزارعین نہیں بننے پاتے تھے اور نہ ان کے ساتھ ایسا سلوک ہوتا تھا اس لئے ایسی جاگیر بادشاہ کے قبضے میں آتے ہی بادشاہ فوراً اُسے کسی دوسرے شخص کو مع اس کے انتظام و لوازم سابقہ کے عطا کر دیتا تھا۔

تاج کی مفلسی

اس طرح متعدد جائدادوں اور علاقوں کے حاصل کرنے اور ان کو دوبارہ عطا کرنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ در اصل شاہی مخصوص علاقے میں اضافے کے بجائے کمی ہو گئی

اور جو محاصل کہ ان زمینوں سے وصول ہوتا مصارف سلطنت کے لیئے کافی ہوتا تھا
آمد کی تو یہ حالت تھی لیکن بادشاہ کے ذاتی صرفے اور حکومت کے اخراجات میں افراط ہو رہی
تھی - بادشاہ کی تکلیف میں اور بھی اضافہ ہوا جبکہ حکومت کے پورے مصارف کا
چلانا ہی ناکافی محاصل کے سبب سے بادشاہ کو دشوار ہو رہا تھا رعایا نے بادشاہ
کے امور خانگی میں اس کو مسرف پاکر اُس کے خلاف شورش مچادی - محاصل کے
کافی نہ ہونے کے دو سبب تھے - اولاً بدانتظامی اور ثانیاً حکومت کا کام بڑھ جانے
سے زیادہ روپے کی ضرورت تھی - اس لیئے بادشاہ کے مصارف خانگی کو صحیح پیمانے
پر لانے کی نسبت قوم نے مختلف کوششیں کی ہیں اس لیئے پندرھویں صدی
میں جبکہ شاہی مداخل کی نہایت بری حالت تھی معمولی محاصل میں سے تھوڑی رقم اس لیئے
محفوظ رکھی جاتی تھی کہ اُس سے معمولی اور غیر معمولی اخراجات کا انتظام ہو سکے -
اس پر بھی مداخل شاہی میں بعض ایسی الجھنیں پڑ گئی تھیں کہ کسی کے سلجھائے
سلجھ نہ سکتی تھیں - محاصل کے مختلف ذریعے اکثر غیر ملکیوں کو ٹھیکے پر دیدئے
گئے تھے اور اکثر ان پر محاصل باقی رہتا تھا - تحصیل کی امید پر بادشاہ روپیہ قرض
لیا کرتا جس کا بڑی مقدار میں سود ادا کرنا پڑتا تھا - شاہی جواہرات گرو سے چھوٹتے ہی
پھر اُن کی کفالت پر نیا قرضہ لیا جاتا تھا ؎

اس خرابی کا علاج واپسی زمینات شاہی سمجھا گیا اور اُسکی نسبت قوم کا کوشش کرنا

بادشاہ کی بے سر مائگی کو رفع کرنے کی ہر وقت کوشش کی گئی ہے -
ان تدبیروں میں سب سے زیادہ سود مند علاقہ جات شاہی کی واپسی معلوم ہوئی -
ہنری سوم سے اُس کے بیرنوں نے شاہی عطایا کے واپس لینے کے لیئے اور اُن
غیر ملکیوں کو جنھوں نے بڑے لالچ کے ساتھ بادشاہ کی زمینیں لے لیں ملک سے
خارج کرنے کے لیئے اصرار کیا اور امرائے مقنن نے مشورہ دیا کہ عام زمینوں او مستردشدہ
علاقوں کے عطا کی نسبت ان کی رضامندی ضرور حاصل کی جائے - سنہ ۱۳۴۳ء میں
پارلیمنٹ نے ایڈورڈ سوم سے املاک تاج کے منتقل کرنے کی مخالفت کی - رچرڈ دوم
پر منجملہ اور الزامات کے ایک یہ الزام بھی لگایا گیا تھا کہ وہ بے سوچے سمجھے شاہی زمینیں
عطا کر دیا کرتا ہے - ہنری چہارم کے عہد میں جو لوگ شاہی زمینوں سے عطا قبول
کرنے کو آمادہ ہوتے ان کو ارکان عوام تین سال کی سزائے قید دلانا چاہتے تھے -

اور ان کی یہ بھی خواہش تھی کہ جن لوگوں کو محصول کر وڑ گیری سے سالانہ رقم دی جاتی ہے واپس لی جائے۔ سنہ ۱۴۵۰ء میں ہنری ششم نے ایک "قانون واپسی" نافذ کرکے اُن سب عطایا کو جو اس کی حکومت کے شروع زمانے سے جاری ہوئے تھے منسوخ کیا۔ اسی قانون پر دوبارہ سنہ ۱۴۵۶ء میں عمل ہوا۔ تاج کے افلاس کی یہ کیفیت تھی کہ بادشاہ کے محل و دربار یعنے اُس کے ذاتی مصارف ہی معمولی محاصل سے پانچ حصے زیادہ تھے۔ ایڈورڈ پنجم نے منتقلہ شاہی اراضی پانچ مختلف موقعوں پر واپس لی ہیں اور ہر ایسے موقع پر وہ عوام کو ان الفاظ میں سمجھایا کرتا تھا کہ "میں چاہتا ہوں کہ اپنی ہی آمدنی میں بسر کروں اور مجھ کو لازم نہیں ہے کہ میں اپنی رعایا پر بجز خاص اور ناگزیر ضرورت کے مصارف سلطنت کا بار ڈالا کروں"۔ فارٹیسکو کی رائے تھی کہ شاہی زمینوں کی واپسی سے قوم پھر سے مرفہ الحال ہو جائیگی اور بادشاہ اپنی آمدنی میں بسر کرنے کے قابل ہوگا۔ چارلس اول کی سالوسانہ تدبیروں میں سے ایک یہ چال بھی تھی کہ جنگلات کی بعض زمینوں کو ہنری دوم کے علاقۂ شاہی کی زمینات میں شامل ثابت کرکے خود حاصل کرے اور لوگوں کو باور کرائے کہ جب ایڈورڈ اول کے زمانے میں جنگلات شاہی کے لیئے حدود قایم ہوئے تو زمینات زیر بحث پر پیمائش کرنے والوں کی غفلت اور غلطی کے سبب سے حدود علامات نصب نہ ہونے پائے۔ اکثر شاہی علاقے جو حکومت جمہوری (عہد کرامویل) میں فروخت ہوئے تھے عود شاہی کے بعد تاج کو واپس نہو سکے۔ مگر سنہ ۱۷۰۰ء میں پارلیمنٹ نے اُن عطایا کو واپس لے لیا جن کو ولیم آف اورینج (William of Orange) نے اپنے ولندیزی احباب کو دیا تھا۔ سنہ ۱۷۶۲ء میں قانون کے ذریعے سے عطاے دائمی کا سد باب کر دیا گیا۔ اُس زمانے سے شاہی زمینیں کسی کو تین پشت سے زیادہ کے لیئے پٹے پر نہیں دیجاتیں۔

زمینات تاج کی حوالگی

تاج کی زمینوں پر نگرانی رکھنے کے متعلق جب پارلیمنٹ کو کمال اصرار ہوا تو انگلستان اور ویلز کے شاہی علاقے سنہ ۱۷۶۰ء میں بمعاوضہ رقم معینہ اُس کے حوالے کر دیئے گئے۔ جارج چہارم نے آئرلینڈ کا جس قدر شاہی موروثی محاصل تھا پارلیمنٹ کے سپرد کر دیا اور ولیم چہارم اور اس کے قائم مقاموں نے ان موروثی محاصل میں

نہ صرف اسکاٹ لینڈ کا محصل موروثی شامل کیا بلکہ اور دوسرے جس قدر محاصل کے متفرق ذرائع تھے اُن کو بھی پارلیمنٹ کے حوالے کر دیا۔ اس زمانے میں صرف لینکسٹر کی ڈچی جس کو ہنری چہارم نے امرا کے حسد کی وجہ سے اپنے ہی خاندان میں منتقل کر کے بچا لیا تھا تاج کا ذاتی مال اور اسی طرح ملک کارنوال اصلی وارث تخت کی ملک متصور ہوتے ہیں۔ بالمورل اور اسبرن (Balmoral and Osbourne) کے مثل علاقے بادشاہ کے جیب خاص کی آمدنی سے خریدے گئے ہیں ؛

نذرانہ۔ محصول جاگیری

بحیثیت امیر علاقہ بادشاہ اُن لوگوں سے جن کو بعوض خدمت فوجی زمین دیجاتی تھی مختلف قسم کے جاگیری محصول اور نذرانے پانے کا مستحق تھا۔ لیکن ان کو وہ بے محل و بے محل وصول کرتا تھا چنانچہ خدمت نایٹ کے عملاً ترک ہونے اور امرا کا اپنی فوجی اسامیوں سے ان محصولات کو نہ لینے پر بھی بادشاہ جب چاہتا اپنے علاقے کی فوجی اسامیوں سے ان نذرانوں کو وصول کرتا تھا۔ اُن تین رسمی رقمی اعانتوں سے (جن کا ذکر اس کے پہلے آچکا ہے) نذرانہ و پیشکش مستردہ علاقوں کی آمدنی سے، حقوق ولایت و کتخدائی کی آمدنی سے ضبط شدہ جائدادوں کے ذریعے سے خزانۂ شاہی سال میں چند مرتبہ پُر کیا جاتا تھا۔ چونکہ آمدنی کے ان ذریعوں سے تاج کو اس کے حسب منشا فائدہ نہیں پہنچتا تھا اس لیئے ہنری ہشتم نے محکمہ نگرانی نابالغان کی نسبت قواعد بناکر ان سب حقوق جاگیری کے وصول کرنے کو باضابطہ بنا دیا۔ مگر ان قدیم محصول اور نذرانوں کے ادا کرنے کی نسبت قوم میں اس قدر نفرت اور بد دلی پھیل گئی تھی کہ سنہ ۱۶۱۰ء میں "معاہدہ اعظم" میں یہ شرط بھی داخل کی گئی کہ بادشاہ کو رسد بہم پہنچانے اور اس کے حقوق جاگیری کی بنا پر اُسے رقوم ادا کرنے کے بجائے اسے سالانہ دو لاکھ پونڈ ملک ادا کیا کریگا۔ مگر قبل از وقت اس تدبیر کا خاتمہ ہو گیا اس لیئے کہ کلیسائی امور کی نسبت بادشاہ اور عوام ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو رہے تھے۔ ہر ایک فریق کا خیال تھا کہ اس معاملے میں اپنا نقصان اور دوسرے فریق کا سراسر فائدہ ہے۔ ایسی حالت میں ان دونوں میں مصالحت ناممکن تھی۔ عود شاہی کے بعد قانون موضوعہ کے ذریعے سے رسد اور حقوق جاگیری کی تنسیخ ہوئی اور ان کے

معاوضے میں پارلیمنٹ نے تاج کو نبیذ اور دوسری شرابوں پر جو ملک میں بنتی تھیں موروثی محصول کروڑگیری عطا کیا۔ سنہ ۱۸۳۶ء میں اس محصول کا تخمینہ ہو کر اس کے بجائے سالانہ سات لاکھ پونڈ بادشاہ کے لیئے مقرر ہوئے اور سنہ ۱۷۶۰ء میں تاج نے شاہی اراضی کے ساتھ محصول مصنوعات مقامی کو بھی پارلیمنٹ کے حوالے کر دیا۔

محکمۂ ڈاک

بادشاہ نے عود شاہی کے زمانے میں محکمۂ ڈاک کو اپنے محاصل کا ایک ذریعہ بنا لیا تھا لیکن سنہ ۱۶۶۰ء میں اس ذریعۂ آمدنی کو بھی ملک کے حوالے کر دینا پڑا۔ شاہان ٹیوڈر نے محکمۂ ڈاک کو جس کا قیام ایڈورڈ چہارم کے ہاتھوں ہوا تھا اپنی آسائش و سہولت کی غرض سے جاری رکھا لیکن خاندان اسٹوورٹ کے پہلے دو بادشاہوں نے خصوصاً پردیسی تجار کو فائدہ اور راحت پہنچانے کے خیال سے اس کی تنظیم کی۔ حکومت جمہوری کے دوران میں اس کا محاصل ملکی کے ذرائع میں شمار ہونے لگا اور عود شاہی کے وقت یہ بطور اجارۂ شاہی کے جاری رہا اور بڑی بڑی رقم کے معاوضے میں ٹھیکے پر دیئے جانے لگا۔ حکومت جمہوری میں محکمۂ ڈاک کی سالانہ چودہ ہزار پونڈ آمد تھی اور جارج دوم کے عہد میں اس کا محاصل یک لاکھ پونڈ تک پہنچ گیا تھا۔ سنہ ۱۹۰۹-۱۹۱۰ء میں اس کی مجموعی آمدنی دو کروڑ تیس لاکھ پونڈ تھی جس کا چار ملین پونڈ سے زیادہ خالص نفع ہوا تھا۔

جو دشواریاں کہ پارلیمنٹ کو مالیاتِ ملک کی نسبت اپنی حقیقی صدارت قائم کرنے میں پیش آتی تھیں جب بادشاہ نے اپنے موروثی محاصل کو بتدریج حوالے کر دیا تو رفع ہو گئیں کیونکہ جو کچھ موازنہ پارلیمنٹ ملک کی آمد و خرچ کا مقرر کرتی بادشاہ کے غیر مستقل محاصل کے سبب سے اُس میں مجلس مذکورہ کو ناکامی ہوتی تھی۔ زمانۂ امن میں مصارف سلطنت کے لیئے دونوں مسودات دستور یعنے "آلۂ حکمرانی و عرضداشت و مشورہ فدویانہ" (The Instrument of Government and the Humble Petitioned Advice) میں ایک رقم معین کر دی گئی تھی۔ عود شاہی کے وقت چارلس دوم کو مصارف سلطنت کے واسطے نہایت ہی قلیل یعنے بارہ لاکھ پونڈ سالانہ کا محاصل دیا گیا۔

فہرست عمال

اس منظوری و تعین رقم سے سِول لِسٹ فہرست عمال و محکمہ جات سرکاری۔

محاصل شاہی ومحکمہ جات سرکاری

(Civil list) کی ابتدا ہوتی ہے۔ بعض وقت سول لسٹ سے محاصل شاہی مراد لیجاتی تھی اور کبھی اس کا اطلاق اُن مدات خرچ پر ہوتا تھا جن کا بار محاصل شاہی پر ڈالا جاتا تھا یعنے جو مصارف سلطنت اس شاہی آمدنی سے ادا کیئے جاتے تھے۔ یہ بات طے پا گئی تھی کہ رقم مذکورہ صرف اراضی شاہی واقع انگلستان موروثی محصول مصنوعات مقامی، ایک محصول عارضی مصنوعات مقامی، اور محصول پارچہ اور ٹیننج و پونڈیج[1] پر یہ آمدنی محدود کر دی گئی تھی۔ ڈاک کے محکمے کی آمدنی ڈیوک آف یارک کو دی گئی تھی۔ اگر ان ذرائع سے رقم مقررہ وصول نہو تو پارلیمنٹ نے کمی کا پورا کرنا اپنے ذمے لیا تھا۔ چارلس دوم کے عہد حکومت میں پارلیمنٹ کو اکثر اس کمی کی تکمیل کرنی پڑی ہے۔ لیکن جیمس دوم کے عہد میں اس محاصل کی مقدار جن کے ذرائع اخراجات سول لسٹ کے لیئے علٰحدہ کر دیئے گئے تھے پندرہ لاکھ پونڈ ہو گئی تھی مگر اضافۂ رقم سے بادشاہ نے فائدہ اٹھایا۔ سول لسٹ (محاصل شاہی) سے شاہی حشم وخدم ومتعلقین بادشاہ اور حکومت ملکی اور زمانہ امن کی افواج بری وبحری اور حفاظتی مقامات سلطنت کے اخراجات ادا کیئے جاتے تھے ہو جب ولیم اور میری کے ہاتھ میں زمام حکومت آئی تو پارلیمنٹ نے سول لسٹ پر مزید نگرانی کرنے کی غرض سے بارہ لاکھ پونڈ سالانہ سے سات لاکھ پونڈ سالانہ کی رقم زمانۂ امن کے انتظامات سلطنت کے لیئے محفوظ کر دی تھی۔ اُس زمانے سے اس رقم سے محل وخاندان شاہی کے مصارف اور کل سرکاری عمال جو اہل قلم کے زمرے میں ہوں، نظمائے عدالت اور سفرا کی ماہوار یں دیجاتی تھیں اور باقی رقم دوسرے سرکاری کاموں پر جن کی نسبت مختلف وزرا اپنے اپنے محکموں سے بر آورد ات پیش کرتے صرف ہوتی تھی۔ ۱۶۹۷ء میں جیب خرچ شاہی کی رقم میں اضافہ ہو کر نو لاکھ پونڈ سالانہ کر دی گئی مگر یہ رقم ناکافی تھی اور متعدد پارلیمنٹوں کو شاہی قرضہ ادا کرنا پڑتا چنانچہ جارج اول کے ذمے دس لاکھ پونڈ کا اور جارج سوم کے نام پر ساڑھے تین ملین پونڈ کا قرضہ تھا۔ مصارف سلطنت کے لیئے جس قدر بادشاہ زیادہ مقروض ہوتا

[1] انٹرمیڈیٹ کی تاریخ دستور انگلستان میں ان محصولوں کی بضمن تشریحات صراحت کر دی گئی ہے۔ ۱۲ سہ

اسی قدر پارلیمنٹ ملک کی آمدنی پر زیادہ سختی سے نگرانی کرنا چاہتی تھی۔ چونکہ محاصیل شاہی کے مختلف ذرائع جن کے رقوم مصارف سلطنت کے کام آتے تھے بتدریج پارلیمنٹ کے حوالے ہوتے گئے اس لیئے اس قلیل رقم میں جو پارلیمنٹ نے اخراجات شاہی اور مصارف سلطنت کے لیئے مقرر کی تھی اضافہ ہونے کا کوئی امکان نہ رہا بنائے علیہ جیب خرچ شاہی کی مقدار بھی گھٹتی گئی اور بالآخر اب اسپر مصارف سلطنت کا مطلق بار نہیں ڈالا جاتا ہے۔ لیکن سلطنت کی ایک مد کے مصارف اب بھی شاہی جیب خرچ سے ادا کیئے جاتے ہیں۔ یہ اصل میں وظیفوں کی ایک قلیل رقم ہے اور بارہ سو پونڈ سالانہ سے زیادہ اس کا صرف نہیں ہے۔ ملکہ وکٹوریا کا جیب خرچ تین لاکھ پچاسی ہزار پونڈ سالانہ تھا مگر جارج پنجم کو جیب خرچ کے لیئے چار لاکھ ستر ہزار پونڈ سالانہ ملتے ہیں ۱۹۰۹ء میں شاہی اراضی کا خالص محاصل پانچ لاکھ تیس ہزار پونڈ تھا۔ جب سے کہ قوم نے شاہی جیب خرچ کی مقدار معین کردی اور اراضی شاہی کو بادشاہ سے لے لیا دونوں فریق اس سے مستفید ہو رہے ہیں ؟

اجرائے محصولات

ادارہ عنوان بالا کی تاریخ اس لیئے اہم ہے کہ منظم حکومتیں ابتدا سے قومی خطرے کے رفع کرنے کے طریقوں میں محصول لگانے کو سب سے زیادہ ضروری تدبیر سمجھتی رہی ہیں۔ سیکسن دور میں نارتھ مین (North men) کے مقابلے کے لیئے جنگی جہازوں (اور بحری سپاہ) کی فراہمی کے لیئے اضلاع ذمہ دار قرار پائے تھے۔ ہر ایک ضلع اپنے تعلقات کی تعداد کی مناسبت سے قومی جہازات کے بیڑے کے مصارف ادا کرتا تھا۔ صدر اسقف سجرک (Sigeric) کے مشورے پر ناعاقبت اندیش ایتھلریڈ نے محصول ڈین جس کی شرح فی ہائیڈ (پیمانہ زمین) دو شلنگ مقرر کی گئی تھی نارتھ مین لوگوں سے صلح کرنے کو محصول لگایا تھا۔ اگرچہ یہ محصول سنہ ۹۹۱ء میں وصول کیا گیا تھا لیکن ان بحری قزاقوں نے روپیہ لینے کے لیئے پھر حملہ کر دیا۔ اُس عہد کی تاریخوں میں لکھا ہے کہ پہلی مرتبہ محصول ڈین سے

محصول جہاز

محصول ڈین

دس ہزار پونڈ کی رقم وصول ہوئی تھی اور اس کے بیس برس بعد سنہ ۱۰۱۱ء میں اس ذریعے
سے اڑتالیس ہزار پونڈ جمع کیے گئے تھے۔ انگلستان میں قوم ڈین کی حکومت قایم
ہونے کے بعد بھی رعایا کو محصول ڈین کے ادا کرنے سے نجات نہیں ملی بلکہ یہی
محصول ہس کالرز (ڈینیوں کی فوج کا نام۔ (Huscarles) کے مصارف ادا کرنے کی
غرض سے سنہ ۱۰۵۲ء تک وصول ہوتا رہا یہاں تک کہ اسی سال اس سپاہ کی
موقوفی عمل میں آئی۔ ولیم اول نے سنہ ۶۷-۱۰۶۶ء میں دوبارہ محصول ڈین کو جاری کیا
اور جب کبھی اس کو پردیسی سپاہ کا رکھنا منظور ہوتا وہ محصول ڈین کے ذریعے
سے جو مملکت کی کل مزروعہ زمینوں سے وصول ہوتا تھا اس کی ماہوار ادا کرتا تھا۔
اس کے زمانے میں یہ محصول سالانہ لیا جاتا تھا۔ سنہ ۸۴-۱۰۸۳ء میں جبکہ ڈنمارک کا
بادشاہ سویگن (Swegn) شمالی انگلستان پر حملہ کرنے کی تیاری کر رہا تھا ہر ایک
ہائیڈ زمین سے چھ شلنگ تک اس محصول کے نام سے وصول ہوئے ہیں۔
مگر ملک کی اکثر (مزروعہ) زمینیں اس سے مستثنیٰ تھیں اور اکثر علاقوں سے
ان کے اصلی محاصل کی مناسبت سے محصول ڈین نہیں لیا جاتا تھا۔ چنانچہ
ولیم اول کا منشا ملک کی مزروعہ زمینات کی پیمائش اور کتاب بندوبست کے
تیار کرانے سے اس امر کا دریافت کرنا تھا کہ کس قدر ہائیڈ زمین سے یہ محصول
ادا ہوتا ہے اور کس قدر اراضی اس کی ادائی سے مستثنیٰ ہیں اور مفتشین کے لیے
ان مالکان اراضی کی نسبت اپنی رائے کا ظاہر کر دینا ضرور تھا جو محصول مذکورہ
کے ادا کرنے کی استطاعت تو رکھتے لیکن عمداً اس کو سرکار میں داخل
نہیں کرتے تھے ؛

ہنری اول کے عہد میں اکثر و بیشتر اراضی اس محصول سے مستثنیٰ اور
افتادہ زمینات کا اس کے اثر سے خارج ہونے کے سبب سے بہت
قلیل مقدار میں محصول ڈین وصول ہوتا تھا چنانچہ سب سے آخر محصول سنہ ۱۱۶۲ء
میں وصول کیا گیا تھا۔ اس کے عوض ایک دوسرا محصول جس کا نام ڈونم (Donum)
بمعنی انعام و تحفہ رکھا گیا تھا لیا جانا قرار پایا اور اس کے متعلق امرائے خزانہ ہر ایک ضلع
سے علیحدہ مراسلت کرتے تھے مگر اس طریقے سے اس محصول کا وصول کرنا

ناقابل اطمینان ثابت ہوا لہذا اس کے بجائے ایک تیسرا محصول کیروکیج (Carucage)
مقرر کیا گیا۔ایک سو ایکڑ مزروعہ زمین کیروکیٹ (Carucate) کہلاتی تھی اس لیئے
محصول کیروکیج کے لیئے کیروکیٹ پیمانہ قرار پایا تھا۔کیروکیج کی شرح مختلف (یعنے دو سے پانچ شلنگ
تک) تھی لیکن یہ محصول اراضی پر نہایت جانچ کے ساتھ لگایا جاتا تھا۔حکومت نے
ہر ایک ضلع میں کمشنروں کو بغرض تفتیش و تشخیص محصول مذکور روانہ کیا کہ وہ
بڑے امرا کے علاقوں کے منتظمین اور ہر ایک موضع کے پٹیل اور چار معزز مرد
اور ہر ایک تعلقہ سے دو نایٹ کو طلب کر کے ان کے اظہارات لیں اور جب
ان لوگوں کے بیانات سے ہر ایک ضلع کے کیروکیٹ (مزروعہ اراضی حسب پیمانہ
کیروکیج) کا صحیح اندازہ و نشاندہی ہو جائے تو ان پر محصول کیروکیج مقرر کریں لیکن
اس طرح کے مزروعہ قطعات زمین پر محصول لگانا کم نفع بخش ثابت ہوا اور جب
دوسرے جدید اور زیادہ مفید طریقے محصول لگانے کے دریافت
ہوئے تو حکومت نے سنہ ۱۲۲۴ع میں محصول کیروکیج کو موقوف کر دیا۔

شہروں کا رقمی اعانت کرنا

جبکہ گاؤں اور اضلاع سے محصولات ڈین اور کیروکیج وصول ہو رہے تھے
شہروں سے ان کے بجائے "اعانت رقمی" لیجاتی تھی ہنری دوم کے عہد میں
اس محصول کا نام ٹیلیج (زمیندارہ) (Tallage) مشہور ہو گیا۔جو شہر کہ شاہی علاقوں
میں واقع تھے ان سے زمیندارہ نہایت پابندی کے ساتھ وصول کیا جاتا اور بمشکل تمام
کسی شہر کا عذر قبول ہوتا تھا۔جب امرا (بیرن) نے زمیندارے کے خلاف اپنی ناراضی
کا اظہار کیا تو بادشاہ نے اُن کی زبان شکایت بند کرنے کی غرض سے ان کو
نیئے علاقوں کے شہروں سے اس دلیل پر زمیندارہ لینے کی اجازت دی کہ اکثر جاگیرات جو بادشاہ
کے قبضے میں ضبطی اور حق استرداد کی بنا پر آ گئے تھے اور جن کا قدیم زمینات شاہی سے
تعلق تھا دوبارہ ان امرا کو عطا ہوئے تھے اسلیئے امرا کے علاقے کے شہر بھی در اصل علاقہ شاہی کے
شہر متصور ہوتے تھے۔زمیندارہ وصول کرنے کی غرض سے اکثر شہروں کو اس مد
میں لانے کی کوشش کیجاتی جس سے رعایا کا شبہہ اور بھی زیادہ ہوتا تھا۔جس
مسودہ فرمان کو کہ امرا نے سنہ ۱۲۱۵ع میں بادشاہ جان کو دیا تھا اور جو شاہی منظوری
کے بعد منشور اعظم کے نام سے مشہور ہوا اُس میں ان لوگوں نے خواہش کی تھی

کہ زمیندارہ کا لیا جانا محدود کیا جائے مگر منشور اعظم میں اس کو نظر انداز کر دیا گیا تھا۔ اکثر شہروں نے جو ارل سیمن کا ساتھ دیا اس کا سبب ہنری سوم کا بے محابا زمیندارہ لینا تھا۔ جب ایڈورڈ اول نے رقمی ضرورتوں سے مجبور ہو کر امرا کے مطالبات کے ماننے پر آمادگی ظاہر کی اسوقت چند جدید شرائط کا منشور اعظم میں اضافہ ہو کر اس کی تصدیق و توثیق عمل میں آئی اور یہ توثیق منشور اعظم بابت ۱۲۹۷ء کہلاتی ہے۔ اس توثیق کا ایک مستند انگریزی ترجمہ بھی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایڈورڈ نے ان سب محصولات کو جو ناجائز طور پر وصول کیے گئے تھے خلاف قانون بتلایا ہے اور جو رقمی اعانتیں اور تحفے رعایا سے لیئے گئے ہیں وہ آئندہ کے لیئے نظیر نہیں ہو سکتے اور یہ کہ آئندہ سے اس طرح کی اعانت اور تحفہ وغیرہ یا محصول ملک کی عام رضامندی (جس سے مراد رضامندی پارلیمنٹ ہے جو ملک کی نیابت کرتی ہے) کے بغیر نہیں لیا جائیگا بہرحال اس مستند ترجمے میں اسی قسم کے متعدد شرائط درج ہیں لیکن معلوم ہوتا ہے "توثیق نامہ منشور اعظم" کا ایک غیر مکمل خلاصہ بھی ہے یا یوں کہو کہ ایک دستاویز ہے جس میں ایڈورڈ اول کے زمانے کے بیرن لوگوں کی خواہشیں درج ہیں۔ اس عہد کے بعد اس دستاویز کا نام قانون (موضوعہ) یعنے "قانون زمیندارہ بلا رضامندی" پڑ گیا۔ بعضوں کا خیال ہے کہ اس قانون کے ذریعے سے زمیندارہ ناجائز ٹھہرایا گیا تھا مگر اس قانون کا اس طرح نام رکھنا حقیقت میں جائز و صحیح نہیں ہو سکتا اس لیئے کہ یہ قانون منشور اعظم کے مستند ترجمے سے بڑھ جاتا ہے جو بات کہ اصل دستاویز میں نہیں وہ اس ناقص اور غیر مستند خلاصے میں درج ہے یعنے اس میں لفظ "زمیندارہ" موجود ہے اور مستند ترجمے میں ندارد۔ اس کے سوائے اس میں بادشاہ کے قدیم حقوق کے وصول کیئے جانے کی نسبت اس شرط و مستثنیٰ فقرے کا ذکر تک نہیں جو اصل "توثیق نامہ" میں ہے جو حسب ذیل ہے۔

"زمیندارہ یا کوئی اعانت رقمی ملک کے کل صدر اساقفہ اساقفہ روسائے کنیسہ امرا نائٹ، شہریوں اور دوسرے احرار کی رضامندی کے بغیر وصول نہیں کیا جائیگا"۔

زمیندارہ جیسا کہ ہم نے اس کی ابتدائی تاریخ میں بیان کیا ہے وہ محصول تھا

جس کو بادشاہ اپنے علاقے کی زمینوں پر لگاتا تھا۔ اگر اس کی اصلیت پر غور کرو تو معلوم ہوگا کہ یہ زمیندار (مالک زمین) کا نہ کہ بادشاہ کا حق تھا۔ ہم یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ ایڈورڈ نے اس حق سے دست برداری نہیں کی بلکہ اُس نے زمینات شاہی پر اس توثیق نامے کے بعد بھی سنہ ۱۳۰۴ء میں زمیندارہ لگایا۔ چونکہ اصولاً زمیندارہ بھی ایک قسم کا جاگیری محصول تھا اس لئے جب نظام جاگیری کا انحطاط ہو کر جدید قومی محصولات کا اجرا ہوا تو بادشاہ کو اس سے اس قدر پروا نہ رہی، معلوم ہوتا ہے کہ سنہ ۱۳۳۲ء کے بعد سے پھر کبھی زمیندارہ وصول نہیں کیا گیا۔

زرسپر ہر چند فوجی خدمت کے بجائے معطی لہ سے زرسپر لیا جاتا تھا لیکن اس محصول کی اصلیت پر تاریکی چھائی ہوئی ہے۔ جن لوگوں کو فراہمی سپاہ کی غرض سے زمینیں ملی تھیں ان کو اپنی ذات سے فوج جاگیری میں (سال میں) چالیس روز کام کرنا پڑتا تھا اور بڑے بڑے علاقوں کے مالکوں کو اپنے ہمراہ معین تعداد میں سپاہی لانا ہوتا تھا۔ مگر امرا اپنی اپنی جاگیر میں مقرر مقدار میں سپاہی رکھنے کے بجائے وقت ضرورت نایٹوں کو اجرت پر مہیا کر لیتے اور اس کرایہ کی فوج سے ہر ایک امیر اپنے جاگیری نایٹوں کی مقدار معینہ کو کامل کرتا تھا۔ جو روپیہ امیر علاقے نایٹ عوضی کو بطور اجرت (کرایہ) ادا کرتا اس سے "زرسپر" کی ابتدا معلوم ہوتی ہے بہر تقدیر ہنری اول کے عہد میں جبکہ بادشاہ پر ثابت ہو گیا کہ امیر علاقہ سے زرسپر لیکر فوج کو اپنے طور پر فراہم کرنا زیادہ نفع بخش ہے یہ محصول جاری ہوا۔ اس کے ساتھ ہی کم درجے کے نایٹ جن کو عطا کے معاوضے میں اپنی ذات سے میدان میں فوجی خدمت انجام دینا ہوتا تھا نہایت خوشی اور مستعدی سے زرسپر ادا کرنے کے حق کے طالب ہو گئے۔ لیکن بڑے جاگیردار (مخصوص شاہی اسامی) روپیہ ادا کر کے ذاتی خدمت (فوجی) سے نہیں بچ سکتے تھے اور اگر وہ بادشاہ کے طلب کرنے پر حاضری فوج میں قصور کرتے تو ان سے نہایت سنگین جرمانے لئے جاتے تھے۔

شاہ جان کا منشا اصل میں تو لڑنے کا نہیں ہوتا تھا لیکن وہ اکثر معرکہ آرائیوں کے بہانے سے لوگوں سے زر سپر وصول کرتا تھا جس کی وجہ سے رعایا تنگ ہوگئی اور بالآخر منشور اعظم میں یہ شرط درج کرائی گئی کہ بلا رضامندی مجلس عظمیٰ کسی قسم کا زر سپر نہیں لیا جائیگا۔ سنہ ۱۲۱۶ء کی منشور مذکور کی اشاعت ثانیہ میں اس فقرہ زر سپر کو حذف کر دیا گیا تھا لیکن اس محصول کے وصول کرنے کی روز افزوں دشواری کے سبب سے یہ خود ہی متروک ہوگیا۔ اس پر بھی عرصۂ دراز کے بعد ایڈورڈ دوم نے سنہ ۱۳۲۲ء میں اپنی عارضی صدارت کی بنا پر جبکہ وہ سپہ سالار بنایا گیا تھا ان امرا سے جو معرکہ بینک برن (The Bannockburn Campaign) میں غیر حاضر ہوگئے تھے بھاری جرمانوں کی شکل میں زر سپر وصول کیا ہے۔ اس کے بعد سنہ ۱۳۸۵ء میں رچرڈ دوم نے اس محصول کو لیا ہے اور اس کے اجرا سے اس کی نیت کا بھی اظہار ہوگیا کہ وہ جب چاہیگا زر سپر وصول کریگا جب تک کہ لانگ پارلیمنٹ نے عطایائے جاگیری کو منسوخ نہیں کیا زر سپر کا لینا ناجائز قرار نہیں پایا ہے

سنہ ۱۲۱۵ء

فرقہ واری محصول کے بجائے کل قوم پر اُسکا عائد کیا جانا

اجرائے محصولات کی تاریخ میں ہنری دوم کے زمانے سے جبکہ اس نے علیحدہ علیحدہ فرقوں کے بجائے کل قوم پر محصول لگانا شروع کیا ایک دور جدید کا آغاز ہوتا ہے۔ اجرائے محصولات قومی کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) محصول بلا واسطہ۔ یہ اُس محصول کا نام ہے جو راست اس شخص سے وصول کیا جاتا ہے جس پر محصول لگانا مقصود ہو (۲) محصول بالواسطہ۔ یہ دوسری قسم کا محصول گو (بظاہر راست) ایک شخص سے لیا جاتا ہے لیکن محصول لینے والی (حکومت) کی نیت اور توقع یہ ہوتی ہے کہ محصول ادا کرنے والا کسی دوسرے پر اس کا بار ڈالکر اپنے نقصان کی تلافی کرلے۔ ان محصولات میں حکومت کو محصول بلا واسطہ کے وصول کرنے میں زیادہ نفع ہے اس لئے کہ تھوڑے صرف میں خزانہ سرکاری میں زیادہ رقم جمع ہوتی ہے لیکن اس میں خرابی یہ ہے کہ لوگ محصول بلا واسطہ سے ناراض رہتے ہیں

اس ناپسندیدگی کے مختلف وجوہ ہیں۔ سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ محصول رعایا سے مخفی نہیں رہ سکتا اور اس کے وصول کرنے کے طریقے جاسوسانہ ہیں۔ علاوہ بریں فی زمانہ مزدور پیشہ لوگوں سے اس کا وصول کیا جانا ناممکن ہے۔

محصولات بلاواسطہ
(۱) پول ٹیکس

بلاواسطہ محصولات میں سب سے زیادہ آسانی پول ٹیکس (Poll tex) محصول سر کے عائد کرنے اور وصول کرنے میں تھی۔ سب سے پہلے یہ محصول ۱۳۷۷ء میں بحساب چار پنس فی کس لگایا گیا تھا۔ ہر ایک شخص کو جس کی عمر سولہ سال سے زیادہ ہو اس کا ادا کرنا لازم تھا۔ دوسری مرتبہ اس کو ۱۳۷۹ء میں لگایا گیا مگر اس دفعہ ہر ایک شخص کے رتبے اور آمدنی کے لحاظ سے اس کے مدارج مقرر کیے گئے تھے چنانچہ ڈیوک آف لینکسٹر پر دس مارک اور نہایت ہی مفلس لوگوں پر فی کس ایک گروٹ[1] لگایا گیا تھا۔ اس کے بعد ۱۳۸۰ء میں اس محصول کا اعادہ کیا گیا مگر شورش مزارعین نے جس کے اسباب میں سے یہ محصول بھی ایک وجہ خیال کیا جاتا ہے اس کو نامناسب و ناجائز ٹھہرایا۔ پندرھویں صدی میں یہ محصول کبھی کبھی ان رعایائے غیر پر جو انگلستان میں سکونت رکھتے تھے اور ۱۵۱۳ء میں جنگ فرانس کے مصارف کے لیے دوبارہ لگایا گیا تھا۔ عہد شاہی کے بعد چارلس دوم نے اس کو تین موقوں پر وصول کیا ہے۔ سب سے پہلے تو اپنی جدید نمونے کی فوج کی چڑھی ہوئی تنخواہ کو ادا کرکے اس کو برطرف کرنے کی غرض سے اور دوسرے دو مرتبہ ہالینڈ کے ساتھ معرکہ آرائیاں کرنے کے لیے۔ ولیم سوم نے بھی اپنے محاربات ہالینڈ کے لیے اس کو وصول کیا تھا مگر اس سے قوم میں بے انتہا ناراضی پھیل گئی تھی متمول لوگوں نے تو ادا کرنے سے انکار کر دیا مگر مفلس آدمیوں کو جو کمزور ہوتے ہیں اسکا بار اٹھانا ہی پڑا اور ۱۶۹۸ء کے بعد سے یہ دوبارہ جاری نہیں ہوا۔

محصول آتش دان

ایک دوسرا محصول جس سے لوگ انھی اسباب کی بنا پر جن کا فقرۂ بالا میں ذکر ہوا ناراض تھے محصول آتش دان تھا۔ ہر چند بادشاہ اس محصول کے

[1] ۴ پنس Gruat=4d ا۔ س ع۔ ر

عائد کرنے کا بار ہا خیال کرتا رہا لیکن تاریخ سے ثابت ہوتا ہے کہ ۱۶۶۲ء کے پہلے یہ نہیں لگایا گیا تھا۔ اس مرتبہ ہر ایک مکان کے ہر ایک آتش دان پر دو شلنگ کی شرح سے یہ محصول لگایا گیا۔ اسکے وصول کرنے والوں کو گھروں کے آتش دانوں کی تلاش کرنی پڑتی تھی اور ان کو لوگ از روئے تمسخر (چمنی ہیں) دخان کش یا مخرج دخان کے صاف کرنے والے) کہتے تھے۔ لوگوں کے حق میں یہ محصول نہایت ظالمانہ ثابت ہوا اس لیئے اُس کو ۱۶۸۹ء کے بعد سے دوبارہ نہیں وصول کیا گیا۔

(۳) محصول مال منقولہ

فرمان اسلحہ بابت ۱۱۸۱ء کے ذریعے سے نہ صرف مال منقولہ پر محصول لگایا گیا بلکہ زمین وغیرہ یعنے جائداد غیر منقولہ پر بھی۔ اس فرمان کی رو سے ہر ایک مرد بالغ پر جو سپاہ گری کے قابل ہو لازم تھا کہ اپنی حیثیت کے موافق اپنے ہتیار اور ضروریات سپاہ گری خود مہیا کر کے فوج قومی کی خدمت بجالائے۔ ہر ایک شخص کے اسلحہ وغیرہ کی شان اور مالیت کا تعین اس کے ہمسایہ نائٹ اور احرار و معززین کے حلفی بیان پر کیا جاتا تھا۔

(۴) محصولات مکسر

جب بیت المقدس کو مسلمانوں نے دوبارہ فتح کیا اور عیسائیوں کے قبضے سے اُس کے نکل جانے کی انگلستان میں خبر پہنچی تو ہنری نے ۱۱۸۸ء میں رعایا اور زمین دونوں پر محصول لگایا اور اس محصول کا نام ارض مقدس پر فوج کشی کے لیئے اس نے ((عشر صلاح الدین)) رکھا۔ اگر کسی شخص کیجانب سے شبہہ ہوتا کہ اُس نے اپنی استطاعت سے کم یہ محصول دیا ہے تو بادشاہ کے حکم سے ایسے کم دینے والے کے چار معتبر و معزز ہمسایے طلب ہو کر حلفاً صحیح مقدار رقم کو بیان کرتے تھے جو اس کو ادا کرنی چاہیئے تھی۔ لہذا اہل ہمسایہ کی شہادت پر کم دینے والے کے خلاف قانونی چارہ جوئی کی جاتی تھی۔

(الف) عشر صلاح الدین

۱۱۹۴ء میں ہیوبرٹ والٹر (Hugbert Walter) نے بادشاہ رچرڈ کے فدیہ کی ادائی کے لیئے (ملک میں) ہر ایک شخص سے اس کے محاصل کی چوتھائی وصول کی اور اس وقت سے ہر ایک قسم کی املاک (منقولہ وغیر منقولہ) پر مختلف قسم کے محصولات عائد کیئے گئے۔ تیرھویں صدی میں تو امرا یعنے حکام خزانہ (Barous of the Exechequer) ہر ایک ضلع اور گاؤں سے

راست مراسلت کے ذریعے سے ان محصولات کے وصول کرنے کا انتظام کر لیا کرتے تھے۔ بعد ازاں پارلیمنٹ محصولات تکسر کو منظور کرنے لگی اور جب اڈورڈ اول کے اصرار پر کہ پادریوں کو بھی محصولات قومی کی ادائی میں شریک ہونا چاہئے پادریوں نے مجلس قومی سے علٰحدگی اختیار کی اور اس کے بعد سے جب کبھی پارلیمنٹ بادشاہ کے لیئے ان محصولات کی منظوری دیتی تو کلیسا بھی اپنی صدر مجلس انتظامی و قانونی میں پادریوں کے ذمے کے محصولوں کی نسبت بذریعہ رائے طے کرتا تھا۔

محصولات تکسر کی تشخیص ادا کرنے والے کے حلفی بیان کے مطابق کیجاتی تھی اور اگر کسی شخص پر کہ تشخیص محصول کی نسبت شبہہ ہوتا تو ملک کی رائے لیکر اس امر کی اصلاح کر لی جاتی تھی۔ یا کسی مقامی جوری کے فیصلے کے مطابق محصول مقرر کر دیا جاتا تھا۔ مقامی لوگوں یعنے محصول ادا کرنے والے کے ہمسایوں کی رائے تشخیص محصول کے لیئے حقیقت میں منصفانہ اور معتبر ہوتی تھی اس لیئے کہ لوگ اس اصول کی بنا پر کہ آنچہ بر خود نہ پسندی بر دیگراں ہم مپسند ایک دوسرے کو زیادہ نقصان نہیں پہنچا سکتے تھے اور ان کے باہمی رشک و حسد میں توازن پیدا ہوتا تھا۔

بعض صورتوں میں بعض رعایا پر محصول کا بار کم ڈالا جاتا تھا۔ مثلاً جن لوگوں کی ایسی حیثیت ہوتی تھی کہ وہ صرف ضروریات زندگی اپنے لیئے مہیا کر سکتے ہوں ان پر محصول نہیں لگایا جاتا تھا۔ اسی طرح آلات و اوزار حصول معاش مثلاً مزدور کے لیئے اس کے آلات مزدوری اور خانہ داری کے اشیاء جیسے پکانے ریندھنے کے برتن وغیرہ محصول سے مستثنٰی تھے۔ ایسا ہی سپاہی کا گھوڑا اور اس کے زرہ بکتر پر محصول نہیں لگایا جاتا تھا۔ بڑے شہروں سے بہ نسبت بڑے بڑے اضلاع کے زیادہ محصول لیا جاتا تھا۔ اس کے دو سبب تھے۔ شہروں کی دولت اضلاع سے زیادہ تھی اور دوسرے یہ کہ اکثر بڑے شہر بادشاہ کے مخصوص علاقے کی زمینوں پر واقع ہوئے تھے اس لیئے خاص طور پر ان کا فرض تھا کہ وہ بادشاہ کی ضرورتوں کی تکمیل کریں۔

(ب) دسواں اور پندرھواں

اس محصول کی مقدار بتدریج معین ہو گئی شہروں کو اپنی آمدنی کا دسواں حصہ اور اضلاع کو پندرھواں حصہ ادائی میں دینا ہوتا تھا۔ چونکہ دوبارہ اس کا تشخیص کرنا ایک نئی دشواری کا سبب تھا اس لیئے ۱۳۳۴ء میں قرار پایا کہ جو تشخیص محصول ۱۳۳۲ء میں ہو چکی تھی اسی کو مستقل بنا دیا جائے اور اس کے بعد سے ہر ایک شہر اور ہر ایک ضلع سے اسی قدر محصول وصول ہوتا رہا جو ۱۳۳۲ء میں لیا گیا تھا۔ اس حساب سے اس محصول کی جملہ آمدنی انتالیس ہزار پونڈ ہوتی تھی۔ مگر اس کے اضافے میں گنجائش ہونے سے رقم مذکور میں کمی ہونے لگی۔ علاوہ بریں رعایا کیجانب سے اس کی معافی کے متعلق کثرت سے عرضیاں بادشاہ کو وصول ہو رہی تھیں۔ شہر میبل تھارپ (Mablethorpe) واقع ضلع لنکن کو جس نے اپنی عرضداشت میں واویلا مچائی تھی کہ "سمندر کے پانی کے پھیل جانے سے تمام شہر غرق آب و ویران ہو گیا ہے" اس محصول سے دو سال کی معافی دی گئی تھی۔ اکثر اضلاع کو اسی قسم کی مجبوریاں تھیں اور ایسے ہی قصے سنایا کرتے تھے۔ سرخ و سفید پھولوں کی لڑائیوں کے بعد تخمیناً چھ ہزار پونڈ کا محصول بعنوان اراضی افتادہ چھوڑ دیا گیا۔ چونکہ ہر ایک ضلع اور شہر کے لیئے یہ محصول مستقل ہو گیا تھا اس لیئے اگر کسی مخصوص ضلع و شہر کو اس کی ادائی سے معاف کیا جاتا تو دوسرے اغراض سرکاری کے لیئے وہاں کی رعایا کو اس کے زوال ثروت و بربادی املاک کا بے اصل عذر پیش کرنے کا موقع ملجاتا۔ اس احتیاط کے بعد بھی جب اضلاع اور شہروں کی دولت اور خوشحالی میں اضافہ ہوا تو اس محصول کی کمی کی تلافی نہ ہو سکی۔ کل رعایا پر اجرائے محصولات کا بار مساوی طور پر ڈالے جانے اور محاصل شاہی کی کمی کو پورا کرنے کی غرض سے پارلیمنٹ نے ایک موقتی محصول کی منظوری دی جو عام تھا اور جملہ جائداد منقولہ اور غیر منقولہ پر لگایا گیا تھا۔ اس جدید محصول نے قدیم محصول کی جگہ لے لی اور دسواں اور پندرھواں (محصول) آخری مرتبہ ۱۶۲۴ء میں وصول کیا گیا۔

(ج) محصول موقتی

سب سے پہلے ۱۳۱۷ء میں محصول موقتی جنگ فرانس کے

دوبارہ شروع ہونے پر لیا گیا جس کی مقدار پچاس ہزار پونڈ ہوئی تھی
چودھویں صدی اور اس کے بعد سے مختلف موقعوں پر مختلف ضرورتوں کی
تکمیل کے لئے محصولات موقتی وصول کیئے گئے ہیں۔ ہنری ہشتم کی حکومت
کے بعد سے اس کی شرح معین کردی گئی۔ زمین کی سالانہ تحصیل سے بحساب
چار شلنگ فی پونڈ لیا جاتا تھا۔ جائداد منقولہ کی نسبت ڈھائی شلنگ فی پونڈ
اس کی شرح تھی۔ جو شخص اس کو اپنی جائداد غیر منقولہ کے لئے ادا کرتا اس کو
مال منقولہ پر اس کا ادا کرنا لازم نہ تھا۔ لیکن رعایائے دول غیر اور مقررہ
مذہب انگلستان کی عبادت (یا قانون ملک) سے انحراف کرنیوالوں سے
معمولی شرح سے دوچند لیا جاتا تھا۔ محصول موقتی کی مقدار میں مثل دسویں
اور پندرھویں (محصول) کے اضافہ کی گنجائش نہیں رہی بلکہ کمی واقع ہونے لگی
۱۵۸۸ء میں اس کی مقدار ایک لاکھ پونڈ تھی لیکن اس میں بھی بہ سبب
اراضی افتادہ کے جن کی تحصیل وصول نہیں ہوتی تھی وضعات ہونے لگی
اور ایلیزبیتھ کی حکومت کے اختتام پر محصول موقتی کی جمع اسی لاکھ تھی۔ اسکے
وصول میں نہایت احتیاط کیجاتی تھی تاج کی جانب سے چانسلر لائق اور
باشعور مہتمموں کو اس کے جمع کرنے کے لئے مامور کرتا اور یہ لوگ اپنے تحت
کے تشخیص کرنے اور وصول کرنیوالوں کو مقرر کرتے تھے۔ اگر موت یا افلاس
کے سبب سے جائداد ایک سے دوسرے کو منتقل ہوتی تو اشخاص اول الذکر
محصول اس طرح وصول کرتے کہ ایک مقام کے سب باشندوں پر اس کا
بار مساوی تقسیم ہوتا تھا مگر یہ لوگ عام تشخیص ثانیہ کی کبھی کوشش نہیں
کرتے تھے۔ رالے (Raliegh) لکھتا ہے کہ بڑے بڑے مالدار لوگوں
کی دولت کے سوویں حصہ پر بھی اس کا بار ڈالا نہ جاتا تھا۔ حکومت جمہوری
کے زمانے میں کوئی محصول موقتی نہیں لیا گیا لیکن اس کا اجرا پھر سنہ ۱۶۶۰ء
میں ہوا اور اس مرتبہ یہ اس قدر کم مقدار میں وصول ہوا تھا کہ سنہ ۱۶۶۳ء کے
بعد اس کو پھر کبھی نہیں لیا گیا ٭

(۱) تشخیصات ماہانہ

حکومت جمہوری کے زمانے میں محصول موقتی کے بجائے (۱) تشخیصات ماہانہ

کا اجرا ہوتا رہا۔ یہ کوئی جدید محصول نہ تھا بلکہ محصول موقتی کو ایک نئی شکل میں زیادہ سختی سے رعایا پر لگایا گیا تھا۔ جس قدر حکومت کو رقم کی ضرورت ہوتی اس کا ماہانہ تخمینہ ہو کر مختلف اضلاع پر یہ تقسیم کر دیا جاتا تھا۔ ہر ایک ضلع میں ہر ایک شخص کے مقبوضات کے سالانہ محاصل کا اندازہ ہو کر ان پر یہ محصول لگایا جاتا مگر اسباب کمی تحصیل کا مطلق لحاظ نہیں کیا جاتا تھا۔ اگر مقدار معینہ کے وصول کرنے میں کمی ہوتی تو عہدہ داران متعلقہ اپنے اپنے ضلعوں میں اس کا بار اراضی پر ڈالکر اُس کی تکمیل کر لیتے تھے اور یہی سب سے زیادہ سہل طریقہ اس محصول کے وصول کرنے کا تھا۔ اس محصول کا بار بار مشخص کرنا نہایت تکلیف دہ اور جانکاہ تھا اور سال بہ سال اس کی رقم میں کمی ہوتی تھی اس لیئے سنہ ۱۶۹۱ع کے بعد سے تشخیصات ماہانہ متروک ہو کر زمین اور جائداد منقولہ کے سالانہ محاصل پر ایک "محصول جائداد" بشرح چار شلنگ فی پونڈ مقرر کیا گیا۔ لیکن محصول جائداد کا بھی وہی انجام ہوا۔ مثل سابق کے محصولوں کے اس کے ادا کرنے والوں کی تعداد اور مقدار رقم ایک حد پر پہنچ کر معین ہو گئی اور اس میں اضافے کی گنجائش نہ رہی۔ سنہ ۱۶۹۷ع میں پارلیمنٹ نے اندازہ لگایا کہ بحساب یک شلنگ فی پونڈ اس محصول کی مقدار سالانہ تخمیناً نصف ملین پونڈ ہونی چاہیئے اور اس رقم کا بار اضلاع اور شہروں پر اس تناسب کے ساتھ ڈالا گیا جس کے لحاظ سے ان مقامات سے سنہ ۱۶۹۲ع میں یہ وصول کیا جاتا تھا۔ لیکن اس مستقل ولازوال محصول کا بار جیسا کہ اس کے پہلے کے محصولوں کے وصول کرنے میں کیا گیا تھا رعایا پر مساوات کے ساتھ نہیں پڑتا تھا۔ جائداد منقولہ جیسا کہ قاعدہ ہے ایک شخص سے دوسرے کے قبضے میں جلد چلی جاتی ہے زمانہ زیر تحریر میں وہ اسی طرح منتقل ہوتی تھی مگر زمین (جائداد غیر منقولہ) کے غیر منتقل (زیادہ دنوں ایک شخص کے ملک و قبضہ میں) ہونے سے اس پر محصول لگانا آسان تھا۔ لیئے جائداد منقولہ کے مالک اور مقام کے متبدل ہوتے رہنے کے سبب سے جو کمی کہ اس محصول میں واقع ہوتی اس کا بار اراضی پر ڈالکر مقدار معینہ کی تکمیل کر لی جاتی تھی

(د) محصول جائداد

جائداد غیر منقولہ

اس لیئے محصول جائداد اصل میں محصول زمین ہوگیا تھا۔ سنہ ۱۷۹۸ء میں پٹ نے محصول جائداد کی شرح چار شلنگ فی پونڈ مقرر کی اور اس کا بار اُن زمینوں پر ڈالا گیا جن کی اس کے لئے سنہ ۱۶۹۲ء میں تشخیص ہو چکی تھی اور اُن زمینوں سے جن کو معافی نہیں دی گئی تھی شرح مقررہ میں ایک شلنگ کے اضافے کے ساتھ اُن کے سالانہ محاصل سے لیا جانا طے پایا۔ ہر ایک پیرش کے ذمے اب بھی اس محصول کی وہی مقدار رہے جو سنہ ۱۸۱۸ء میں مقرر ہوئی تھی لیکن اس محصول کا جس قدر حصہ معاف ہوا تھا وہ اب بھی وضع ہوتا ہے۔

(و) محصولات زمین

محصولات زمین بابت سنہ ۱۹۱۰ء کے زیر اثر جب زمین ایک مالک سے دوسرے کو منتقل ہوتی رہے ہے لگان کے اُس اضافے پر جو جگہ کی قدر بڑھ جانے سے ہوتا ہے اور جو پہلے مالک کو وصول ہوتا تھا لگایا جاتا ہے۔ اراضی مزروعہ اور چھوٹی چھوٹی جائدادیں ان محصولات سے مستثنیٰ ہیں۔ جو لگان کہ رعایا کو اُس کے حقوق معدنیات کی بنا پر ملتا ہے اس پر بھی محصول ادا کرنا پڑتا ہے۔

بلاواسطہ محصول کے لگانے میں غیر مغلوب ہونے والی دشواریوں کا سامنا تھا۔ کسی مستعدانہ و منصفانہ اور غیر جاسوسانہ طریقے سے محصول کا مشخص ہونا ناممکن ہو گیا تھا۔ حالیہ محصولات مکسر کے عائد کرنے کا طریقہ بدل گیا ہے۔ جب جائداد خواہ منقولہ ہو کہ غیر منقولہ سرکاری قبضے میں آتی ہے یا محصول ادا کرنے والے کا ذاتی بیان لیکر اُس پر ان محصولوں کو لگایا جاتا ہے۔ اجازت ناموں ابکاری کی شکل میں بعض محصولات وصول کیئے جاتے ہیں اور بعضوں کو محصولات متروکہ و وراثت کے عنوان سے لیا جاتا ہے۔ ان کے سوائے دوسرے محصولات محصول مکان آباد اور محصول آمدنی ہیں۔

(ز) محصول مکان

محصول مکان مسلسل و مستقل طریقے سے نہیں لیا گیا ہے۔ پہلے پہل یہ سنہ ۱۶۹۶ء میں محصول آتشدان کے راست قائم مقام کی حیثیت سے عائد کیا گیا۔ یہ محصول بالکل محصول دریچے کے مشابہ و موافق تھا۔ بعض دفعہ اس کے بجائے محصول دریچہ لیا گیا ہے اور کبھی ایک وقت میں دونوں وصول کیئے گئے ہیں۔ سنہ ۱۸۵۱ء میں محصول مکان کرایہ مستقل کر دیا گیا اور چونکہ محصول دریچے کا

امور صفائی سے تعلق نہ تھا اس لیئے وہ منسوخ کر دیا گیا ہو

(ح) محصول آمدنی

لینکسٹر خاندان کے بادشاہوں کے متعدد تجارب مال کا ایک تجربہ محصول آمدنی ہے۔ سنہ ۱۴۳۵ء اور سنہ ۱۴۵۰ء میں مختلف شرحوں کے ساتھ محصولات آمدنی لگائے گئے۔ اس کے بعد سے سنہ ۱۷۹۹ء تک یہ تجربہ قعر گمنامی میں پڑا رہا یہاں تک کہ اس سال پٹ نے محاربات نپولین کے نصف دور میں روپے کی کمال ضرورت سے مجبور اور تنگ ہو کر ان لوگوں پر جن کی آمدنی دو سو پونڈ سالانہ سے زیادہ تھی بشرح دو شلنگ فی پونڈ محصول لگایا اور جن لوگوں کی آمدنی ساٹھ پونڈ سے کم تھی وہ اس سے معاف تھے اور جن کی آمدنی ساٹھ اور دو سو پونڈ کے درمیان میں تھی اُن کی آمدنی کے مدارج مقرر ہو کر بعض اجزائے آمدنی سے محصول لیا جاتا اور بعض سے معاف کر دیا گیا تھا۔ صلح امینیس (Peace of Amiens) کے بعد سے یہ موقوف ہو گیا تھا مگر جب فرانسیسیوں اور انگریزوں میں دوبارہ جنگ چھڑ گئی تو اس کا بھی اعادہ کیا گیا۔ محاربات نپولین کے اختتام تک یہ مختلف رفتار سے وصول ہوتا رہا اور سنہ ۱۸۱۶ء میں اس عذر کی بنا پر کہ زمانہ جنگ میں اس کا لیا جانا مناسب و منصفانہ ہے ترک کر دیا گیا لیکن محصول آمدنی مالیاتِ ملک کا اس قدر نفع رساں ذریعہ تھا کہ وزرائے خزانہ اس کے جانب سے زیادہ مدت تک غافل نہ رہ سکتے تھے۔ سنہ ۱۸۴۲ء تک اکثر ایسا زمانہ گزرا تھا کہ سال بہ سال مخارج ملک اُس کے مداخل سے زیادہ ہوتے تھے اور اجرائے محصولات کا کوئی جدید ذریعہ نہیں سوجھتا تھا۔ سر رابرٹ پیل نے بیت العوام کو وزیر خزانہ کی بے مائگی کی ان الفاظ میں تصویر کھینچ کر توجہ دلائی کہ "وہ ایک خالی صندوق پر بیٹھا ہوا موازنہ (ملک) کے لیئے کمی سرمایہ کے چھوٹے تالاب میں جس کی تہ کا پتہ نہیں ملتا رقوم کی گل ڈالکر تلاش کر رہا ہے" پھر کیا تھا ملک کی بگڑی ہوئی مالی حالت کی اصلاح کے واسطے سب کی نظریں پٹ کی طرف اٹھ گئیں اور جب اُس کی اسکیم اصلاح محصول درآمد و برآمد کے آمد و خرچ کی نسبت جاری ہوئی تو اس کا لازمی نتیجہ تھا کہ محصول کروڑگیری میں کمی واقع ہو اس لیئے پٹ نے ایک محصول آمدنی اس زمانے

کے لیئے جاری کیا کہ جب تک تجارت اصلاح جدید (درآمد و برآمد) کے زیر اثر ترقی کر کے اس درجے پر پہنچ جائے جس کے سبب سے محصولات کروڑگیری اس قدر وصول ہو سکیں کہ ملک کی آمدنی و اخراجات برابر ہو جائیں۔ مگر اس تاریخ سے آج تک محصول آمدنی جاری ہے ہرچند اس عرصے میں بارہا وزرائے خزانہ کو یاد دلایا گیا کہ محصول آمدنی کا لگانا صرف زمانۂ جنگ کے لیئے مناسب و موزوں ہے لیکن ان میں سے کسی نے بھی اس کے جانب التفات نہ کیا اور نہ یہ محصول منسوخ ہوا۔ وقتاً فوقتاً اُس کی شرح میں فرق ہوا ہے چنانچہ جنگ کریمیا میں یہ ایک شلنگ چار پنس تک بڑھ گیا تھا اور ۷۱-۱۸۷۰ء میں دو پنس تک پہنچ گیا تھا۔ ایسا ہی جب کبھی مناسب معلوم ہوا کہ اسکا بار کم آمدنی کے لوگوں پر بہ نسبت زیادہ آمدنی والوں کے زیادہ نہ ہونا چاہیئے تو وقتاً فوقتاً مقدار کمی محصول میں بھی تغیرات ہوئے ہیں۔ سنہ ۱۹۱۰ء میں جو آمدنی ایک سو ساٹھ پونڈ سے کم تھی وہ اس محصول سے معاف تھی مگر جو آمدنی ایک سو ساٹھ پونڈ اور سات سو پونڈ کے درمیان تھی اس کو کم محصول ادا کرنے کی اجازت تھی اور جوں جوں آمدنی کی مقدار (سات سو پونڈ تک) بڑھتی جاتی اسی طرح اس آمدنی سے کمی کے ساتھ محصول آمدنی وصول ہوتا ہے۔ علاوہ بریں آمدنی محصلہ اور آمدنی غیر محصلہ میں فرق کیا جاتا ہے اور جو آمدنی پانچ ہزار پونڈ سے زیادہ ہو اس پر ایک محصول اضافی لگایا جاتا ہے۔

محصولات بالواسطہ

محصول بالواسطہ عموماً تاجر سے لیا جاتا اور اسکا بار خریدار پر ڈالا جاتا ہے۔

(۱) کروڑگیری

جب سے کہ بادشاہ (انگلستان) نے اپنے اور غیر تاجروں سے محصول راہداری لینا شروع کیا اس کی ابتداء ہوتی ہے۔ اس محصول کے لینے کا سبب کچھ تو بادشاہ کے حق رسد گیری اور کچھ تاجر کی حفاظت جان و مال کے معاوضے پر مبنی ہے۔ جس قدر بادشاہ کی حکومت مستحکم ہوئی اور جس قدر اُس کو روپے کی ضرورت ہوتی تھی اسی قدر زیادہ مقدار میں یہ محصول وصول کیا جاتا تھا۔ منشور اعظم میں بادشاہ نے وعدہ کیا ہے کہ تاجروں کو انگلستان میں خشکی و تری کے راستہ سے آنے کی اجازت ہے اور ان سے کسی قسم کا ناجائز محصول راہداری بجز قدیم اور جائز محصولات کے نہیں لیا جائیگا۔ ایڈورڈ اول

کی پہلی پارلیمنٹ نے ان محصولات کرو ڑگیری کو معین کیا ہے - ہر ایک اون کے تھیلے پر اور ہر ایک انبار اون جس میں تین سو چھے ہوتے تھے نصف مارک محصول راہ داری ادا کرنا ہوتا تھا اور بکروں وغیرہ کے چرم کے ہر ایک بوجھ پر ایک مارک محصول تھا - شراب کی نسبت ہر ایک جہاز شراب سے ایک دو قرابے بطور محصول راہ داری یا پریسیج (Prisage) کے طور پر بادشاہ لیا کرتا تھا - اور یہ مقدار و شرح محصول مال اسباب جہاز کی مقدار پر منحصر ہوتی تھی - صرف دیسی تاجروں سے پریسیج لینے میں اس تاعدے کی پابندی کیجاتی تھی ورنہ تاجران غیر سے اس سے بھی زیادہ سنگین اور من مانے شرح پر پریسیج وصول کیا جاتا تھا ؛

زبون محصول راہ داری

بادشاہ کبھی کبھی اُن پر مقرر محصول کے سوائے ایک مزید محصول لگاکر جو میلاٹولٹا (Malatolta) زبون محصول راہ داری کہلاتا تھا اپنی مالی ضرورتوں کو پورا کرتا تھا - جب ۱۲۹۷ء میں ایڈورڈ امرا کے عناد اور فلانڈرز (Flanders) کی جنگ کے سبب روپیہ فراہم کرنے کے لیئے پریشان و ناچار ہوا تو اُس نے ملک کے سب تاجروں کا اُون ضبط کرا کے حکم دیا کہ جب تک فی تھیلہ چالیس شلنگ محصول ادا نہ کیا جائے واگذاشت نہو - اس لیئے اُس زمانے میں محصول لگانے کی نسبت بادشاہ کی خودمختاری حد کو پہنچ گئی تھی - مگر فریقین (امرا اور بادشاہ) کی نزاع کا خاتمہ توثیق منشور اعظم پر ہوا جس میں ایڈورڈ وعدہ کرتا ہے کہ ”ہم ارکان عوام (سلطنت) کی عام رضامندی اور خوشنودی کے بغیر کوئی اس طرح کا یا کسی قسم کا محصول نہ لین گے بجز اسکے کہ اُون اور چرم پر جن رسمی محصولوں کے لینے کا رواج ہے ان کے لینے کا حق و اختیار ہم اپنے اور اپنے قائم مقاموں کے لیئے محفوظ رکھتے ہیں اور ہمکو یہ حق ارکان عوام متذکرہ صدر سے ملا ہے - اس دستاویز کی بدولت محصولات راہ داری زبون و ناجائز اور خلاف دستور قرار پا گئے اور بادشاہ کے لیئے اُون کا ”قدیم“ یا ”رسمی محصول“ اور ”شراب“ کا ”محصول“ یہ دونوں صحیح و جائز باقی رہ گئے - محصول زبون راہ داری کے بجائے بادشاہ غیر ملکی تاجروں سے

نہایت بھاری محصول لینے لگا۔ سنہ ۱۳۰۳ء میں ایک دستاویز "انشور تجار" کے
ذریعے سے چند حقوق کے معاوضے میں اور بادشاہ کے خود مختارانہ محصول لگانے
سے نجات پانے کی غرض سے تجارت پیشہ لوگ بادشاہ کو "اجدید" یا چھوٹا
رسمی محصول دینے کو راضی ہو گئے جس کی شرح اون کے ہر تین سو لچھوں اور ہر ایک
تھیلے کے لیئے ربع مارک قرار پائی اور چرم کے متعلق ہر ایک بنڈل کے آخری کھال
پر نصف مارک مقرر کیا گیا۔ پارچے کے ہر ایک تھان پر مقرر محصول ادا کرنا پڑتا تھا
اور قدیم زمانے کے محصولات ٹینیج اور پونڈیج کا نام بدل کر محصول رکابداری
(Butlerage) رکھا گیا جس کے لیئے تاجروں کو ہر ایک ٹن مے پر دو شلنگ
اور دوسرے مال تجارت کی نسبت اس کی مجموعی قیمت پر بحساب دو شلنگ فی پونڈ
ادا کرنا پڑتا تھا تمام تاجران غیر پر علاوہ اون کے بڑے محصولات رسمی کے ان سب
جدید محصولوں کی ادائی لازم تھی اور جو غیر ملکی تجار آپ کو انگلستان کی رعیت بنا لیتے
تھے ان سے محصول پریسیج لیا جاتا تھا؛

ہر چند کہ قدیم وجدید محصولات پرمٹ (کروڑگیری) میں فرق کیا جاتا تھا
لیکن باوجود اس امتیاز کے تجار کو امن نصیب نہوا۔ ایڈورڈ سوم کو اپنے
محاربات فرانس کے لیئے کثیر رقم کی ضرورت تھی اس لیئے اس نے سنہ ۱۳۴۲ء میں
اون پر زبون محصول راہداری لگایا۔ اس محصول کو دوبارہ جاری نہونے دینے کی

اون کا محصول موقتی۔

غرض سے پارلیمنٹ نے اون پر محصول لگا کر بادشاہ کی اپنی پہلی اعانت نقدی
سے مدد کی۔ لا ے یونیل (Lionel) نے سنہ ۱۳۴۷ء میں بحیثیت نائب شاہ
شراب پر بشرح دو شلنگ فی ٹن اور دوسرے مال تجارت پر بلحاظ قیمت

(۳) محصولات ٹینیج اور پونڈیج

چھ پنس فی پونڈ محصول لگایا۔ یہ سب سے پہلا موقع تھا کہ محصولات ٹینیج اور
پونڈیج جملہ رعایا پر مساوات کے ساتھ لگائے گئے اور ان کی ایک ہی شرح
قائم کی گئی۔ چونکہ پارلیمنٹ کے بلا اطلاع و رضامندی یہ محصولات لگائے
گئے تھے اس لیئے پارلیمنٹ کو اشتعال و رشک ہو رہا تھا بالآخر سنہ ۱۳۶۲ء
اور ۱۳۷۱ء میں ایڈورڈ سوم نے پارلیمنٹ کے ادعا سے کہ اس کی رضامندی
کے بغیر محصول نہ لگایا جائے اتفاق کر لیا اور پارلیمنٹ نے اس کے معاوضے

میں بادشاہ کو چند برس کی مدت معین کر کے محصولات ٹینیج اور پونڈیج عطا کیٔے اور اس طرح محصولات مذکور وصول کرنے کی نسبت بادشاہ کی احتیاج میں ایک حد تک کمی واقع ہوئی۔ جنگ آژن کورٹ (Agincourt) کے بعد ہنری پنجم کو ٹینیج اور پونڈیج تاحیات ملے تھے اور اس کے بعد ہر ایک بادشاہ کو اسی طرح تاحیات عطا ہوتے رہے یہاں تک کہ سنہ ۱۶۲۵ء سے مثل دیگر محصولات کروڑگیری اُن کا بھی تاج کے محاصل موروثی میں شمار ہونے لگا۔

ہرچند ازمنہ وسطیٰ کے محصولات کے ذرائع میں سالانہ ترقی ہوتی لیکن اُنکی آمد میں سال بسال کمی ہوتی تھی۔ انگلستان میں جب لوگوں کو صنعت پارچہ بافی کی طرف توجہ ہوئی تو انگریزی اُون کی برآمد گھٹ جانے سے جو رقم کہ اُون کے محصولات پرمٹ اور سوقتی سے وصول ہوتی تھی اُس میں کمی واقع ہونے لگی۔ اس کا زیادہ تر سبب عمال سرکاری کی بددیانتی بھی تھی۔ محصولات کروڑگیری کی تکمیل کے لیٔے محصولاتِ اشیائے تعیش کا اجرا کیا گیا۔ سنہ ۱۴۹۱ء میں ہنری ہفتم نے مامسی (Malmasey) کی شراب پر مزید محصول لگایا۔ ملکہ میری نے اپنی حکمت عملی کو فرانس کے مخالف ثابت کرنے کی غرض سے فرانسیسی شرابوں کے محصول میں اور بھی اضافہ کیا اور اُس نے شرح محصولات کی ایک کتاب مرتب کی تھی جس میں مال تجارت کی قابل محصول قیمت کا تعین بجائے تاجر کے حلفی بیان کے حکومت نے کیا تھا۔ جیمس اول نے تمباکو پر محصول لگایا وہ کہتا تھا کہ "چند سال سے ملک میں ایک بیکار اور نکمی شے کی مثل دوسرے ناکارے، فضول اور اشیائے تعیش کے جو سمندر پار سے آتے ہیں درآمد ہوتی ہے"۔ ان کے سوائے خشک انگوروں پر بھی مشہور محصول تعیش لگایا گیا جس کے ادا کرنے سے بیٹ (Bate) نے انکار کردیا اور امرائے خزانہ نے فیصلہ کیا کہ بادشاہ کو اس محصول کے عاید کرنے کا حق ہے۔

(۳) محصولات اشیائے تعیش

چارلس اول کی تخت نشینی پر پارلیمنٹ نے مالیات پر اپنا تسلط دوبارہ قائم کرنے کی غرض سے محصولات ٹینیج اور پونڈیج کی منظوری صرف ایک سال کے لیٔے دی جب یہ تحریک بیت الامراء میں پہنچی تو اس کے

ارکان نے بادشاہ کی توہین کے خیال سے اس کو منظور نہ کیا اور چارلس نے ٹینیج پونڈیج اور جدید محصولات دکروڑگیری) کا وصول کرنا بذریعہ احکام شاہی جاری رکھا۔ ہرچند عرضی حقوق میں ان محصولات کے جواز یا عدم جواز کی نسبت کسی قسم کی بحث نہیں کی گئی ہے لیکن جب ۲۹ سنہ ۱۶ء میں چارلس نے پارلیمنٹ کو اس عذر کے ساتھ برخاست کیا کہ اُس میں صرف اپنی شکایات کی نسبت بحث ہوتی ہے اور دوسرا کچھ کام نہیں ہوتا تو اس حکم کے پہنچتے ہی ارکان عوام نے اپنے صدر کو (جو عتاب شاہی کے خوف سے اس جلسے میں شریک ہونا نہیں چاہتا تھا) جبراً اس کی کرسی پر بٹھا رکھا اور ہولرز (Hollers) نے ایک تحریک جس کو وہ پیش کرنا چاہتا تھا پڑھ کر سنائی جس میں اُن سب لوگوں کو جنھوں نے بلا رضامندی پارلیمنٹ ٹینیج اور پونڈیج ادا کیے تھے اہل انگلستان کی حریت کا دشمن اور باغی ٹھیرایا گیا تھا۔ اس کے بعد بادشاہ نے جدید محصولات کروڑگیری سے پھر بے اعتنائی ظاہر کی لیکن جب دوبارہ پارلیمنٹ منعقد ہوئی تو اس نے ٹینیج اور پونڈیج اور رسمی مقررہ محصولات کروڑگیری کی منظوری تو دی لیکن صرف دو ماہ کے لیئے منظور کیا۔ اسی طرح پارلیمنٹ ان محصولات کو کچھ مدت کے لیئے منظور کرتی رہی یہاں تک کہ بادشاہ کے خلاف جنگ شروع ہوگئی اور پارلیمنٹ ملک کے جنوب اور مشرق میں مسلط ہوکر بحیثیت مالک بندرگاہوں کے محاصل کو لینے لگی ۔

عود شاہی کے وقت کل محصولات کروڑگیری کی از سر نو تنظیم ہوئی۔ اس طرح کے قدیم محصول منسوخ ہوکر رعایائے غیر اور ایسے غیر ملکیوں سے جو انگلستان کی رعیت بن گئے تھے ایک ہی قسم کی کروڑگیری لی جانے لگی۔ شراب کے لیئے ٹینیج دوسرے مال تجارت کے لیئے پونڈیج اور اونی پارچہ کے واسطے ایک خاص محصول کا لیا جانا قرار پاگیا۔ پرسیج اور بٹلریج محصولوں کا لیا جانا ۱۳ سنہ ۱۸ء تک جاری رہا لیکن اس سال کے بعد والی لڑائیوں کے سبب سے اُن اشیا پر جن سے یہ محصولات وصول کیئے جاتے تھے جدید محصولات عائد کیئے گیئے اس سبب سے کروڑگیری کا مسئلہ اسی طرح پیچیدہ ہوگیا جیسا کہ سنہ ۱۶۶۰ء کے پہلے تھا۔

اصلاحات وال پول

وال پول نے جو اپنے زمانے کا نہایت لایق اور باتدبیر مصلح مالیات
سمجھا جاتا تھا کل انگریزی مصنوعات پر سے محصول برآمد کو اٹھا دیا اور درآمد مال
سے صرف اُن اشیا، کو محصول سے معاف کرنے کی کوشش کی جن کا ملکی صنعتوں
میں اشیائے خام کی حیثیت سے استعمال ہوتا تھا۔ اس تدبیر سے وال پول
کا مقصد تھا کہ سنہ ۱۶۶۰ء کے اصول کی پھر پابندی ہو کر ہر ایک تجارتی شئے
سے صرف ایک محصول لیا جائے۔ اس کے ساتھ ہی اُس نے
۱۷۳۳ء میں محاصل ملک میں کمی واقع نہ ہونے اور ان کے وصول و جمع کرنے
میں آسانی ہونے کی غرض سے سرکاری کوٹھوں میں شراب و تمباکو کے
رکھے جانے کی نسبت پارلیمنٹ میں تحریک پیش کی مگر اس مسودہ قانون
پر بدقسمتی سے "آبکاری" کا اطلاق ہونے سے وال پول کو تنگ کرنے
اور شکست دینے کا موقع اس کے سیاسی دشمنوں کو مل گیا اس لیئے
اس نے تحریک مذکور واپس لے لی۔ اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ مال
درآمد کا سرکاری کوٹھوں میں لیئے جانے کا طریقہ انگلستان میں رائج نہ تھا۔
اصل میں اسی طریقے پر لیکن اس کا نام بدل کر عمل کیا جاتا تھا اور سوائے شراب
و تمباکو کے دوسری اشیاء درآمد کے لیئے اس طریقے سے محصول وصول
کرنے میں بڑی آسانی اور کامیابی تھی۔ اس طریقے کی خوبی یہ ہے کہ جب تک
محصول ادا نہ کیا جائے مال درآمد ملک میں داخل نہیں ہو سکتا ورنہ اس کے
مالک کو کوٹھیجات سرکاری سے اپنے مال کو بیرون ملک واپس کرنا پڑتا ہے۔

وال پول کے ساتھ اس کے اصول اجرائے محصولات کا بھی خاتمہ
ہو گیا۔ جیسی جیسی ممالک غیر سے لڑائیاں ہوتی گئیں ویسا ہی محصول درآمد
و برآمد کی فہرست میں جدید اشیاء (تجارت) کی بھرتی ہو گئی اور جوں جوں مالی ضروریات
میں اضافہ ہوتا گیا اسی طرح ہر ایک وزیر خزانہ نے اپنے اپنے دور حکومت
میں محصول لگانے کے نئے نئے ذرائع کی تلاش و تحریک کی ہے مگر اس کے
ساتھ ہی ان کو اُس وقت کے نظریہ تجارت پر اعتقاد تھا کہ (ملک سے) مال کی
برآمد بہ نسبت درآمد کے زیادہ ہو تاکہ قوم کے یہاں کثیر مقدار میں مال زر رہ سکے اور

اصلاحات پٹ

اپنی ضروریات کے پورا کرنے میں وہ دوسری اقوام دنیا کی محتاج نہ بنے۔ اٹھارھویں صدی کے اختتام پر پٹ جو آدم اسمتھ (Adam Smith) کا ہمخیال و معتقد تھا تجارت آزاد کی حمایت میں محصولات درآمد و برآمد کے قیود کو توڑنے کے لیئے اٹھ کھڑا ہوا جس کے سبب سے اکثر محصولات کروڑگیری منسوخ ہو کر باقی اس قسم کے محصولوں کی شرح میں کمی کرنی پڑی اور ایک ایک شے پر متعدد محصولوں کے بجائے ایک ہی محصول مقرر ہوا۔ جنگ فرانس کے سبب سے ان اصلاحات کی تکمیل نہ ہو سکی بلکہ تمام اقتصادی اصلاحات کا قبل از وقت خاتمہ ہو گیا اور موجودہ محصولات کی شرح میں اضافہ اور قدیم و متروک محصولات کو دوبارہ جاری کرنا پڑا۔ لیکن ۱۸۲۳ء میں ھسکن سن (Husskinson) ممبر مجلس تجارت اور رابن سن (Robinson) وزیر خزانہ نے وال پول اور پٹ کے ناتمام کام کو مکمل کرنے کی جانب توجہ کی۔ ان دونوں سے جہاں تک ممکن ہوا انھوں نے اشیائے خام سے محصول اٹھا دیا لیکن ان کے کام میں کچھ الجھن پڑ گئی اس لیئے کہ اکثر صنعتوں میں جیسا کہ ریشمی پارچہ بافی ہے ایک شعبہ تجارت کا خام مال دوسرے شعبہ تجارت کے لیئے پختہ سمجھا جاتا ہے ۞

ھسکن سن اور رابن سن کے ذریعے سے انکا جاری ہونا

۱۸۴۲ء میں جبکہ حکومت کا دیوالہ نکل چکا تھا اور تجارت نہایت پست اور خراب حالت میں تھی پیل (Peel) وزیر اعظم بنایا گیا۔ اناج کی فصل کی خرابی اور مصارف سلطنت کی زیادتی اور کروڑگیری کے محصول میں دفعۃً کمی ہو جانے سے یہ حالت پیدا ہو گئی تھی۔ پیل نے ایک موقتی تدبیر سے کام لیا اور حکومت کی مالی ضرورت اس سے ایک حد تک پوری ہو گئی۔ اس نے اناج کے محصول کی اس طرح شرح گھٹا کر مقرر کی کہ اناج کی قیمت کے کم ہونے پر یعنی ایک کوارٹر (چودہ سیر پختہ اناج کی قیمت پچاس شلنگ سے کم ہونے کے بعد بھی ایک کوارٹر اناج سے بیس شلنگ سے زیادہ محصول نہیں لیا جاتا تھا۔ اس تدبیر کی بدولت قوم کے غربا کو کثرت پیداوار غلہ سے مستفید ہونے کا موقع ہاتھ آیا۔ اس کے بعد اُس نے کروڑگیری کی جانب توجہ کی۔ بارہ سو اشیائے تجارت سے محصول لیا جاتا تھا اور بعضوں کا محصول نہایت سنگین

پیل کے اصلاحات کروڑگیری

تھا۔ کاغذ سے دو سو فی صدی اور چائے سے سو فی صدی کروڑگیری وصول کی جاتی تھی پیل نے چار سو تیس تجارتی اشیا محصول سے معاف کر دیئے اور تین سو بیس چیزوں کے محصول کی شرح میں بیس فی صدی سے زیادہ کمی کردی۔ ۱۸۴۵ء میں چار سو پچاس سے زیادہ تجارتی چیزیں محصول سے خارج کی گئیں اور اُس کے دوسرے سال جب آئرلینڈ میں خرابی فصل کے سبب سے آلو کا قحط پڑا تو پیل نے ممالک غیر کے اناج کی درآمد کے لیئے بندرگاہ کھول دیئے یعنے اناج غیر ادائی محصول سے معاف کر دیا گیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ملک کی تجارت سنبھل گئی اور مزدور پیشہ لوگوں کی مرفہ الحالی میں ترقی ہوئی حتی کہ تمسکات تجارتی کی قیمت جس میں گیارہ فی صدی کا بٹہ آیا تھا ایک سو پر پہنچ کر اصلی قیمت کے مساوی ہوگئی۔ اس کے ساتھ ہی کل محصولات برآمد کی تنسیخ عمل میں آئی اور گلیڈاسٹن نے محصولات درآمد کی اصلاح جاری رکھی اور جب شرح مقرر کی نظر ثانی کیگئی ہے تو ثابت ہوا کہ مالیات (ملک) میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ ہر چند کروڑگیری کے مسئلے پر کئی بار نظر ثانی کی گئی جس کے دیکھنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ محاصل میں بانوے لاکھ پچاس ہزار پونڈ کی کمی واقع ہوئی تاہم ۱۸۵۵ء میں بمقابلہ ۱۸۳۵ء کے صرف بندرگاہوں سے محصول میں تین لاکھ پونڈ کا اضافہ ہوا اور محاصل ملک میں سالانہ ایک ملین پونڈ کی ترقی ہو رہی ہے جن اشیاء درآمد سے برطانوی بندرگاہوں میں محصول لیا جاتا ہے وہ حسب ذیل ہیں۔ انگوری شراب دوسری سب قسم کی شرابیں، چا۔ قہوہ، کوکو، تمباکو، میوہ خشک، انگریزی کتب جن کا حق تصنیف رجسٹری ہوگیا ہو اور آلات موسیقی ؎

محصولات جنگی، اجازت ناجات وکاغذ مختوم

محصول جنگی — ابتداً جنگی (Excise) اُن اشیا پر لگایا جاتا تھا جو انگلستان میں بنتی اور پیدا ہوتی تھیں اور ان کا استعمال بھی اسی ملک میں ہوتا تھا۔ سب سے پہلے ۱۶۴۳ء میں پم (Pym) نے ملک ہالینڈ کی تقلید میں اس محصول کا انگلستان میں نفاذ کیا مگر قوم نے اسے ناپسند کیا اور ناراضی اس قدر بڑھ گئی کہ ۱۶۴۹ء میں

ضروریات زندگی کو اس سے معاف کرنا پڑا۔ حکومت نے بنظاہر چنگی کے لینے
میں اس طرح کمی تو کی لیکن دوسری اشیائے درآمد جیسا کہ ریشمی پارچہ اور فیتہ
اور دوسرے عیش و نمائش کی چیزوں پر جن سے پہلے سے کروڑگیری لی جاتی تھی
اس محصول کو عائد کر دیا۔ چونکہ یہ بہت نفع رساں محصول تھا اس لیئے عود شاہی
کے بعد بھی اس کا ترک کرنا مناسب نہ معلوم ہوا بلکہ پارلیمنٹ نے بمعاوضہ
محصولاتِ جاگیری جو بادشاہ نے پارلیمنٹ کے حوالہ کر دیئے تھے یہ محصول
بادشاہ کو عطا کیا اور اس کا شمار تاج کی موروثی آمدنی میں ہونے لگا اور نوبت
یہاں تک پہنچی کہ اُسی شئے پر جس سے کہ یہ موروثی چنگی وصول کی جاتی عارضی
کروڑگیری بھی لی جاتی تھی اور جس قدر مصارف سلطنت میں زیادتی ہوتی
چنگی لیئے جانے کے قابل اشیا کی فہرست میں اضافہ ہوتا تھا۔ وال پول
چاہتا تھا کہ انگوری شراب اور تمباکو کے محصول درآمد کو محصول چنگی میں ڈال دے
وہ اس طرح کہ جب یہ سامان ساحل پر اترے تو اس کو سرکاری کوٹھوں میں رکھکر
اُن سے کسی قدر محصول لیا جائے اور جب مال اندرون ملک صرف ہونے کی
غرض سے گوداموں سے ان کے مالک لے لیں تو اُن پر محصول برآمد نہ لگایا
جائے۔ اس تدبیر و تحریک سے محصول کی نوعیت نہیں بدل سکتی تھی صرف
اس کے وصول کرنے کے طریقے میں تبدیل کی رائے دی گئی تھی اور محصول
کی دوسری قسط وصول کرنے کے لیئے افسران چنگی ذمہ وار تھے۔ اس طریقے
سے ان نوآبادیوں کو فائدہ پہنچانا منظور تھا جو تمباکو کاشت کرتی تھیں اور انگلستان
کو اس لیئے تمباکو روانہ کیا جاتا تھا کہ وہاں سے اُس کی برآمد یورپ کے
خریداروں تک ہو سکے لیکن وال پول کی اس تحریک کو لفظ اکسائز (Excise
چنگی) سے سخت صدمہ پہنچا۔ اٹھارھویں صدی کے اختتام پر تقریباً ستائیس
اشیا قابل چنگی قرار دیئے گئے تھے۔ ۱۸۲۵ء اور ۱۸۵۳ء کے درمیان نمک، چرم،
ماہی بتی، صابون اور دوسرے ضروریات زندگی اس سے مستثنیٰ ہو کر اب
یہ محصول صرف اشیا منشی پر رہ گیا ہے۔

اجازت نامجات

بعض قسم کی تجارتوں اور پیشے اور اشیاء تعیش کے لیئے حکومت سے

اجازت لینی ضرور تھی۔ لفظ چنگی کا اطلاق ان اجازت ناموں پر بھی ہوتا تھا۔
جس طرح کاغذ مختوم اصل میں محصول بلا واسطہ ہے اسی طرح یہ اجازت نامے
اس محصول کی ایک صنف ہیں۔ سلاطین ٹیوڈر اور اسٹوورٹ کے اسناد
سے جن کے ذریعے سے منفرد تجارتی جماعتوں (کمپنیوں) کو مخصوص تجارتی
اجارے عطا ہوتے تھے اِن اجازت ناموں کی ابتدا ہوتی ہے بعض کمپنیوں
کا دائرہ اجارہ خاص مقامات کے لیئے محدود ہوتا اور بعض کا مخصوص
اشیائے تجارت کے لیئے پورے ملک پر حاوی ہوتا تھا۔ عود شاہی کے بعد
اجازت ناموں کی مدت سالانہ قرار پا گئی اور ان کے ذریعے سے اُن اشیا کی
تجارت جائز قرار پا جاتی تھی جن کو قانون نے ممنوع قرار دے رکھا تھا
مثلاً بذریعہ نیلام اشیاء کا فروخت کرنا یا باز، بہری، شکرے اور عرقیات منشی کا
بیچنا۔ بعض پیشے ایسے ہیں کہ سالانہ صداقت نامہ حاصل کیئے بغیر جاری نہیں
رہ سکتے۔ پٹ نے اجازت نامجات تعیشات جیسا کہ ملازمین نوکر اور امرا کے
خاندانی زرہ بکتر کی علامتوں اور تمغوں کے لیئے ایک علٰحدہ مد قائم کر کے ان کا نام

محصولات مشخصہ

"محصولات مشخصہ" رکھا تھا محصول ادا کرنے والے کے نوکر چاکر عملہ اور حیثیت زندگی
کے مصارفِ سال گزشتہ کا اندازہ ہو کر اس پر محصول مقرر ہوتا تھا۔ لیکن
تشخیص محصول کا یہ طریقہ مذموم اور قابل اعتراض تھا اس لیئے کہ اس میں محصول
ادا کرنے والوں کی ذرایع آمدنی کی کمی کا لحاظ نہیں کیا جاتا بلکہ ان کی مالی حالت
خراب بھی ہو جائے تو محصول مشخصہ وصول کیا جاتا تھا۔ ۱۸۶۹ء میں گلیڈ اسٹن
نے محصولات مشخصہ کی تنسیخ کی۔ قاعدہ مروجہ یہ ہے کہ ہر ایک صاحب خانہ کو
اپنے نوکر چاکر اور عملہ موجودہ کی نسبت ہر سال ماہ جنوری میں اجازت نامہ حاصل
کرنا ہوتا ہے اور اگر دوران سال میں اس کے عملے وغیرہ میں اضافہ ہو تو اس کو
اس اضافے کے لحاظ سے مزید اجازت نامہ لینا پڑتا ہے ؎

محصولات کاغذ مختوم

جس طرح محصول چنگی ملک ہالینڈ (ولندیز) کی تقلید کا نتیجہ ہے
اسی طرح (محصولات) کاغذ مختوم بھی وہاں کی نقل ہیں۔ یہ محصولات بشکل کاغذ مختوم
بعض معاملات قانونی اور وراثت کی کارروائیوں میں رعایا سے وصول کیئے

جاتے ہیں۔ سب سے پہلے سنہ ۱۶۹۴ء میں قانون کاغذ مختوم کا اجرا ہوا۔ اس زمانے سے وصیت نامہ سیاہہ ہبہ عقد اور بعض دستاویزات کی نقول کے لیئے سرکاری کاغذ مختوم لازم گردانا گیا ہے۔ ابتداً کاغذ مختوم کی قیمت دستاویز کے طول پر منحصر ہوتی تھی لیکن اُس کے بعد سے معاملہ زیر کارروائی کی مالیت کے لحاظ سے مختوم لیا جاتا ہے۔ سنہ ۱۸۵۴ء سے رقمی معاملات کی رسائد پر بلحاظ رقم مندرجہ رسید ٹکٹ لگانا پڑتا تھا لیکن سنہ ۱۸۵۳ء میں گلیڈاسٹن نے اس محصول کو عام کر کے ایک پینی کا ٹکٹ مقرر کیا اور سنہ ۱۸۸۱ء سے ایک پینی والی ٹکٹ ٹپہ اسی غرض کیلئے مقرر ہوئی ہے اب رقم مندرجہ رسید کا لحاظ نہیں کیا جاتا ہبہ بذریعہ وصیت کیلئے سب سے پہلے لارڈ نارتھ نے سنہ ۱۷۸۰ء میں کاغذ مختوم کو لازم قرار دیا اور سنہ ۱۷۹۶ء سے اس کی ادائی کی ذمہ داری وصی پر ڈالی گئی ہے گلیڈاسٹن نے سنہ ۱۸۵۳ء میں جائداد غیر منقولہ پر محصول وراثت لگایا۔ اس کے سوائے اس قسم کی جائداد کے وارث کو بعض اور محصولات ادا کرنا ہوتا تھا لیکن سنہ ۱۸۹۴ء میں سر ولیم ہارکورٹ نے اُن سب محصولوں کو جو "رسوم فوتی" کے نام سے مشہور تھے اکٹھا کر کے ان کا نام رسوم علاقہ قرار دیا۔ اس میں وہ کل رسوم شامل ہیں جو بوقت وراثت جائداد (منقولہ و غیر منقولہ) وارث متوفی سے بحساب فی صدی وصول کیئے جاتے ہیں۔ موہوب لہ یا ترکہ پانے والے کی قرابتِ موصی کے لحاظ سے وراثت اور ہبہ بذریعہ وصیت کے رسوم کی فی صدی مقدار میں تبدیل ہوتی رہتی ہے۔

مداخل ملک کی ایک کثیر مقدار جیسا کہ محکمہ ڈاک کی آمدنی اور محاصل زمینات شاہی مستقل ہے۔ بعض محصولات مثلاً محصول زمین، کرو ڈر گیری، جنگی، اجازت ناموں اور رسوم کاغذ مختوم کی منظوری ہر سال نہیں دیجاتی ہے بلکہ اگر ان کی شرح میں کوئی تبدیل کرنی ہوتی ہے تو اس وقت اس قسم کا مسئلہ بیت العوام میں پیش کیا جاتا ہے۔ ان محصولات کی شرح میں اضافہ یا کسی جدید محصول کی منظوری صرف اس وقت دیجاتی ہے جبکہ ثابت ہو جاتا ہے کہ سال نو کا محاصل موازنہ شدہ اخراجات کے لیئے مکتفی نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح بعض اخراجاتِ ملک جیسا کہ "قرضہ قومی" کا سود اور ماہوار تنخواہ عدالت

مستقل ہیں یہ مستقل مداخل ہیں جو سالانہ ادا ہوتے رہتے ہیں ان کی منظوری بھی سالانہ نہیں دی جاتی اور ان کی نسبت بھی (پارلیمنٹ میں) اسی وقت بحث ہوتی ہے جبکہ ان میں کسی تبدیلی کی نسبت تحریک پیش ہوتی ہے۔

ہر ایک محصول اپنی انفرادی حالت میں زیادہ نہیں معلوم ہوتا لیکن جب محصول ادا کرنے والا ان کی مجموعی مقدار پر غور کرتا ہے تو اس وقت ان کا بار محسوس ہوتا ہے۔ مثلاً ایک شخص کی سالانہ آمدنی ہزار پونڈ ہے جس کے مختلف ذرائع ہیں۔ فرض کرو کہ اس آمدنی میں منافع تجارت پانچ سو پونڈ اور جائداد غیر منقولہ سے دو سو پونڈ اور اس رقم سے جو اسٹاک و حصص میں لگائی گئی تین سو پونڈ وصول ہوتے ہیں۔ اس آمدنی کا شخص (سنہ ۱۹۱۰ء میں) اپنی محنت سے کمائی ہوئی پونجی پر بحساب ۹ پنس فی پونڈ محصول ادا کرتا ہے اور اس کی باقی آمدنی پر ایک شلنگ دو پنس کی شرح سے محصول لیا جاتا ہے۔ اس کے سوائے اگر حکومت کو سنہ ۱۹۱۰ء میں ضرورت ہوتی ہو تو اس کو جدید محصولات زمین بحساب ایک شلنگ فی پونڈ اپنی جائداد کی سالانہ تحصیل پر ادا کرنا پڑا ہوگا۔ اور اگر وہ اپنے مکان کا کرایہ اسّی پونڈ سالانہ ادا کرتا ہو تو اس کو محصول مکان کرایہ کے تین پونڈ ادا کرنے ہوتے ہیں۔ ہر ایک ملازم نوکر کے لئے اس کو ہر سال ایک اجازت نامہ لینا ہوتا ہے جس کے مصارف پندرہ شلنگ ہوتے ہیں۔ ایک کتا رکھنے کے لئے اسکو سات شلنگ چھ پنس اجازت نامہ پر صرف کرنے پڑتے ہیں۔ اگر کوئی شخص بندوق رکھے تو دس شلنگ اور اگر کوئی زرہ بکتر کے تمغے و علامتیں استعمال کرنا چاہے تو ایک گنی ادا کرنا پڑتا ہے اور اگر ان علامتوں کو وہ اپنی گاڑی پر نقش کرائے تو اس کو دو گنی ادا کرنا ہوتا ہے۔ اسی شخص کو اپنی گاڑی کے لئے گھوڑے اور پہیوں کی تعداد کے مناسبت سے محصول اجازت نامہ ادا کرنا لازم ہے۔ موٹر کار کا شرح محصول اس سے زیادہ ہے اور ہر ایک موٹر پر محصول بلحاظ قوت اسپ لگایا جاتا ہے۔ اس طرح وہ شخص جس کی سالانہ آمدنی ایک ہزار پونڈ ہے اور جو اپنے مکان کا اسّی پونڈ کرایہ ادا کرتا ہے اور جو اپنے مصارف میں

کفایت شعاری مدنظر رکھ کر صرف ایک مرد ملازم رکھتا ہے اور اس کے ہاں ایک کتا اور ایک بندوق ہو اور اس کی سواری کے لئے ایک بگی مزین بہ علامات زرہ بکتر خاندانی ہو تو خزانۂ سرکار میں ساٹھ اور ستر پونڈ کے درمیان رقم داخل کرتا ہے۔

ان اجازت ناموں اور محصولات بلاواسطہ کے علاوہ اس شخص کو اپنے محصولات بالواسطہ کا بھی اندازہ کرنا ہوتا ہے۔ اس شخص کے جانب سے ایک پونڈ (وزن) چرٹ پینے میں سات شلنگ اور یک پونڈ سگریٹ کشی کے لئے پانچ شلنگ آٹھ پنس کیسۂ قومی (مداخل ملک) میں شریک کئے جاتے ہیں اور نبیذ و شراب انگوری اور دوسری شرابوں سے نہایت سنگین محصول لیا جاتا ہے اور اس زمانے کی فرضی آزاد غذا (اشیائے ماکولات) ہیں شکر، راب، انگور خشک (منقی کشمش وغیرہ) سے نہایت سنگین محصول وصول کیا جاتا ہے۔ یہی حالت انجیر خشک اور آلو اور تمام خشک اور شیرے میں محفوظ پھلوں اور غیر ملک کی مٹھائیوں اور مربوں کے محصول کی ہے۔ کوکو اور قہوے کی درآمد پر دو پنس فی پونڈ (وزن) اور چار یا پانچ پنس فی پونڈ (وزن) محصول لیا جاتا ہے۔ اسی شخص کو اگر وہ صاحب حرفت ہے تو اپنے پیشے کے لئے رقم ادا کر کے اجازت نامہ لینا ہوتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ اس کے اکثر تجارتی معاملات سے یا کل کاروبار تجارت سے محصول لیا جاتا ہے اس لئے کہ اگر ان کو کاغذ مختوم پر نہ لکھا جائے تو کل کارروائی خلاف قانون ہو جاتی ہے۔ ان محصولات بلاواسطہ و بالواسطہ کے سوائے ہمارے تخمینے میں محصولات مقامی کا بھی شمار ہونا لازم ہے اور ان کی شرح بھی نہایت سنگین ہے مالک جائداد غیر منقولہ کو ان کے سوائے اپنی زر لگان اور رقم کرائے کے دسویں حصے کے مساوی رقم امداد مفلسین وغیرہ کے لئے ادا کرنی ہوتی ہے۔ اس طرح رعایا پر اجرائے محصولات کا نہایت سنگین بار ڈالا گیا ہے۔

طریقۂ وصول مداخل ملک

ابتدائً مداخل شاہی بذریعہ شیرف وصول کیئے جاتے تھے مگر جن گاؤں اور منفرد بیرنوں کو خاص اعزاز بخشا گیا تھا وہ راست خزانۂ شاہی میں اپنے اپنے حصے کے رسوم اور محصولات داخل کرتے تھے اور اُن سے شیرف ان رقوم کو وصول نہیں کر سکتا تھا۔ ۱۱۷۰ء کے بعد سے جبکہ دریافت شیرف کا کمیشن جاری ہوا اس عہدے کی وقعت وشہرت پر زوال آگیا شیرف کے فرائض فوجی عدالتی اور مالی کو جدید عہدہ دار انجام دینے لگے اور جب اجرائے محصولات قومی کا طریقہ نکل آیا تو جدید محصولات کے وصول کرنے کے لیئے جدید عہدہ داروں کا تقرر عمل میں آیا۔ ابتدا میں اس کام کے لیئے مبارزین Knights کا انتخاب ہوتا تھا لیکن بعد محصول وصول کرنے والوں کا انتخاب مقامی ارکان پارلیمنٹ کے تفویض کیا گیا اور ملکہ میری کی حکومت کے بعد سے ان کو اضلاع کے لارڈ لفٹیننٹ (Lords Lieutenant) منتخب کرنے لگے ایڈورڈ اول کے زمانے سے محصولات کروڑگیری بذریعۂ ملازمان کرُوڑگیری (Customers) وصول ہونے لگے۔ فی زماننا مداخل ملک چار محکموں کے وساطت سے وصول ہوتے ہیں۔ نظامت کرُوڑگیری نظامت مالگزاری اندرون ملک، نظامت چوبینہ وصحرا اور نظامت ڈاک خانہ جات جو روپیہ ان محکموں کے ذریعے سے وصول ہوتا ہے وہ بینک انگلستان اور بینک آئرلینڈ میں خزانۂ شاہی کے حساب میں جمع کر دیا جاتا ہے ۞

قرضہ جات سرکاری و قرضۂ قومی

انگلستان میں یہودی

بے زر بادشاہ کے واسطے چند غیر مستقل اور بے قاعدہ ذرائع آمدنی کا پیدا کر لینا ہر وقت ممکن تھا۔ بادشاہ کے سب سے قدیم قرضداروں میں یہودی شمار کیئے جاتے تھے۔ قرض کے نام سے اور چوری کے ذریعے سے جس طرح چاہتا وہ ان سے روپیہ لیا کرتا اور یہ اس کو بے چون وچرا روپیہ دیا کرتے تھے۔ یہودی روپیہ دینے کے لیئے اس واسطے مجبور تھے کہ بادشاہ

کے لطف و کرم کے بغیر ان کی بسر نہ ہو سکتی تھی۔ بریکٹن لکھتا ہے کہ کوئی شئے یہودی کی ملک نہیں ہو سکتی جو ملک و معاش وہ پیدا کرتا ہے وہ اپنے لیئے نہیں بلکہ اس کو بادشاہ کے واسطے اکتساب کرتا ہے۔ ازمنۂ وسطیٰ میں عیسائی اقوام کو مسئلہ ربا (سنگین شرح سود) سے خاص نفرت تھی اور اپنے ہمسایہ عیسائیوں پر سنگین شرح سود کا بار ڈالکر یہودی ان کی تباہی کا باعث ہوتے تھے اور جس طرح کہ عیسائی مفلس ہوتے جاتے یہودیوں کی ثروت اور تمول میں اضافہ ہوتا جاتا تھا۔ بالآخر عیسائیوں کی نفرت مبدل بہ عناد ہوگئی اور بادشاہ کے یہودیوں کی حمایت و سرپرستی کرنے کے باوجود جب کبھی موقع ملتا عیسائی اپنے دلوں کا بخار نکالا کرتے تھے چنانچہ سنہ ۱۲۹۰ء میں قوم کی برافروختگی سے مجبور ہو کر ایڈورڈ اول نے یہودیوں کو انگلستان سے خارج ہی کر دیا تھا۔ ان لوگوں کو اولیور کرامویل کے زمانے تک واپس آنا نصیب نہ ہوا۔ ان کے بعد ممالک کہرس یلمبارڈی۔ فلارنیس اور فلانڈرس کے تاجروں نے صرافان شاہی کے کام کو انجام دینا شروع کر دیا اور جب صنعت پارچۂ انگریزی کو ترقی ہوئی اور اس کے سبب سے تجار غیر کی حصول اون کے لیئے ملک میں آمد کم ہوگئی تو بادشاہ کی توجہ اپنے ملک کے متمول فرقوں کی جانب ہوئی سنہ ۱۳۸۲ء میں ارکان عوام نے شکایت کی کہ جو لوگ بادشاہ کی رقمی ضرورتوں کو پورا کرتے ہیں وہ در اصل اپنے آپ کو تباہ کرتے ہیں اس سے کہ ان قرضہ جات "نذرانے" اور "انعامات بلاجبر" میں صرف نام کا فرق ہے۔

تجار ممالک غیر صرافان شاہی بن گئے تھے۔

نذرانے۔

سب سے پہلے ایڈورڈ چہارم نے "نذرانے" وصول کیئے۔ یہ بادشاہ اپنی رعایا کے ساتھ اس طرح آؤ بھگت سے پیش آتا اور ایسی چکنی چپڑی باتوں سے ان کی دلجوئی کرتا کہ وہ نہایت فراخ دلی اور آزادی سے اس کو معقول مقدار میں روپیہ دیا کرتے تھے۔ رچرڈ سوم نے نذرانہ دینے کی ممانعت کر دی تھی لیکن سلاطین ٹیوڈر کے زمانے میں کبھی کبھی لیا گیا ہے اور شاہان اسٹوئرٹ تو نذرانے برابر لیا کرتے تھے۔ سنہ ۱۶۲۶ء کے قرضہ جبری کے بعد نذرانوں کو عرضی حقوق نے ممنوع قرار دیا۔ ہر چند سنہ ۱۶۲۶ء کے

قرضہائے جبری اور انعامات بلاجبر۔

قرضے اور دوسرے قرضہ جات اور انعامات میں چنداں تفاوت نہ تھا لیکن اس کے دینے میں قوم نے بادشاہ کی مخالفت کی تھی اس لیئے اس کی ایک ممتاز حیثیت ہوگئی تھی بنابرعلیہ پارلیمنٹ نے بذریعۂ عرضی حقوق کل محصولات بلا رضامندی کو روکنا چاہا تھا۔ بالآخر شورش اعظم نے ان سب انعامات بلاجبر اور قرضہ جات جبری کا خاتمہ کردیا۔ اصل میں یہ سب پارلیمنٹ کی بلاوساطت اجرائے محصولات کے طریقے تھے۔

عود شاہی کے بعد چارلس دوم نے سابق حکومت جمہوری کی تدبیر پر عمل کر کے لندن کے زرگروں سے (جو اس زمانے میں ساہوکاری بھی کرتے تھے) آئندہ محاصل ملک کی کفالت پر بڑی بڑی رقمیں قرض لینا شروع کردیا۔ ۱۶۷۲ء میں چارلس کا حکم خزانے کو پہنچا کہ زرگروں کے قرضوں کی ادائی یک لخت موقوف کردی جائے۔ خزانے کا اس رقم کو بند کرنا ہی تھا کہ تاج کا اعتبار جاتا رہا۔ حکومت کے لیئے جدید رقمی ضرورتوں کو پورا کرنا اور قرض پر روپیہ نکلوانا نہایت دشوار ہوگیا مانٹیگو نے ۱۶۹۳ء میں جبکہ از روئے موازنۂ آمدنی ملک سے اس کے اخراجات میں ایک ملین پونڈ کا اضافہ ہوگیا تھا قوم کے اعتبار پر روپیہ قرض نکلوایا پیٹرسن کی تدبیر کے مطابق ۱۶۹۴ء میں حکومت کی جانب سے ایک قومی بینک کا آغاز ہوا اور اس بینک نے کل سرکاری قرضے کو اپنے ذمے لے کر قرض خواہوں کو سود بحساب ۸ فی صدی ادا کیا۔ مگر اس کے ساتھ ہی ہوشیاری یہ کی کہ اصل قرضے کی ادائی کی نسبت اس نے کوئی وعدہ نہیں کیا۔ انگلستان کے قرضۂ قومی کے راز سربستہ کی بس اصل حقیقت یہ ہے۔ ۱۸۱۶ء میں قرضۂ قومی کی مقدار نو سو ملین پونڈ تھی۔ اگرچہ اس میں کمی ہونے کے باوجود ۱۹۰۹ء میں بھی اس کی مقدار بہت زیادہ یعنی سات سو باسٹھ ملین پونڈ تھی۔

۱۶۷۲ء

بینک انگلستان

انگلستان کا قرضہ قومی

اس قرضے کو بیباق کرنے کی بارہا اور متعدد کوششیں کی گئی ہیں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ موجودہ اور آئندہ کی نسلوں کو اپنے باپ دادا کے اسراف کا خمیازہ بھگتنا پڑتا ہے اور اس کے ادا کرنے میں موجودہ نسلوں کا بہ نسبت ان فوائد کے جو اس قرضے کی بدولت ملک کو پہنچائے گئے تھے

زیادہ نقصان مال ہے۔ وال پول نے ۱۷۱۶ء میں "سرمایہ مستغرق" کی تدبیر پیش کی تھی لیکن جو رقم کہ اس غرض کے لیئے محاصل ملک سے محفوظ کی جاتی اس کو جدید ابواب خرچ میں صرف کیا جاتا تھا۔ پٹ نے ایک دوسری تجویز اختیار کی جس کا خلاصہ یہ تھا کہ جو رقم قرضہ مذکورہ کے لیئے علیحدہ کیجاتی ہے وہ اسی کی ادائی میں صرف کی جائے لیکن مصارف جدید اور اس قرضے کی ادائی کے لیئے وہ زیادہ شرح سود پر نیا قرضہ لیکر اس پرانے قرضے کو جس کے سود کی شرح کم تھی ادا کرنا چاہتا تھا۔ اس لیئے ۱۸۲۳ء میں ملک کے مصلحان مال نے اس مسئلے کو اپنے ذمے لیکر اس بات کو قوم کے ذہن نشین کیا کہ جو رقم مداخل ملک سے مصارف سلطنت کے بعد بچ رہے وہی سرمایہ مستغرق ہوسکتی ہے۔ اس کے سوائے اس قرضے کو گھٹانے کے اور بھی طریقے نکالے گئے ہیں مثلاً زر قرضہ (Stock) کو مدتی تمسکات زر سالانہ میں منتقل کیا جاتا ہے جس کے سبب سے مدت معینہ کے لیئے زیادہ شرح پر سود ادا کیا جاتا ہے اور جب یہ مدت ختم ہو جاتی ہے تو اصل قرضہ بحق حکومت مسترد ہو جاتا ہے۔ شرح سود میں تخفیف ہونے سے بار ادائی قرضہ کم ہوا ہے ابتدا سود کی شرح آٹھ فی صدی تھی اس کے بعد ملکہ این کی حکومت میں یہ کم ہو کر چھ فی صدی شرح قرار پائی۔ اسی طرح اس میں کمی ہو کر اب شرح سود ڈھائی فی صدی ہو گئی ہے۔ محاصل ملک میں توفیر اور شرح سود میں کمی ہونے کے باوجود مداخل ملک کا ربع حصہ قرضۂ قومی کے سود کی ادائی میں کھپ جاتا ہے ؛

توفیر

محکمۂ مال

محکمۂ مال کی ابتداء

بارھویں صدی تک ملک کا کل مالی انتظام محکمۂ مال کے ہاتھ آگیا تھا۔ محکمۂ مال کے ابتدائی حالات پر تاریکی کے پردے پڑے ہوئے ہیں اور اس روایت کی کہ محکمۂ مال کو نارمنڈی سے لاکر انگلستان میں رواج دیا گیا کوئی اصلیت نہیں ہے۔ دور سیکسن میں تمام سرکاری روپیہ خزانۂ شاہی میں

داخل کیا جاتا تھا اور صندوق خزانہ خوابگاہ شاہی میں زیر نگرانی خزانچی رکھا رہتا تھا۔ ہر چند شیرف کے حسابات کی بے ضابطہ اور ابتدائی زمانے کے طریقے سے تنقیح ہوتی تھی، لیکن اس کی نسبت اس زمانے میں کسی معتبر تحریر سے ثابت کرنا ممکن نہیں ہے اس لیئے کہ تنقیح حسابات کے متعلق قدیم زمانے میں مسل نہیں بنا کرتی تھی۔ نارمنوں کے دور حکومت میں ہر ایک قسم کا کام غیر منقسمہ مجلس شاہی سے لیا جاتا تھا۔ اس کے ارکان مختلف ملازمین شاہی ہوا کرتے اور جو عہدہ دار جس کام کی انجام وہی کے لئے مخصوص ہوتا وہ کام اس کے سپرد کیا جاتا تھا چنانچہ امور عدالتی صدر اعظم کے، امور فوجی قلعہ دار کے اور معاملات مالی خزانہ دار اور میر تشریفات کے تفویض کیئے جاتے تھے۔ اور اگر کوئی معاملہ خاص طور پر طویل اور پیچیدہ ہوتا تو مجلس شاہی کا جلسۂ خاص منعقد ہو کر اُس کا تصفیہ کرتا تھا۔ اسی ایک بات کو مجلس شاہی کا مختلف اور مخصوص کمیٹیوں میں متفرق و منتج ہونے کا سبب سمجھنا چاہیئے اگرچہ ابتدا میں یہ مختلف مجلسیں اور محکمے ایک ہی قسم کے عہدہ داروں پر مشتمل تھیں لیکن اصل میں یہ سب دفتر اُسی ایک گروہ کے جس کے ہاتھ میں ملک کی عنان حکومت تھی مختلف کرشمے تھے۔ وہی ایک گروہ مختلف لباس میں اپنا جلوہ دکھاتا تھا۔ ان میں کا ایک محکمہ ایک مجلس شاہی تھا اور محکمۂ خزانہ جس نے ہنری اول کے عہد میں زیر نگرانی صدر اعظم روجر رئیس سالسبری ایک مستقل و نمایاں شکل اختیار کی مجلس شاہی برائے امور مالی تھا۔ اس اسقف روجر کے پروتے مسمی رچرڈ فٹز نجل Richard Fitz-Negel نے جو لندن کا اسقف تھا اور جس نے ۱۱۷۶-۱۱۷۸ء کی تصنیف اپنی کتاب تذکرۂ محکمۂ مال" Dialogus De Seaccaric " میں نہایت شرح و بسط سے محکمۂ مال کے حالات بیان کیئے ہیں۔ ہر ایک پہلو سے یہ کتاب نہایت مستند سمجھی جاتی ہے۔

اعلیٰ اور ادنیٰ محکمہ جات مال

ابتداءً محکمۂ مال دو حصوں میں منقسم تھا۔ اعلیٰ محکمہ مال یا صیغۂ حسابات، ادنیٰ محکمہ مال یا صیغۂ جمع، ویسٹ منسٹر میں جہاں کہ یہ دوسرا محکمہ واقع تھا

اس سے متصل ایک خزانہ بھی تھا۔ محکمۂ مال کے اجلاس کے زمانے میں اس خزانے میں سرکاری رقم اور اس کے اشغال متعلقہ رکھے جاتے تھے اور ختم اجلاس پر ان چیزوں کو ونچسٹر منتقل کیا جاتا تھا۔ اعلیٰ محکمۂ مال میں جس میز کے اطراف بیٹھ کر اس کے عہدہ دار کام کرتے تھے اس پر ایک سیاہ خانہ دار کپڑا بچھا رہتا تھا اور سفید دھاریوں سے اس کے خانے بنائے گئے تھے۔ اس محکمے (The Exchequer) کی وجہ تسمیہ یہ خانہ دار کپڑا (The Chequered Cloth) ہے۔ اس کے سبب سے رقم کے شمار کرنے میں محاسب کو سہولت ہوتی تھی جس قدر پونڈ، شلنگ اور پنس محاسب کو وصول ہوتے جاتے وہ ان کو گننے کے بجائے اس میز کے کپڑے کے خانوں پر بطور ہندسوں کے نرد رکھتا اور ایک ایک نرد اپنے اپنے خانے میں اکائی دہائی سیکڑہ وغیرہ کا کام دیا کرتی تھی۔

جس طرح مجلس شاہی کے مختلف اشکال میں وہی چند عہدہ داران متعینۂ قصور شاہی اور ان کا عملہ اور دوسرے ایسے لوگ جن کا مخصوص طریقے سے ان کاموں کے لیے تقرر ہوتا تھا کام چلایا کرتے تھے اسی طرح محکمۂ مال میں بھی یہی لوگ کارگزار ہوتے تھے۔ ان کے مالی فرائض کے لحاظ سے یہ امرائے مال (The Barons of the Exche-quer) کہلاتے تھے۔ جب تک صدر اعظم اور میر مجلس عدالت نصفت اس محکمے سے کنارہ کش نہیں ہوئے خزانہ دار اس کا میر مجلس نہیں بننے پایا لیکن یہی شخص اپنی ذات سے اعلیٰ اور ادنیٰ دونوں محکموں کے معاملات مالی کے لیے ذمہ دار تھا۔ اور اس کی ذمہ داری وجواب دہی میں محکمۂ مال کے دونوں تشریفات بھی شریک تھے "خزانہ دار کی عزت افزائی اور آبرو ریزی کے ساتھ ان دونوں کا وقار دولت وابستہ تھی"۔ تمام سپاہ کی ماہوار اور شاہی باز، بہری، شکرے اور شکاری کتوں کے رکھوالوں کی تنخواہیں تقسیم کرنے کا کام قلعہ دار اور سپہ سالار کے ذمے تھا۔ اس کے سوائے محکمۂ مال کے قید خانے کی نگرانی سپہ سالار کے تفویض تھی۔ اسقف ونچسٹر اور ماسٹر ٹامس برون

جو شاہی منتظم خیرات تھا ہنری دوم کے مخصوص نائبوں کی حیثیت سے اس محکمے میں شریک ہوتے تھے لیکن ان کے بعد ان خدمتوں کا خاتمہ ہوگیا اور انکے بجائے ایک نئے عہدہ دار وکیل بادشاہ (Remembrance) کا تقرر عمل میں آیا جس کا کام تھا اور اب بھی ہے کہ محکمۂ مال میں بادشاہ کو ایصال ہونے والی رقوم کی یاددہی کر کے اُن کو وصول کرے۔ اس کے مدتوں بعد چانسلر کا سررشتہ دار وزیر مال (Chancellor of the Exchequer) اور چانسلر کا منشی نگران کار صیغۂ حسابات (Comptroller of the Pipe) بن گئے۔ ادنیٰ محکمۂ مال کے عہدہ داروں میں زیادہ تر خزانہ دار اور دونوں میر تشریفات کے وکلاء سمجھے جاتے تھے کیونکہ یہ لوگ اس محکمے میں اپنی ذات سے کام نہیں کرتے تھے منتظم دفتر جو خزانہ دار کا نائب تھا اپنے حسابات کو ضبط تحریر میں لایا کرتا مگر دو نائب جو دو میر تشریفات کے وکیل تھے ایک لکڑی پر چند علامتیں بنا کر حساب رکھا کرتے تھے روپیہ شمار کرنے کے لیئے چار شخص مقرر تھے سکے کے تولنے اور گلانے والے کا تعلق جو روپے کے کھرے اور کھوٹے ہونے کا امتحان کرتے تھے دونوں محکموں سے تھا۔

مدت اجلاس محکمۂ مال

محکمۂ مال کے سال میں دو اجلاس ہوتے تھے۔ عید حشر مسیح (Easter) کے زمانے میں شیرف کے ہاں جس قدر زر تحصیل جمع ہوتا وہ داخل کیا جاتا اور اس کا بقایا مائیکل مس پر ادا کیا جاتا تھا ادائی زر کی رسید نہیں دی جاتی بلکہ ایک لکڑی کے تختے پر نشان کر دیئے جاتے تھے اور بیچ میں سے اس کے دو حصے ہوکر ایک شیرف کے ہاں رہتا اور دوسرا محکمۂ مال میں رکھا جاتا تھا جس قدر رقم وصول ہوتی اتنے ہی نشان کیئے جاتے تھے گویا نشانوں کی تعداد سے رقم کا اندازہ کیا جاتا تھا۔ اعلیٰ محکمۂ مال میں شیرف کے حسابات کی تنقیح ہوتی تھی۔ محکمۂ داخلہ میں جس قدر رقم شیرف ادا کرتا اس کا حساب اس کے لکڑی کے تختہ پر بذریعۂ نشان درج کیا جاتا تھا اور جو روپیہ اس کے ذمے واجب الادا ہوتا اس کو زر تحصیل اضلاع کی مسل میں اتارا جاتا تھا اور اس کے پہلے رقم وصول طلب کو کتاب بندوبست اور خزانہ دار کی مسلوں میں

لکھا کرتے تھے۔ اس رقم سے وہ تمام روپیہ جو شیرف بادشاہ کی جانب سے خیرات و مبرات یا قلعہ جات و جاگیرات شاہی کے انتظام و قیام کے لیئے یا دربار شاہی کے اخراجات طعام میں صرف کرتا وضع ہوتا تھا۔ جبکہ خانہ دار کپڑے اور نرد کے ذریعے سے کل رقم کا حساب ہو کر تحصیل مقررہ سے زیادہ روپیہ وصول ہوتا تو شیرف کے نام پر فاضل اور اگر اس سے کم آمدنی ہوتی تو اس کے نام پر باقی نکالا جاتا تھا اور جب تحصیل معینہ کے مساوی رقم وصول ہوتی تو شیرف بری الذمہ قرار دیا جاتا تھا۔ زمانہ مابعد میں بھی جبکہ شیرف کا کام دوسرے عہدہ داروں کے تفویض ہوا عموماً سرکاری رقوم محکمۂ مال میں داخل ہوتی رہیں لیکن اس محکمے کی بعض شکایتوں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس قاعدے کی کماحقہ پابندی نہیں کی جاتی تھی بلکہ تحصیل ملک کا کثیر حصہ بادشاہ کو راست وصول ہوتا تھا۔ جو رقوم محکمۂ مال ادا کرتا ان کا اندراج صیغۂ خرچ کے اصلہ پوست آہو میں کیا جاتا تھا اور ایصال رقم کی کارروائی کو مستند بنانے کے لیئے حکمنامۂ شاہی پر مہر کلاں یا مہر خرد کا ثبت ہونا لازم تھا۔

محکمۂ مال کی تنظیم ثانیہ

(۱) سولھویں صدی

جن کل پرزوں کے ذریعے سے ملک میں انتظام مال قایم کیا گیا تھا اُن میں سولھویں صدی تک کسی قسم کا تغیر نہیں ہوا۔ اس کے بعد محکمۂ مال کی از سر نو تنظیم عمل میں آئی۔ چار شخص شمار کرنے کے لیئے مقرر ہو کر رقم کو لیا اور دیا کرتے تھے۔ تنقیح ساز صیغۂ آمدنی کے پاس یہی لوگ ذمہ دار تھے۔ انتظام جدید کے پہلے ایصال رقوم کی منظوری منشی خزانہ دار دیا کرتا اور پوست آہو پر لکھی ہوئی مسلوں کا محافظ رقوم باید گرفت و باید داد کا حساب رکھا کرتا تھا۔ ملکہ ایلیزبیتھ نے تنقیح کنندگان رقم امپریسٹ کا تقرر کیا۔ جن حسابات کی امرائے مال سابق میں تنقیح کرتے تھے اب یہ لوگ ان کی جانچ پڑتال کرنے لگے۔ دونوں میر تشریفات کی خدمت محض اعزازی ہو گئی تھی۔ حساب کی لکڑیوں کے بننے اور رکھے جانے کی نسبت جن پر بذریعہ نشان حساب کندہ ہوتا تھا یہ لوگ ذمہ دار تھے اور ملکہ ایلیزبیتھ کے ختم حکومت تک خزانہ دار بھی محکمۂ مال کے اکثر کاروبار سے دستکش ہو گیا تھا اور جب اس کو فرمان شاہی مثبتہ مہر خرد وصول ہوتا تو وہ بذریعۂ حکمنامہ

ایصال رقم کی منظوری دیا کرتا تھا۔ سترھویں صدی میں ایک اور طریقہ نکل آیا۔ قبل اس کے کہ حکمنا مجات خزانہ شمار کرنیوالوں تک پہنچیں اور ایصال رقم کے لیئے صندوق خزانے کا جس میں تحصیل ملک ابھی تک رکھی جاتی تھی کھولا جائے ان پر صیغۂ آمد کے تنقیح ساز کی منظوری کا ہونا لازم قرار پایا گیا۔ اس طرح قدیم زمانے کے محکمۂ مال کے دو صیغوں کی موقوفی ہو کر صرف ایک صیغہ یعنے ادنی محکمۂ مال باقی رہا۔ اس میں اور خزانے میں نیز صیغۂ آمد کے تنقیح کرنے والے میں اور رقم امپرسیٹ کے تنقیح سازوں میں بیّن فرق ہو گیا۔ ان تنقیح سازوں کے ذریعے سے محکمۂ مذکور کے حسابات کا کام لیا جاتا تھا۔ اسکاٹ لینڈ کے ساتھ اتحاد پیدا کرنے کے زمانے میں لکڑی کی تختیوں پر نشان کے ذریعے سے حسابات کے درج ہونے کی نسبت نہایت توہین اور مضحکہ اڑنے پر بھی قدیم طریقہ حساب نویسی سنہ ۱۸۲۶ء تک جاری[1] رہا؛

اٹھارھویں صدی کے نصف آخر تک محکمۂ مال کے عہدہ داروں کا کام نائبوں کے ذریعے سے انجام پاتا تھا۔ مگر یہ اپنی بڑی بڑی تنخواہیں برابر لیا کرتے تھے مختلف محکموں کے صدر بخشی (ماہواریں تقسیم کرنے والے) اپنے اپنے شعبے کی ماہواروں کی رقم اپنے ہاتھ میں رکھا کرتے اور ان کے خرچ کا حساب نہیں بتلایا کرتے تھے۔ لہذا سنہ ۱۷۸۵ء میں پانچ کمشنران تنقیح کا تقرر عمل میں آکر تنقیح کنندگان رقوم و ماہوارات پیشگی کا کام ان کے سپرد ہوا اور اس کے ساتھ ہی عہدہ داران مال کی تنخواہوں کو محدود کرنے کی بھی کوشش کی گئی؛

[1] سنہ ۱۸۳۳ء میں جب کہ عدالت ایوان انجم کو کسی دوسرے کام کے لیئے استعمال کرنے کی ضرورت پیش آئی تو اس میں کے ان لکڑی کے ٹکڑوں کو جن پر محکمۂ مال کے حسابات کے نشان کیئے جاتے تھے اور جن کے انبار لگے ہوئے تھے مکان کو گرم کرنے کے لیئے وہاں کے آتش دانوں میں بجائے کوئلہ اور لکڑی جلایا گیا۔ لیکن ان کو بڑی مقدار میں جلانے کے سبب سے دھواں نکلنے کی آہنیں نالیوں کو زیادہ حرارت پہنچ گئی جس کے سبب سے عمارت کو آگ لگ گئی اور پارلیمنٹ کے قدیم مکانات بھی جو ایوان انجم کے قریب واقع تھے اس کے ساتھ جل کر ڈھیر ہو گئے۔ از مولف

(۳) ۱۸۳۴ء

۱۸۳۴ء میں کل محکمے کا انتظام بدل دیا گیا۔ مفت باشیان مال کی تنسیخ عمل میں آئی۔ تنقیح ساز جمع اور منتظم خرچ کی موقوفی ہوکر ان کی جگہ صدر تنقیح ساز مقرر کیا گیا۔ جو رقوم کہ ابتک بخشی افواج اور خزانہ دار بحریہ اور توپ خانے کو ادا کی جاتی تھیں ان کا انگلستان اور آئرلینڈ کے بینک میں بحساب محکمہ جات مذکورہ جمع کیا جانا قرار پایا اور اصل میں یہی دو بینک محکمۂ مال کے صیغہ آمدنی بن گئے ہیں ۱۸۳۶ء میں ایک صدر بخشی کا تقرر ہوکر مختلف محکموں کے بخشیوں اور خزانچیوں کی موقوفی عمل میں آئی۔ متعدد محکموں کے اخراجات کے لیئے مداخل ملک کے سرمایۂ مجتمعہ سے مخصوص رقوم منتقل ہوکر جو ۱۷۸۷ء کی تازہ تدبیر ہے صدر بخشی کے حساب میں جمع کیئے جاتے ہیں۔

صدر محاسب و صدر تنقیح ساز

۱۸۶۶ء میں پانچ کمشنران تنقیح اور صدر تنقیح ساز کے عہدے صدر محاسب و صدر تنقیح ساز کی خدمت میں ضم ہو گئے جو عہدہ دار غیر سیاسی ہے۔ (یعنے کیبنٹ و بیت العوام کے بدلنے سے اس کی ذات پر کوئی اثر نہیں پڑتا یہ اپنی خدمت پر اسی طرح بحال رہتا ہے)۔ اس کی ماہوار کا "سرمایۂ مجتمعہ" پر مستقل بار پڑتا ہے اور اس کی موقوفی کے لیئے پارلیمنٹ کی دونوں مجلسوں کا بادشاہ کی خدمت میں عرضی گزراننا لازم ہے۔ یہ شخص نہ صرف اس بات کا ذمہ دار ہے کہ رقوم قومی بلا منظوری پارلیمنٹ کسی قومی کام میں خرچ نہ ہو بلکہ یہ اس بات کے لیئے بھی جوابدہ ہے کہ جو رقم جس کام (اور جس محکمے) کے لیئے منظور کی گئی ہو اس کام میں صرف کیجائے اس طرح وہ ایصال رقوم کی نگرانی اور حسابات کی تنقیح کرتا ہے۔ انھی کاموں کو سابق میں امرائے مال انجام دیتے تھے۔ لیکن دونوں کے کاموں میں فرق تھا۔ امرائے مال اس کام کو منجانب بادشاہ بجالاتے تھے اور صدر محاسب و صدر تنقیح ساز اب اس کو پارلیمنٹ کی جانب سے انجام دیتا ہے؛

باب ہفتم

بنائے پارلیمنٹ

مجلس عقلا اور مجلس عام

جس طرح انگریزی قبائل کی تاریخ قدیم ہے اسی طرح ان کی حکومت بذریعۂ شوریٰ نہایت دیرینہ ہے۔ اُن قبیلوں میں جن کا ذکر ٹیسی ٹس نے اپنی تاریخ جرمنی میں کیا ہے اہم معاملات کا تصفیہ احرار کی مجلس عام میں ہوتا تھا۔ ہر ایک قبیلے کا سردار اپنے قبیلے کے ادنیٰ ادنیٰ امور تک کا فیصلہ مقامی مجلس میں کرتا تھا اور کُل سرداران قبائل آپس کے مشورے سے اس دوسری بڑی یعنے مجلس احرار میں پیش ہونے کے قابل معاملات کو ترتیب دیا کرتے تھے ؛

تاریخ جرمنی کی مجلس عظمیٰ

نقل وطن کے بعد ان قبائل نے کن کن تنظیمات سیاسی کو باقی رکھا اور انگلستان کی سکونت سے جو تغیرات اُن کے حالات زندگی میں پیش آئے ہونگے اور ان کے سبب سے انتظامات قدیمہ میں ان قبائل کو کس کس قسم کی تبدیلیاں کرنی پڑی ہونگی اُن کی نسبت خامہ فرسائی کرنا قیاسات وتخیلات کا طومار باندھنا ہے۔ فریمین صاحب کا دعویٰ ہے کہ سیکسن قوم کی مجلس عقلا اس مجلس عوام کی اصلی اور بلاواسطہ جانشین تھی جس کا ٹیسی ٹس نے ذکر کیا ہے اور کم سے کم از روئے قیاس ہر ایک آزاد آدمی کو اُس میں حاضر رہنے اور اس کی کارروائیوں میں شریک ہونے کا حق حاصل تھا۔ ڈاکٹر اسٹبز کا عقیدہ ہے کہ نقل وطن اور منصب بادشاہی کو ترقی واستحکام ہونے سے قبائل کے تنظیمات میں حکومت امرا کا عنصر زیادہ قوی ہوگیا ہوگا۔ مجلس رؤسا ترقی پاکر مجلس عقلا بن گئی اور کل اہم امور بمعیت بادشاہ اسی میں تصفیہ پانے لگے۔ لیکن اس بات کا گمان غالب ہے کہ کل احرار کی مجلس یعنے مجلس عوام کی بھی کسی قدر قوت سیاسی باقی رہ گئی ہوگی اس کے ساتھ ہی

ابتدا اور ترکیب مجلس عقلا

ڈاکٹر اسٹبز کو اس بات کا بھی اقبال ہے کہ اکثر چھوٹی ریاستوں میں مجلس عقلا کے علاوہ مجلس عوام یا مجلس احرار بھی ہوتی تھی لیکن جب کوئی چھوٹی ریاست کسی اپنی بڑی ہمسایہ ریاست سے مغلوب ہوتی تو اس کی مجلس عقلا ریاست غالب کی مجلس عقلا میں ضم ہو جاتی تھی اور مجلس عوام بحیثیت مجلس ضلع باقی رہ جاتی تھی اور اس میں امور مقامی کا تصفیہ ہوتا تھا۔

اس زمانے میں ریاستہائے متحدہ کی مجلس عقلا کی اصلی ترکیب کا دریافت کرنا امر وقت طلب ہے۔ بہرحال اس کے جلسوں میں کل ارکان شریک نہیں ہوتے تھے اور اس کے سب سے زیادہ اہم اور ضروری جلسے سال کے تین بڑے اعیاد الیسٹر، وِٹ سن ٹائیڈ اور کرسمس کے زمانے میں منعقد ہوتے تھے۔ بعض بڑے موقعوں پر جیسا کہ اعلان و اشاعت قوانین اور انتخاب سلاطین کے وقت ان عقلا کی تقریروں کے سننے کے اشتیاق سے قرب و جوار کے رہنے والے بکثرت مجلس مذکور میں جمع ہوتے اور ہر چند یہ لوگ نعرہائے خوشی بلند کر کے یا انکاری طور پر سر ہلا کر اپنے جذبات رضامندی و ناراضی کا اظہار کرتے لیکن اس مجلس کی کارروائیوں میں کسی جائز طریقے سے شریک نہیں ہوتے تھے۔ ان نامہذب گنواروں کا مجلس عقلا میں شریک ہونا اس امر کی دلیل نہیں ہو سکتا کہ اس کے جلسوں میں جملہ عوام اور کل قوم کی قوم شریک ہوتی تھی۔ فریمن صاحب کے نزدیک یہ بات مسلم ہے کہ گیارھویں صدی تک کل مجلس عقلا گروہ امرا پر مشتمل ہو گئی تھی۔ ڈاکٹر اسٹبز بھی اس بات کو ثابت کرتے ہیں کہ گو مجلس عقلا کا عنصر قدیم، عہدہ داران ملک مثلاً آلڈرمین وصوبہ داران (لوابان)، اساقفہ اور بعد ازاں روسائے دیر پر مشتمل تھا۔ لیکن جب نظام جاگیری کو استحکام ہوا اور اس کے اصول ترقی پا گئے تو اس کی ترکیب میں بادشاہ کے تھینز (ندیمان جنگ آزما) کی تعداد بڑھ گئی۔ اس کے بعد سے جب بادشاہ کو اپنی تائید میں (مجلس مذکورہ میں) کثرت پیدا کرنے کی ضرورت ہوتی تو وہ اسکے ارکان میں اپنے وابستہ لوگوں کی تعداد بڑھا دیا کرتا تھا۔

اُسکے اختیارات

جس طرح مجلس عقلا کی صحیح ترکیب بتلانی مشکل ہے اسی طرح اُس کے

اختیارات کا بیان کرنا دشوار ہے۔ فریمین صاحب کا خیال ہے کہ قدیم سیکسن مجلس عقلا کے اختیارات پارلیمنٹ حالیہ کے اختیارات سے کہیں زیادہ تھے اس لئے کہ بادشاہ کوئی کام مجلس عقلا کے مشورے کے بغیر نہیں کر سکتا تھا اور یہی مجلس اس کا انتخاب بھی کرتی اور اس کو معزول بھی کرتی تھی۔ اسقف اسٹبنز کو اس مقولے سے قطعاً انکار ہے۔ وہ اس بات کو مانتے ہیں کہ کل معاملات قومی میں بادشاہ کو مشورہ دینے کا حق مجلس عقلا کو حاصل تھا لیکن (جیسا کہ وہ ثابت کرتے ہیں) ہنری دوم کے عہد کے قبل اس بات کا تاریخ سے ثبوت نہیں ملتا کہ مجلس عقلا کے مباحثوں سے بادشاہ عاجز ہو جاتا یا اس کے مشورے کے بغیر وہ امور سلطنت انجام نہیں دے سکتا تھا۔ فریمین صاحب بادشاہ کے مطلق العنان ہونے کو تسلیم کرتے ہیں اور ہماری رائے میں مجلس عقلا کے مشورہ دینے کے خیالی اختیارات کی نسبت عقلی گھوڑے دوڑانا اسی قدر نامناسب ہے جس قدر کہ اس کی خیالی ترکیب کی نسبت منصوبہ باندھنا مضر و بیکار ہے چونکہ اکثر امور کا تصفیہ مجلس عقلا میں ہوتا تھا اس لئے مورخین اس کے مشورہ دینے کے حق کی نسبت نہایت آسانی سے غلو کر جاتے ہیں مجلس عقلا کا سب سے زیادہ شاندار اور معرکہ آرا اختیار بادشاہ کا انتخاب کرنا تھا لیکن اس انتخاب کے معاملے میں بھی اُسکا اختیار محدود تھا اس لئے کہ خاندان سرڈک سے کسی ایک رکن کو بادشاہی کے لیے منتخب کرنا ضرور تھا۔ علاوہ بریں چونکہ مجلس صرف اُسی رکن خاندان کو شاہی کے لیے پسند کرتی جو سب سے زیادہ اُس منصب کے لیئے اہل سمجھا جاتا تھا لہذا اُس نے خود اپنے اختیارات محدود کر لیئے تھے مجلس عقلا کے اختیارات میں بادشاہ کی قوت و ضعف سیاسی کے ساتھ تنزل و ترقی ہوتی رہتی تھی۔

ہر چند مجلس عقلا کے مشورے اور رضامندی سے قوانین کی اشاعت عمل میں آتی تھی لیکن جو قوانین اس طرح وضع ہوتے وہ جدید احکام و ضوابط نہ ہوتے تھے بلکہ موجودہ رسم و رواج کا قانون کی شکل میں اعادہ کیا جاتا تھا۔ تمام عطایائے زمین سندی پر مجلس عقلا کی گواہی کا ثبت ہونا لازم تھا۔ اگر ابتدا ہیں نہیں تو سیکسن حکومت کے آخری حصے میں مجلس عقلا کا اس قسم کے

عطایا پر تصدیق کرنا ضرور تھا۔ لیکن یہ لزوم مجلس عقلا کے اختیارات کی دلیل نہیں ہو سکتا اس لیئے کہ عطایا کو سوائے منظور کرنے کے وہ ان کے متعلق کسی قسم کا عذر ہی نہیں کر سکتی تھی۔ عہدہ داران قومی کا خواہ وہ دینی ہوں یا دنیوی مجلس عقلا میں انتخاب ہوتا تھا اور یہی مجلس ہر ایک ریاست میں عدالت العالیہ ہوتی تھی۔ اس کے مشورے اور رضامندی سے محصول جہاز اور محصول ڈین لگائے جاتے تھے اور اسی میں اہم معاملات قومی پر بحث ہوتی تھی۔ اس کے متعلق شبہ کرنے کی گنجائش نہیں ہے اس لیئے اگر بادشاہ قوی و مقتدر ہوتا تھا تو وہ ضرور ارکان مجلس عقلا سے مشورہ لیتا تھا۔ بہر حال اس مجلس سے مشورہ کرنے میں بادشاہ کا فائدہ تھا۔ مشورہ لینے کے سبب سے بادشاہ گویا ان ارکان سے وعدہ لیتا کہ وہ ان امور میں جن کی نسبت وہ بادشاہ کو مشورہ دیچکے ہیں بادشاہ کی تائید کرینگے اور اگر بادشاہ اپنے مقاصد میں ناکام ہوتا تو بدنامی کا داغ صرف بادشاہ کو نہیں لگایا جاتا بلکہ اس کا سبب مجلس عقلا بھی متصور ہوتی تھی۔ چونکہ ایتھلریڈ دوم نادان تھا اور اس مجلس کے بلا مشورہ حکومت کرتا تھا اس لیئے وہ اپنی مملکت کو ڈین کے حملوں سے محفوظ نہ رکھ سکا۔ اس کے برعکس الفریڈ اور نوٹ (Cnut) وغیرہ سلاطین ہر وقت اپنے ساتھ عقلمند لوگوں کو لگائے رکھتے تھے۔ اس پر بھی اس میں بھی شک نہیں ہے کہ مجلس عقلا کا کام صرف بادشاہ کے ارادے کی تائید کرنا تھا اور بادشاہ کو محض تحریک کرنے کا حق حاصل تھا۔

ملک کی مجلس علم

نارمن سلاطین کی کنسلیم (Councilium) کونسل۔ مجلس) اور اس کا ماخذ و ترکیب اسی طرح معرض بحث میں پڑے ہوئے ہیں جس طرح مجلس عقلا کی ترکیب و اصلیت پر تاریکی چھائی ہوئی ہے۔ فریمن صاحب کے اعتقاد کے بموجب ولیم فاتح نے عقلا کی قدیم مجلسوں کو جاری رہنے دیا۔ ایسی مجلسوں کے منعقد ہوتے رہنے کے باوجود بعض اہم موقعوں پر جیسا کہ ۱۰۸۶ء میں بمقام سالزبری ایک نہایت وسیع مجمع ہو گیا تھا اور جس کے منعقد ہونے کے لیئے بڑے بڑے میدانوں کی ضرورت تھی عوام کی بہت بڑی بڑی مجلسیں

ہوتی تھیں۔ مملکت کی جس "مجلس عام" کی تعریف منشور اعظم میں کی گئی ہے اس خیال کے مطابق وہ مجلس عام نہیں ہو سکتی اس لیئے کہ اس میں بادشاہ کے معطی لہم کے سوائے دوسرے افراد قوم کو رائے دینے کا حق نہیں تھا"۔

ڈاکٹر اسٹبز مجلس عقلا کے دور کو طول دیکر فتح کے بعد بھی اُس کو موجود مانتے ہیں اور اس طرح ایک مجلس جاگیری کو دوسری مجلس سیکسن سے شیر و شکر کرتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ بادشاہ فتح کے بعد بھی عقلائے مملکت سے امور سلطنت میں مشورہ لیتا تھا لیکن قدیم شرط اہلیت یعنے تجربۂ خدمت سرکاری کے ساتھ بادشاہ کے معطی لہم ہونے کی شرط اضافہ کی گئی۔ اس لیئے ڈاکٹر اسٹبز کا دعوی ہے کہ نارمن سلاطین اس دوہری شرط اہلیت کے سبب سے اپنے معطی لہم میں فرق کرتے تھے اور اس وجہ سے صرف بڑے زمیندار ان کی مجلس عام میں طلب ہوتے تھے اور اس میں اس زمانے تک اساقفہ بھی بلحاظ عہدہ شریک ہوتے تھے۔ ڈاکٹر موصوف کی رائے میں ہنری دوم کے عہد کے پہلے اس مجلس میں وسعت نہیں ہوئی مگر ہنری مذکور کے دور میں صرف غیر معمولی موقعوں پر بادشاہ کے تمام معطی لہم اس میں شریک ہو سکتے تھے لیکن اس کے بعد بھی ڈاکٹر مذکور اپنی حجت پر قائم ہیں کہ اس مجلس میں اساقفہ کی موجودگی سے فتح کے پہلے کی مجلس عقلا کی سی جھلک پائی جاتی ہے"۔

فریمن صاحب اور ڈاکٹر اسٹبز کے پیش کردہ نظریات پر روونڈ صاحب نے نہایت سخت اعتراضات کیئے ہیں۔ ان کا قول ہے کہ (مجلس عقلا کے) تسلسل سے جس کے ثابت کرنے کی ان دونوں صاحبوں نے کوشش کی ہے لوگوں کو اسی قدر مغالطہ ہوتا ہے جس قدر کہ کسی حقیقی کلوا بیر سے راہ رو راستہ بھٹک جاتا ہے۔ یہ سچ ہے کہ دکتاب (قدیم تاریخ سیکسن کے مصنف نے فتح کے بعد کے زمانے کی کونسل کے لیئے لفظ وایٹن (The Witan - مجلس عقلا) استعمال کیا ہے لیکن اس کا مفہوم کوئی راز سربستہ نہیں ہے۔ ہماری رائے میں سلطنت کی مجلس اعظم کے لیئے مورخ مذکور کو کوئی دوسرا لفظ دستیاب نہیں ہوا اور یہ بھی ممکن ہے کہ عادت اور حب الوطنی کے سبب سے اس مجلس جیسی

کے لیئے اس نے مجلس قدیم (مجلس عقلا) کا نام استعمال کرنے کو ترجیح دی ہوگی۔
معلوم ہوتا ہے کہ سنہ ۱۰۸۶ء کا عظیم الشان مجمع ملک کے کل مالکان اراضی پر نہیں بلکہ صرف بادشاہ کے معطی لہم اور ان کے نایٹ پر مبنی تھا۔ اس جلسۂ عام میں یہ لوگ اس لیئے طلب کیے گئے تھے کہ بادشاہ کی وفاداری کا حلف ان سے لیں اور کل فوجی معطی لہم پر خواہ وہ کسی دوسرے امیر کے ماتحت اور اس سے وابستہ کیوں نہوں بادشاہ کا حق نمک قائم ہو جائے اور جس وفاشعاری کے لیئے وہ اپنے معطیان بلاواسطہ سے معاہدہ کرتے تھے اُس سے وفاداری بادشاہ کو مرجح سمجھیں ولیم اول کا اصل مقصد یہ تھا کہ کوئی شخص بادشاہ کے خلاف جنگ کرنے کے لیئے اس حیلہ سے کام نہ لے کہ وہ اپنے امیر کے حکم سے مجبور تھا اور اس کو اپنے فرائض کی بجا آوری لازم تھی اس لیئے اس نے جبکہ امیر نے بادشاہ کے خلاف علم بغاوت بلند کیا تو بادشاہ سے معرکہ آرائی کی ؎

(۱) اسکی مجلس جاگیری کی سی حیثیت

ہرچند فتح نارمن کے پہلے سے انگلستان میں بعض بعض حالات زندگی میں نظام جاگیری کے اصول پر عمل ہو رہا تھا لیکن اس فتح نے ملک کے تمام معاشرتی اور سیاسی تعلقات کی بنیاد عطاے ارضی کو قرار دیدیا۔ سب سے بڑے جاگیردار اور زمین کے اصل مالک کی حیثیت سے بادشاہ اپنے بلاواسطہ معطی لہم سے مشورہ لینے اور امور سلطنت میں ان کی شرکت کو دوسروں کے مشورے اور شرکت پر ترجیح دیتا تھا۔ علاوہ بریں اگر وہ ایسا نہ کرتا تو نظام جاگیری کے اصول کی خلاف ورزی ہوتی۔ رونڈ صاحب ثابت کرتے ہیں کہ اساقفہ باوجود ان کے علم وفضل کے ضرور بادشاہ کے بلاواسطہ معطی لہم تھے اور نارمن مجلس کی شرکت کے لیئے عطاے ارضی شرط اہلیت سمجھی جاتی تھی نہ فقط علم وفضل ؎

اس میں شک نہیں کہ بلاواسطہ عطیہ ارضی مجلس عام کی شرکت کے شرائط اہلیت سے ایک نہایت ضروری شرط تھی۔ اس کے برعکس سیکسن مجلس عقلا کی شرکت کے لیئے سرکاری ملازمت کے تجربے کی خاص ضرورت تھی۔ رونڈ صاحب دلیل پیش کرتے ہیں کہ ان دونوں مجالس شوریٰ کی شرکت کے شرائط اہلیت کے مختلف ہونے سے ہم بآسانی اور یقین کے ساتھ یہ نتیجہ

لگاتے ہیں کہ نارمن مجلس کا ماخذ سیکسن مجلس نہیں ہو سکتی بلکہ یہ ایک تغیر تھا یعنے جدید مجلس تھی جس کا سبب نارمن فتح ٹھرائی جا سکتی ہے۔ مگر اس نتیجے پر پہنچنے کے بعد ہم اس بات سے کبھی منکر نہیں ہو سکتے کہ نارمن مجلس نے سیکسن مجلس کے اکثر روایات قدیمہ کو بحال رکھا تھا کو

(۲) اسکی ترکیب منشور اعظم کے اجرا کے قبل "مملکت" کی مجلس عام کی ترکیب سرکاری بیان کے ذریعے سے نہیں قائم ہوئی تھی۔ اس منشور کے مطابق یہ مجلس صدر اساقفہ و اساقفہ رؤسائے رہبان نواب اور امرائے عظام اور کل بادشاہ کے بلاواسطہ معطی لہم پر شامل ہوتی تھی۔ امرائے عظام (Barones Majores) بذریعے شقہ جات فرداً فرداً مجلس قومی میں طلب ہوتے تھے امرائے ادنی اور "وہ تمام اشخاص جن کو سرکار سے راست اراضی عطا ہوئی ہیں" ایک حکمنامہ موسومہ شیرف ضلع کے ذریعے سے مجملاً طلب کیئے جاتے تھے۔ مشترک اور منفرد طلب ناموں کے سبب سے ان امرا کے مرتبے میں فرق ہونے لگا لیکن اصل میں اس سے بھی بہت پہلے سے ان دونوں گروہ کے درمیان امتیاز چلا آرہا تھا چنانچہ بڑے درجے کے معطی لہم (تابعین بادشاہ) اپنے فوجی معطی لہم کے لشکر کی آپ سرداری کرتے اور ہر ایک امیر کی فوج اس کے زیر علم میدان جنگ میں آراستہ ہوتی تھی اور یہ لوگ اپنے ذمے کے محصولات اور رسوم راست خزانۂ شاہی میں داخل کرتے تھے۔ کم درجے کے معطی لہم شیرف کے علم کے نیچے جمع ہوتے اور اپنے محصولات و رسوم اسی کی وساطت سے ادا کرتے تھے۔ جن اسباب کی بنا پر ابتدا میں ان دونوں گروہوں میں فرق کیا جاتا تھا زمانۂ زیر تحریر میں ان کے متعلق صحیح طور پر تحقیق کرنا نہایت دشوار ہے۔ ممکن ہے کہ ان کی ابتدائی تاریخ میں بلا وجہ موجہ وابستگان دولت (معطی لہم) میں اس طرح فرق کیا جاتا ہوگا۔ بہر حال اس کا اصل سبب یہی معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ کی جانب سے دو قسم کے شقہ جات روانہ ہوتے تھے جس کے سبب سے ان کے اعلی اور ادنی دو گروہ بن گئے تھے لہذا جن لوگوں کے نام مجلس عام کی شرکت کے لیئے منفرد شقہ جات پہنچتے وہ امرائے عظام سمجھے جانے لگے۔

اس بات کا کچھ لحاظ نہیں کیا جاتا تھا کہ صاحب شفہ ایک ایکر زمین کا مالک ہے کہ ہزار ایکر کا۔

نارمن سلاطین کی اس مجلس اعظم کی ابتدا میں غالباً ایک مجلس جاگیرداران کی سی حیثیت ہوگی اور اس کی شوکت کے لیئے کل بڑے معطی لہم مخصوص ہونگے ان کے سوائے سلطنت کے کل عمائدین بھی اس میں شریک ہوتے تھے۔ لیکن بادشاہ کے ادنیٰ درجے کے معطی لہم نے مشورہ دینے کے اعزاز کو اپنے لیئے نہایت موجب تکلیف پایا، ان کی غیر موجودگی میں انکے امور خانہ داری کے انتظام میں خلل واقع ہوتا اور مجلس شاہی کی شرکت کے لیئے ان کو سفر کی کڑی منزلیں طے کرنی اور آفتیں جھیلنی پڑتی تھیں۔ علاوہ بریں ان کے مشورے کا اثر بھی نہیں ہوتا تھا ان کی بات نقار خانے میں طوطی کی آواز تھی اس لیئے ان لوگوں نے مجلس اعظم میں آنا موقوف کر دیا اور ان کی غیر حاضری پر کسی کو توجہ بھی نہیں ہوئی۔

(۳) اس کے اختیارات

مجلس عام کا انعقاد بادشاہ کی مرضی پر موقوف تھا لیکن کلیسا کے تین بڑی عیدوں کے زمانے میں جبکہ یہ مجلس ونچسٹر، گلاسٹر اور ویسٹ منسٹر میں منعقد ہوتی تھی خاندان نارمن کے پہلے دو بادشاہ تاج پہنکر اس کے عام جلسوں میں شریک ہوتے تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان موقعوں پر اس میں صرف عدالتی کام انجام پاتا تھا۔ چونکہ ہر ایک مجلس جس میں بادشاہ صدر نشین ہوتا تھا مجلس شاہی کہلاتی تھی اس لیئے عمائدین کی ان مجلسوں پر بھی اکثر مجلس شاہی کا اطلاق کیا جاتا تھا۔ مگر اصل میں مجلس شاہی وہی مختصر مجلس تھی جو ہر وقت دسفر و حضر میں، بادشاہ کے ساتھ رہتی اور اس کے ارکان ملازمان شاہی ہوتے تھے۔

جس طرح مجلس عقلا کے اختیاراتِ اجراے محصولات و وضع قوانین کا انحصار بادشاہ کی مرضی پر تھا اسی طرح ان شعبہ جات میں مجلس عام کے اختیارات کے زیادہ اور کم ہونے کا باعث بادشاہ سمجھا جاتا تھا۔ اجرائے محصولات قومی کی بالکل ابتدائی حالت تھی اور وضع قوانین کی تو شاذ و نادر ہی نوبت آتی تھی۔

مجلس عام سے مشورہ لینے میں بادشاہ کو کبھی تکلف نہ ہوتا تھا بادشاہ کی رائے سے اگر اختلاف ہوتا تو وہ کل مجلس کا اختلاف متشرک نہیں بلکہ چند منفرد ارکان کا اختلاف سمجھا جاتا تھا اور یہ اختلاف جاگیری طرز نہ کہ دستوری اصول پر مبنی ہوتا تھا۔ اور جب فریقین کو اس اختلاف کے رفع کرنے کے لیئے رد و قدح کی ضرورت ہوتی تو وہ دار الشوریٰ میں نہیں بلکہ میدان جنگ میں ایک دوسرے سے مقابلہ کرتے تھے ٭

تیرھویں صدی کے تجربات دستوری

مجلس عام کی روز افزوں مستعدی

ایک عرصے سے امرا کے عادات و اطوار میں تغیر پیدا ہو گیا تھا اور اسکی بتدریج ترقی ہو رہی تھی یہاں تک کہ تیرھویں صدی کا آغاز ہوا اور اس کے ساتھ ہی یہ تغیر بھی انتہا کو پہنچ گیا۔ سنہ ۱۲۰۴ء میں سر تاج انگلستان کے قبضے سے ملک نارمنڈی نکل گیا اور اس نقصان و قطع تعلق کے سبب سے امرا کو اس بات کا تصفیہ کرنا پڑا کہ وہ اپنا تعلق انگریزی علاقوں سے یا نارمن جائدادوں سے رکھیں گے۔ بالآخر ان کو اپنے فرانسیسی علاقوں سے دست بردار ہونا پڑا جس کے سبب سے اُن کو انگلستان کے ساتھ پوری ہمدردی ہو گئی اور وہ اب دونوں طرف شامل نہیں رہے جس کے پہلے وہ اپنے کو نصف نارمن اور نصف فرانسیسی سمجھتے تھے۔ اُس وقت سے ان کے اغراض کلیسا اور عوام کے اغراض کے ساتھ متحد ہو گئے اور اس لیئے مجلس عام حکومت دستوری کی ایک رکن رکین ہنگئی۔ اسکے قبل اپنے ذاتی نفع کے لیئے بادشاہ کے ایما پر امرا ایک دوسرے کے گلے کاٹا کرتے تھے لیکن اب اس کے برعکس مظالم شاہی کے دفع کے واسطے آپس میں متفق ہونے لگے۔ منشور اعظم سے جو امرا کی متفقہ کوششوں کا نتیجہ ہے اُس صدی کی دستوری ترقیوں کے لیئے راستہ پڑ گیا۔ ہم اس سبب سے منشور اعظم کی مدح سرائی نہیں کرتے کہ اس میں قوم کی مختلف قسم کی آزادیوں کے مطالبات کیئے گئے ہیں یا مجلس عام کے اختیارات میں اجرائے محصولات کی منظوری دینے کا ادعا کیا گیا ہے،

ہمکو امرا کی ان باتوں کی زیادہ پروا نہیں ہے اس لیئے کہ ان کے خیالات اپنے وقت کے بہت پیچھے اور اس سے پست تھے مگر ہم کو اس منشور کی نسبت ایک بات بہت پسند ہے اور جس قدر اس کی تعریف کی جائے کم ہے کل قوم کا یک دل ہوکر بادشاہ کا مقابلہ کرنا، تمام منشور پڑھ جایئے اس سے صرف یہی ایک امر مستنبط ہوتا ہے؛

جب ایک مرتبہ مجلس عام کو اپنی قوت کا احساس ہوگیا تو اس نے کار حکومت میں شریک ہونے کا ادعا شروع کردیا۔ ملک کے تین جلیل القدر عہدہ داران انتظامی کے تقررات اور ان کی منظوری نسبت اپنے حق کا پے در پے مطالبہ کیا ہے۔ سنہ ۱۲۴۳ء میں امرا نے ہنری کو دھمکی دی کہ اگر وہ اپنے مشیران غیر ملکی کو علیحدہ نہ کرے تو یہ لوگ مجلس عام کا جلسہ منعقد کرکے ایک نیئے بادشاہ کا انتخاب کرینگے علاوہ بریں ان لوگوں نے بارہا بادشاہ کی رقمی ضرورتوں کو پورا کرنے سے انکار کردیا اور شرط لگائی کہ رفع شکایات کے بغیر کسی قسم کی اعانت (رقمی) منظور نہیں کی جاسکتی۔ مجلس نے اکثر تجاویز اصلاح بھی پیش کیئے منجملہ اُن کے سنہ ۱۲۵۸ء اور سنہ ۱۲۶۴ء کی صرف دو تجویزیں تھیں؛

رہبران دستوری کی حیثیت سے امرا میں بعض کمزوریاں تھیں۔ ان میں اجارے کی روح پھونکی گئی تھی وہ کل قوم کے مقابلے میں صرف اپنی قدح کی خیر مناتے تھے۔ بادشاہ بہت جلد ان کی اس کمزوری سے واقف ہوکر قوم کی طرف ملتفت ہوگیا اور ادنی درجے کے معطی الہم اور مجالس اضلاع کی تائید سے جو طاق نسیاں میں پڑے ہوئے تھے اپنا کام نکالنا چاہا۔ جن امرا کے مزاج میں خود غرضی کا مادہ کم تھا اور جو تدبیر و فراست سے کام لیتے تھے انھوں نے بھی اسی گروہ سے جس کو ہنری نے اپنی امداد کے لیئے طلب کیا تھا دادخواہی کی۔ اس طرح جب قوم کو ایک دفعہ سیاسیات ملک میں دخل دینے کا موقع مل گیا تو اس کو پھر ان سے محروم کرنا آسان نہ تھا اور ایڈورڈ اول کے ہاتھوں سیمن دی مانٹ فرڈ کی بنا ڈالی ہوئی تکمیل کو پہنچ گئی؛

طریقۂ نیابت وانتخاب کا نشو ونما

مختلف مقامات سے وکلا اور نائبوں کو جمع کر کے ایک بڑی مجلس میں
روانہ کرنے کے لیئے کسی نیئے عملے کی ضرورت نہ تھی۔ ایک حد تک ملک کی
نیابت کا کام مجالس تعلقہ وضلع سے لیا جاتا تھا۔ چنانچہ کتاب بند وبست کا مواد
ہر ایک ضلع کی مجلس کے ارکان کے بیانات سے جمع کیا گیا تھا اور یہ لوگ
اپنے اپنے ضلع کے کل تعلقات اور مواضع کی نیابت کرتے تھے۔ ہنری دوم
مالی اور عدالتی امور کی نسبت مقامی جوریوں کی اطلاعوں سے کام لیا کرتا تھا
اور یہ لوگ کل قوم کے نائبوں کی حیثیت سے اپنے بیانات لکھواتے تھے۔
رچرڈ اول کے وزرا نے اس کی نسبت قانون بنایا کہ ان مقامی خیالات اور
رایوں کے ظاہر کرنے والوں کا انتخاب مجلس ضلع کیا کرے اور اسوقت سے شیرف کو ان لوگوں
کے مقرر و منتخب کرنے کی نسبت ممانعت کر دی گئی۔ جان کی خواہش ہوئی کہ
نائبان بلاد اس کی تائید کریں اس لیئے ان وکلا کو راست مجلس مرکزی میں طلب
کرنے کی کوشش کی اور سنہ ۱۲۱۳ء میں اضلاع کے نام حکم نافذ ہوا کہ ہر ایک ضلع

۱۲۱۳ء

چار سنجیدہ شخص امور سلطنت میں بادشاہ سے مشورہ کرنے کے لیے بمقام
آکسفرڈ روانہ کرے۔ مگر اس بات کا تحریری ثبوت نہیں ملتا کہ یہ مجلس منعقد
بھی ہوئی تھی یا نہیں اور جس مجلس عام کا منشور اعظم میں ذکر ہے وہ ایک خالص
جاگیری طرز کی مجلس تھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ سنہ ۱۲۱۳ء کی نظیر لوگوں کے دلوں سے
محو ہو گئی تھی اس لیئے سنہ ۱۲۵۴ء میں ملکہ ایلی نار (Eleanor) اور رچرڈ شہزادہ
کارنوال کو جو ہنری سوم کے زمانۂ قیام گیسکنی (Gascony) میں نائبان شاہ
کی حیثیت سے حکومت کر رہے تھے ہر ایک ضلع سے دو نایٹ اور ہر بلدی
کے علاقہ سے دو نائب طلب کرنے کی ضرورت ہوئی کہ یہ لوگ ویسٹ منسٹر
میں حاضر ہو کر اپنے انتخاب کرنے والوں (منیبوں) کی مرضی کا اظہار کریں کہ
وہ بادشاہ کو کس مقدار میں اعانت رقمی دینے کو تیار ہیں ؟
جو طریقۂ نیابت کہ بطور آزمائش سنہ ۱۲۵۴ء میں اختیار کیا گیا تھا
ایک عرصے تک بظاہر اس کا فائدہ محسوس نہیں ہونے پایا۔ امرا نے
جس اصلاح کی تجویز کی تھی اور جو دستور آکسفرڈ بابت سنہ ۱۲۵۸ء

دستور مصدرہ آکسفرڈ

کی شکل میں پیش کی گئی تھی استبعاد سے خالی نہ تھی اس لیئے کہ اعلیٰ خیالات آزادی کے اظہار کے باوجود اس کی اصل غرض ان چند امرا کی فائدہ رسانی تھی جن کے ہاتھ میں اس وقت زمام حکومت آگئی تھی۔ اس کے سوائے ان امرا کا خیال تھا کہ جن جن آزادیوں اور حقوق کے خیالی منصوبے اس دستور میں باندھے گئے تھے ان کو اس وقت تک عملی جامہ نہ پہنایا جائے جب تک کہ انھیں کوئی اچھا موقع ہاتھ نہ آئے۔ یہ دستور جدید جس کو ان امرا نے مرتب کیا تھا چند امور پر مشتمل تھا۔ اس کی رو سے چوبیس ارکان کی ایک کمیٹی قرار پائی تھی کہ سلطنت کے کل جلیل القدر عہدوں کا تقرر اور جملہ شکایتوں کو رفع کرے۔ ایک دوسری کونسل جس کے پندرہ ارکان تھے اس لیئے مقرر ہوئی تھی کہ وہ ہمیشہ بادشاہ کی خدمت میں رہے۔ بارہ ارکان کی ایک تیسری مجلس قرار دی گئی تھی جس کے انتخاب کا اختیار امرا کو دیا گیا تھا اور اس کا نام پارلیمنٹ رکھا گیا تھا۔ اس کا کام تھا کہ سال میں تین مرتبہ منعقد ہو کر پندرہ ارکان والی مجلس سے قومی کاروبار کی نسبت مشورہ کرے۔ ایک اور کمیٹی کے ذمے جو چوبیس ارکان پر مشتمل تھی رقمی اعانتوں کی فراہمی اور اطلاع دہی کا کام تھا۔

لیکن یہ دستور نہایت بے اصول تھا۔ اس میں نہ تو کمیٹیوں کے فرائض کی صراحت تھی اور نہ ارکان کی جائدادوں کے خالی ہونے پر ان کی ماموری کا طریقہ بتلایا گیا تھا۔ اس کی اصلی غایت صرف اس قدر تھی کہ ایک محدود دائرہ امرا کے ہاتھ اختیارات شاہی آجائیں اور جب اس کو اقتدار حاصل ہو تو ان اصلاحات میں سے ایک کو بھی جن کے لیئے اس قدر شور و شغف مچایا گیا تھا جاری نہ کیا جائے۔ مگر جب اضلاع کے نایٹ جو اہل انگلستان کے وکلا اور نمائندے سمجھے جاتے تھے پارلیمنٹ کی شرکت سے محروم ہو گئے تو انھوں نے بادشاہ ایڈورڈ کو عرضی دی کہ کمیٹی اصلاح کو اس کے کام کے شروع کرنے کے لیئے مجبور کیا جائے۔ اسکے نتیجے میں دستور ویسٹ منسٹر بابت سنہ ۱۲۵۹ء کا اجرا ہوا اور سنہ ۱۲۶۱ء میں اُس پارلیمنٹ کی شرکت کے لیئے جو بمقام سینٹ آلبنز منعقد ہونے والی تھی دریائے ٹرینٹ کے جنوبی حصے کے

ہر ایک ضلع سے تین نایٹ طلب کیئے گئے تھے۔ ہنری نے جس کا تعلق
اس وقت تک فرقۂ امرا سے بالکل منقطع ہو گیا تھا حکم دیا کہ یہ نایٹ بجائے
سینٹ آلبنز راست بمقام ونزر روانہ کیئے جائیں۔ لیکن نفس الامر میں یہ لوگ
ان دونوں میں سے کسی ایک جگہ بھی نہیں گئے؂

اس کے تین سال بعد جنگ لیوی اس (Lewes) کی بدولت امور قومی
کی سرداری کا سہرہ سیمن ڈی مانٹ فرڈ (Simon de montford) کے
سر باندھا گیا۔ ہرچند کہ ۱۲۶۴ء کی پارلیمنٹ میں ہر ایک ضلع سے چار نایٹ
شریک ہوئے تھے لیکن جو دستور حکومت اس میں مرتب ہوا تھا اس کی
نسبت ان سے مشورہ نہیں لیا گیا۔ ۱۲۶۴ء کی اسکیم کی رو سے قرار پایا تھا
کہ امرا تین شخصوں کا انتخاب کریں اور یہ تین منتخب شخص نو ارکان کی ایک کونسل
کا تقرر کریں جن کے مشورے پر امور سلطنت انجام پایا کریں اختلاف رائے کی
صورت میں ان دونوں مجلسوں میں سے ہر ایک مجلس کے دو ثلث ارکان کی
رائے پر مسائل کا طے ہونا قرار دیا گیا تھا کونسل کے ارکان اور ان کے
مامورین کے تخلیۂ جائداد کے انتظام کا طریقہ بھی بتلا دیا گیا تھا۔ بعض مورخین
نے اس اسکیم کو ناپسند کیا ہے ان کے نزدیک بہ نسبت ۱۲۵۸ء کے اس
دستور حکومت کے ذریعے سے نہایت آسانی کے ساتھ اعلیٰ اختیارات
سلطنت ایک گروہ قلیل کے ہاتھ میں دیدیئے گئے تھے۔ اصولاً یہ اقتدار
پارلیمنٹ کو ملنا چاہیئے تھا جو کہ امراے وقت کی نیابت کرتی تھی۔ ایک
دوسرے گروہ مورخین خصوصاً ڈاکٹر اسٹبز کی رائے اس کے خلاف ہے۔ ان کا
بیان ہے کہ چونکہ جس قدر پارلیمنٹیں اس تجویز کے مرتب ہونے کے پہلے
اور اس کے بعد منعقد ہوئیں ان سب میں نائبین اضلاع طلب کیئے جاتے
تھے اس لیئے غالباً ارل سیمن کا ارادہ تھا کہ اس دستور اصلاح شدہ کے ساتھ
ایک مستقل مجلس نیابتی کو بھی قائم رکھے اور اس لیئے ۱۲۶۴ء کی تجویز ۱۲۵۸ء
کی تدبیر سے زیادہ مکمل تھی؂

ارل سیمن کی پارلیمنٹ

ارل سیمن کی پارلیمنٹ بابت ۱۲۶۵ء میں علاوہ ان تیئس امرا کے

جو حامیان حکومت جدید تھے ہر ایک ضلع سے دو نایٹ بذریعۂ شیرف اور اکیس بلاد اور شہروں سے بذریعۂ حکمنامہ جات منفردہ جوان شہروں کے میران بلدیا منتظمین کے نام روانہ کیئے گیئے تھے دو شہری اور دو بلدی طلب کیئے گئے تھے۔ پادریوں کی نیابت ہیں چونکہ وہ لوگ ارل سیمن کے بڑے حامی وطرفدار تھے کوئی مناسبت ملحوظ نہیں رکھی گئی تھی بلکہ کثرت سے ان کے وکلا بلائے گئے تھے اس طرح کی طرفداری کرنے پر اکثر مورخین نے ارل سیمن کے مصلح دستوری ہونے کے دعوے سے انکار کیا ہے اور اس زمرے سے اسکو خارج کرکے وہ اس کو ایک سیاسی ابن الوقت سمجھتے ہیں۔ بہر حال ارل سیمن کی جو کچھ بھی روش ہو مگر اُس نے مجلس قومی کے منعقد ہونے کا طریقہ جاری کردیا اور اسکے بعد ایک باقاعدہ مجلس قومی کا عالم وجود میں آنا لازم ہوگیا۔ اس کام کے لیئے اس کو ایک لائق شاگرد انگلستان کے ایڈورڈ کی صورت میں مل گیا۔ بادشاہ کی حیثیت سے ایڈورڈ اول کے ذہن میں پہلے سے ایک الہامی خیال بیٹھ گیا تھا۔ اس کے دل سے اس کے باپ کے امرا کی بیوفائی اور غداری محو نہ ہوئی تھی اور اس کو ان امرا کی چند روزہ حمایت اور رفاقت پر بالکل بھروسہ نہ تھا اس لیئے اس نے اپنی حکومت کی اساس بجائے ریگ روان (حمایت امرا) سنگ خارا (تائید قوم) پر قائم کرنی چاہی۔

اسکے بعد کے تیئیس برس تو پارلیمنٹ کی نسبت مختلف تجربے کرنے ہیں بسر ہو گئے۔ مجلس قومی کے مختلف عناصر کے تناسب کا مسئلہ نہایت دشوار تھا اور اس کے صحیح حل ہونے پر مجلس مذکور کی کارگزاری کا مدار تھا۔ سنہ ۱۲۷۳ء میں چار نایٹ ہر ایک ضلع سے اور چار شہری ہر ایک شہر سے بادشاہ کی وفاداری کا حلف کرنے کے لیئے طلب کیئے گیئے تھے۔ سنہ ۱۲۷۳ء

اس عہد حکومت کی پہلی بڑی پارلیمنٹ بابت سنہ ۱۲۷۵ء میں ممالکت کے عوام طلب ہوئے تھے۔ اسی سال کی ایک دوسری پارلیمنٹ میں نائٹ اضلاع موجود تھے۔ چونکہ محصول ہوتی جو اضلاع اور شہروں سے علیحدہ علیحدہ بذریعہ خط و کتابت وصول کیا گیا تھا ملک ویلز کی جنگ کے لیئے ناکافی تھا اس لیئے سنہ ۱۲۷۵ء

۱۲۸۳ء

سنہ ۱۲۸۳ء میں اضلاع اور بلاد کے نمائندوں کے سوائے پادریوں کے وکلا بھی یارک اور نارتھمپٹن کے مجالس صوبہ میں طلب ہوئے تھے اور امرا بادشاہ کے ہمراہ ویلز میں تھے۔ اس سال کے اختتام پر ہر ایک ضلع سے دو نایٹ اور بیس مخصوص شہروں سے بحساب فی شہر دو شہری بمقام شروزبری طلب ہوئے تھے۔ سنہ ۱۲۹۰ء کی پارلیمنٹ میں ملک کے تینوں طبقے شریک تھے لیکن باوقات مختلفہ اور اضلاع کے نایٹ طلب ہونے کے ایک مہینہ قبل قانون بیع وشری اراضی پر بغرض اجرا بحث ہو رہی تھی۔ اور یہ وکلاے اضلاع اس لیئے بلائے گئے تھے کہ بادشاہ کے لیئے رقم منظور کریں۔ سنہ ۱۲۹۴ء میں پادریوں کے نمائندے (Proctors) باوقات مختلف مختلف مجالس میں طلب کیئے گئے تھے؛

۱۲۹۰ء

۱۲۹۴ء

نمونے کی پارلیمنٹ

سنہ ۱۲۹۵ء میں نمونے کی پارلیمنٹ کا انعقاد ہوا اور اُس میں حسب ذیل نمائندے شریک تھے:- صدر اساقفہ، اساقفہ، رؤسائے رہبان، کل ہمدرشماس، کل اساقفہ کے کونسلوں کے صدر، نواب اور امرا، ہر ایک ضلع سے دو نایٹ اور ایک سو دس شہروں اور بلاد سے بحساب فی شہر دو نمائندے۔ ہر کنیسہ اسقف کی مجلس کا ایک نایب اور ہر ایک اسقفی ضلع کے دو نمائید سے۔ شہروں اور اضلاع کے نائبین بذریعہ طلبنامہ جات موسومہ شیرف اور پادریوں کے نمائیدے بذریعۂ "فقرۂ انتباہ" جو ہر ایک طلب نامۂ اسقف کے ساتھ منسلک تھا طلب کیئے گئے تھے۔ قدیم زمانے کی مجلس عام میں پیش ہونے والے کام کی صراحت کرنے کی نسبت منشور اعظم میں جو ہدایت مندرج ہے اس کے بموجب ان طلب ناموں میں پارلیمنٹ کے اغراض انعقاد کی صراحت کردی گئی تھی۔ اس طرح پادریوں اور امرا کے طبقوں کو اطلاع دے دی گئی تھی کہ ان کو تدابیر دفع کی نسبت "غور و خوض اور حکم کرنا اور اس کی تعمیل کرنی ہوگی"۔ وکلاے عوام کو آگاہ کر دیا گیا تھا کہ وہ احکام مجلس عام کی تعمیل کے لیئے اپنے منیبوں سے پورے اختیارات حاصل کر کے آئیں۔ یہ سب اہتمام اس لیئے کیا گیا تھا کہ کل قوم کی قوم خطرے میں پڑی ہوئی تھی۔

اہل اسکاٹ لینڈ نے جن کے ساتھ انگریز برسرپرخاش تھے فرانسیسیوں سے اتحاد کر لیا تھا۔ فرانسیسی جنگی جہازوں کا بیڑہ سواحل انگلستان پر چھاپے مار رہا تھا اور ملک گیسکنی کی نہایت اندیشناک حالت تھی۔ علاوہ بریں ایڈورڈ نے قانون روما کے ایک مقولے کو طلب نامجات اساقفہ کے عنوان میں تحریر کرایا تھا جس کو آئندہ نسلوں کے محاربان دستور نے اپنے لیئے نعرۂ جنگ قرار دے لیا۔ وہ یہ ہے "جس چیز کا سب سے تعلق ہو وہ سب کی پسندیدہ بھی ہونی چاہیئے" اور "خطرات عام کا دفع قوم کی متفقہ تدابیر کے ذریعے سے ہونا لازم ہے"۔

نمونے کی پارلیمنٹ "طبقات قوم کی ایک مجلس اور اضلاع کی مجالس کا ایک مجموعہ تھی"۔ ہم اس لیئے اس کو مجلس طبقات کہتے ہیں کہ اس میں بوقت واحد تینوں طبقات ملک پادری امرا عوام شریک ہوئے تھے۔ یہ اس لیئے مجالس اضلاع کا مجموعہ تھی کہ اس کی شرکت کے لیئے شہری اور نایٹ بذریعۂ شیرف جو مجلس ضلع کا صدر نشین ہوتا تھا طلب ہوئے تھے اور یہ لوگ اضلاع اور شہروں کے نمائندوں کی حیثیت سے اپنی مختلف مجلسوں سے جن میں ان کا انتخاب ہوا تھا پورے اختیارات حاصل کر کے آئے تھے۔

جو تغیرات کہ اسکے بعد ترکیب پارلیمنٹ میں واقع ہوئے۔

ہرچند کہ ۱۲۹۵ء کی پارلیمنٹ اسکے بعد آنے والی پارلیمنٹوں کے لیئے نمونہ قرار دی گئی تھی لیکن چالیس سال گزرنے کے بعد پارلیمنٹ نے اپنی اس آخری شکل وہیئت کو اختیار کیا۔ بعض اہل الرائے کا خیال ہے کہ اس عہد کی پارلیمنٹوں میں ابتدأ صرف ان شہروں کے نمائندے طلب ہوتے تھے جو قدیم علاقہ جات شاہی میں واقع تھے اور اضلاع کے نایٹ بادشاہ کے معطی لہم کی نیابت کرتے تھے۔ اگر یہ خیال صحیح ہو تو اس بات کو تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ مجلس قومی سے عطیہ ارضی کے عنصر کا اخراج نہیں ہونے پایا تھا اور نمونے کی پارلیمنٹ کوئی دوسری مجلس نہ تھی بلکہ قدیم مجلس عام تھی جس کو لبشمول اصول نیابت وسعت دی گئی تھی۔ اگرچہ پہلے چند سال کے لیئے

اصول عطیہ ارضی کے ترک کا مسئلہ مشتبہہ اور دشوار تھا لیکن بعد میں پارلیمنٹ سے اس کا ترک کرنا قرار پاہی گیا۔ ممالک یورپ کے اکثر مجلسوں کے خاکے ایڈورڈ کے ذہن نشین تھے اس لیئے اس کا خیال تھا کہ مجلس طبقات بنائی جائے۔ اس قسم کی مجلس کی ڈاکٹر اسٹبز اس طرح تعریف کرتے ہیں کہ "وہ ایسے مختلف مراتب اور شان کے لوگوں کا مجمع ہے جن میں کا ہر ایک گروہ اقتدار سیاسی حاصل کرنے کے لیئے آپ کو منظم بناتا ہے" یہی سبب تھا کہ ۱۲۹۵ء میں طبقات ملک کی ایک مجلس منعقد نہیں ہوئی بلکہ ہر ایک طبقے نے علیحدہ علیحدہ اجلاس کیا اور ہر ایک گروہ نے مختلف مقدار میں (بادشاہ کو) روپیہ دینا منظور کیا۔ لیکن اتفاق سے تعصب اور کشیدگی کے باعث بعض ایسے اسباب پیش آئے جن سے بالآخر پارلیمنٹ کی (تین کے بجائے) دو مجلسیں قرار پاگئیں ؎

(۱) پادریوں کا پارلیمنٹ سے علیحدہ ہونا

پادریوں کے طبقۂ ادنیٰ کو ملک کی مجلس عام سے علیحدہ ہونے میں اصرار رہا ہے۔ ان کے کثرت سے مخصوص حقوق تھے اور عدالتی کارائیوں سے مستثنیٰ ہونے کے سبب سے یہ اپنے کو کل قوم سے ہمیشہ ایک علیحدہ فرقہ سمجھتے رہے اور اسی سبب سے جبکہ اضلاع اور شہروں سے علیحدہ علیحدہ روپیہ طلب کیئے جانے کی نسبت مراسلت ہو رہی تھی ان کے ہر ایک اسقفی ضلع کی مجلس سے منفرداً اس کی تحریک کی گئی تھی۔ نمونے کی پارلیمنٹ کے منعقد ہونے کے بارہ سال پہلے سے پادریوں کی صدر مجلس انتظامی میں ان کی مکمل نیابت ہو رہی تھی اور اس لیئے جب ان کو ایک مجلس قومی کی شرکت کے لیئے طلب کیا گیا تو انھیں اپنے حقوق اور وقار کلیسائی کے زایل ہونے کے خیال نے باز رکھا۔ اس کے سوائے انھیں اس امر کا اندیشہ ضرور تھا کہ بسلسلۂ شرکت کے باعث وہ بُری طرح اجرائے محصولات کی زد میں آجائیں گے ۱۳۲۲ء میں ان کا شمار ان لوگوں میں نہیں تھا جن کی رضامندی کا وضع قوانین کے لیئے حاصل کرنا لازم تھا۔ جس رقم کو محصول کی شکل میں

حکومت کو ادا کرکے وہ معاملات قوم میں مدد کرتے اس کا تخمینہ وہ خود کرتے
تھے - لیکن سنہ ۱۳۱۴ء اور سنہ ۱۳۴۰ء کے درمیان ملک کے دو صدر اسقفوں
کو بادشاہ کی جانب سے ہر ایک پارلیمنٹ کے انعقاد کے وقت خطوط
روانہ کیئے جاتے تھے کہ وہ پادریوں کے نائبوں کو شرکت حضوری پارلیمنٹ
کے لیئے مجبور کریں - اس پر بھی ان خطوط کا کچھ اثر نہ ہوتا تھا اس لیئے کہ
پادریوں کا طبقہ اپنی صدر مجلس انتظامی میں اپنے طور پر برابر اور معقول مقدار
میں بادشاہ کے لیئے رقم اُسی طرح منظور کر کے روانہ کرتا تھا جس طرح طبقہ
عوام پارلیمنٹ کے ذریعے سے اس مقدار کو طے کرتا تھا بناءً علیہ تاج نے
بھی ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیا ٭

پادریوں کا علیحدہ طور پر رقم منظور کرنا سنہ ۱۶۶۴ء تک جاری رہا لیکن
اسی سال صدر اسقف شیلڈن اور ناظم محکمہ انصفت کلیرنڈن
(Lord chancellor clarendon) کے درمیان معاہدہ زبانی کی
بنا پر یہ طریقہ ترک کر دیا گیا - اس وقت سے پادریوں پر بھی مثل عوام کے
پارلیمنٹ میں محصول عائد کیا جانے لگا اور اضلاع کے نائبوں کے انتخاب
میں ان لوگوں نے اپنے اراضی کلیسائی کے حق کی بنا پر رائے دینی شروع
کر دی - ہر چند کنیسہ اسقف اور اسقفی اضلاع کے پادریوں کے انتخاب نائبین کے
متعلق ابھی تک فقرہ انتباہ اساقفہ کے طلب ناموں کے ساتھ منسلک ہوتا ہے
لیکن مقدمۂ ہارن ٹک (Horn tooke's case) کے فیصلہ مصدرہ
سنہ ۱۸۰۱ء کی رو سے دانگلستان کے مذہب معینہ کے پادری رکنیت پارلیمنٹ
سے خارج کر دیئے گئے ہیں ٭

(۴۲) اعلیٰ درجے کے معطی الیہم سے ادنیٰ درجے کے معطی الیہم کا علیحدہ ہونا -

جس زمانے میں کہ پادریوں کے فرقے نے آپ کو مجلس قومی سے
علیحدہ کر لیا تھا امراء، نائٹ اور شہریوں کے مدارج اور تعلقات میں یکسوئی ٹھہری
تھی - اعلیٰ درجے اور ادنیٰ درجے کے امراء میں ہمیشہ سے بہت بڑا فرق رہا ہے -
مالی، عدالتی اور فوجی معاملات میں پہلے فرقے کا تعلق راست صدر حکومت
(بادشاہ) سے تھا اور دوسرے گروہ پر شیرف کی نگرانی تھی پہلا گروہ تو اپنے

منفرد طلب ناموں کی تعمیل کرتا لیکن دوسرا فرقہ طلب نامہ عام کی جو ادنیٰ درجے کے معطی لہم کے نام جاری ہوتا تھا یہ تاویل کرتا تھا کہ اس کو مجلس عام کے جلسوں میں شریک ہونے کی ضرورت نہیں بلکہ اُسے بادشاہ سے اجازت ہے کہ اس کے افراد آرام سے اپنے گھروں میں بیٹھے رہیں۔ ابتداً پارلیمنٹ میں صرف اضلاع کے نایٹ حاضر ہوتے تھے اس لیئے لوگوں کا گمان تھا کہ دوسروں سے علیحدہ اُن کا ایک چوتھا طبقہ بنے گا لیکن اصل میں یہ لوگ اپنے اپنے مجلس ضلع کے زمینداروں اور اعلیٰ درجے کے معطی لہم کی جن کے نام منفرد طلب نامے نہیں وصول ہوتے تھے پارلیمنٹ میں نیابت کرتے تھے

(۳۳) نایٹ اور شہریوں کا متفق ہونا

نایٹ اور شہریوں کا پارلیمنٹ کی ایک مجلس (بیت العوام) میں متحد و متفق ہونے کا اصلی سبب شاید یہ ہے کہ یہ لوگ قوم کے اُن فرقوں کے نمایندے تھے بالخصوص جن پر اجرائے محصولات کا بار ڈالا جاتا تھا۔ شہریوں کی دولت پر جلد جلد محصول لگایا جاتا تھا اور چونکہ زمینداروں کے ذرائع آمدنی بہت محدود تھے اس لیئے ان دونوں فرقوں کو اپنی حفاظت کی زیادہ ضرورت تھی اور اسی لیئے ان کے اغراض میں یک جہتی تھی۔ مقامی ضرورتوں کے لحاظ سے یعنے ضلع کی مجلس میں یہ دونوں گروہ اکثر متحدہ اغراض کی بنا پر شریک ہوتے تھے نایٹ اور شہریوں نے اس کے بہت پہلے سے مجالس قومی میں متفق ہوکر کام کیا تھا۔ یہی مجلس ان کا انتخاب کرکے انھیں پارلیمنٹ میں روانہ کرتی تھی۔ (فرزند اکبر کے سواے) نایٹ کے دوسرے لڑکے پیشۂ تجارت اختیار کرتے اور شہریوں کے خاندانوں سے شادی کرلیتے تھے اور اڈورڈ اول کے زمانے سے تو قاعدہ ہوگیا تھا کہ احرار اور تجار میں اگر کوئی شخص زمین خریدتا جس کی سالانہ آمدنی بیس پونڈ (سکیہ) سے کم نہ ہوتی تو وہ نایٹ کی زمین سے جو حقوق و فرائض متعلق تھے اُن کی بجاآوری کے لیئے مجبور کیا جاتا تھا۔ اس طرح نایٹ لوگوں اور شہریوں میں جو فرق سابق میں تھا وہ خود بخود کم ہوگیا اور ہرچند نظام جاگیری نے اصولاً تاجر اور نایٹ کی طرز معاشرت میں بہت بڑا اختلاف پیدا کردیا تھا

(۴) پارلیمنٹ کا دو مجلسوں میں منقسم ہونا

لیکن یہ دونوں فرقے بالآخر بیت العوام میں آکر ایک ہو گئے۔
اسبات کا بتلانا کہ کس سال اور کس تاریخ امرا دارالامرا، دارالعوام سے علیحدہ ہوئے نہایت دشوار ہے۔ اس بات کی بھی تحقیق نہیں ہو سکتی کہ ان دونوں طبقوں نے کبھی ایک دوسرے کے ساتھ ایک ہی مقام میں اجلاس کیا کہ نہیں۔ اس واقعے کی بنا پر کہ ۱۲۹۷ء میں امرا، پادری، نایٹ اور شہریوں نے مختلف مناسبت سے بادشاہ کے لیئے رقوم منظور کیئے تھے خیال ہوتا ہے کہ پارلیمنٹ کے چار جدا جدا اجلاس ہوئے ہونگے۔ سرکاری تحریر کی رو سے ثابت ہے کہ بیت العوام نے سب سے پہلے ۱۳۳۲ء میں بیت الامرا سے علیحدہ اپنا جلسہ منعقد کیا تھا ۱۳۴۱ء میں ارکان عوام اور امرا نے علیحدہ کمروں میں اجلاس کیا اور ۱۳۵۲ء سے خانقاہ ویسٹ منسٹر کا وہ کمرہ جس میں عملہ اسقف کی مجلس منعقد ہوتی تھی ارکان عوام کے اجلاس کے لیئے مخصوص سمجھا جانے لگا اور ارکان امرا نے بیت ابیض (White chamber) یا پارلیمنٹ کے کمرے میں اجلاس شروع کر دیا۔

باب ہشتم

دار الامرا

قومی پارلیمنٹ کے بنتے ہی مجلس عام نے آپ کو دار الامرا میں نہیں منتقل کیا بلکہ پہلی مجلس سے یہ دوسری مجلس بنی ہے، لیکن ابتداً ان دونوں کے خصوصیات اور اختیارات میں فرق تھا مملکت کی مجلس عام کا اس "دوسرے ایوان" میں منتقل ہونا سیکڑوں برس کی جان فشانیوں اور امراو عوام کی متعدد و نامتناہی معرکہ آرائیوں کا نتیجہ ہے؛

ہنری سوم کی نابالغی اور اس کے اخیر زمانے کے دستورات مکتوبی کی بدولت جو بطور آزمائش وضع کیے گئے تھے اس مجلس جاگیری کی شان اور تشخص میں اور بھی اضافہ ہو گیا تھا اس نے پہلے کی بہ نسبت زیادہ صولت وسطوت سے حکومت کرنی شروع کر دی تھی۔ ایڈورڈ اول کے زمانے تک جبکہ اس نے امرائے عظام اور پادریوں کو مجلس قومی میں شریک ہونے کے لیے طلب کرنا شروع کیا تو ان لوگوں نے اس کے بہت پہلے سے اپنی علحدہ مجلسوں میں ایک جماعت کی حیثیت سے متفق ہو کر کام کرنے سے واقفیت حاصل کر لی تھی۔ اور ادنی درجے کے پادریوں کو ان کے مراعات وحقوق کے تلف ہونے کے اندیشے نے اس کی شرکت سے باز رکھا۔ لیکن امرائے عظام اس میں شریک ہونے سے اس طرح انکار نہیں کر سکتے تھے اس لیے انھوں نے عوام کو اجرائے محصولات، وضع قوانین اور فی الحقیقت اپنے مباحثوں میں شریک ہونے کا موقع دیا۔ ارکان امرا اور عوام کے تعلقات

کی بتدریج یکسوئی ہوئی اور بالآخر مجلس عوام کا پلہ اجرائے محصولات اور دوسرے امور سلطنت میں بھاری ہوگیا۔ لیکن یہ تغیر صدیوں کا نتیجہ ہے اور ارکان عوام نے اس جنگ میں بتدریج دشمن کو پیچھے ہٹا ہٹا کر اپنے کو مجلس عام کی دیوار قلعہ تک پہنچایا اور اسکے لیئے ان کو قدم بقدم لڑنا پڑا ہے؛ مگر مجلس عام کے بعض اختیارات حاصل کرنے میں بیت الامرا کو کسی قسم کا مقابلہ کرنا نہیں پڑا چنانچہ خاندان لینکسٹر کے دور تک پارلیمنٹ کے منعقد ہونے کے قبل مجلس عام یا مجلس اعیان کے اجلاس کا مقدمتہ الجیش کے طور پر ہونا لازم تھا اور بیت العوام کا جلسہ صرف اسی صورت میں منعقد ہوتا تھا جب منظوری رقوم کی ضرورت پیش آتی تھی۔ قیاساً اب بھی بیت الامرا سلطنت کی سب سے بڑی مجلس متصور ہوتا ہے اور اس حیثیت سے قریب کے زمانے تک یعنے سترھویں صدی میں بھی اس کا اجلاس ہوتا رہا ہے سب سے اخیر یہ مجلس اس وقت منعقد ہوئی تھی جب جیمس نے امرا کو ولیم آف اورینج کے تدابیر دفع کی نسبت مشورہ لینے کو طلب کیا تھا۔ علاوہ بریں وہ اس زمانے میں بھی اُن اختیارات عدالت کا جو اس نے مجلس عام سے ارثاً پائے ہیں بلا شرکت غیرے اجارہ دار بنا ہوا ہے؛

شرائط رکنیت

جس زمانے میں کہ امرا اور ارکان عوام کے درمیان بتدریج اختیارات کی تقسیم ہو رہی تھی (دستور حکومت میں) ایک تغیر واقع ہوا یعنے جاگیری (طرز کے) شرائط اہلیت کا تدریجی استیصال اور اصول توریث کی کامیابی اور قیام کی بدولت مجلس عام بیت الامرا میں منتقل ہوگئی۔ ابتدا میں مجلس عام کی رکنیت بادشاہ کے معطی لھم تک محدود تھی۔ منشور اعظم کے بعد سے عطیہ ارضی نہیں بلکہ شقہ شاہی کا وصول ہونا اس مجلس کی رکنیت کے لیئے شرط اہلیت قرار پاگیا۔ لیکن زمانۂ زیر تحریر تک مجلس عام کی ترکیب

رکنیت مجلس عام عطیہ ارضی و طلبنامہ

اکثر ان خیالات اور شرائط پر بنی تھی جن کا زیادہ تر عطیۂ ارضی سے تعلق تھا اور طلب نامے کی وجہ سے اس میں کوئی نیا تغیر پیدا نہیں ہوا تھا۔ اجرائے طلب نامجات کا طریقہ قدیم زمانے یعنی بیکٹ کے وقت سے چلا آرہا تھا چنانچہ صدر اسقف مذکور کو جبکہ ۱۱۶۴ء میں مجلسِ نار تھمپٹن کی شرکت کے لیئے منقۂ شاہی کے بجائے شیرف کے ذریعے سے طلب کیا گیا تو سخت رنج پہنچا تھا۔ رونڈ صاحب کی رائے ہے کہ مجلس عام کے ارکان کو طلب کرنے کے طریقے (یعنے طلب نامجات منفردہ) پر اس لیئے منشور اعظم میں زور دیا گیا ہے کہ شاہ جان کا منشا تھا کہ اس مجلس میں امرائے معاند شریک نہونے پائیں اور وہ صرف اپنے وابستہ امرا کو بآسانی طلب کر سکے۔ اس طرح بادشاہ کی خواہش تھی کہ ترکیب مجلس کو اپنے قابو میں لاکر اس کی جاگیری حیثیت کو مستاصل کردے۔ بادشاہ کے اس عمل پر گیارھویں اور بارھویں صدی میں تو اعتراض نہیں ہوا لیکن تیرھویں صدی کے آغاز میں اس مجلس شاہی کی حاضری کو امرا نے ایک قسم کا بوجھ نہیں بلکہ اپنا حق سمجھنا شروع کردیا۔ جان کی بدنظمی اور اس کی حقوق و اعزاز جاگیری سے نفرت اور خصوصاً اس سبب سے کہ جو لوگ مجلس مذکور میں موجود ہوتے اُن کو تجاویز ارکان حاضر کی پابندی کرنی ہوتی تھی امرا اپنے حق حضوری (مجلس) کو اُس زمانے میں نہایت بیش بہا اور ضروری خیال کرتے تھے۔ جب اس حق کی نسبت بحث ہوکر یہ طے پا گیا کہ طلب نامہ پہنچنے کے بغیر امرا مجلس عام میں شریک نہیں ہو سکتے تو انھوں نے اپنے طلب کیئے جانے پر اصرار کیا۔ اس کے بعد کے عہد شاہی میں بھی امرا کی اس کوشش کا پتہ ملتا ہے اور متعدد مرتبہ مجلس عام نے منعقد ہونے کے بعد زیادہ کام کرنے سے اس بنا پر انکار کیا ہے کہ وہ کل ارکان جن کو طلب کیئے جانیکا حق حاصل ہے مدعو نہیں ہوئے ہیں۔

رکنیت دار الامرا

۱۲۶۵ء کی پارلیمنٹ میں صرف پانچ ارل اور اٹھارہ بیرن طلب ہوئے تھے۔ ارل سیمن نے عمداً اپنے امرائے معاندین کو اس میں

(۱) عطیہ ارضی کے بجاے طلب نامہ کا شرط اہلیت قرار پانا۔

آنے سے روکا تھا۔ ایڈورڈ اول نے اپنی پارلیمنٹ میں بعض ایسے لوگوں کو بلایا تھا جن کے زمینوں پر جاگیرات امرا کا اطلاق نہیں ہوتا تھا اس طرح اس کے عہد میں بیت الامرا کی رکنیت میں وہ تغیر جو عطیہ ارضی کے بجائے شقہ شاہی کے سبب سے پیدا ہوگیا تھا تکمیل کو پہنچا۔ اس پر بھی لوگوں کے دماغوں میں یہ خیال جاری رہا کہ جس طرح سرکاری ملازمت کے تجربے سے آدمی مجلس عقلا کی رکنیت کا اہل ہوسکتا ہے اُسی طرح مجلس عام کی رکنیت کے لیئے عطیۂ ارضی کی شرط لازم ہے۔ بریٹن (Britton) جو ایڈورڈ اول کے عہد کا ایک مشہور قانون داں تھا لکھتا ہے کہ بڑے بڑے جاگیرات (Baronies) اس لیئے عطا کیئے گئے ہیں کہ امراے معطی لہم پر پارلیمنٹ کی حاضری (و شرکت) واجب ہو جائے۔ اس کے سوائے اس خیال کا کہ طلب نامہ اور عطیۂ ارضی ایک ہی قسم کے حقوق تھے ایک رسم کی بنا پر ثبوت ملتا ہے، اگر کسی جایداد کی مالک عورت ہوتی تو اس کے شوہر کے نام خواہ وہ عوام سے ہی کیوں نہو ایک منفرد و مخصوص طلب نامہ روانہ ہوتا تھا اس لیئے کہ شوہر ہی اپنی زوجہ کے بدلے امیر معطی کی مجلس (عدالت) میں حاضر ہوتا اور اُن فرائض کو جو زوجہ کی زمین عطیہ سے متعلق ہوتے بجالاتا تھا۔ سر جان اولڈ کاسل (Sir John old Castle) اپنی زوجہ کے حق کی بنا پر لارڈ کابھم (Lord Cobham) کے نام سے دارالامرا میں بیٹھا کرتا تھا اسی طرح رچرڈ نیول اور اس کا فرزند جو "بادشاہ گر" کے لقب سے مشہور تھا میراث کی بدولت نہیں بلکہ زوجہ کے سبب سے (باپ) ارل آف سالزبری (اور بیٹا) ارل آف وارک (Earl of Salis bury & Earl of Warwick) بنگئے تھے۔

بعض وقت ان لوگوں نے بھی دارالامرا کی رکنیت کا دعوی کیا ہے جن کو امرا کے علاقے ارثاً نہیں بلکہ ہبہ اور بیع کے ذریعے سے ملے تھے اور ابتدا میں ان علاقوں کے اصلی امرا بذریعۂ شقہ جات منفردہ طلب ہوئے تھے۔ قبضۂ زمین اور طلب نامۂ منفردہ پانے کا حق اس قدر

ایک دوسرے کے لازم وملزوم سمجھے جاتے تھے کہ عود شاہی کے زمانے میں عطیات جاگیری کے منسوخ ہوجانے پر بھی یہ خیال لوگوں کے دماغوں سے سے نہیں مٹا تھا۔ دارالامرا کے فیصلے سے جو ۱۸۶۱ء میں امارت برسکلے (The Burkley peerage case) کی نسبت صادر ہوا ہے اب اس بات کا قطعی تصفیہ ہوگیا ہے کہ کوئی شخص عطیہ ارضی کی بنا پر پارلیمنٹ کا امیر یعنے دارالامرا کا رکن نہیں ہوسکتا؛

عطیہ ارضی کے بجائے طلب نامے کا شرط اہلیت قرار پانا تاج کے حق میں نہایت مفید ثابت ہوا۔ بادشاہ کا دعوی تھا کہ وہ جن اعیان سلطنت کو طلب کرنا مناسب سمجھے اس مجلس میں مدعو کریگا لیکن قبل اس کے کہ پارلیمنٹ اس کو تسلیم کرتی قوم میں بادشاہ کے مخالف ایک دوسرا خیال پیدا ہوگیا اور یہ امرا کے لیئے نفع رساں تھا۔ بادشاہ کو اختیار تھا کہ جس کو چاہے مخصوص طلب ناموں کے ذریعے سے طلب کرے لیکن جب ایک مرتبہ شقہ جاری ہوجاتا تو مرسل الیہ کو دارالامرا میں طلب ہونے کا موروثی حق پیدا ہوتا چنانچہ ۱۶۷۴ء میں فرلش ول کے مقدمے کے ذریعے سے اس حق کی تصدیق ومنظوری ہوچکی ہے۔ ڈاکٹر اسٹبز کی رائے میں ۱۲۹۵ء سے وہ زمانہ شروع ہوتا ہے جب سے کہ امرا "پابندی کے ساتھ بذریعۂ شقہ جات منفرد طلب ہونے لگے اور اسی پابندی کے سبب سے امارت موروثی ہوگئی" لیکن ہمارے خیال میں اس طرح ایک صحیح وقت کا تعین کرنا زحمت اور شبہہ سے خالی نہیں ہے ۱۳۸۲ء کے ایک قانون سے ظاہر ہوتا ہے کہ جس شخص کو طلب نامہ منفرد اگر پہنچتا تھا اُس کے ورثہ کو طلب ہونے کا حق پیدا ہوجاتا تھا بشرطیکہ طلب نامۂ اول کی تعمیل میں مورث اعلی نے پارلیمنٹ میں شرکت کی ہو۔ لیکن ہم اس کو قانون نہیں بلکہ اُس وقت کا رواج خیال کرتے ہیں۔ یہ کسی بادشاہ کا زہرہ نہ تھا کہ طبقۂ اعلی کے مشہور و ذی اثر امرا میں سے کسی کو مجلس شاہی میں طلب کرنے سے باز رہے لیکن

ابتدائی پارلیمنٹوں میں امرا کی تعداد مختلف ہوتی تھی اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بادشاہ اپنے اختیار تمیزی کو نہایت حزم واحتیاط سے عمل میں لاتا تھا۔

(۲) اسناد شاہی

ایک دوسرا طریقہ جس کے ذریعے سے کسی شخص کو امارت پارلیمنٹ کا حق حاصل ہوتا ہے سند شاہی ہے۔ یہ ایک کھلی دستاویز ہے جس پر سلطنت کی بڑی مہر ثبت ہوکر بادشاہ کی جانب سے اس شخص کے نام جاری ہوتی ہے جس کو بیت الامرا کی شرکت کے لیئے طلب کرنا مقصود ہوتا ہے۔ ہماری رائے میں اسناد شاہی کے ذریعے سے امارت پارلیمنٹ کا عطا کیا جانا اس لیئے اختیار کیا گیا کہ اُس زمانے میں امرا کی خواہش تھی کہ امارت بذریعۂ فرزند اکبر ان کی نسلوں میں موروثی ہوجائے۔ سب سے پہلے جان ڈی بیوکیمپ جو علاقہ کڈرمنسٹر کا بیرن تھا

(Jhon de Beauchamp Baron of Kidderminster)

سند شاہی کے ذریعے سے ۱۳۸۷ء میں اپنی جاگیر وعلاقے کے سبب سے نہیں بلکہ اپنی شان ومرتبے کی بدولت پارلیمنٹ کا امیر بنایا گیا۔ ٹیوڈر سلاطین کے دور تک تو امارت پارلیمنٹ کے لیئے طریقۂ جدید مخصوص ہوگیا تھا اور پرانا طریقہ یعنے طلب نامہ مخصوصہ طاق نسیاں کے حوالے کردیا گیا تھا مگر ناجائز اور منسوخ نہیں ہوا تھا۔ اس کے ساتھ ہی طلب نامے کا جاری ہونا اور اس کی تعمیل میں مرسل الیہ کا پارلیمنٹ میں شریک ہونا لازم تھا۔ صرف سند شاہی کی بنا پر مرسل الیہ رکنیت پارلیمنٹ کا مستحق نہیں ہوتا تھا۔ دارالامرا کے موروثی ارکان کی شرط اہلیت دوہری ہے، اسناد اور طلب ناموجات مخصوص اور اس بنا پر وہ اس مجلس پارلیمنٹ میں شریک ہوتے ہیں۔

(۳) امرائے نیابتی

جب سے کہ اسکاٹ لینڈ اور آئرلینڈ کی پارلیمنٹیں انگریزی پارلیمنٹ سے متحد ہوئی ہیں اس مجلس موروثی میں ایک نیابتی عنصر بھی داخل ہوا ہے۔ اعلان شاہی کے ذریعے سے جو ایڈنبرگ میں بمقام مارکیٹ کراس اور اسکاٹ لینڈ کے اضلاع میں پڑھ کر سنایا جاتا ہے، اعیان اسکاٹ لینڈ قصر ہولی روڈ میں طلب ہوتے ہیں اور وہاں یہ لوگ اپنی جماعت سے

سولہ آدمیوں کو منتخب کر کے پارلیمنٹ میں اپنی نیابت کے لیئے روانہ کرتے ہیں۔ اعیان آئرلینڈ اٹھائیس نائبوں کا انتخاب کرتے ہیں اور انتخاب کا طریقہ اس طرح ہے کہ انتخاب کرنے والوں کو درخواست کرنے پر رائے دینے کی چٹھیاں ملتی ہیں اور مخصوص عہدہ داروں کے روبرو ان کی خانہ پری ہوتی ہے۔ آئرلینڈ کے منتخب امرا پارلیمنٹ کے ارکان تاحین حیات رہتے ہیں مگر اسکاٹ لینڈ کے امرا صرف ایک پارلیمنٹ کے لیئے منتخب کیئے جاتے ہیں۔ قانون اتحاد اسکاٹ لینڈ میں اسکاٹ لینڈ کے امرائے موجودہ کی تعداد کو قایم رکھنے یا بڑھانے کی نسبت کوئی قاعدہ موجود نہیں ہے۔ آئرلینڈ کی نسبت یہ طے ہو گیا ہے کہ ہر تین امرا کے فوت ہونے پر ایک نیا امیر بنایا جائے اور ہر تین امرا کے عوض ایک نیا امیر اس وقت تک بنتا رہے جبکہ اس ملک کے امرا کی تعداد گھٹتے گھٹتے ایک سو سے کم رہے اس کے بعد ہر ایک امیر کے فوت ہو جانے پر ایک نیا امیر مقرر ہو گا

(۴) امرائے دینی

عہد اصلاح کے پہلے پارلیمنٹ کی مجلس اعلیٰ میں امرائے دینی کے عنصر کو دوسرے کل ارکان پر فوقیت حاصل تھی۔ ایسے روسائے رہبان و روسائے کنیسہ مجلس عام میں طلب کیئے جاتے تھے جن کو علاقہ جات بیرن بادشاہ سے عطا ہوئے ہوں۔ یہ دلیل بالکل سطحی معلوم ہوتی ہے کہ اساقفہ اپنے عہدۂ کلیسائی کی وجہ سے طلب کیئے جاتے تھے اس لیئے کہ ان کو بھی بیرن کے علاقے ملے تھے اسی وجہ سے انھیں بادشاہ کے حق نمک کے متعلق رسم وابستگی ادا کرنی پڑتی اور اُس کی خدمت بجالانی ہوتی تھی۔ علاوہ بریں آئین کلارنڈن میں بتلا دیا گیا تھا کہ مقبوضات اساقفہ کی حیثیت بیرن کے علاقوں کی سی ہے اور ۱۳۸۸ء کی بیرحم پارلیمنٹ میں کنٹربری کے صدر اسقف نے اُن کل امرائے کنیسہ کے لیئے جن کو بادشاہ سے بیرن کی جاگیریں عطا ہوی تھیں بادشاہ کی کل پارلیمنٹوں میں بحیثیت اعیان سلطنت حاضر رہنے کے حق کا ادعا کیا تھا ٭

امرائے دینی کا حقوق و مراعات امارت حاصل نہ ہونیکا سبب

جب تک دار لامرا میں امرائے دینی کی کثرت رہی عنصر موروثی کے لیئے ممکن نہ تھا کہ اختیارات اعلیٰ کا ادعا کرے یا آپ کو مراعات وحقوق امارت کا مدعی بنائے۔ لیکن ابتدا سے امرائے دینی اور امرائے دنیوی کی شان میں اختلاف چلا آرہا ہے۔ پہلے گروہ کی زمینیں تاحین حیات نہیں ہوتی تھیں اس لیئے کہ جب کوئی صدر اسقف یا اسقف فوت ہوتا تو اس کی زمین اس کے جانشین کے علاقہ ماتحت میں شامل ہو جاتی اور یہ سچ ہے کہ وہ اپنے ورثہ کو اپنی اراضی نہیں دے سکتے تھے لیکن قابضین جائداد کا سلسلہ بھی منقطع نہیں ہوتا تھا۔ اسی طرح بغاوت خلاف بادشاہ یا کسی اور سنگین جرم کی پاداش میں ان لوگوں کی اراضی انعام ضبط نہیں ہوتی تھیں اور اس لیئے ان جرایم کے اثرات سے ان کے ورثہ محفوظ رہتے تھے۔ اس کے برعکس اس گروہ کو شرکت پارلیمنٹ کی نسبت کسی قسم کا حق موروثی حاصل نہ تھا۔ قانون مذہبی کی رو سے اُن کو پارلیمنٹ کے اُن جلسوں میں شریک ہونا منع تھا جن میں مجرم کو قصاص یا کسی عضو کے قطع کیئے جانے کی سزا سنائی جاتی تھی۔ علاوہ بریں اس گروہ نے اپنے حقوقِ امارتِ پارلیمنٹ پر حقوق مراعات کلیسائی کو ترجیح دی۔ چونکہ دار الامرا ابھی مثل اور عدالتوں کے پادریوں کی تحقیقات کرنے کا مجاز نہ تھا۔ اس لیئے امرائے دینی نے ہم رتبہ اشخاص کے ذریعے سے تحقیقات کیئے جانے کا کبھی ادعا نہیں کیا۔ بنا ٔعلیہ جب عدالت میر خانساماں کی بنا پڑی یہ اس میں شریک نہ ہو سکے اور ان کے سوائے دوسرے کل ارکان دار الامرا جو حقیقی معنوں میں اعیان سلطنت سمجھے جاتے تھے اس میں جوری اور جج کی حیثیت سے شریک ہوتے تھے ؎

اس اختلاف شان کا جو نتیجہ ہونے والا تھا وہ پہلے سے آشکارا تھا۔ عہد اصلاح کے شروع ہوتے ہی امرائے دینی کی کثرت میں کمی ہونے لگی اور ان کے رتبے میں زوال آگیا۔ امرائے دنیوی نے شان اور حقوق امارت کو نہایت تمکنت سے اپنے لیئے مخصوص کر لیا اور

اساقفہ کو مجبوراً اُن سے گھٹا ہوا درجہ گوارا کرنا پڑا۔ اس کے پہلے سے ہنری ہفتم کے عہد میں ان کی شرکتِ پارلیمنٹ کے حق کا اظہار ہو چکا تھا کہ "اساقفہ اپنے حق امارت کی بنا پر نہیں بلکہ جاگیراتِ بیرن کے قابضین کی حیثیت سے پارلیمنٹ کے جلسوں میں طلب کیئے جاتے ہیں"۔ امرائے دنیوی یعنے طبقہ بیرن کو تو شرکت پارلیمنٹ کی نسبت حق موروثی حاصل ہوا مگر پادری امرا کے لیئے وہی شرط رکنیت باقی رہی جس کے سبب سے لوگ قدیم مجلس عام میں شریک ہوتے تھے۔ ہنری ہشتم کے عہد میں حکومت کا ارادہ ہو گیا تھا کہ امرائے دینی کی شرکت کے بغیر پارلیمنٹ منعقد ہوا کرے۔ سنہ ۱۶۹۲ء میں دارالامرا نے ایک تحریک منظور کی جس کے ذریعے سے اساقفہ کے حقوق امارت سے قطعاً انکار کیا گیا تھا۔ حکومت جمہوری کے زمانے میں اساقفہ پارلیمنٹ سے خارج کر دیئے گئے تھے۔ مگر سنہ ۱۶۶۱ء میں دارالامرا کی ایک کمیٹی نے جو ان کے مسئلہ امارت پر غور مکرر کرنے کے لیئے منعقد ہوئی تھی پھر ان لوگوں پر دارالشوریٰ کا در کھولدیا۔ برایں ہمہ اس کمیٹی میں بھی ان کی امارت کا مسئلہ تشنہ رہا۔ سنہ ۱۶۷۹ء میں ارکان امرا نے اساقفہ کو مواخذہ ڈینبی (Danby) میں بحیثیت قضاۃ شریک ہونے سے روکا ہے اور اس کا سبب یہ بتلایا گیا کہ گو یہ لوگ امرائے پارلیمنٹ ہیں لیکن ان کی امارت موروثی ہے اور نہ ان میں اعیان سلطنت کا خون ہے اور سنہ ۱۶۹۲ء میں ایک تحریک منظور ہو کر ان کی شان امارت سے انکار کیا گیا ہو۔

پارلیمنٹ کے امرائے دینی کی تعداد

پارلیمنٹ کے امرائے دینی کی تعداد چھبیس ارکان پر مشتمل ہے۔ سنہ ۱۸۱۷ء میں اسقفی ملنچیسٹر کے قیام کے لیئے ایک قانون جاری کیا گیا ہے اس کی رو سے اس تعداد معینہ میں اضافہ کرنے کی ممانعت کر دی گئی ہے۔ دو صدر اسقف اور لندن، ونچسٹر اور ڈرہم کے اساقفہ شقہ جات کے ذریعے سے طلب کیئے جانے کے مستحق سمجھے جاتے ہیں اور دارالامرا میں اساقفہ کے بنچ کے سرے پر بیٹھا کرتے ہیں لیکن باقی اکیس اساقفہ

کی ترتیب نشست بلحاظ ان کی مدت ملازمت اور پیشے کے ہوتی ہے۔ جب تک یہ اساقفہ اپنے فرائض دینی کو انجام دیتے رہتے ہیں اُس وقت تک وہ امرائے پارلیمنٹ متصور ہوتے ہیں۔ یہ لوگ پارلیمنٹ میں طلب نامہ شاہی کی بنا پر شریک ہوتے ہیں طلب نامے کی نسبت ان کو حق قدامت حاصل ہے اسلیئے کہ عود شاہی کے بعد قدیم جاگیرات بیرن اور جدید جاگیرات کا عطا ہونا منسوخ ہوگیا تھا اور انھی حقوق کی بنا پر اگلے زمانے میں اساقفہ پارلیمنٹ کے جلسوں میں شریک ہوتے تھے مگر اب یہ حقوق اور عطایا محکمۂ کمشنران کلیسا کے قبضے میں ہیں ؏

امرائے حین حیات

امراے حین حیات کی ایک صنف امراے مرافعہ ہیں لیکن بجز ان کے دوسرے کل امراے حین حیات دار الامرا کے ارکان نہیں ہیں۔ علامہ فریمین کے اعتقاد کے بموجب اسناد شاہی کے ذریعے سے اس لیئے امرائے پارلیمنٹ کا بنایا جانا اختیار کیا گیا کہ بادشاہ کے اختیار طلب اعیان میں کسی قسم کی رکاوٹ پیدا نہو اور اسکے ساتھ ہی اسی دستاویز (سند) میں جس کے ذریعے سے رتبۂ امارت عطا ہوتا تھا صراحت کردی جاتی تھی کہ یہ وقار معطی لہ کے حین حیات تک ہے۔ لیکن ڈاکٹر اسٹبز اس کی تردید کرتے ہیں ان کے خیال میں کبھی تاج کو اس بات کا گمان تک نہیں ہوا کہ رتبۂ بیرنی کسی کو اس کے حین حیات کا دیا جائے بلکہ امرائے حین حیات بنانے کے اختیار کو بادشاہ صرف اسی وقت عمل میں لاتا تھا جبکہ اسکو منظور ہوتا تھا کہ طبقۂ امرا میں سے بعض کو زیادہ عزو وقار بخشا جائے۔ اور جب اس ذریعے سے لوگوں کو رتبۂ بیرنی عطا ہوتا تو سند شاہی میں اس شرط کی پوری صراحت کردی جاتی تھی کہ معطی لہ شرکت پارلیمنٹ سے محروم رہیگا ؏

بادشاہ کے امراے حین حیات کو طلب کرنے کے اختیار کی نسبت سنہ ۱۸۵۶ء میں اعتراض ہوکر بادشاہ کے خلاف اس کا فیصلہ ہوا ہے جس سند کے ذریعے سے سر جیمس پارک حین حیات تک لارڈ وینزلیڈیل (Lord wens leydal) بنایا گیا تھا اُس میں

اس کے بیت اعلیٰ میں طلب کیئے جانے کے حق کے متعلق ایک خاص فقرہ
مندرج تھا۔ اس پر بھی ارکان امرا نے اس کو مجلس مذکور میں آنے سے
روک دیا۔ گذشتہ چار سو برس سے کوئی امیر حین حیات تک پارلیمنٹ میں
شریک نہیں ہوا تھا اور امرائے موروثی کو اس بات کا اندیشہ تھا کہ
مجلس اعلیٰ میں تاج اور کیبنٹ کے مقرر کردہ ارکان کی کثرت ہو گی اور
یہی نہیں بلکہ اسی طرح کے ایک قدیم حق شاہی کا جس کی بنا پر نیابت
نہ رکھنے والے مقامات کو پارلیمنٹی بلاد بنایا جاتا تھا اعادہ ہو گا۔ اسی مسئلے
کے دوران تحقیقات میں اس امر کا بھی تصفیہ کر دیا گیا کہ امرائے حین حیات
پارلیمنٹی امرا نہیں ہو سکتے مگر تاج کے امرائے حین حیات بنانے کے
حق کو تسلیم کیا گیا۔ چنانچہ سنہ ۱۸۷۶ء میں امرائے مرافعہ کا تقرر ہو کر اُن کو پارلیمنٹ
میں شریک کر لیا گیا لیکن چونکہ ان امرا کا رتبہ اور شرکتِ پارلیمنٹ کا
حق موروثی نہیں ہے اس لیئے ان کے ورثہ کو ان حقوق کی میراث نہیں
پہنچ سکتی۔ امرائے مرافعہ کی ملازمت عدالت ان کی شرکت پارلیمنٹ
کا باعث نہیں ہے بلکہ یہ لوگ بلا ملازمتِ عدالت اپنے حین حیات
تک دارالامرا میں شریک ہوتے اور رائے دیا کرتے ہیں ؛

ہیچ ہاٹ صاحب اس بات کو دکھلاتے ہیں کہ دارالامرا نے
امرائے حین حیات کو اپنے میں شریک نہ کرنے سے مجلس مذکور کی
اصلاح و ترقی در پردہ کا ایک موقع زرین کھو دیا امرا کی تعداد نا محدود ہے
اور بیت اعلیٰ میں غیر معمولی قابلیت کے لوگ بجز امارتِ موروثی کے
شریک نہیں ہو سکتے لیکن افسوس ہے کہ امرائے موروثی اپنی شرکت
پارلیمنٹ کے ساتھ اپنی مخصوص قابلیت اور لیاقت کو اپنی اولاد کے لیئے
میراث نہیں بنا سکتے۔ اگر اس مجلس میں امرائے حین حیات داخل کر لیئے جاتے
تو عقل و فہم و علم کا امارت موروثی میں اضافہ ہوتا اور اس مجلس کو لایق
ارکان کی مسلسل قلت کے سبب سے زوال و انحطاط کا خطرہ نہ لگا رہتا۔
لیکن ارکان امرا نے جس اعتبار سے مسئلہ امارت حین حیات کے

اخراج پر دلائل پیش کیئے ہیں ان میں سے اکثر دلیلیں ہمارے نزدیک معقول اور قابل تسلیم ہیں ؂

دارالامرا کے عدالتی اختیارات

تاج کے باقی عدالتی اختیارات

قانون غیر موضوعہ کی عدالتوں کے قائم ہونیکے بعد بھی تاج کے یہاں چند اختیارات عدالت باقی رہ گئے تھے۔ فلیٹا (Fleta) جو تیرھویں صدی کا ایک ماہر قانون ہے لکھتا ہے کہ "بادشاہ کی کونسل اور پارلیمنٹ میں ہی بادشاہ کی عدالت منعقد ہوتی ہے۔ اس عدالت میں رؤسائے کنیسہ، نواب، امرا، شرفا اور دوسرے اہل علم و فضل جمع ہو کر مشتبہ مسائل قانونی کا تصفیہ کرتے ہیں اور جن جرائم اور خلاف ورزیوں کے لیئے دوسری عدالتوں میں تدارک نہیں ہو سکتا اُن کے لیئے چارۂ کار قانونی مہیا کرتے ہیں۔ جو شخص جس انصاف کا مستحق ہوتا ہے وہ اس کو یہاں پاتا ہے"۔ "بادشاہ کی عدالت اور اُس کی کونسل اور پارلیمنٹ" سے صاف ظاہر ہے کہ مصنف مذکور کی مراد مجلس عام سے ہے جبکہ وہ بحیثیت عدالت منعقد ہوتی تھی اس لیئے کہ ابتدا میں ہر ایک مجلس قومی کا مرکز بادشاہ کی کونسل تھی۔ اُس کے بغیر نہ تو پارلیمنٹ اور نہ کسی عدالت کا جس میں بادشاہ کی صدارت لازم تھی منعقد ہونا ممکن تھا۔ بنائً علیہ مجلس شاہی اور پارلیمنٹ کے فرائض میں مدتوں تک فرق ہونے نہیں پایا۔ بالآخر چودھویں صدی کے خاتمے پر جبکہ پارلیمنٹ کے اختیارات کو مجلس کے اختیارات سے علیحدہ کیا گیا تو تاج کے اختیارات عدالت کی تقسیم بادشاہ باجلاس چانسری، بادشاہ باجلاس کونسل، بادشاہ باجلاس پارلیمنٹ، عمل میں آئی۔ قانون غیر موضوعہ کے ضابطے کے تغیر پذیر نہ ہونے کے سبب سے جن امور کے لیئے اُس کی عدالتیں چارہ کار قانونی تجویز کرنے سے قاصر ہوتی تھیں اُن کا انصاف محکمہ انصفت سے کیا جاتا تھا۔ جن مقتدر اور با اثر مجرموں سے تدارک کرنے کے لیئے معمولی عدالتوں کو جرأت نہ ہوتی ان کے خلاف مجلس شاہی مظلوم کی داد کو پہنچتی تھی۔ پارلیمنٹ کی حیثیت میں زیادہ فرق نہیں ہونے پایا وہ اسی طرح عدالت ابتدائی متصور

ان اختیارات کی چانسری، کونسل اور پارلیمنٹ کے مابین تقسیم ہوئی۔

محکمہ انصفت

ہوتی رہی اور اس میں وہی مقدمے تصفیہ پاتے تھے جن کے فیصلون میں ماتحت عدالتیں غلطی کرتی تھیں اور اصلاح کے واسطے انھیں بادشاہ پارلیمنٹ میں بھجواتا تھا۔ عدالت کی حیثیت سے یہ صرف ارکان امرا پر مشتمل ہوتی تھی۔ چونکہ اساقفہ قانون مذہب کی رو سے ایسے مقدموں میں جن میں قصاص اور قطع اعضا کی سزائیں دیجاتی تھیں شریک نہیں ہو سکتے تھے اس لیئے اُنھوں نے دار الامرا کے کل عدالتی فرائض میں شریک ہونا بتدریج ترک کر دیا اور اپنی عدم شرکت کو اپنے حقوق و مراعات عدالتی کے اثبات کا ذریعہ بنایا اور اس امر کی نسبت اعتراض کیا کہ دار الامرا میں طلب ہونے کے سبب سے اُن کے ذاتی وقار اور مراعات عدالتی میں فرق آتا ہے بلکہ یہ کہا کہ ہم لوگ اپنے اور اپنے جانشینوں کے لیئے اپنے اُن حقوق و مراعات عدالتی کو محفوظ کرنا چاہتے ہیں "جو ہمکو از روے قانون ملے ہیں اور ہم اسکے مستحق بھی تھے"۔ (۱)

ارکان عوام کا اختیارات عدالت سے دست بردار ہونا۔

ہر چند ارکان عوام نے دوسرے کل امور میں ارکان امرا کے ہم پلہ ہونے کی کوشش کی ہے لیکن اُن کے اختیارات عدالت کے خلاف اُنھوں نے کبھی چون وچرا نہیں کی بلکہ ہنری چہارم کے عہد میں عوام نے بادشاہ سے درخواست کی کہ پارلیمنٹ کے عدالتی کام سے ان کو نجات ملے۔ اس التجا کے بعد عوام نے جن اختیاراتِ عدالت کے حاصل کرنے کی کوشش کی ہے اُن کا تعلق عام عدالتی اختیارات سے نہیں ہے بلکہ اس سے ان کا مقصد صرف اس قدر تھا کہ وہ اپنی تحقیر کرنے والوں پر پورا دسترس حاصل کریں اور ان کو قید وغیرہ کی سزا دے سکیں۔ علاوہ بریں وہ چاہتے تھے کہ اپنی مجلس کے دستور کی ترتیب دینے میں آپ مختار بنے رہیں۔

(۱) دار الامرا کے ابتدائی اختیارات دیوانی۔

ہر چند دار الامرا نے مجلس عام سے ابتدائی اختیارات دیوانی میراث میں پائے تھے لیکن جب مجلس عام کی متعدد شاخیں ہو کر اس کے فرائض کی مختلف عدالتوں میں تقسیم ہو گئی تو اس مجلس پارلیمنٹ کے ان اختیارات

کی قدر باقی نہیں رہی۔ اور ہر چند امرا نے اپنے دیوانی مقدمات کو اپنے مساوی درجے کے لوگوں سے فیصل کرانے کے لیئے اختیار واجازت طلب کی لیکن تاج نے اس کو منظور نہیں کیا۔ اس کے سوا ان لوگوں نے جو عود شاہی کے بعد امرا بنائے گئے تھے اہم اور پیچیدہ معاملات کی نسبت قانون غیر موضوعہ کی عدالتوں سے معقول اور موزوں چارۂ کار نہ ملنے کی صورت میں انھی اختیارات کا ادّعا کیا تھا۔ اس مسئلے کا تصفیہ ایک نظیر (اسکنر بنام ایسٹ انڈیا کمپنی Skinner vs. the East India Company) کے ذریعے سے ۱۶۶۷ء میں ہوا ہے۔ کمپنی مذکورہ نے اِسکنر کا جہاز مال اور مکان اور ایک جزیرہ جس میں وہ رہتا تھا ضبط کر لیا تھا اور جن کے دلاپانے کے لیئے اُس نے کمپنی کے خلاف دیوانی نالش دائر کی تھی۔ ارکان اُمرا نے اس کی خود سماعت کی اور اسکنر کے حق میں فیصلہ صادر کیا مگر کمپنی نے دار الامرا کی اس دست اندازی کے خلاف دار العوام کو عرضی دی جس پر ارکان عوام میں اس کی نسبت ایک تحریک منظور ہو کر مجلس کے اس فعل کو خلافِ قانون قرار دیا گیا اس کے بعد ان دونوں مجلسوں میں کج بحثی ہونے لگی اور یہ مسئلہ تو رہ گیا اور ان کے باہمی حقوق و اختیارات کی نسبت بحث چھڑ گئی۔ بہرحال اس کا کوئی باقاعدہ اور قطعی فیصلہ نہیں ہوا مگر بادشاہ نے اس معاملے میں مداخلت کر کے دونوں ایوانوں کے مسلوں سے اسکنر کے مقدمے کی کل رُوداد کو محو کرا دیا۔ اُس وقت سے چونکہ دار الامرا نے اپنے اس نامسلمہ و نامقبولہ اختیار کا پھر کبھی اعادہ وادعا نہیں کیا ہے اس لیئے سمجھنا چاہیئے کہ مجلس مذکورہ نے تسلیم کر لیا ہے کہ اس کو دیوانی کے ابتدائی اختیارات حاصل نہیں ہیں ۔

(۲) ابتدائی اختیارات فوجداری

اختیارات فوجداری کے لحاظ سے دار الامرا کی حیثیت عدالت ابتدائی کی ہے۔ اس کی بنا یوں ہوئی کہ اعلیٰ طبقے کے امرا نے ابتدا سے اس امر کا دعوی کیا ہے ان کی تحقیقات کہ ان کے مساوی درجے کے اشخاص کے ذریعے سے ہونی چاہیئے نہ کہ ملک کی عدالتوں اور شاہی قضاۃ کے توسط سے یہ کوئی غیر معمولی خواہش نہ تھی۔ ہر ایک شخص کے متعلق اسکے ہم رتبہ اور ساتھیوں کے ذریعے

سے تحقیقات کا ہونا قانون انگریزی کا ایک نہایت قدیم اصول تھا۔ ابتدا میں اس طریقے کو کسی خاص فرقے کے لیئے باعث وقار نہیں خیال کیا جاتا تھا اور اس کو تحقیقات بذریعۂ جوری کی بنا ٹھیرانا گویا خیالی پلاو پکانا ہے۔ ایک طریقے کو دوسرے سے کچھ مناسبت ہی نہیں۔ بادشاہ کے ایک معطی لہٗ کے ہم رتبہ اس کے دوسرے معطی لہم سمجھے جاتے تھے اور یہی لوگ عدالت شاہی میں مقدم الذکر کسان کی تحقیقات کرکے اسکی نسبت فیصلہ صادر کرتے تھے۔ کسی امیر ورمیانی کے ایک معطی لہٗ کے ہم رتبہ اُس کے دوسرے معطی لہم (جن کے قبضے میں آزاد زمینیں ہوتی تھیں) متصور ہوتے تھے اور یہ لوگ اُس امیر کی عدالت میں وہی کام انجام دیتے جو بادشاہ کے معطی لہم اس کی عدالت میں کرتے تھے۔ لیکن جب قانون موضوعہ کی عدالتوں کو ترقی ہوئی اور ضابطۂ عدالت میں نئے طریقوں کا اجرا ہوا اور اطلاق قانون کا کام ماہرانِ فن قانونیوں کے سپرد ہوا جو اکثر ادنیٰ درجے کے لوگ ہوتے تھے اس کے سوائے خود منشور اعظم نے قرار دیدیا تھا کہ "ہر ایک آزاد آدمی کی تحقیقات سوائے اس کے ہم رتبہ اشخاص کے کسی اور ذریعے سے نہ ہوا کرے" تو امرا نے اِن الفاظ کے ابتدائی معنوں کو بدل دیا اور جب شاہی جج اُن کی تحقیقات کرنے کے لیئے اِس امر کا ادعا کرتے کہ ہم بحیثیت نائبان شاہ ہر ایک شخص کے خواہ وہ کتنا ہی بلند مرتبہ کیوں نہو ہم رتبہ ہو سکتے ہیں تو امرا نہایت حقارت اور غیظ و غضب سے ان کے اس دعوی سے انکار کرتے تھے ؎

بالآخر امرا نے مان لیا کہ اُن کے دیوانی مقدموں کا تصفیہ سرکاری عدالتوں کے ذریعے سے ہوا کرے لیکن فوجداری نالشوں کی نسبت ان کو وہی اصرار رہا کہ ان کی تحقیقات انکے ہم رتبہ لوگوں کی رائے سے ہونی چاہیئے۔ اُس دعوی کی تائید میں ان کی دلیل یہ تھی کہ بغاوت اور دوسرے سنگین جرائم کی سزا میں مجرم کی جائداد بحق تاج ضبط ہوتی ہے

اور یہ بات کس قدر خلاف انصاف ہے کہ اس قسم کے مقدمات میں جبکہ
ان کی تحقیقات شاہی عدالتوں میں ہوتی ہے تو بادشاہ جس کے نام سے
مقدمہ چلایا جاتا ہے مستغیث بھی بنتا ہے اور فیصلہ بھی صادر کرتا ہے
اس لیئے کہ نظما سے عدالت بادشاہ کے قائم مقام سمجھے جاتے ہیں
اس اعتراض پر غور کرنے کے لیئے سنہ ۱۳۹۱ء میں ایک کمیٹی مقرر ہوئی اور
اس نے مشورہ دیا کہ امرا کی تحقیقات خواہ ان سے کسی قسم کا جرم سرزد ہو
سوائے اُن کے ہم رتبہ امرا کے کسی اور عدالت میں نہیں ہونی چاہیئے۔
جب پارلیمنٹ میں استغاثہ فوجداری کا دائر ہونا موقوف ہوا تو لارڈ ہائی اسٹورٹ
کی عدالت کا تقرر اس غرض سے عمل میں آیا کہ پارلیمنٹ کے برخاست
کے زمانے میں امرا کی تحقیقات بذریعۂ امرا ہوا کرے۔

استغاثہ

قدیم زمانے میں بغاوت اور سنگین جرائم کی منجانب حکومت تحقیقات
نہیں ہوتی تھی اور نہ حکومت مدعی بنتی تھی بلکہ شخص متضرر جس کی حیثیت
اس زمانے میں ایک گواہ سے زیادہ نہیں سمجھی جاتی اس وقت تنہا مدعی
سمجھا جاتا تھا اور اس کے استغاثے کے بغیر حکومت دست اندازی نہیں
کرتی تھی۔ اُس شخصی فوجداری نالش کو اپیل (Appeal) استغاثہ کہتے تھے
سنگین جرائم کی تحقیقات کے دو طریقے تھے۔ استغاثہ اور تحقیقات بذریعۂ جنگ۔ یہ دونوں طریقے
سنہ ۱۸۱۹ء تک جائز سمجھے جاتے تھے لیکن پارلیمنٹ میں استغاثوں کا پیش ہونا
ہنری چہارم کے ابتداے حکومت سے موقوف ہوگیا تھا چونکہ رچرڈ دوم
کے عہد میں اکثر بے بنیاد استغاثے لوگوں کو اذیت پہنچانے کی غرض سے
پارلیمنٹ میں دائر ہوتے تھے اس لیئے ہم سمجھتے ہیں کہ پارلیمنٹ نے
اس قسم کی نالشوں کا پیش ہونا موقوف کردیا ہوگا۔ اس کے سوائے امرا

چالان

کی تحقیقات کے وقت استغاثہ اور چالان میں فرق کیا جاتا تھا۔ اگر کسی
عدالت ماتحت میں کسی امیر کے خلاف کسی سنگین جرم کی بابت استغاثہ
پیش ہوتا تو وہ اپنے حقوقِ امارت کی بنا پر عذر نہیں کرسکتا تھا لیکن
اسی طرح کسی سنگین جرم کی نسبت منجانب تاج اس کا چالان اسی قسم کی

عدالت میں کیا جاتا تو اس کو اس عذر کا حق حاصل تھا کہ اُس کا مقدمہ
عدالت ماتحت سے منتقل ہوکر پارلیمنٹ میں روانہ کیا جائے اس لیئے
کہ وہ اپنے ہم رتبہ امرا کے ذریعے سے تحقیقات کرانا چاہتا ہے *
پارلیمنٹ نے استغاثے کو تو موقوف کیا لیکن اس کے عوض مقدمات
مواخذہ اور مخصوص تعزیری قوانین کا رواج ہوگیا۔ مواخذہ ایک قسم کی
فوجداری تحقیقات ہے جس میں دارالعوام کی جانب سے دارالامرا کی
عدالت میں استغاثہ پیش ہوتا ہے۔ اگرچہ یہ طریقہ موقوف نہیں ہوا لیکن
منسوخ العمل ہوگیا ہے۔ مورخانہ نظر سے اس کو نہایت باثر اور موزوں
طریقہ تحقیقات سمجھنا چاہیئے جس زمانے میں کہ بادشاہ انگلستان مطلق العنان
تھا اور وزرا خود کو پارلیمنٹ کا ذمہ دار نہیں سمجھتے تھے پارلیمنٹ نے
اسی طریقے کی بدولت ان پر اپنی نگرانی قائم کرنے میں کامیابی حاصل کی تھی۔
چودھویں صدی میں دارالعوام کے اختیارات میں ترقی ہونی شروع ہوی۔
سنہ ۱۳۷۶ء میں جبکہ دربار شاہی نااہل اور مسرف مصاحبین اور امرا سے
بھر گیا تھا ارکان عوام کے غیظ وغضب کی کوئی انتہا نہ تھی اور بدنظمی بھی
کمال کو پہنچ گئی تھی چنانچہ گڈ پارلیمنٹ کے منعقد ہونے کے پہلے تین سال
بغیر پارلیمنٹ کے گزر گئے تھے اس لیئے جب اس پارلیمنٹ نے
اجلاس شروع کیا تو دارالعوام نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ رچرڈ لائینز
اور لارڈ لیٹیمر (Richard Lyons of Lord Latimer) پر
قومی رقم کے غبن کرنے کے الزام میں مواخذہ کیا۔ یہ دونوں مجرم ثابت ہوئے
اور ارکان امرا نے قید اور خدمت سے معزول کیئے جانے کا فیصلہ
ان کے خلاف صادر کیا۔ سنہ ۱۳۸۶ء کی پارلیمنٹ میں بھی اسی طریقے سے
مائیکل ڈی لا پول پر جو ارل آف سفک تھا الزام لگا کر تحقیقات ہوئی تھی۔
ہر چند سنہ ۱۳۳۰ء میں امرا نے سوائے امرا کے کسی دوسرے کے فوجداری مقدمے
کی تحقیقات کرنے سے انکار کیا تھا اور اس کو وہ اپنی کسر شان خیال
کرتے تھے لیکن پارلیمنٹ کی یہ دونوں مجلسیں مواخذے کی نسبت متفق

ہوگئی تھیں جس اعلےٰ عہدہ دار کو کسی نہ کسی امر میں ملزم ٹھیراکر دارالعوام مواخذے کی تحریک پیش کرتا دارالامرا نہایت گرمجوشی اور مستعدی سے اس کی تحقیقات کرتا تھا اور اس بات کا کچھ لحاظ نہ ہوتا تھا کہ ملزم ان سے کم رتبہ رکھتا ہے۔ چنانچہ ۱۳۰۸ء میں جبکہ امراے استغاثہ نے بادشاہ کے پانچ مصاحبوں کے خلاف جن میں دو عوام سے تھے بغاوت کا استغاثہ دائر کیا تو ارکان امرا نے بخوشی اپنے اختیار کا اس طرح اظہار کیا کہ "ہم کو آعیان سلطنت اور ہر ایک شخص کی نسبت جبکہ اس نے بادشاہ کے خلاف بغاوت کی ہے تحقیقات کرنے کا حق حاصل ہے"۔ اس کے دس برس بعد پارلیمنٹ نے ایک عرضی کے ذریعے سے جس میں چند اعتراضات مرقوم تھے بادشاہ کو اس امر کی طرف توجہ دلائی اور بادشاہ کی منظوری کو مثل میں درج کرایا اور وہ یہ تھی کہ "پارلیمنٹ باجازت بادشاہ جس شخص پر مناسب سمجھے مواخذہ کر سکتی ہے اور پارلیمنٹ کے ایک دوران میں اُسی شخص پر متعدد مرتبہ مواخذہ ہو سکتا ہے"۔ اس منظوری کے پہنچتے ہی ٹامس ڈی آرنڈل (Thomas de Aureudal) پر جو کنٹربری کا صدر اسقف تھا مواخذہ کر دیا گیا۔

ڈیوک آف سفک مائکل ڈی لاپول کا پروتا تھا اس کے مواخذے کے بعد سے جو ۱۴۴۹ء میں کیا گیا تھا ۱۶۲۱ء تک جبکہ ماپسن (Mopesson) سے اسی طرح باز پرس کی گئی تھی کسی تیسرے شخص پر مواخذہ کی بلا نہیں نازل ہوئی۔ مخصوص قانون تعزیر بننے کی نسبت عموماً دارالامرا میں تحریک پیش ہوتی تھی۔ مواخذے کی بہ نسبت اس دوسرے طریقے میں زیادہ آسانی تھی اور مآل کار بھی اُس کی بہ نسبت جلد حاصل ہوتا تھا۔ یہ کوئی عدالتی تحقیقات نہ تھی بلکہ ملزمین کے خلاف مخصوص قانون تعزیر وضع ہوکر احکام صادر کیئے جاتے تھے۔ یہ طریقہ اصل میں بادشاہ کو اس کے دشمنوں سے نجات دلانے کے لیئے اختیار کیا جاتا تھا۔ تم جانتے ہو کہ پارلیمنٹ کو نامحدود اختیارات حاصل ہیں۔ اگر وہ چاہے تو جائز فعل کو ناجائز قرار دے سکتی ہے

اور اس طرح ایک شخص کو اس کے جائز فعل کے لیئے جو کسی جدید قانون کے نفاذ کے پہلے واقع ہوا ہو مگر اس قانون جدید نے اس کو ناجائز ٹھیرایا ہو سزا دیجاتی ہے - پھولوں کی لڑائیوں کے زمانے میں جو فرقہ غالب ہوتا وہ اپنے دشمنوں کو ان قوانین کے ذریعے سے سزائیں دلواتا تھا فتحیاب فرقے کی خوشامد اور اطاعت میں دارالامرا نے سب سے پہلے اس طریقے پر عمل کیا - اور اس کے دشمنوں کو بغاوت کے الزام میں سزائیں دیں -
ٹیوڈر بادشاہوں نے بھی اپنے خطرناک رقیبوں اور مدعیان سلطنت کا مخصوص تعزیری قوانین کے ذریعے سے خاتمہ کیا - اسی خاندان کے بادشاہوں کو سب سے پہلے یہ بات سجھائی دی کہ بددیانت اور ناقابل عہدہ داروں سے ان قوانین کے ذریعے سے پیچھا چھڑانا چاہیئے اور ان کی جگہ اچھے ملازمین کو ملنی چاہیئے ؀

مگر سترھویں صدی میں قوم اور بادشاہ ایک دوسرے کے دشمن جانی بن گئے تھے - قوم کی خواہش تھی کہ انتظام درست ہو اور وزرا اپنے کو دارالعوام کا ذمہ دار سمجھیں لیکن بادشاہ اپنے وقار اور اختیار میں کسی کمی کے واقع ہونے کا روادار نہ تھا اس لیئے دارالعوام کے ہر ایک مطالبے پر خواہ وہ جائز ہو یا ناجایز بادشاہ کا غیظ بڑھتا ہی جاتا تھا - ہر ایک فریق اپنی تائید میں نظیر پیش کرنا چاہتا تھا اس لیئے پارلیمنٹ کی قدیم مثلوں کی بادشاہ اور پارلیمنٹ کی جانب سے تنقید کی گئی - ۱۶۲۱ء میں ارکان عوام نے مواخذہ کرنے کے اختیار کی نسبت پھر ادعا کیا اور اس کے ضمن میں سر جائلز ماپسن Sir giles Mopesson مشہور اجارہ دار اور میر مجلس نصفت فرانسیس بیکن پر مواخذے کا حکم ہو گیا - ۱۶۲۴ء میں ارل آف مڈل سیکز سے جو وزیر خزانہ تھا رشوت ستانی کے الزام میں مواخذہ کیا گیا اور چارلس اول نے متعدد پارلیمنٹوں کو اس لیئے ملتوی اور برخاست کر دیا کہ اُن میں سوائے ڈیوک آف بکنگھم کے مواخذہ کی کارروائی کے کوئی دوسرا کام نہیں ہوتا تھا - اس زمانے کے طریقہ مواخذہ

کی غرض بدل گئی تھی اور مخالفین سیاسی سے نجات پانے کے لیئے اُس پر عمل ہونے لگا تھا۔ مواخذہ کرنے میں پارلیمنٹ کا بھی سخت نقصان تھا اس لیئے کہ اگر بادشاہ کو ملزم کی حمایت کرنی منظور ہوتی تو وہ پارلیمنٹوں کو متواتر ملتوی اور برخاست کرتا تھا جس کے سبب سے پارلیمنٹ کا زور ٹوٹ جاتا تھا اور وہ اشخاص زیر تحقیقات کو ان کے کیفر کردار کو نہیں پہنچا سکتی تھی اور انتظام سلطنت میں شریک ہونے سے وہ محروم ہوتی تھی علاوہ بریں وارن ہیسٹنگز سے مواخذہ ہونے کے پہلے پارلیمنٹ کے ملتوی اور برخاست ہونے کے زمانے میں کارروائی مواخذہ ختم نہیں ہو سکتی تھی بلکہ اس کے منعقد ہونے کے بعد اس کو از سر نو چلانا پڑتا تھا۔ لیکن لانگ پارلیمنٹ نے ان دشواریوں میں ایک حد تک سہولت پیدا کر دی تھی اس نے اس امر کا تصفیہ کر دیا تھا کہ بادشاہ پارلیمنٹ کی رضامندی کے بغیر اُس کے التوا اور برخاست کا حکم نہیں دے سکتا تھا۔ اور چونکہ وہ اسٹرافرڈ اور لاڈ (Strofford of Laud) کو بغاوت خلاف بادشاہ کا مجرم نہیں قرار دے سکتی تھی اس لیئے اس نے ان کی تحقیقات مواخذہ کو مخصوص تعزیری قوانین میں بدل دیا۔

عود شاہی کے بعد لانگ پارلیمنٹ کی اس قسم کی چیرہ دستیاں باقی نہ رہ سکیں۔ اگر دار العوام کسی کے خلاف مواخذے کی کارروائی کا آغاز کرتا اور بادشاہ کو اس کا چلایا جانا منظور نہ ہوتا تو وہ اس کو منسوخ کرتا تھا لیکن کلیرنڈن کے بچانے سے چارلس نے اغماض کیا اس لیئے کہ اس کی نصیحتوں سے وہ دق ہو گیا تھا اور ڈینبی کے مواخذے کے وقت اُس نے دوران تحقیقات میں معافی نامہ عطا کیا۔ چونکہ بادشاہ کے معاف کر دینے سے مواخذے کی غرض مفقود ہوتی اور وزرا کو دار العوام کی ذمہ داری کی پروا نہ ہوتی تھی اس لیئے ارکان عوام نے معافی نامے کو ملک کے حق میں نہایت مضر سمجھا اور باتفاق آرا اس کو ناجائز قرار دیکر ارکان امرا سے درخواست کی کہ تحقیقات ڈینبی کو ختم کر کے فیصلہ صادر کیا جائے۔

لیکن اسی اثنا میں اسا قفہ کے ایک مسئلے کی نسبت کہ وہ امرا کی تحقیقات میں شریک ہو سکتے ہیں کہ نہیں ارکان عوام اور امرا میں ناچاقی پیدا ہو گئی اور بادشاہ نے پارلیمنٹ کے اجلاس کو ملتوی کر دیا جس کے سبب سے یہ معاملہ یوں ہی ناتمام رہ گیا۔ آخر اس بات کا تصفیہ قانونِ تخت و تاج کی رو سے ہو گیا کہ کوئی شخص باخود معافی نامہ بادشاہ مسجل بہ مہر کلاں اپنے عذر میں پیش کر کے کارروائی مواخذۂ دار العوام سے بچ نہیں سکتا۔ علاوہ بریں عہد شاہی کے بعد سے دار العوام نے مالیات ملک کو اپنے قبضے میں کر لیا ہے اور مصارف سلطنت کے لیئے رقوم نہایت جانچ پرتال سے منظور ہوتی ہیں اس لیئے تاج کو زیادہ موقع نہیں ملا کہ اپنے وزرا کو دار العوام کی زد سے بچانے کے لیئے پارلیمنٹ کو ملتوی یا برخاست کیا کرے ؛

خاندان ہانوور کے زمانے سے مواخذے اور مخصوص قوانین تعزیر سے بہت کم کام لیا گیا ہے۔ مگر جب سے کیبنٹ کی ذمہ داری باہمی کے اصول کو ترقی ہوئی ہے یعنے اس کا ہر ایک رکن منفرداً اور مشترکاً ایک دوسرے کا ذمہ دار ہے پارلیمنٹ نے بہت ہی کم اور وہ بھی ایک دو شخصوں کے خلاف جبکہ وہ بغاوت اور بددیانتی کے مرتکب ہوئے تھے ان ہتیاروں کو استعمال کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ کسی غلط یا ناکام حکمت عملی کے لیئے پوری کیبنٹ پر مواخذہ نہیں ہو سکتا اور نہ اس کے خلاف مخصوص قانون تعزیر کا نفاذ ہو سکتا ہے۔ اس پر بھی طرفداران جیمس دوم کی شورش کے بعد سنہ ۱۷۱۵ء میں سلطنت کے مدعی اول کے اکثر ہوا خواہوں کو مخصوص قوانین تعزیر کے زیر اثر سزائیں دی گئی ہیں۔ وارن ہیسٹنگز اور لارڈ میلول (Warren Hastings' & Lord melville) پر مواخذہ ہو کر زیادہ مدت نہیں گزری ہے۔ ہیسٹنگز پر ہند میں بری حکومت کرنے کا الزام تھا اور اس کا مواخذہ سنہ ۱۷۸۶ء میں شروع ہوا اور میلول پر محکمہ بحریہ میں غبن کرنے کا الزام تھا جس کی تحقیقات سنہ ۱۸۰۵ء میں ہوئی۔ مخصوص قانون تعزیر کا جاری کیا جانا اب بھی جائز ہے اور ضرورت کے وقت

اس پر عمل ہوتا ہے۔ بعض اہل نظر کا خیال ہے کہ جب سے پارلیمنٹ کی دونوں مجلسوں نے ایک کمیٹی کے ذریعے سے کسی عہدہ دار یا کسی محکمے کی بد اعمالی اور بد انتظامی کو دریافت کرنے کا طریقہ اختیار کیا ہے اس وقت سے ان مجلسوں کا مواخذہ کرنے کا حق زائل ہو گیا ہے۔

دار الامرا کے اختیارات مرافعہ

قانون غیر موضوعہ کی عدالتوں کے فیصلوں کا مرافعہ سماعت کرنے کا اختیار جو دار الامرا کو حاصل ہے اس کو ملک نے صدیوں پہلے سے تسلیم کر لیا تھا اس لئے مجلس مذکور کے اس اختیار کے متعلق نہ تو جھگڑے پیدا ہوئے اور نہ ان کی تاریخ لکھنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ یہی سبب ہے کہ اس کے تاریخی واقعات بہت کم ملتے ہیں۔ جب دار الامرا کو کونسل سے بالکل علیحدہ کر دیا گیا تو کونسل کو بھی وہی اختیارات مرافعہ حاصل تھے جو دار الامرا کو ملے تھے۔ چونکہ قانون غیر موضوعہ کی عدالتیں جبکہ مجلس شاہی مختلف محکمہ جات میں تقسیم نہیں ہوئی تھی اس کی شاخیں سمجھی جاتی تھیں اس لئے مجلس مذکور اور ان عدالتوں کے کام میں بہ نسبت دار الامرا کے فرائض کے جس کا ماخذ مجلس عام تھی زیادہ مشابہت اور یک جہتی تھی اور اسی بنا پر کونسل چند مخصوص مقدموں کا مرافعہ سماعت کرتی تھی اور اب بھی اس کو یہ اختیار حاصل ہے۔ لیکن ۱۴۸۵ء میں ججوں نے جن سے اس کی نسبت دریافت کیا گیا تھا باتفاق آرا فیصلہ کیا کہ پارلیمنٹ کے ذریعے سے عدالت کنگس بنچ کے فیصلوں کی غلطیوں کی اصلاح بصیغہ مرافعہ ہونی چاہیئے۔ اور یہ فیصلہ پارلیمنٹ کی مثل میں درج ہونے سے قانون بن گیا ہے۔ عدالت دیوانی کے فیصلوں کی ناراضی سے مرافعہ اول عدالت کنگس بنچ میں اور مرافعہ ثانی پارلیمنٹ میں پیش ہوتا تھا۔ عدالت اکسچیکر کے فیصلوں کا بھی دار الامرا میں مرافعہ ہوتا تھا۔ یہ ایک درمیانی عدالت تھی اس کے ماتحت محکمۂ مال تھا اور اس کے فیصلوں کا اس میں مرافعہ کیا جاتا تھا اور مالی امور کی نسبت عدالت کنگس بنچ کے فیصلوں کا مرافعہ محکمۂ مال ہی سنتا تھا۔ چونکہ اس زمانے میں پارلیمنٹ باقاعدہ

طور پر منعقد نہیں ہوتی تھی اس لئے اکسچیکر کی عدالت کو ایسے وسیع اختیارات مرافعہ مل گئے تھے ؎

اگلے زمانے میں محکمہ نصفت کا دار الامرا سے کوئی تعلق نہ تھا جیمس اول کے عہد کے پہلے میر مجلس محکمہ نصفت کے فیصلے کی ناراضی سے کبھی مجلس مذکور میں مرافعہ نہیں ہونے پایا مگر اس دور سے ارکان امرا نے محکمہ مذکور کی غلطیوں کی بصیغہ مرافعہ اصلاح کرنی شروع کردی تھی اور ۱۶۷۵ء میں مجلس مذکور کے نصفت کے فیصلوں کے خلاف مرافعہ سماعت کرنے کے اختیار پر اعتراض کیا گیا مگر اسی سال شرلی بنام فیگ (Shirly vs Fagg) کے مقدمے کے ذریعے سے دار الامرا کے اس اختیار کا قطعی تصفیہ ہو کر ملک نے اس کو تسلیم کرلیا ہے ؎

۱۸۷۳ء میں قانون عدالت العالیہ کے ذریعے سے دار الامرا کی عدالت مرافعہ کی حیثیت مٹانے کی فکر کی گئی تھی مگر قانون بابت اختیارات مرافعہ مجریہ ۱۸۷۶ء نے اس کی عدالتی شان کو محفوظ کرکے اس کو مملکت متحدہ کے لیئے سب سے آخری عدالت مرافعہ قرار دیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی اس بات کا بھی انتظام کیا گیا ہے کہ پارلیمنٹ کے اجلاس نہ کرنے کے زمانے میں مرافعے کے کام میں ہرج واقع نہ ہو۔ اس کے لیئے چار امرائے مرافعہ کا تقرر عمل میں آیا ہے۔ جب تک کہ اُن میں سے تین ارکان موجود نہوں کسی مرافعے کی سماعت نہیں ہوسکتی۔ ان کے سوائے دوسرے ایسے ارکان امرا بھی شریک ہوتے ہیں جنھوں نے بڑی بڑی عدالتی خدمتیں انجام دی ہیں۔ عملاً تو یہی دو رکن مرافعہ سنتے ہیں لیکن اصولاً ارکان امرا سے ہر ایک رکن کو اس کی سماعت میں شریک ہونے کا حق حاصل ہے اس لیئے کہ دار الامرا کا ماخذ مجلس عام ہے اور مجلس عام کے فیصلوں میں اسکا ہر ایک رکن شریک ہوتا تھا ؎

امرائے مرافعہ

باب نہم

دارالعوام

اضلاع کے نمائندوں اور شہروں اور بلاد کے نائبوں کے اغراض سیاسی و تمدنی میں یک جہتی ہونے سے یہ دونوں گروہ بہت جلد آپس میں متفق ہو گئے۔ ہرچند شہروں کے وکلا کی تعداد اضلاع کے نمائندوں سے دوچند ہوتی تھی لیکن اس کثرت کے باوجود انھوں نے دارالعوام کے قائم ہونے کے دو سو برس بعد تک اس کے کاروبار میں بہت ہی کم شرکت کی ہے۔ برسوں کی بے حد کوششوں کے بعد پارلیمنٹ کو اقتدار سیاسی حاصل ہوا اور ان معرکہ آرائیوں میں وکلائے بلاد سے سوائے ایک شخص کے کسی دوسرے سے کوئی کارنمایاں نہیں ہوا ہے چنانچہ ۱۴۵۵ء میں جبکہ بادشاہ اور پارلیمنٹ میں دستور حکومت کے واسطے جنگ ہو رہی تھی شہر برسٹل کے ایک نائب ٹامس ینگ نامی نے پارلیمنٹ کی آزادی تقریر کے حق کا بادشاہ کے مقابلے میں ادعا کیا اور ۱۵۳۲ء کے پہلے جبکہ شہر یارمتھ کے وکلا سے ایک نمائندہ دارالعوام کا صدر بنایا گیا تھا کسی وکیل شہر کو مجلس مذکور کی کرسی صدارت پر بیٹھنے کا شرف حاصل نہ ہوا۔ اس بات کا کہ کیوں وکلائے بلاد کی پارلیمنٹ میں بے قدری تھی بہت آسانی سے پتہ ملتا ہے۔ یہ لوگ اپنی رغبت سے اس میں شریک نہیں ہوتے تھے اور نہ ان کو سیاسی باتوں سے دلچسپی تھی وہ اپنے اغراض مقامی کو اغراض قومی پر ترجیح دیتے تھے انکا اکثر وقت اُن کے شہروں کی مجلسوں میں بسر ہوتا تھا۔ اس لیئے وہ اپنے مقامی امور

کو ترک کر کے قومی معاملات کی اصلاح کی طرف متوجہ نہیں ہو سکتے تھے
اس کے سوا اموری قومی کی شرکت کے لیے انھیں صعوبات سفر برداشت
کر کے ویسٹ منسٹر کو جانا ہوتا تھا۔ ان کو بھی وکلاے اضلاع کے برابر
شرکت پارلیمنٹ کے لیے قلیل اجرت ملتی تھی لیکن یہ اجرت مذکورہ بالا
تکلیفوں کا بدل نہیں ہو سکتی تھی اس لیے یہ لوگ اپنے مکانوں میں رہنا
پسند کرتے تھے۔ علاوہ بریں ان کی کم وقعتی کا ایک اور سبب تھا۔
اُس زمانے میں شہروں کے باشندوں میں اس طرح اتفاق و مساوات
نہ تھی جیسا کہ اس زمانے میں پائی جاتی ہے۔ بڑے بڑے تاجر اپنے کو
شہریوں سے علیحدہ سمجھتے تھے اور پارلیمنٹ میں ان کے ساتھ نہیں
بیٹھا کرتے تھے۔ اس لیے ایک سچے اور ہمدرد رہبر قوم کی حیثیت
سے انھیں کوئی ہدایت کرنے والا نہ تھا۔ ان تاجروں کو بادشاہ سے
مخصوص تجارتی حقوق ملتے تھے اور وہ ان کے معاوضے میں اس کے
مصارف سلطنت کے لیے بڑی بڑی رقمیں منظور کرتے تھے اور اسکے لیے
انھیں پارلیمنٹ میں حاضر ہونے کی ضرورت نہ تھی وہ اپنے گھروں سے
روپیہ بھجوا دیتے تھے۔ تاجروں کی اس حالت سے پارلیمنٹ کے
شروع زمانے میں لوگوں کو گمان ہوتا تھا کہ ان کا ایک علیحدہ طبقہ ہے گا
لیکن تاجروں کی مرفہ الحالی زیادہ قائم نہ رہ سکی فرانس کے محاربات کے سبب سے
اکثر شہروں کی تجارت بگڑ گئی تھی اور بادشاہ نے ان لڑائیوں پر صرف
کرنے کے لیے شہروں پر پہلے کی بہ نسبت زیادہ محصول لگانا شروع
کر دیا تھا ظاہر ہے کہ تجارت کے بگڑنے کے سبب سے اہل شہر کی
آمدنی کے ذرائع محدود ہو گئے تھے اس کے سوائے جو شہر کہ
اپنے وکلا پارلیمنٹ میں روانہ نہ کرتا اُس کا شمار اضلاع میں ہوتا تھا۔
ضلع کے رہنے والوں سے ان کی آمدنی کا پندرھواں حصہ اور شہریوں
سے ان کی آمدنی کا دسواں حصہ بطور محصول وصول کیا جاتا تھا۔
خاندان ٹیوڈر کے ساتھ ملک میں سرسبزی اور خوشحالی کا دور شروع

ہونے سے فرقہ تجار کو سلطنت کے اعلیٰ عہدوں پر پہنچنے کی امنگ پیدا ہوئی اور شہروں کی جانب سے جنھوں نے نیابت پارلیمنٹ سے دست برداری اختیار کی تھی پھر عرضیاں گزرنے لگیں کہ ان کو پارلیمنٹ میں اپنے نائبوں کے روانہ کرنے کی اجازت دی جائے۔ جن لوگوں کو نائب بننے کا اشتیاق تھا انھوں نے رسمی اجرت نہ لینے کے متعلق رضامندی ظاہر کی تاکہ انتخاب کرنے والوں کو ادائی اجرت کا خیال پست ہمت نہ بنادے۔ سنہ ۱۶۲۴ء میں ارکان عوام نے اس بات کو طے کردیا کہ کسی شہر کا حق نیابت اگر اس کی نسبت شہر مذکور کی جانب سے غفلت ہو اور عرصہ دراز تک استعمال نہ کیا جائے تو زائل نہیں ہوسکتا۔ لیکن ایڈورڈ ششم کے عہد سے منجانب تاج شہریوں کے طبقے کی مستعدی اور شوق کو مٹانے کی تدبیروں کا آغاز ہوتا ہے۔ جن شہروں کی آبادی بہت کم تھی اور ان کے باشندے اپنے شدید افلاس کے سبب سے بادشاہ کے مقرر کئے ہوئے لوگوں کو منتخب کرنے کے لیے مجبور تھے انھی شہروں کو حق انتخاب دیا جاتا تھا۔ اس تدبیر سے بادشاہ چاہتا تھا کہ دارالعوام کو اپنے ہواخواہوں سے پُر کردے۔ کچھ عرصے تک اس طریقے سے کام لیا گیا لیکن اس کے بعد شہروں کے نمائندوں کو انتخاب کرنے کے شرائط اہلیت کی مختلف قسمیں قرار دی گئیں۔ بعض شہروں کو بادشاہ کے جانب سے قیام بلدیہ کی نسبت سند عطا ہوتی اور اُس میں اس امر کی صراحت کردیجاتی تھی کہ سوائے ارکان بلدیہ شہر کے دوسرے باشندے نائب پارلیمنٹ کے انتخاب کرنے کے مجاز نہیں ہیں۔ بعض شہروں میں وہاں کے کسی بڑے زمیندار یا جاگیردار کو پارلیمنٹ کا نمائیدہ انتخاب کرنے کا حق حاصل ہوتا اور وہ اسی شخص کو نامزد کرتا جو سب سے زیادہ روپیہ اس کو دیتا تھا اور اُسے اس بات کی کچھ پروا نہ ہوتی کہ یہ شخص نمائندگی کی قابلیت بھی رکھتا ہے یا نہیں؟

"پارلیمنٹ کے مباحثوں کی آزادی اور وقعت کا سہرا اضلاع کے وکلا کے سر ہے۔ یہی نہیں بلکہ ان کے باعث نیک طبیعت امرا اور

نیک نفس وکلا ے بلاد میں اتفاق و یک جہتی پیدا ہوئی جب بادشاہ نے اپنے اختیار و حقوق سے تجاوز کرنا شروع کیا تو سب سے زیادہ اسکا اثر ضلع کے باشندوں پر پڑنے لگا۔ یہی بات ان وکلا کے لیئے تازیانہ ہوئی۔ ان لوگوں نے چودھویں اور پندرھویں صدی میں بڑے بڑے کام کیئے ہیں۔ انھی کی بدولت "جنگ دستور" میں پارلیمنٹ فتح یاب ہوئی۔ یہی تھے کہ جنھوں نے اس کی حکومت قائم کی اور انھی لوگوں نے اس امر کا ادعا کیا کہ پارلیمنٹ کے ارکان کو کل امور قومی میں دخل دینا اور شریک ہونا چاہیئے۔ اس بات کو زیادہ عرصہ نہیں گزرا ہے یعنے پہلے قانون اصلاح کے جاری ہونے کے پیشتر جبکہ ارکان پارلیمنٹ کے اخلاق خراب ہو گئے تھے اور اُس میں رشوت کی گرم بازاری تھی اضلاع کے نمایندوں کے سواے دار العوام کے دوسرے کل ارکان اِن خرابیوں میں مبتلا تھے۔ جس طرح کہ پارلیمنٹ کی ابتدا میں یہ لوگ دستوری اصول کے حامی تھے اس وقت بھی ان لوگوں نے روایات دستوری کو بحال اور قائم رکھا تھا۔ چیتھم۔ ولکس اور پٹ (Chatham, Wilkes & Pitt) کو جو اٹھارہویں صدی کے مصلحان دستور تھے تسلیم کرنا پڑا کہ یہ لوگ اپنے قول و فعل کے سچے اور متدین ہیں اور دار العوام کا کوئی دوسرا فرقہ ان سے زیادہ حریت کا حامی نہیں ہو سکتا ؛

قوانین اصلاح بابت سنہ ۱۸۳۲ء اور سنہ ۱۸۶۷ء کی رو سے اکثر غیر آباد شہروں کا حق نیابت زائل ہو گیا ہے اور اس کے بعد سے اضلاع اور شہروں کے وکلا کی تعداد میں معقول مناسبت پیدا کر دی گئی تھی لیکن قانون اصلاح بابت سنہ ۱۸۸۴ء اور قانون تقسیم ثانی بابت سنہ ۱۸۸۵ء کے زیر اثر فی حلقہ انتخاب ایک رکن کا طریقہ جاری ہوا ہے جس کے سبب سے ضلع و شہر کے حق انتخاب میں اب زیادہ فرق باقی نہیں رہا۔ اس لیئے اب ضلع اور شہر کے وکلا میں بھی پہلے کے مانند امتیاز نہیں ہوتا ہے ؛

نمایندگان اضلاع

تعداد وکلاے اضلاع

ابتدا ہیں بھی نمایندگان اضلاع دار العوام کا ایک ضروری عنصر خیال کیئے جاتے تھے۔ چنانچہ نمونے کی پارلیمنٹ اور اُسکے بعد کی سب پارلیمنٹوں میں سینتیس اضلاع سے بحساب دو نائٹ (نمایندے) فی ضلع ہمیشہ طلب ہوئے ہیں چیسٹر اور ڈرہم نے خود مختار ضلع ہونے کے سبب سے کسی وکیل کو روانہ نہیں کیا اور ضلع مان متھ (Man mouth) سے بھی پارلیمنٹ کو اسواسطے نائب نہیں بھیجا جاتا تھا کہ یہ ضلع ملک ویلز (Wales) میں شمار ہوتا تھا۔ ہنری ہشتم کے عہد کے پہلے وکلاے اضلاع کی تعداد میں کبھی مستقل اضافہ نہیں ہونے پایا۔ مگر دو موقعوں پران بہتر وکلا میں دوسرے بھی شریک ہوے ہیں جب بادشاہ کو جنگ بروبرج (brough bridge) میں کامیابی ہوئی تو خاندان ڈسپنسر (Despenser) کے امرا نے جو بادشاہ کے مزاج میں دخل رکھتے تھے اپنے فرقے کے اغراض کو زور دینے کے لیۓ بادشاہ کو آمادہ کر کے بمقام یارک ایک پارلیمنٹ کا انعقاد کرایا۔ اس میں ملک ویلز سے "لائق و سنجیدہ آدمی" طلب کیئے گئے تھے۔ اس پارلیمنٹ کے پانچ سال کے بعد ایزبیلا اور مارٹیمر (Isaballa & mortimer) نے ایڈورڈ دوم کو تخت سے معزول کرنے کی غرض سے ایک پارلیمنٹ کو منعقد کیا تھا جس میں مقررہ وکلائے اضلاع کے علاوہ شمالی ویلز کے بھی نمایندے طلب ہوئے تھے۔ ۱۵۳۶ء کے بعد سے ملک ویلز کے کل اضلاع اور اُس کے ان شہروں سے جن کو ضلع کے اختیارات حاصل تھے بحساب فی ضلع و فی شہر ایک نائب اور مان متھ سے دو نائٹ پارلیمنٹ میں آنا شروع ہوا۔ ۱۵۴۳ء میں ضلع چیسٹر کو بھی حق انتخاب دیا گیا اور اس زمانے سے اُس کی نیابت پارلیمنٹ میں ہوتی ہے لیکن ڈرہم کا ضلع ۱۶۷۳ء تک اس سے محروم رہا۔ اس تاخیر کا سبب ہماری راے میں وہاں کے باشندوں کا مذہب کیتھلک کی طرف میلان رکھنا معلوم ہوتا ہے۔

سنہ ۱۸۰۰ء سے اسکاٹ لینڈ کے اضلاع سے تیس وکیل دار العوام میں آنے لگے اور سنہ ۱۸۰۰ء میں آئرلینڈ کے اضلاع کے چونسٹھ رکنوں کا مجلس مذکور میں اضافہ ہوا ؎

قانون اصلاح بابت سنہ ۱۸۳۲ء کا اثر

سنہ ۱۸۳۲ء کے قانون اصلاح کی رو سے انگلستان کے جو ضلع کثرت سے آباد تھے یا جن کے رقبے بہت بڑے تھے ان سب کو اکھٹا کرکے بغرض انتخاب نائبین پینسٹھ حلقوں میں ان کی تقسیم ہوئی ہے چھوٹے اور غیر آباد شہروں سے حق انتخاب کی تنسیخ ہوکر جو ایک سو تنتالیس وکیل انکے باقی رہ گئے تھے ان میں سے اضلاع انگلستان اور ویلز کو پینسٹھ اور آئرلینڈ کے ضلعوں کو پانچ وکیل دیئے گئے ہیں۔ سنہ ۱۸۶۷ء کے قانون نیابت کی رو سے انگلستان اور ویلز کے ضلعوں کی نیابت میں چونسٹھ اور اسکاٹ لینڈ کے اضلاع کی نمائندگی میں تین وکیلوں کا اضافہ ہوا ہے سنہ ۱۸۸۴ء اور سنہ ۱۸۸۵ء کے قوانین کے زیر اثر مملکت متحدہ کے اضلاع کو مزید بہتر وکیل ملے ہیں اس لحاظ سے انگلستان اور ویلز کے اضلاع کے نمائندوں کی تعداد اب دو سو ترپن تک پہنچ گئی ہے۔ اسکاٹ لینڈ کے انتالیس اور آئرلینڈ کے پچاسی وکیل دار العوام میں شریک ہوتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی حلقہ جات انتخاب کی دوبارہ تنظیم ہونے پر ہر ایک حلقے کے لیئے ایک نائب مقرر ہوا ہے لیکن اس انتظام سے بعض ضلعوں کی نیابت پر اثر پڑا ہے چنانچہ رٹ لینڈ کا ایک نائب کم ہوگیا اور اس کے برعکس ضلع یارک کے مختلف حلقے چھبیس وکیل روانہ کرتے ہیں۔ سنہ ۱۸۸۴ء کے پہلے لنکاشائر (Lancashire) کی چار قسمتوں سے آٹھ وکیل آتے تھے مگر اس قانون کے بعد سے اب اُس کے تیئیس حلقوں سے تیئیس نمائندے آتے ہیں ؎

ایک حلقہ ایک نمائندہ

S.M.C.

وکلائے بلاد

urban representatives

شہروں کی نیابت

چونکہ شہروں کے باشندے زیادہ متمول و ذی وجاہت ہوتے تھے اس لیئے ابتدا میں ہی بادشاہ کو ان کی جانب توجہ ہوئی اس کے سوائے

یہ لوگ بہ نسبت دوسرے افراد رعایا کے بادشاہ کی ضرورت پر روپیہ دینے میں زیادہ فیاضی کرتے تھے لہذا پارلیمنٹ کے رائج ہوتے ہی شہروں کے وکلا طلب ہونے لگے۔ بعض مورخین کا خیال ہے کہ شروع میں صرف بادشاہ کے علاقے کے شہروں کی پارلیمنٹ میں نیابت ہوتی تھی لیکن ہمکو اس سے اتفاق نہیں ہے اس لیئے کہ بعض شہروں کے نام خواہ وہ علاقہ شاہی میں واقع ہوں یا نہوں ارکان پارلیمنٹ کے انتخاب کرنے کے لیئے حکم دیا جاتا تھا اور بعضوں کے نام یہ حکم نہیں پہنچتا تھا۔ دوسرے اس بات سے بھی اس خیال کی تغلیط ہوتی ہے کہ بعض شہر اپنے کو علاقہ شاہی میں ظاہر کرکے پارلیمنٹ میں وکلا روانہ کرنے سے انکار کرتے تھے اور بعض اس بنا پر عذر کرتے تھے کہ وہ علاقہ شاہی میں واقع نہیں ہیں مگر ان دونوں قسم کے شہروں کا عذر کبھی قبول نہیں ہوا۔ پلینٹیجنیٹ بادشاہوں کی خواہش تھی کہ معاشرت قومی سے جہانتک ہوسکے جلد اصول نظام جاگیری کا اخراج ہوجائے اس لیئے ان کے دور میں اس امر کی کوشش کی گئی کہ کوئی ضلع اور کوئی شہر پارلیمنٹ کے اثر حکومت سے آزاد نہ رہنے پائے۔ سوائے ان شہروں کے جن کو ضلع کے حقوق حاصل تھے شہروں کے وکلا روانہ کرنے کے لیئے ہر ایک ضلع کے شیرف کے نام طلب نامہ بھیجا جاتا تھا اور یہ بات شیرف کے اختیار و امتیاز پر منحصر تھی کہ وہ اپنے ضلع کے جن شہروں کو مناسب سمجھتا اُن کے وکلا کے انتخاب کا انتظام کرتا تھا۔ طلب نامہ موسومہ شیرف میں شہروں کے نام نہیں بتلائے جاتے تھے کہ کن کن شہروں سے وکلا روانہ کیئے جائیں۔ شیرف نے اس اختیار کا بیجا استعمال کرنا شروع کردیا اور اس طرح کی رپورٹ اکثر ارسال ہونے لگی کہ "میرے ضلع کے علاقے میں کوئی شہر یا بلد واقع نہیں ہے" اس عذر سے اس نے اکثر شہروں کو جن کی اس کے پہلے نیابت ہوئی تھی وکلا بھیجنے سے باز رکھنا شروع کردیا تھا آخر ۱۳۸۲ء میں اس خرابی کو قانون کے ذریعے سے رفع کیا گیا۔ جس کا

سنہ ۱۳۸۲ء

منشا تھا کہ قانون مذکور کے نفاذ کے بعد سے شیرف ان شہروں کو جہاں سے سابق میں وکلا آیا کرتے تھے نائبین بھیجنے سے باز نہ رکھے اور ان کے نام اپنی رپورٹ میں حذف نہ کرے۔ اس لیئے ابتدا میں شہروں اور اضلاع کے وکلا کی تعداد میں بہت فرق ہوتا تھا چنانچہ نمونے کی پارلیمنٹ میں شہروں کے دو سو بیس اور ایڈورڈ اول کے عہد میں اس کی مختلف پارلیمنٹوں میں کل ایک سو چھبیس شہروں سے وکلا روانہ کیئے گئے ہیں لیکن اس کے فرزند کی بادشاہی کے زمانے میں سولہ نئے شہروں نے نمائندے روانہ کیئے اور ایڈورڈ سوم نے تو آٹھ سنکھ پورٹس[1] (Cinque Ports) کے نام تک طلب نامجات بھجوائے۔ اس پر بھی پارلیمنٹ میں شہروں کی نیابت کافی طور پر نہیں ہوتی تھی اور ہر ایک پارلیمنٹ میں بہ نسبت اسکے پہلے کی پارلیمنٹ کے ان کے وکلا کی تعداد گھٹتی رہتی تھی۔ اس خرابی کی اصلاح کے بجائے خود بادشاہ نے اکثر شہروں کے نام طلب نامجات روانہ کرنا موقوف کردیا تھا اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی تھی کہ ایڈورڈ سوم کے عہد میں صرف ننانوے شہروں کی نیابت ہونے لگی تھی۔ مگر سنہ ۱۸۳۲ع کے قانون کے جاری ہونے سے جو اختلاط ان کی نیابت میں ہو رہا تھا وہ رک گیا۔ اور شہروں کے نمائندوں کی تعداد دو سو مقرر ہوگئی۔ ان کے علاوہ لندن کے لیئے دو نائبوں کا تعین ہوا۔ دار السلطنة کی یہ پیش بینی قابل ستائش ہے کہ وہ بادشاہ کی جانب سے تعداد وکلا کے معین ہونیکے

وکلائے شہر و بلاد کی تعداد

[1] سنکھ فرانسیسی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی پانچ ہیں۔ انگلستان کے پانچ بنادر ہیسٹنگز، رامنی، ہائڈ، ڈوور اور سینڈوچ جو مشرقی و جنوبی ساحل پر فرانس کے بہت قریب واقع ہیں ابتدا سنکھ پورٹس کے نام سے مشہور تھے۔ بعد ازاں ان میں ونچلسی، رائی اور سی فرڈ کے بندرگاہوں کے شامل ہونے سے ان کی تعداد آٹھ ہوگئی۔ قدیم زمانے سے یہ کل بندرگاہ مورد الطاف شاہی رہے ہیں جس کے سبب سے ان کے مخصوص امتیازات تھے ۱۲ از مترجم

سے پہلے سے چار نائب اس خیال سے بھیجتا تھا کہ مبادا اس کے وکلا کی تعداد گھٹا دیجائے تو کم از کم نصف کی تو منظوری صادر ہو سکے۔ مگر سنہ ۱۸۳۲ء میں دار الحکومت کی نیابت میں اضافہ ہو کر اس کے وکلا کا نمبر مثل سابق چار پر پہنچ گیا ؎

قدیم زمانے میں پارلیمنٹی شہروں کی کس طرح تقسیم ہوئی تھی۔

ان ننانوے پارلیمنٹی شہروں کی ضلعواری تقسیم میں کوئی مساوات نہ تھی۔ اس قسم کے شہر کسی ضلع میں زیادہ اور کسی میں کم اور بعضوں میں تو تھے ہی نہیں۔ اِس بات سے ثابت ہوتا ہے کہ بعض اضلاع کے تمول کی حالت دوسرے ضلعوں سے بہتر تھی اور اکثر متمول شہر اُن اضلاع میں واقع ہوئے تھے جہاں زراعت اچھی ہوتی تھی چنانچہ لنکاشائر سے کوئی شہری (وکیل شہر) پارلیمنٹ کو روانہ نہیں کیا جاتا تھا۔ سولہ اضلاع ایسے تھے جن میں فی ضلع پارلیمنٹی شہر واقع ہوا تھا۔ اس کے برعکس وِلٹ شایر سے چوبیس اور سسیکس (Sussex) سے اٹھارہ شہری پارلیمنٹ میں آتے تھے ؎

جدید شہروں کو حق نیابت کا ملنا اور قدیم شہروں کے حق نیابت کا دوبارہ جاری ہونا۔

سنہ ۱۴۴۵ء کی سند شاہی کے ذریعے سے شہروں کو حق نیابت کا عطا ہونا شروع ہوا چنانچہ ہنری ششم نے آٹھ شہروں کو اور ایڈورڈ چہارم نے چار کو سندیں عطا کیں لیکن اکثر شہروں کو ورِیٹوڈر میں حق نیابت حاصل ہوا ہے۔ ہنری ہشتم کے جلوس سے ملکہ ایلیزبیتھ کی وفات تک تقریباً پچاسی شہروں کو حق نیابت کی سندیں عطا ہوئیں یا دوبارہ ان کو اجازت دی گئی کہ وہ اپنے وکلا پارلیمنٹ میں روانہ کریں۔ اکثر شہروں سے بحساب فی شہر دو نائب آتے تھے لیکن مان متھ اور ویلز کے ضلعوں کے شہروں سے بحساب فی شہر ایک نائب روانہ ہوتا تھا۔ بعض شہروں نے بادشاہ کو عرضی دی کہ انھیں وکلا روانہ کرنے کی اجازت دی جائے اسلیے کہ وہ سابق میں روانہ کیا کرنے تھے۔ ایسے شہروں کی عرضیاں منظور ہو گئیں اور ان کے حق نیابت کا اعادہ ہوا۔ بعض جدید شہروں کو اُن کی تجارت اور اہمیت کے سبب سے سندیں ملی تھیں۔ چنانچہ ہنری ہشتم نے اس بنا پر چیسٹر۔

بُروک - کیا ہے - مان متھ اور ویلز کے ضلعوں کے شہروں سے وکلا طلب کیے تھے اور اُس کا یہ عمل بے محل نہ تھا لیکن اکثر جدید پارلیمنٹی شہروں کو دور ٹیوڈر میں کسی دوسری غرض سے حق نیابت بخشا گیا تھا۔ بادشاہ چاہتا تھا کہ اُس کے مقرر کردہ لوگوں کا شہروں کی جانب سے انتخاب ہوتا رہے۔ اس بات کو ہم ایک مثال کے ذریعے سے صاف کر دینا چاہتے ہیں۔ ایڈورڈ ششم کے جلوس کے وقت کارنوال میں پانچ پارلیمنٹی شہر تھے۔ ملکہ ایلزبتھ کی وفات کے وقت اسی علاقے میں ایسے اکیس شہر ہو گئے تھے لیکن درحقیقت اس شاہی علاقے (ڈچی آف کارنوال) میں شہر تو درکنار ایسے اکیس گاؤں بھی نہ تھے۔ اسی غرض کے پورا کرنے کے لیے فرضی اور غیر آباد شہروں کو حق نیابت عطا ہوتا تھا۔ لیکن غیر آباد شہروں کو حق نیابت دیا جانا دور ٹیوڈر کے ساتھ ختم ہو گیا۔ جیمس اول کے عہد میں چھ جدید شہروں کو حق نیابت عطا کیا گیا اور سات قدیم شہروں کے حقوق نیابت کی بحالی ہوئی۔ چارلس اول کے دور میں جب پرانے شہروں کی جانب سے حق نیابت کے اعادے کے متعلق عرضیاں گزرنے لگیں تو بادشاہ اس کے بحال کرنے کو راضی تو ہو گیا لیکن اس کو اپنی پارلیمنٹ سے سخت اندیشہ تھا۔ وہ جانتا تھا کہ پارلیمنٹ ان شہروں کے وکلا کو اپنے اثر میں نہیں رہنے دیگی اس لیے اس نے قدیم شہروں کی نیابت کو بحال ہونے نہیں دیا۔ چارلس دوم کے عہد میں صرف نیوارک اور ڈرہم (Nework & Darbam) کو حق نیابت بخشا گیا تھا۔ اس پر ہی قوم بگڑ گئی اور بادشاہ کی مخالفت پر آمادہ ہو گئی تھی۔ اس کے بعد بادشاہ کو پھر جرأت نہ ہوئی کہ دوسرے شہروں کو اس حق سے بہرہ اندوز کرے۔

سترھویں صدی کے اختتام پر شہروں کے نائبوں کی تعداد چار سو اکیس تھی اسکاٹلینڈ سے اتحاد ہونے کے بعد پندرہ اور آئرلینڈ کے متحد ہونے کے بعد اُس میں پینتیس کا اضافہ ہوا۔ ۱۸۳۲ء کے قانون اصلاح کی رو سے چھپن شہروں کا حق نیابت سلب ہو کر اکتیس شہروں کو

قانون اصلاح بابت ۱۸۳۲ء

Kalten Leusaghe

بحساب فی شہر ایک نائب دیا گیا۔ اس طرح جن ایک سو تینتالیس وکلا کی جائدادیں خالی ہوئیں ان میں سے دس وکیل لنڈن کو دیے گئے۔ اس کی پانچ قسمتوں کو پارلیمنٹی شہروں کا اعزاز عطا کر کے ہر ایک قسمت کو دو نائب دیئے۔ دار الحکومت کے سوائے لیورپول مینچسٹر۔ برمنگھم اور دوسرے بلاد کے حق نیابت میں اضافہ کیا گیا۔ بہر حال اس قانون کے زیر اثر کل پینسٹھ ارکان انگلستان اور ویلز کے شہروں کے لیئے اور آٹھ اسکاٹ لینڈ کے بلاد کے واسطے مقرر کیئے گئے۔ ۱۸۶۷ء میں مزید شہروں کا حق انتخاب زائل ہو کر یا کم ہو کر باون ارکانِ پارلیمنٹ کی جائدادیں خالی ہوئیں اور بعض شہروں کو جدید حق نیابت دیا گیا۔ ان باون ارکان سے بیس وکلا جدید پارلیمنٹی شہروں کو اور باقی نمائندے سابق کے حلقہ جات انتخاب کو عطا ہوئے۔ ۱۸۸۴ء کے قانون کے زیر اثر جن شہروں کی آبادی پندرہ ہزار نفوس سے کم تھی ان سے فی شہر ایک نائب روانہ کرنے کا حق لے لیا گیا اور ان کی آبادی کا بلحاظ نیابت دوسرے حلقہ جات انتخاب میں شمار ہونے لگا۔ اس طرح اس قانون کی رو سے ایک سو اٹھ ارکان پارلیمنٹ کی جائدادیں خالی کرائی گئیں اور صرف آٹھ جدید پارلیمنٹی شہروں کا تقرر عمل میں آیا۔ ملک کی کل آبادی کی حلقہ جات انتخاب میں تقسیم ہوئی ہے۔ ایک سو ساٹھ شہروں کے حق نیابت کے سلب ہونے کے بعد جس قدر وکلا کی جائدادیں باقی رہ گئی تھیں ان میں بارہ کا اضافہ ہو کر ان کو بلاد اور اضلاع کے حلقہ جات انتخاب میں تقسیم کر دیا گیا ہے اور اور ہر ایک حلقے سے بجز چند مقامات کے ایک رکن پارلیمنٹ کو روانہ ہوتا ہے۔ مثلاً ولور ہیمپٹن (Wolver hampton) سے کل شہر کی جانب سے دو نمائندوں کا انتخاب ہوتا تھا اس قانون کے بعد سے اس کی تین حلقوں میں تقسیم ہو کر اب بجائے دو کے تین وکیل پارلیمنٹ میں روانہ کیئے جاتے ہیں اس کے برعکس آکسفرڈ۔ کیمبرج اور ڈبلن کی یونیورسٹیاں اور اکثر ایسے شہر جن کی آبادی پچاس ہزار اور ایک سو پینسٹھ ہزار

۱۸۶۷ء

نفوس کے درمیان ہے ہر ایک حلقے سے ایک کے عوض دو وکیل پارلیمنٹ کو روانہ کرتے ہیں۔ پارلیمنٹ میں اب دو سو ترانوے وکلا شہروں اور یونیورسٹیوں کی جانب سے آتے ہیں جن میں سے دو سو بیالیس نمائندوں کا تعلق انگلستان اور ویلز سے تینتیس کا اسکاٹ لینڈ سے اور اٹھارہ کا آئرلینڈ سے ہے۔ وکلاے بلاد کو اگر وکلاے اضلاع کے ساتھ جمع کیا جائے تو ارکان دار العوام کی تعداد اندنوں چھ سو ستر ہوتی ہے ؃

Qualifications for representatives and voters

نائبوں اور شہریوں کے شرائط اہلیت و عدم اہلیت

پارلیمنٹ میں عوام کے شریک ہونے کی کیا غرض تھی

ہم نے اس کے پہلے کسی مقام پر بیان کیا ہے کہ بادشاہ عوام کے وکلا کو صرف اس غرض سے طلب کرتا تھا کہ وہ قوم کی جانب سے اُن رقوم کی منظوری دیں جن کا ملک سے وصول کیا جانا بادشاہ اور اعیان سلطنت کے درمیان پہلے سے طے ہو جاتا تھا اور جس حکمت عملی پر اُس روپے کو صرف کرنا مقصود ہوتا اُس کا بھی یہی دو فریق تصفیہ کرتے تھے چنانچہ

سنہ ۱۲۹۵ء

بزرگان قوم کے نام جو شقہ جات شاہی روانہ ہوتے تھے ان میں اس بات کی صراحت کر دیجاتی تھی کہ تمھارے سامنے جو امور پیش ہوں ان پر تم کو "غور کرنا، ان کے متعلق حکم دینا اور اُس حکم کی تعمیل کرنا ہوگی" مگر اضلاع اور بلاد کے وکلا کے طلب ناموں میں کام کی نسبت صرف اس قدر ہدایت درج ہوتی تھی کہ جو حکم مجلس عام سے ملے اس کی "بجا آوری" تم پر لازم ہے اس کے بعد ایڈورڈ دوم کے عہد میں نائبین عوام کے طلب ناموں میں اس بات کا اضافہ ہوا کہ جو تحریک پارلیمنٹ میں منظور ہو اس کی نسبت ان لوگوں کو اپنی رضامندی ظاہر کرنی ہوگی۔ ان لوگوں کے طلب ناموں میں اس قدیم فقرۂ مصرحہ کا قانون قرعہ اندازی بابت سنہ ۱۸۷۲ء تک اندراج ہوتا رہا۔ مگر اس قانون کے نفاذ کے بعد سے فقرۂ ہدایتی منسوخ ہو کر حلقہ جات انتخاب کے نام صاف الفاظ میں حکم شاہی ارسال ہوتا ہے کہ قوم اپنے وکلا کا انتخاب کر کے پارلیمنٹ کو روانہ کرے۔ اسی لیے

پارلیمنٹ کے ابتدائی زمانے میں جو لوگ صاحب اثر و وجاہت ہوتے وہ ضلع اور شہر کی نیابت کے لیئے اہل سمجھے جاتے تھے۔ لیکن حکومت مرکزی کی جانب سے شہروں کی آزادی انتخاب کے متعلق کسی قسم کی دشواری نہیں پیدا کی گئی تھی بجز اس کے کہ وکلائے بلاد کو ہدایت کر دی جاتی تھی کہ وہ اپنے موکلین کی جانب سے پورے اختیارات وکالت حاصل کر کے پارلیمنٹ میں آیا کریں۔

شرائط وکلائے اضلاع

طبقہ نائٹ کو پارلیمنٹ میں کام کرنے سے ہمیشہ گریز رہا اور ۱۳۲۵ء میں چوہتر وکلائے اضلاع میں سے جو پارلیمنٹ میں آئے تھے صرف ستائیس نائبین کو نائٹ ہونے کا رتبہ حاصل تھا۔ اس لیئے ۱۳۴۰ء میں طلب ناموں میں صراحت کر دی گئی تھی کہ صرف بگلوس والے نائٹ روانہ کیئے جائیں اور جب طلب نامجات متواترہ میں اس امر کی ہدایت ہونے لگی تو ۱۳۷۶ء سے اسی قسم کے نائٹوں کا آنا مستقل ہو گیا باوجود اس کے جو مبارزین کہ گڈ پارلیمنٹ میں شریک ہوتے تھے ان میں کے نصف بھی اس پائے کے نہ تھے اور ۱۴۱۳ء

سنہ ۱۴۱۳ء

میں حکومت کو اضلاع سے وعدہ لینا پڑا کہ وہ اپنی نمائندگی کے لیئے کم سے کم شرفا کو تو ضرور روانہ کرینگے۔ اس کے ساتھ ہی طلب ناموں میں یہ حکم بھی درج ہونے لگا کہ جس ضلع یا شہر سے جس وکیل کا انتخاب ہو اُس کا اُس مقام میں مستقل سکونت رکھنا لازم ہے۔ انتخاب کرنے والوں کی آزادی پر اس شرط کا اثر ۱۷۷۴ء تک رہا لیکن اس کے برسوں پہلے شہروں کی نسبت یہ شرط منسوخ سمجھی جاتی تھی اسلیئے کہ ۱۵۷۱ء میں تقریباً یہ منسوخ ہو چکی تھی لیکن کسی نامعلوم سبب سے اس قانون کا رجسٹر قوانین موضوعہ میں اندراج نہیں ہوا تھا۔

شرائط وکلائے بلاد ۱۷۱۱ء

چونکہ مختلف شہروں کے انتظام میں فرق تھا اس لیئے ان کے وکلا کے شرائط اہلیت بھی مختلف تھے۔ پارلیمنٹ کی بری عادتوں کے انسداد کی غرض سے ۱۷۱۰ء میں شرط ملکیت قائم کی گئی۔ اس قانون کی رو سے اضلاع اور بلاد کے نمائندوں کے لیئے جائداد غیر منقولہ اراضی کا

property qualification for representatives

مالک ہونا لازم قرار پایا۔ جس شخص کے ہاں چھ سو پونڈ سالانہ آمد کی زمین
سے کم ہوتی وہ ضلع کی نمائندگی اور جس کے ہاں تین سو پونڈ سالانہ آمد کی
زمین سے کم ہوتی تو وہ شہر کی وکالت کے لیئے اہل نہیں سمجھا جاتا تھا۔
مگر اس قانون کا لوگوں پر زیادہ اثر نہیں ہونے پایا اس واسطے کہ جس طرح
لوگ ان کل قوانین کے ساتھ جن کا تعلق رکنیت پارلیمنٹ کے شرائط
سے تھا بے پروائی کرتے تھے اسی طرح ملک نے اس کا بھی لحاظ
نہ کیا اور لوگ اس کے اثر سے آپ کو کسی نہ کسی طرح بچاتے رہے۔
اس پر بھی اس کو مشہور قانون اصلاح بابت ۱۸۳۸ء کے بعد بھی منسوخ نہیں (۱۸۳۸ء)
کیا گیا بلکہ اس میں وسعت ہو کر اس کا اطلاق جائداد منقولہ پر ہونے لگا۔
بالآخر یہ قانون ۱۸۵۸ء میں منسوخ ہوا ؏ (۱۸۵۸ء)

جو مدت سولھویں صدی کے نصف آخر سے انیسویں صدی کے
نصف شروع تک گزری ہے اس میں ارکان پارلیمنٹ کو پارلیمنٹ میں کام شروع
کرنے کے پہلے مختلف طرح سے حلف کرنا پڑتا تھا۔ چنانچہ ۱۵۶۳ء میں
سیاسی اغراض کی بنا پر صدارت بادشاہ کی نسبت ان کو حلف کرنا ہوتا تھا
مگر امراس سے اس واسطے مستثنیٰ سمجھے جاتے تھے کہ ملکۂ وقت کو
"ان کی ایمانداری اور وفاشعاری کا اطمینان کلی حاصل تھا"۔ ۱۶۱۰ء سے (۱۶۱۰ء)
حلف صدارت کے سوائے بادشاہ وقت کا حلف وفاداری ارکان پارلیمنٹ
پر لازم کیا گیا۔ ۱۶۷۸ء میں جبکہ بغاوت پاپائی کے بعد ملک پر خوف و ہراس (۱۶۷۸ء)
چھا گیا تھا دونوں حلف وارا الامرا پر بھی لازم کیئے گئے اور پارلیمنٹ
کی دونوں مجلسوں کے لیئے ایک تیسرے حلف یعنی
انکار مسئلہ استحالہ کا اضافہ ہوا ان دوراندیشیوں کے بعد بھی حکومت
کو طرفداران اسٹوورٹ سے خوف لگا ہوا تھا اس لیئے
۱۷۰۱ء میں ارکان پارلیمنٹ کو اس خاندان کے دعوے سے بری الذمہ
کرنے کی غرض سے ان کے لیئے ایک چوتھی قسم کا
حلف تجویز کیا ہر چند کہ اس سے حکومت کا منشا رومن کیتھلک عنصر کو پارلیمنٹ

سے خارج کرنا تھا لیکن حلف کے الفاظ کچھ اس طرح واقع ہوئے تھے کہ یہودیوں اور نان کن فرمسٹ لوگوں کو بھی اس کے کرنے میں تامل تھا جس کے سبب سے یہ دونوں فرقے رکنیت پارلیمنٹ سے محروم ہو گئے تھے۔ اس کے الفاظ حسب ذیل تھے ''سچے دین مسیحی کی قسم کھاتا ہوں''۔

جن اغراض سیاسی کی بنا پر حلف صدارت اور مسئلہ استحالہ کے خلاف اقرار لیا جاتا تھا انیسویں صدی کی ابتدا میں وہ مفقود ہو چکے تھے چنانچہ گراٹن اور پلنکیٹ۔ فاکس اور کیننگ (Grattan & pluuket & fox & Canning)

جیسے دور اندیش مدبرین کو کیتھلک لوگوں کی حریت کی نسبت اصرار تھا اور ان لوگوں نے اس مسئلے کو بارہا اپنی پرزور دلیلوں سے ثابت کر دیا تھا چنانچہ پٹ کے سنہ ۱۸۰۱ء میں وزارت سے مستعفی ہونے کا سبب یہی مسئلہ تھا۔ اس نے آئرلینڈ کے اتحاد کے وقت وہاں کے باشندوں سے کیتھلک کو آزاد کرنیکا وعدہ کر لیا تھا مگر جب اس نے اُس معاہدے کا اظہار جارج سوم پر کیا تو بادشاہ کو نہایت برہم اور مخالف پایا لہذا ایفائے وعدہ نہ کرنے کی مجبوری نے اس کو استعفا پیش کرنے پر آمادہ کر دیا۔ پٹ پر جو گزرنی تھی وہ گزر گئی لیکن حکومت بھی اس کے بعد اس بات کو نہ روک سکی۔ اور جو کیتھلک انجمن کہ اوکانل (O'Connel) کے زیر صدارت آئرلینڈ میں قائم ہوئی تھی اور جس کی تقریر دل کا اثر پوری آئرش قوم پر ہو گیا تھا اس نے اپنے کو بہ نسبت اس حکومت کے جو قصر ڈبلن میں متمکن تھی زیادہ قوی ثابت کر دکھایا۔ بالآخر ڈیوک آف ولنگٹن کو جو وزیر اعظم تھا اپنے مقررہ اصول حکومت کو ترک کرنا پڑا اور اس نے اس دھمکی کے ساتھ جارج چہارم کو مشورہ دیا کہ سنہ ۱۸۲۹ء کا مسودہ قانون (جو حریت کیتھلک کے لیئے وضع کیا گیا تھا) نامنظور ہو گا تو میں مستعفی ہو جاؤنگا۔ قانون حریت کیتھلک بابت سنہ ۱۸۲۹ء کی رو سے مسئلہ استحالہ کے خلاف اقرار کرنا منسوخ ہو گیا ہے اور کیتھلک کے لیئے حلف صدارت میں بھی ترمیم ہوئی ہے۔

سنہ ۱۸۲۹ء

اس کے بعد حکومت کو دوسرے مذہبی فرقوں کے ساتھ اسی قسم کے مراعات سے پیش آنا پڑا۔ سنہ ۱۸۳۳ء کے بعد سے کویکرز (Quakers) اور دوسرے

سنہ ۱۸۳۳ء

مذہبی فرقوں کے لیئے جن کو ہر ایک قسم کے حلف کرنے سے عذر ہوتا تھا
اقرار صالح مقرر ہو کر پارلیمنٹ کا راستہ کھل گیا ہے حلف بری الذمگی کی ترمیم
۱۸۵۸ء میں ہو کر اس سے یہودیوں کو فائدہ پہنچا ہے اور اس کے بعد
بری الذمگی صدارت اور وفاداری کی قسموں کو ملا کر ایک حلف مقرر ہوا تھا
مگر ۱۸۸۸ء کے بعد سے براڈلا (Bradlaugh) کے مشہور مقدمے کی بدولت
حلف کے بجائے اقرار صالح لازم کر دیا گیا ہے۔ اور اب کوئی شخص کسی قسم کے
حلف کے لیئے کسی محکمے اور معاملے میں مجبور نہیں ہے ؂

پارلیمنٹ کی رکنیت کے اسباب نا اہلیت (۱) دماغی (۲) قانونی (۳) معاشرتی

کسی خلقی نقص یا عدم قابلیت کے سوائے جس کے سبب سے
آدمی پارلیمنٹ کی رکنیت کا اہل نہیں ہو سکتا بعض قانونی موانعات بھی ہیں۔
قانون غیر موضوعہ اور موضوعہ دونوں کے زیر اثر بعض باتوں کا اسباب عدم قابلیت
میں شمار کیا گیا ہے۔ ان میں سے بعض کا تعلق تمدن سے اور بعض کا پیشے
(و حرفہ) سے ہے۔ کوئی نابالغ اور فاتر العقل دار العوام کا رکن نہیں ہو سکتا۔
اگر کوئی شخص بغاوت یا کسی سنگین جرم کا مجرم قرار پائے جب تک وہ سزائے مجوزہ
کو نہ بھگت لے یا اسے منجانب بادشاہ معافی نہ ملے پارلیمنٹ کی دونوں مجلسوں
میں سے کسی ایک کا بھی رکن نہیں بن سکتا۔ چونکہ ولیم کے ڈچ احباب کے
سبب سے اہل ملک غیر ملکیوں سے رشک و حسد کرنے لگے تھے
اس لیئے پارلیمنٹ نے قانون بنا کر ۱۷۰۰ء میں اجانب کو رکنیت پارلیمنٹ
سے خارج کر دیا تھا لیکن اس قانون کی ۱۸۷۰ء میں ترمیم ہو کر اب یہ قانون
اُن پردیسیوں کے حق میں جو آپ کو انگریزی رعایا بنا لیتے ہیں اس قدر مضر
نہیں رہا۔ امرا بھی مجلس ادنےٰ کے رکن نہیں بن سکتے لیکن ۱۸۴۹ء سے
امرا کے لڑکوں کو اس میں شریک ہونے کی اجازت ہو گئی ہے۔ جب
اسکاٹ لینڈ سے اتحاد ہوا تو شروع میں ہی طے کر دیا گیا تھا کہ وہاں کے
امرا کا رکن دار العوام ہونا ناجائز ہوگا اور پہلے قانون اصلاح کے جاری ہونے تک
ان کے فرزندان اکبر بھی اس سے محروم رہے لیکن آئرلینڈ کے امرا کے
ساتھ اس سے بہتر سلوک کیا گیا ہے۔ سوائے اُن امرائے نائبین کے

(۴) متعلق بہ پیشہ

جو دارالامرا میں آئرلینڈ کی نیابت کرتے ہیں دوسرا ہر ایک آئرش امیر برطانیہ عظمے
کے کسی نہ کسی حلقۂ انتخاب کی دارالعوام میں نیابت کرسکتا ہے جن پیشوں
کا اسباب نااہلیت میں شمار ہوتا ہے وہ حسب ذیل ہیں:- ۱۳۷۲ء
کے فرمان کی رو سے "قانون پیشۂ اشخاص" کو رکنیت سے محروم کیا گیا تھا
اس کا سبب یہ کہا جاتا تھا کہ یہ لوگ اپنے پیشے کو انجام دینے کی فکر میں
لگے رہنے سے ان سے قومی کام میں کافی توجہ نہیں ہوسکتی ۱۴۰۴ء میں
بیرسٹروں کو پارلیمنٹ کی رکنیت سے محروم کیا گیا تھا لیکن اس قانون پر
عمل نہیں ہوتا تھا آخر یہ ۱۸۷۱ء میں منسوخ ہوگیا۔ ۱۶۰۵ء میں دارالعوام میں
اس امر کی نسبت ایک تحریک پیش ہوکر منظور ہوئی کہ نظمائے عدالت
رکنیت سے خارج سمجھے جائیں اس وجہ سے کہ یہ لوگ دارالامرا کے
جلسوں میں شریک ہوتے ہیں۔ ابھی تک اس قاعدے پر عمل ہوتا ہے
۱۳۷۲ء میں ہر ایک شیرف کو اس کی ملازمت کے زمانے میں ضلع
اور شہر کے جانب سے پارلیمنٹ کے رکن بننے کی ممانعت کی گئی تھی
مگر حقیقت میں اس ہدایت پر عمل نہیں ہوتا تھا اور ہر ایک شیرف
جو جس ضلع اور اس کے شہروں کے نمائندوں کے انتخاب کا انتظام
کرتا ان مقامات کے سوائے دوسرے ضلع یا شہر کی جانب سے
پارلیمنٹ میں نیابت کرسکتا تھا۔ لیکن آخر میں کل عہدہ داروں کو جن کے
ذمے انتخاب کا انتظام تھا رکنیت سے محروم کردیا گیا لیکن ۱۸۳۵ء سے
جبکہ شہروں کے نام طلب ناموں کا ارسال ہونا موقوف ہوا شیرف
بجز ان شہروں کی نیابت کے جو اس کے ضلع میں واقع ہوتے ہیں دوسرے
شہروں کی جانب سے پارلیمنٹ کا رکن بن سکتا ہے۔ ایک عرصے تک
اس بات پر بھی بحث ہوتی رہی کہ پادریوں کو پارلیمنٹ کا رکن بنانا چاہیے
یا نہیں بعض نظائر ان کی رکنیت کے موید اور بعض اس کے مخالف تھے
مگر جب ہارن ٹک (Horne tooke) کا اولڈ سیرم (Old sarum)
کی جانب سے انتخاب ہوا تو دوبارہ اس مسئلے پر غور کیا گیا اور آخر

طے پایا کہ انگلستان اور اسکاٹ لینڈ کے مذہب معینہ کے پادری دارالعوام کی
رکنیت کے اہل نہیں ہو سکتے۔ کیتھلک پادریوں کی عدم اہلیت کی نسبت
تو اس کے پہلے ۱۸۲۹ء میں قانون حریت کیتھلک کے ذریعے سے طے
کر دیا گیا تھا۔ مگر ۱۸۷۰ء سے مذہب مقررہ کے پادریوں کو بشرطیکہ وہ اپنا پیشہ
ترک کریں رکنیت پارلیمنٹ کی اجازت مل گئی ہے۔ اسی طرح نان کن فرمسٹ
لوگوں کے پادری جس صورت میں کہ وہ اپنے پیشے کو انجام نہ دیتے ہوں
رکنیت کے اہل ہو سکتے ہیں۔ اکثر سرکاری خدمتوں کے سبب سے
لوگ پارلیمنٹ کے رکن بننے سے محروم رہتے ہیں قانون بھی اس خیال کا
مؤید ہے چنانچہ قانون تخت و تاج کے ذریعے سے طے ہو گیا ہے کہ
جو لوگ خاص علاقہ تاج میں اعزازی یا نہایت قلیل مشاہرے کے عہدوں پر
مامور ہوں رکنیت کے اہل نہیں ہو سکتے چونکہ دارالعوام کا سرکاری ملازمین
اور شاہی وظیفہ خواروں سے مملو ہونا قوم کے حق میں مضر تھا اور یہ بات
بھی نامناسب تھی کہ وزرا اور دوسرے بڑے عہدہ داروں کے
پارلیمنٹ میں شریک ہونے سے اُس کا خوف ان کے دلوں سے
نکل جائے لہذا قانون کے ذریعے سے اِن کو روکا گیا تھا اس کے
سوا اس میں ایک اور قباحت تھی عہدے داران انتظامی کے کاموں پر
جو نکتہ چینیاں پارلیمنٹ میں ہوتی تھیں اگر یہی عہدہ دار اس کے ارکان بھی ہوتے
تو گویا وہی شخص جس نے کام خراب کیا ہے خود پر اعتراض بھی کرتا تھا اور جب
معترَض اور معترِض میں فرق نہیں تھا تو ایسے اعتراض سے قوم کو کیا فائدہ
پہنچ سکتا تھا۔ علاوہ بریں ایک اور خیال بھی شرکت ملازمین سرکاری کا
مانع تھا۔ وہ یہ کہ فرقہ بند حکومت کے اصول کے مطابق وزارت اور پارلیمنٹ
کے بدلنے پر مختلف محکموں کے افسر نہ بدلا کریں اور جس خوبی و لیاقت سے
اِن محکموں میں کام ہوتا ہے وہ ہوتا رہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی
ایک اور دشواری محسوس ہوتی تھی۔ دارالعوام میں بڑے افسروں کی حرکات
کے خلاف چھوٹے عہدہ داروں کا رائے دینا بھی نامناسب تھا۔

مختصر یہ کہ ان وجوہ سے عہدہ داران سرکاری کو مجلس مذکور کی رکنیت سے روکا گیا تھا لیکن ۱۷۰۵ء میں یہ بات ثابت ہوگئی کہ جب تک مختلف محکموں کے صدر پارلیمنٹ میں شریک نہوں اور ہر ایک وزیر اپنی حکمت عملی کو نہ سمجھائے اور اس کو پارلیمنٹ کے حملوں سے نہ بچائے ذمہ داری وزرا قائم نہیں ہوسکتی۔ اس بنا پر ایسے عہدہ دار جن کے عہدے ۱۷۰۵ء کے قبل سے چلے آرہے تھے پارلیمنٹ میں داخل کرلیئے گئے اور یہ شرط لگائی گئی کہ اگر کسی رکن پارلیمنٹ کا ان میں سے کسی خدمت پر تقرر ہو تو اس کی رکنیت ساقط ہوجائیگی لیکن وہ اپنے حلقۂ انتخاب سے دوبارہ منتخب ہوکر مثل سابق اُس کی نیابت کرسکے گا۔ جن خدمتوں پر مقرر ہونیکے سبب سے ارکان پارلیمنٹ کا دوبارہ منتخب ہونا ضرور ہے انکی ایک فہرست مرتب ہوئی ہے اور اس میں وقتاً فوقتاً ایسے محکمہ جات سرکاری کے صدر اور دوسرے عہدہ داروں کے نام اضافہ کیئے جاتے ہیں جنکا پارلیمنٹ میں شریک ہونا مناسب سمجھا جاتا ہے۔

اس قانون کے زیر اثر جب کسی رکن کو انتخاب ثانی کی ضرورت ہوتی اس کو انتخاب ثانی کے لیئے سخت زحمت اٹھانی پڑتی تھی اس لیئے کہ سرکاری خدمت کے فرائض کی انجام دہی میں اس کا سارا وقت صرف ہوتا تھا اور انتخاب ثانی کے اہتمام کی آفتیں اٹھانی اور اپنے حلقے کے رائے دینے والوں کی خوشامد و دلجوئی علحدہ کرنی ہوتی تھی۔ اس پر بھی بعض وقت اس کو انتخاب ثانی میں ناکامی ہوتی تھی اور پارلیمنٹ سے اس کے علحدہ ہوجانے سے اس کے محکمے کی مجلس مذکور میں نیابت نہیں ہوسکتی تھی لہذا مسئلۂ انتخاب ثانی کی منسوخی کے متعلق بارہا مباحثے ہوئے اور آخر یہ آسان طریقہ اختیار کیا گیا ہے۔ کہ جب سے نئے وزیر کو انتخاب ثانی کی ضرورت ہوتی ہے اُس کے فرقۂ سیاسی کا ایک ماتحت عہدہ دار اپنی رکنیت پارلیمنٹ سے مستعفی ہوتا ہے اور اس کی جائداد پر وزیر مذکور کا تقرر کرلیا جاتا ہے اس طرح وزیر جدید انتخاب ثانی

کی زحمت سے محفوظ رہتا ہے۔ جو عہدے پارلیمنٹ کی شرکت سے خارج سمجھے جاتے ہیں۔ سر ولیم اینسن نے ان کے نام اپنی کتاب میں چند عنوانوں کے تحت میں بتلائے ہیں۔ ان میں کل ایسے عہدہ دار شامل ہیں جو تاج کے نائبوں کی حیثیت سے کام کرتے ہیں مثلاً نئی آبادیوں کے گورنر، سول سروس کے مستقل ارکان، کل سرکاری ٹھیکے دار، نظمائے عدالت، عہدہ داران مال، محاسبان سرکاری، تنقیح سازان حسابات اور ناظران ومہتممان املاک سرکاری ؎

رکنیت دار العوام سے مستعفی ہونیکی دشواریاں کیونکر رفع ہوئیں

سنہ ۱۷۰۷ء کے پہلے رکنیت دار العوام سے مستعفی ہونا آسان نہ تھا اور نائب کو اپنے انتخاب کرنے والوں سے پیچھا چھڑانا سخت دشوار تھا۔ مستعفی ہونے کے چند طریقے تھے مگر ان میں بھی بڑی زحمت تھی۔ اگر نائب کو استعفا پیش کرنا منظور ہوتا تو وہ اپنی خرابی صحت کا عذر کرتا یا اسکا حلقۂ انتخاب اس کے مجنون ہونے کی شکایت کرتا تھا لیکن ان اسباب پر غور کرنا اور ان کا تصفیہ دار العوام کا اختیاری تھا اس لیئے کہ ان باتوں کا مجلس مذکور کے خاص حقوق سے تعلق تھا اور جتنی باتیں اس کی ترکیب سے متعلق ہوتی تھیں وہی ان کا تصفیہ کرتی تھی۔ اگر پارلیمنٹ کی رائے میں رکن مذکور کا مرض لاعلاج پایا جاتا تو اس کا استعفا منظور ہوتا تھا ورنہ رکنیت سے وہ سبکدوش نہیں ہو سکتا تھا۔ مگر پارلیمنٹ کی عادت تھی کہ وہ ان عذرات کو کم قبول کرتی تھی۔ اس طرح جب تک کہ پارلیمنٹ برخاست نہوتی یا رکن مذکور فوت نہ ہوتا اس کو یا اس کے حلقۂ انتخاب کو پارلیمنٹ کے شکنجے سے نجات نہیں ملتی تھی۔ لیکن اس قاعدے کے ضمن میں کہ جو شخص تاج کا ملازم ہو وہ رکن پارلیمنٹ نہیں ہو سکتا ارکان عوام کو اپنی رہائی کا ایک ذریعہ مل گیا اور اس پر سنہ ۱۷۰۷ء سے عمل ہوتا ہے تاج کے علاقے میں چند برائے نام عہدے ہیں مثلاً چلٹن ہنڈرڈ کی عاملی یا منسٹر کی مہتمم اراضی مستردہ ان میں کے بعض عہدے اعزازی ہیں اور بعضوں کی نہایت قلیل ماہوار ہے مثلاً دو پونڈ مہینہ۔ بہر حال جب کسی

رکن پارلیمنٹ کو استعفا دینا منظور ہوتا ہے تو وہ کسی بیماری وغیرہ کے عذر سے بجائے تاج کے علاقے میں ان خدمتوں میں سے کسی ایک پر مامور کیئے جانے کی درخواست کرتا ہے جس کے سبب سے اس کی رکنیت ساقط ہو جاتی ہے اور اگر وہ انتخاب ثانی کی کوشش نہ کرے تو اس کو رکنیت سے نجات ملجاتی ہے ؛

باشندگان اضلاع کا حق انتخاب

نائبین اضلاع کے انتخاب کے متعلق جو طلب نامجات شاہی شیرف کے نام روانہ ہوتے تھے ان میں ۱۸۲۵ء تک حسب ذیل حکم مرقوم ہوتا تھا ہر ایک ضلع کے لیئے "مجلس ضلع کے جلسۂ عام میں" دو نائٹ اور ضلع میں جس قدر شہر و بلاد ہوں اُن کے واسطے بحساب فی شہر دو شہری اور فی بلدہ دو نمائندے انتخاب کیئے جائیں۔ جب شیرف کو حکمنامۂ شاہی وصول ہوتا تو وہ اپنے علاقے کے انتخاب کرنے والے افسروں کے نام شہروں اور بلاد کے انتخاب وکلا کی نسبت احکام جاری کرتا اور ضلع کی مجلس عام کے منعقد ہونے کے متعلق انتظام کرتا تھا۔ بہرحال نمائندگان اضلاع کا انتخاب حقیقت میں مجلس ضلع میں ہوتا تھا۔ مگر وکلائے شہر و بلاد کا انتخاب باقاعدہ طور پر نہیں ہوتا تھا اس لیئے کہ شیرف کے حکمنامجات کی پشت پر جن وکلائے شہر و بلاد کے نام درج ہو کر اُن کے انتخاب کرنے والے افسروں کی جانب سے واپس ہوتے تھے پھر مجلس ضلع میں شیرف ان کا انتخاب کر کے تصدیق کرتا تھا اس کے بعد شیرف شاہی حکمناموں میں ضلع، شہر اور بلد کے اِن مصدقہ نمایندوں کے نام درج کر کے اُن کو ابتدا میں پارلیمنٹ میں روانہ کرتا تھا مگر بعد ازاں محکمۂ الصفت کو بھیجنے لگا ؛

۱۴۳۰ء کے پہلے وکلائے اضلاع کے لیئے صرف مجلس ضلع کا جلسۂ عام حلقۂ انتخاب سمجھا جاتا تھا لیکن جلسۂ عام میں فی الحقیقت کون کون شریک ہوتے تھے اس کی تحقیق نہیں ہوسکتی۔ بعض مورخین کا خیال ہے کہ

نائٹ ادنے درجے کے معطی لہم کے نمائندے تھے اس لیئے صرف یہی لوگ ان کو مجلس ضلع میں انتخاب کرتے تھے لیکن یہ خیال صحیح نہیں معلوم ہوتا اسواسطے کہ مفتشان اسباب ہلاکت، شاہی صحرا کے ناظران اشجار اور محافظان امن عامہ کا بھی مجلس مذکور کے جلسۂ عام میں انتخاب ہوتا تھا لیکن ان کو انتخاب کرنے والے صرف ادنے درجے کے معطی لہم نہیں ہوتے تھے دوسرے لوگ بھی شریک ہوا کرتے تھے۔ ان مورخین کے خیال کے موافق اگر وکلائے اضلاع کو منتخب کرنے کا حق صرف ادنے درجے کے معطی لہم کو دیا جاتا تو مجلس قومی کی ترکیب بالکل جاگیری اصول پر مبنی ہوتی مگر تاریخ زبان حال سے کہہ رہی ہے کہ بانیان پارلیمنٹ کا ہرگز یہ منشا نہ تھا بلکہ ان کا مقصد اصلی ملک سے نظام جاگیری کا استیصال کرنا تھا۔ اس نظریے کے کہ "نائٹ اپنے اپنے ضلع کی مجلس کے نائٹ تھے" اور مجلس ضلع اس کی کل آبادی کی نیابت کرتی تھی ڈاکٹر اسٹبز حامی ہیں، وہ لکھتے ہیں کہ "کل ارکان اور سوتار (منصفین) جو اس مجلس میں شریک و حاضر ہوتے تھے ان سب کو حق انتخاب حاصل تھا اور ان کے اس حق کی بنا ان کی زمینیں نہیں بلکہ سکونت ضلع تھی" مگر ہماری رائے میں مجلس ضلع کے ذریعے سے آبادی ضلع کی نیابت کا ہونا ایک فرضی بات ہے اور اس خیال سے مورخ کو دھوکہ ہوتا ہے۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ مجلس ضلع میں بادشاہ کے اعلیٰ درجے کے معطی لہم نیز امرا کے معطی لہم شریک ہوتے تھے اور اصولاً یہ دونوں گروہ صدر اساقفہ، اساقفہ، روسائے رہبان، کلیسیائی امرا، نائٹ اور ایسے احرار پر جن کی اُس ضلع میں زمینیں واقع ہوتی تھیں مشتمل ہوا کرتے تھے، شہروں کے باشندوں کی جانب سے ان کے نائب حاضر رہتے تھے۔ جو طلب نامۂ انتخاب کے بعد پارلیمنٹ کو واپس کیئے جاتے ان میں درج ہوتا تھا کہ وکلائے ضلع کا انتخاب "ضلع کی کل آبادی کے توسط سے یا مجلس ضلع کے جلسۂ عام میں ہوا ہے" بظاہر تو پارلیمنٹ کو صحیح طریقے سے وکلائے اضلاع کے منتخب ہونے کی اطلاع دیجاتی لیکن عمل اس کے خلاف ہوتا تھا

اس لیئے ارکان عوام نے ۱۳۷۶ء میں بادشاہ کو اس مضمون کی عرضی دی کہ نائٹ کا انتخاب ضلع کے معزز اور شریف لوگ کیا کریں اور شیرف ان کے منتخب ہونے کے بغیر جس کو چاہے وکیل ضلع مقرر کرکے نہ بھیجا کرے۔ بادشاہ نے اس درخواست کو منظور کیا اور شیرف کے نام فرمان صادر ہوا کہ آئندہ سے نائٹ کا انتخاب ضلع کی کل آبادی کے ذریعے اور اُس کی رضامندی سے ہوا کرے؛

چونکہ ایڈورڈ اول کے زمانے میں پارلیمنٹ کے لیئے نمونے کی بنا پڑی تھی اس لیئے شائقین تاریخ کو خیال ہوتا ہوگا کہ اس عہد ہمایوں میں انتخاب کرنے والوں کی حالت میں بھی اصلاح ہوئی ہوگی مگر حقیقت اس کے برعکس ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ایڈورڈ اول چاہتا تھا کہ نائٹ کو ضلع کے زمیندار اور ہر ایک قصبے کے چار باشندے اور وہاں کا منتظم انتخاب کرے لیکن بادشاہ کی خواہش کے موافق اُن لوگوں کا انتخاب نہیں ہوتا تھا جس کے چند وجوہ تھے۔ اُس زمانے میں احکام شاہی پہنچنے کے چالیس روز بعد وکلائے ضلع کو پارلیمنٹ میں حاضر ہونا پڑتا تھا اس لیئے ان کے انتخاب کے لیئے نہ مجلس ضلع کا کوئی خاص جلسہ منعقد ہوتا تھا اور نہ شیرف اس کے لیئے اہتمام ہی کرتے تھے بلکہ مجلس مذکور کے معمولی ماہانہ جلسے میں اُن وکلا کا انتخاب ہوتا تھا اور اس موقع پر صرف ایسے لوگ شریک ہوجاتے جو سوئٹر ہوتے یا اپنی کسی اور ضرورت سے وہاں آتے تھے ان کے سوائے بعض زمیندار بھی موجود رہتے جو جوری کے کام کے لیئے طلب ہوتے تھے۔ اس بات سے بھی انکار نہیں ہوسکتا کہ شیرف اُن لوگوں کے علاوہ دوسروں کو بھی انتخاب میں شریک ہونے کے لیئے طلب کرتا تھا لیکن صدر حکومت کی جانب سے شیرف کے کام کی نگرانی نہ ہونے سے اس کو وسیع اختیارات امتیازی حاصل تھے اس لیئے وہ خود ہی اکثر وکلا کو نامزد کرتا تھا۔ دوسرا سبب یہ تھا کہ اُن دنوں قلیل مدت میں اطلاع ہونے پر کسی مجلس نیابتی کا منعقد کرنا

اس قدر آسان نہ تھا۔ اس کے علاوہ اکثر موقعوں پر خود شیرف اس قسم کی
مجلس کے برپا کرنے سے تساہل کرتا تھا۔ تیسری وجہ یہ تھی کہ لوگوں کو
خود رائے دینے کے حق اور نائب کے انتخاب کی پروانہ تھی بلکہ لوگوں
نے بارہا عرضیاں دیں کہ ہم وکلائے ضلع کی اُجرت ادا کرنے سے عاجز
ہیں ہمکو حق انتخاب سے مستثنےٰ کیا جائے۔ اس قسم کی درخواستوں کا نتیجہ
ظاہر ہے کہ لوگ انتخاب وکلا سے محروم ہو گئے تھے۔ یہ تو ان لوگوں
کی حالت تھی جن کو اراضی سے تعلق نہ تھا۔ لیکن قدیم علاقۂ ہائے شاہی
کے معطی لہم اور امرا کے معطی لہم اور زراعتی زمینیں رکھنے والے کسان بھی اسی طرح
انتخاب وکلا میں رائے دینے سے مستثنےٰ ہونا چاہتے تھے۔ مگر ایسی درخواستیں بہت ہی کم
منظور ہوتی تھیں جس کے سبب سے لوگ بادشاہ کی جانب سے
بدگمان رہتے تھے۔ اس کے برعکس دار العوام کو اصرار تھا کہ ارکان عوام
کی اجرت کا بار ہر ایک ضلع کے "کل عوام پر ڈالا جائے" پارلیمنٹ کی نیابت
سے بچنے کے لئے جس کثرت سے عرضیاں گزرتی تھیں اور جو بے تکے
جوابات اُن کے دیئے جاتے تھے اور مبہم الفاظ انتخاب کرنے والوں
کی نسبت ان میں استعمال ہوتے تھے اُن سب کے دیکھنے سے معلوم
ہوتا ہے کہ اُس زمانے میں اضلاع کی نیابت کی حالت نہایت خراب تھی۔ ایک ہی
ضلع کے انتخاب کرنے والوں کی تعداد ہر ایک انتخاب کے وقت
بدلتی رہتی تھی ؎

مگر اس کے ساتھ ہی ہر ایک شخص جو وقت انتخاب مقام انتخاب
میں موجود ہوتا رائے دہی کا مجاز سمجھا جاتا تھا۔ گو مجلس ضلع کو اپنے علاقے
کے نمائندوں کو منتخب کرنے کا اختیار حاصل تھا لیکن پارلیمنٹ اُس کو
اطمینان کی نگاہ سے نہیں دیکھ سکتی تھی چنانچہ سنہ ۱۳۸۸ء میں جبکہ رچرڈ دوم
کی جانب سے حکمنامجات انتخاب میں یہ ہدایت مرقوم ہوئی تھی کہ "صرف
ایسے لوگوں کا انتخاب کیا جائے جو حالیہ شورشوں اور معرکوں میں شریک
نہ ہوئے ہوں" تو وہ اپنے فقرۂ مذکورہ کو نکالنے پر مجبور کیا گیا۔ اور جوازات

کہ اس پر سنہ ۱۳۹۹ء میں لگائے گئے تھے ان میں سے ایک یہ الزام بھی تھا کہ آزادی انتخاب میں اُس کی جانب سے دست اندازی ہوتی ہے۔ سنہ ۱۴۵۰ء کے شورش کرنے والوں کو بھی اس امر کی شکایت تھی کہ پارلیمنٹ سے قانون داں لوگ محروم کیئے جاتے ہیں جس کے سبب سے نہ تو اس کے "بے علم اور ناواقف ارکان" کے معلومات میں اضافہ ہو سکتا ہے اور نہ وہ کام کرنے کے اہل بن سکتے ہیں۔ ہرچند کہ پارلیمنٹ کی جانب سے حق انتخاب کی نہایت شد و مد سے نگرانی ہوتی تھی مگر نہ تو قوم اس سے کماحقہ مستفید ہوتی تھی اور نہ اُس کے صحیح استعمال سے ہی واقف تھی۔ انتخاب کے وقت کبھی تو میدان چند مقامی ذی ثروت لوگوں کے ہاتھ رہتا اور کبھی شیرف اپنے نامزد کیئے ہوئے آدمیوں کے منتخب کرانے میں کامیاب ہو جاتا اور بعض وقت مجلس ضلع میں جاہل اور ناشائستہ لوگوں کی کج بحثی سے وکلا کے منتخب ہوئے بغیر مجمع برخاست ہو جاتا تھا۔

انتخاب کرنیوالوں کی تنظیم ثانی سنہ ۱۴۰۶ء

پندرھویں صدی میں منتخبین اضلاع کی دوبارہ تنظیم عمل میں آئی۔ انتخاب کے وقت تہذیب اور امن قائم رکھنے اور قوم کی صحیح اور بااُصول نیابت ہونے کی غرض سے سنہ ۱۴۰۶ء میں قانون بنایا گیا جس کی رو سے قرار پایا کہ حکمنامۂ انتخاب پہنچنے کے بعد سب سے پہلے مجلس ضلع میں انتخاب ہونا چاہیئے کل حاضرین سے رائے لی جائے اور جو نمائندے منتخب ہوں اُن کے ناموں کے ساتھ "رائے دینے والوں کی مہریں بھی ثبت ہوں"۔ سنہ ۱۴۱۳ء میں طے پایا کہ انتخاب کرنے والوں اور نمائیدوں دونوں کے لیئے سکونت ضلع لازم ہے۔ چونکہ انتخاب کے وقت مجلس ضلع میں مفلس کثرت سے شریک ہوتے تھے اور ان کے سبب سے خرابیاں پیدا ہوتی تھیں اس لیئے سنہ ۱۴۳۰ء میں قانون وضع ہو کر حق رائے صرف اُن زمینداروں کو عطا ہوا جن کی اراضی (فری ہولڈ) کی خالص آمدنی چالیس شلنگ ہو اور سنہ ۱۴۳۲ء میں اس میں ایک اور شرط بڑھائی گئی کہ اراضی مذکورہ کا اندرون ضلع

سنہ ۱۴۱۳ء

سنہ ۱۴۳۰ء

سنہ ۱۴۳۲ء

واقع ہونا ضرور ہے۔ اس وقت سے حق رائے دہی کی بذریعۂ قانون تعریف و تعین ہو جانے سے حق مذکور محدود ہو گیا اور ہر ایک شخص رائے دینے کا مجاز نہیں رہا۔ چار سو برس تک اس پر عمل ہوتا رہا اور اس کے اثر سے نہ صرف ادنیٰ درجے کے زمیندار جن کی سالانہ زر تحصیل چالیس شلنگ سے کم تھی حق رائے سے محروم کیئے گئے بلکہ رائے دینے والوں کے زمرے سے ایک گروہ کثیر کا جو غیر آزاد کسان تھے اخراج منظور تھا کیونکہ اس زمانے کے لحاظ سے چالیس شلنگ زر تحصیل ادنیٰ رقم معلوم ہوتی ہے لیکن اس زمانے میں سکے کی قیمت زیادہ تھی چنانچہ اُس وقت کے چالیس شلنگ کی قیمت اسوقت کے سکے میں تیس سے چالیس پونڈ تک ہوتی ہے یہی لوگ بعد حصول حریت، نقل دار اور پٹہ دار بن گئے اور ان کے قبضے میں وسیع قطعات اراضی آ گئے۔

سنہ ۱۸۳۲ء سے حق انتخاب کی حالت

مگر اس قانون میں خوبی کے ساتھ بعض خرابیاں بھی تھیں۔ شرط رائے دہی کی آسانی اور سادگی کے سوائے اکثر طبقات قوم حق رائے دہی سے محروم ہو گئے تھے اس لیئے حق مذکور سب کے واسطے ایک نہ تھا۔ بالآخر انیسویں صدی میں بذریعۂ قوانینِ اصلاح ان خرابیوں کو رفع کیا گیا لیکن اُن میں وہ سادگی اور آسانی نہیں ہے جو پہلے قانون میں تھی سنہ ۱۸۳۲ء کے قانون اصلاح کی رو سے چالیس شلنگ والی قدیم شرط زمینداری صرف ایسی حالتوں کے لیئے محدود کر دی گئی تھی جہاں رائے دینے والے کے قبضے میں اس تحصیل کی اراضی آ جائے یا وہ بغیر خریدنے کے اس کو (میراث، تبادلہ، یا تقسیم کے ذریعے سے) پائے اس میں مزید چار شرائط ملکیت کا اضافہ ہوا تھا اور ان کو سکونت سے کوئی تعلق نہ تھا، زمینداری حین حیات جس کی سالانہ زر تحصیل دس پونڈ سے کم نہو خواہ یہ زمین کسی طریقے سے حاصل ہوئی ہو، اسی آمدنی کی نقل داری زمین کا ایسا پٹہ جس کی مدت ساٹھ سال ہو اور اُس کی آمدنی (زر لگان) دس پونڈ ہو، نیز وہ پٹہ زمین جس کی مدت تیس سال ہو اور اُس کا زر لگان پچاس پونڈ ہو۔ سنہ ۱۸۶۷ء کے قانون اصلاح کے زیر اثر زمینداری حین حیات نقل داری اور

شرائط ملکیت

پٹہ داری جس کی میعاد ساٹھ سال ہو بلحاظ مالگزاری مساوی کردی گئی ہیں اور شرح مالگزاری پانچ پونڈ قرار پائی ہے۔ اس قانون کے بعد بھی چالیس شلنگ والی زمینداری اور پچاس پونڈ والے پٹے کا جن کا تعلق سنہ ۱۸۳۲ء کے قانون سے تھا رائے دینے والوں کی شرائط ملکیت میں شمار ہونا ہے ؃

حق رائے بربنائے قبضہ

اضلاع کے حلقہ جات انتخاب کو قبضۂ زمین کی بنا پر حق رائے دہی کا ملنا پہلے قانون اصلاح کا ایک کرشمہ تھا۔ جس کسان یا قابض جائداد کے ہاں "خواہ کسی قسم کی زمینیں ہوں اگر وہ ان کے واسطے سالانہ پچاس پونڈ بطور زر تحصیل ادا کرتا ہو" اس کو رائے دینے کا حق حاصل تھا۔ سنہ ۱۸۶۷ء کے قانون نے اس میں اور بھی اضافہ کیا اور اس کی رو سے ہر ایک کسان اور کرایہ دار کو جو اپنی اراضی اور مکان و جائداد کے لیے بارہ پونڈ سالانہ مالگزاری یا کرایہ ادا کرتا ہو اس کو حق رائے دیا گیا تھا مگر سنہ ۱۸۸۴ء میں ان دونوں شرائط میں سالانہ زر تحصیل یا کرایہ مکان کے لیئے دو پونڈ کی کمی ہو کر دس پونڈ مقرر کیئے گیے ہیں ؃

شرط سکونت

ہر چند کہ سنہ ۱۸۶۷ء سے شہروں کے باشندوں کے لیئے سکونت بھی ایک شرط اہلیت سمجھی جاتی تھی لیکن یہ صفت ضلع کے رہنے والوں کے واسطے سنہ ۱۸۸۴ء کے پہلے شرط رائے دہی نہیں قرار پائی تھی۔ اگر کوئی شخص کسی پورے مکان یا اس کے کسی حصے میں کرایہ سے رہتا ہو یا کسی مکان کے چند کمرے کرایہ سے لیئے ہوں اور اُن میں مالک مکان کے جانب سے فرنیچر کا انتظام نہو اور اس کا سالانہ کرایہ دس پونڈ ہو تو اسکو کرایہ دار یا منزل گزین کا حق رائے حاصل ہے جب سے ان "منزل گزینوں" کو رائے دینے والوں میں شامل کر لیا گیا انتخاب کرنے والوں کی بیحد کثرت ہو گئی اور قوم کے تقریباً کل ذکور حق رائے دہی سے بہرہ مند ہوئے ہیں ؃

Middle Ages

باشندگان بلاد کا حق رائے

باشندگان بلاد اپنے حق رائے کا آپ تعین کرتے تھے

چونکہ ابتدا میں باشندگان بلاد کے حق رائے میں بادشاہ کی جانب سے کسی قسم کی رکاوٹ نہیں پیدا کی جاتی تھی اس لیئے ازمنۂ وسطی کے وکلائے بلاد کے طریقۂ انتخاب اور منیبوں کے حق رائے کے حالات تاریخ میں بہت کم ملتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ نزاعات انتخاب کے مطالعے سے اس وقت کے طرز و طریقۂ انتخاب کا پتہ ملتا ہے لیکن جب تک مسئلۂ انتخاب کو لوگ اپنی زیرباری کا سبب جانتے رہے نزاعات انتخاب بہت ہی کم واقع ہوتے تھے۔ جب پارلیمنٹ میں ایک دفعہ کسی شہر کی نیابت ہو جاتی تو حکومت کو اس کے وکلا کے طلب کرنے اور اس کے سلسلۂ نیابت کو قائم رکھنے میں بہت جد و جہد کرنی نہیں پڑتی تھی۔ نیابت کی نسبت باشندگان بلاد کی غفلت کی یہی کیفیت رہی یہاں تک کہ چودھویں اور پندرھویں صدیوں میں تجارت اور صنعت و حرفت کی بدولت شہروں کی اہمیت میں اضافہ ہوا۔ اب تو ان کی بھی آنکھیں کھلیں اور یہ لوگ نیابت کی قدر سے واقف ہونے لگے۔ ایک ایک شہر کے باشندوں کی مختلف جماعتوں میں اس کے واسطے نزاع ہونے لگی۔ جہاں کہیں نزاع انتخاب پیش آتی اس کا تصفیہ کرنا نہایت دشوار ہوتا تھا اس لیئے کہ پہلے سے اس کے متعلق نظائر موجود نہ تھے بعض شہروں میں انتخاب پارلیمنٹ کے لیئے وہاں کے بلدیات کے قواعد و ضوابط انتخاب پر عمل ہونا تھا اور بعض شہر مجلس ضلع کے قواعد پر کاربند ہوتے تھے۔ جن شہروں میں ارکان بلدیہ مقتدر ہوتے وہاں کے باشندگان شہر حق رائے سے محروم ہوتے اور ارکان مذکور ہی ان شہروں کے نمائندوں کا انتخاب کرتے تھے اور بعضوں میں حکام بلدیہ کی کمزوری کے باعث انتخاب کرنے کا اختیار بالکل ارکان بلدیہ کے ہاتھ میں ہوتا تھا۔ اگر کبھی کسی شہر کی جانب سے کسی نزاعی انتخاب کے متعلق

عرضی پیش ہو کر اس کا تصفیہ ہوتا تو اُس شہر کے مسئلۂ نیابت کی بھی صراحت ہو جاتی تھی۔ اس لیئے کہ ایک جماعت کے حق رائے کے جائز اور دوسرے کے حق رائے کے ناجائز قرار پانے سے پہلے شہر کے باشندوں کے حق رائے کا تعین ہوتا تھا۔

باشندگان بلاد کے حق رائے میں کمی ہونا

ہنری ہشتم کے زمانے سے اسناد کے ذریعے سے شہروں کو بلدیات کا عطا ہونا شروع ہوا اور ان کے ذریعے سے وکلائے شہر کو انتخاب کرنے کا حق بالتصریح ارکان بلدیہ کو دیا جانے لگا اور جن شہروں سے بادشاہ صرف اپنے مقرر کردہ لوگوں کو اُن کی نیابت کے لیئے طلب کرنا چاہتا اُن میں صرف مخصوص لوگوں کو حق انتخاب ملنے لگا۔ جس قدر جس شہر کی سند جدید ہوتی اسی قدر اُس کے باشندوں کا حق رائے محدود ہوتا تھا۔ تجارت وغیرہ کی ترقی کے سبب سے شہروں نے مسلسل اسناد لینے شروع کر دیئے اور جس کثرت سے ان کو اسناد ملنے لگے اسی طرح ان کے وکلا کے انتخاب کرنے والوں کی تعداد میں کمی ہوتی گئی۔

قانون اصلاح کے پہلے باشندگان بلاد کے حقوق انتخاب کیا تھے (۱) جائداد غیر منقولہ

جائداد غیر منقولہ کا رکھنا، شہر میں رہنا، شہر کو بلدیہ کا عطا ہونا اور خدمت بلدیہ پر مامور ہونا وکلائے شہر کے انتخاب کرنے والوں کے لیئے شرائط اہلیت سمجھے جاتے تھے۔ ان میں سب سے قدیم شرط اہلیت کسی شہر کی اراضی یا مکانات کا قبضہ تھا۔ اضلاع میں جس طرح زمینداری کے سبب سے وہاں کے باشندوں کو حق انتخاب حاصل ہوتا اسی طرح شہروں کے باشندے شہروں کے مکانات اور اراضی کے عطا ہونے سے رائے دینے کے احق ہوتے تھے۔ لیکن بعض شہروں میں یہ حق صرف چند لوگوں تک محدود تھا اور دوسرے سب باشندے اس سے محروم ہو گئے تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ابتدا میں ان شہروں کی جانب سے رقم خراج یک مشت یہی لوگ یا ان کے اجداد بادشاہ کو ادا کرتے ہونگے اس لیئے حق انتخاب صرف اُنھی کو ملا تھا۔ مگر بعض بڑے شہروں میں جن کی ضلع کی سی حیثیت تھی اور بعض چھوٹے شہروں میں جیسا کہ

لے ڈوس ٹاک وغیرہ سے مثل ضلع کے ان کل زمینداروں کو حق رائے حاصل تھا جو چالیس شلنگ سالانہ زرتحصیل ادا کرتے تھے۔ اور بعض شہروں کے باشندوں کو مثلاً کرک لیڈ (Cricklade) وغیرہ میں نقل داروں اور پٹہ داروں کو بھی حق رائے دیا گیا؛

(۲) سکونت

شرط سکونت کے ساتھ اسکاٹ اور لاٹ کی ادائی ملحق کر دی گئی تھی۔ شہروں کے رہنے والوں کے شرائط اہلیت میں سب سے زیادہ آسان اور کم خرچ یہی شرط تھی اس کا رواج زیادہ تر قدیم اور بڑے شہروں مثلاً ناراچ اور نیو آرک (Norwich and newark) کونٹری اور یارک میں تھا۔ کرایہ کے مکانوں میں رہنے والے اس کے احق سمجھے جاتے تھے مگر ٹانٹن اور ہائی ٹرہ میں دستکر اور منزل گزیں دونوں کو بشرطیکہ وہ ''پاٹ والرز'' (Pot wallers) یعنے اپنی غذا آپ مہیا کرتے اور ''اپنی ہانڈی آپ پکاتے ہوں'' یعنے اس قدر مفلس ہی کیوں نہوں نمائندوں کو انتخاب کرنے کا حق حاصل تھا۔ سر ولیم اینسن لکھتے ہیں کہ ازمنۂ وسطیٰ میں جب شہر کے نمائندوں کے انتخاب کرنے کے جو لوگ اہل سمجھے جاتے تھے ان کا اس شہر میں سکونت رکھنا ضروری نہیں خیال کیا جاتا تھا ضلع اور شہروں کے نمائندے اور ان کے انتخاب کرنے والوں کا ضلع اور شہروں میں رہنا ۱۴۱۳ء کے پہلے لازم نہ تھا مگر اس سنہ میں اس کی نسبت قانون بنا اور اس پر عمل ہوتا رہا تا اینکہ اس کو ۱۷۷۴ء میں منسوخ کیا گیا؛

(۳) انکارپوریشن (بلدیہ یا حیثیت جماعت کا عطا ہونا)

جب کسی شہر کو حکومت بلدیہ یا اس کی کسی مقامی کمپنی کو اس کے اختیارات و حقوق بذریعۂ سند بادشاہ کی جانب سے عطا ہوتے تو ان ادارات کے ارکان کو اسی سند کے ذریعے سے اسی شہر کے پارلیمنٹی نمائندوں کو انتخاب کرنے کا حق ملا کرتا تھا۔ اس طرح پندرھویں صدی سے حقوق سیاسی کو حقوق تجارتی کے ساتھ ملا دیا گیا۔ لنڈن میں مختلف تبدیلیاں ہونے کے بعد حق رائے کے تنہا مالک وہاں کے لوری کمپنیوں (مخصوص تجارتی کمپنیاں)

کے ارکان بن گئے۔ ان کمپنیوں کی رکنیت حاصل کرنے کے مختلف طریقے تھے۔ مثلاً سلسلۂ نسب۔ اگر باپ ان میں کی کسی ایک کمپنی کا رکن ہوتا تو اس کا بیٹا اس کی رکنیت میراث میں پاتا تھا۔ اسی طرح شادی، انعام (ہبہ) خریداری اور ملازمت کے ذریعے سے بھی لوگ کمپنی کے ارکان بنا کرتے تھے۔ بلدیہ یا انجمن تجّارہ کے رکن بننے کی بڑی غرض یہ تھی کہ اس زمانے میں اِن ادارات کے ارکان کو نہ صرف سیاسی حقوق ملتے تھے بلکہ وہ مختلف محصولات کے بار سے سبکدوش رہتے تھے اور انکو اپنے اپنے شہروں میں رہنے کی ضرورت بھی نہوتی تھی۔ اکثر شہروں کو اختیار تھا کہ جس کو چاہیں اپنے کارپوریشن کا رکن بنا لیں۔ پارلیمنٹ کے انتخابات کے وقت اکثر شہروں کے کارپوریشن ہزاروں باہر رہنے والوں کو اپنے ہاں کے ارکان بنا لیا کرتے تھے۔ اس طرح کی مصنوعی رایوں (ووٹ) کا طریقہ عرصۂ دراز تک جاری رہا اور ہرچند کہ ولیم سوم اور این کے عہد میں ان کے روکنے کی مختلف تدبیریں کی گئیں لیکن سنہ ۱۸۳۲ء کے پہلے ان کا کافی انسداد نہو سکا ہو

(۴) خدمت بلدیہ

سب سے آخری شرط اہلیت خدمت بلدیہ تھی۔ اس کا بھی عطائے بلدیہ سے تعلق تھا اور اسی کی ایک شکل تھی۔ اس کے زیر اثر بلدیہ کا ہر ایک عہدہ دار حق رائے کا اہل سمجھا جاتا تھا اور اِن عہدہ داران بلدیہ کے سوائے شہر کے دوسرے کل باشندے اُس سے محروم رہتے تھے۔ اس محدود حق رائے پر صرف اُنھی شہروں میں عمل ہوتا تھا جنکو سلاطین ٹیوڈر نے بذریعۂ اسناد قائم کیا تھا یا بعض ایسے شہر جن کے نائبوں کے جواز یا عدم جواز انتخاب کا تصفیہ عود شاہی کے بعد کی غلامانہ اور خوشامدی پارلیمنٹیں کرتی تھیں۔ اور اس آخری شکل میں اکثر شہر جیسا کہ باتھ اور سالزبری کی کیفیت تھی اپنی حق تلفی کے خلاف اور ایک قلیل گروہ کو اختیار انتخاب وکلا ملنے کی نسبت نہایت شدومد سے اعتراضات کرتے تھے لیکن کچھ اثر نہ ہوتا تھا ہو

بلاد غیر آباد

پہلے قانون اصلاح کے اجرا تک اکثر پارلیمنٹی شہروں کے حق رائے

کی نہایت ناگفتہ بہ حالت تھی۔ ارکان بلدیہ اور شہروں کے حکمران گروہ تک
حق رائے محدود ہونے سے اکثر و بیشتر شہروں میں انتخاب کرنے والوں
کی تعداد نہایت قلیل رہ گئی تھی چنانچہ بکنگھم میں صرف عامل شہر اور اسکے
بارہ ارکان کونسل کے سوائے کوئی دوسرا باشندہ اس سے مستفید نہ تھا۔
شہرباتھ میں یہ حق صرف میر بلدہ، دس شہر کا دیر بلدہ اور اس کی کونسل کے
چوبیس عام ارکان تک محدود تھا۔ سالزبری اور ونچسٹر میں بھی یہی کیفیت
تھی۔ ان مقامات کے میر بلدہ اور کارپوریشن کو حقوق رائے دیئے گئے
تھے اس طرح پہلے شہر میں چوپن اور دوسرے میں چونتیس انتخاب کنندہ
تھے۔ اور جن شہروں میں حق رائے کے واسطے جائداد غیر منقولہ کا ہونا یا
اسکاٹ ولاٹ کا ادا کرنا شرائط اہلیت قرار دیئے گئے تھے وہاں انتخاب
کرنے والوں کی تعداد ان سے بھی کم تھی اگرچہ ڈوس ٹاک کے کل زمینداروں
کو حق رائے دیا گیا تھا لیکن وہاں دس سے زیادہ منتخب نہیں تھے۔
گو بظاہر سینٹ مائیکل اور گیٹن کے باشندوں میں جو لوگ محصول مفلسین
وغیرہ ادا کرتے تھے ان سب کو حق رائے حاصل تھا مگر در اصل ان میں کے
ہر ایک شہر میں سات انتخاب کنندوں سے زیادہ نہ تھے۔ اگرچہ کاکرمتھ (Cocker mouth) کے
منتخبین کی تعداد ایک سو پینسٹھ بتلائی جاتی تھی لیکن اصل میں وہاں صرف
ایک منتخب تھا۔ اولڈ سیرم میں بظاہر صرف سات مکانات (اور اراضی)
کو حق رائے حاصل تھا لیکن در حقیقت وہاں نہ کوئی مکان تھا اور نہ مکین
اولڈفیلڈ جس کی تصنیف کا زمانہ اٹھارھویں صدی کا آخری حصہ ہے
لکھتا ہے کہ مڈہرسٹ (Midhurst) کا حلقۂ انتخاب ایک سو اٹھارہ
پتھروں پر مشتمل ہے۔ اور یہ پتھر اس شہر کی اراضی کے جو بغرض زراعت
منجانب بادشاہ رعایا کو عطا ہوئی تھی حدود ہیں پارلیمنٹ کے انتخاب کے
وقت اس مقام کے مالک کے تین چار احباب وہاں کے مردہ اور
فرضی باشندوں کی حیثیت سے رائے دیتے ہیں۔ کاسل رائزنگ
(Castle Rising) سے صرف دو نمائندے پارلیمنٹ کو روانہ

کیئے جاتے تھے اور یہ بات کس قدر تعجب خیز تھی کہ ویسٹ منسٹر کے جانب سے بھی جس کی آبادی بیس ہزار نفوس پر بنی تھی اتنے ہی ارکان پارلیمنٹ میں موجود رہتے تھے۔ اور سب سے زیادہ افسوس ناک حالت ان شہروں کی تھی جن کی آبادی ہزاروں سے متجاوز ہوگئی تھی لیکن پارلیمنٹ کی نیابت سے محروم رکھے گئے تھے چنانچہ برمنگھم۔ منچیسٹر اور لیورپول، گو ان میں سے ہر ایک شہر میں پندرہ ہزار سے زیادہ مکانات تھے مگر پارلیمنٹ میں ان کی نیابت نہیں ہوتی تھی۔ ان خرابیوں کی وجہ سے لوگ تنگ آگئے تھے اور سنہ ۱۷۹۳ء میں انجمن محبان قوم نے ثابت کردکھلایا کہ پارلیمنٹ میں ستر ارکان اُن شہروں سے آتے ہیں جن میں ایک بھی منتخب نہیں ہے اور نوّد ارکان ایسے حلقہ جات انتخاب سے روانہ ہوتے ہیں جن میں سے ہر ایک حلقے میں پچاس سے کم منتخب ہیں اور سینتیس نمائندے ایسے شہروں کے ہیں جہاں سے ہر ایک شہر میں رائے دینے والے سو شخص بھی نہیں ہیں۔

قانون اصلاح بابت سنہ ۱۸۳۲ء

ہر چند کہ قانون اصلاح بابت سنہ ۱۸۳۲ء کے ذریعے سے ہر ایک حلقۂ انتخاب کا حق رائے بحال رکھا گیا ہے لیکن قدیم طرز کے حقوق انتخاب جن کا ذکر فقرۂ بالا میں ہوا ہے سلب کر لئے گئے اور بعض شہروں کو جہاں کارپوریشن کے ارکان کے حق رائے کو بہ نسبت دوسرے باشندوں کے حق انتخاب پر قدیم ہونے کے سبب سے تفوق حاصل تھا اور سنہ ۱۸۶۷ء اور سنہ ۱۸۸۴ء کے قوانین نے بھی جن کے حقوق مذکورہ میں دست اندازی نہیں کی تھی انکی سابقہ حالت پر چھوڑ دیا گیا برایں ہم ارکان کارپوریشن پر شہر میں یا اس کے گرد و نواح کے سات میل کے اندر رہنا لازم کر دیا گیا اور رکن بننے کی اہلیت صرف سلسلۂ نسب اور حق قدیمی تک محدود کر دی گئی۔ اس کے سوائے سنہ ۱۸۳۲ء میں ایک جدید شرط اہلیت بہ نسبت قبضۂ مکان و اراضی جس کا کرایہ یا زر تحصیل دس پونڈ سالانہ ہو قرار دی گئی ہے۔ شہروں کے کرایہ دار

اور منزل گزینوں کے شرائط اہلیت کے متعلق ۱۸۶۷ء میں قانون بنا اور ۱۸۸۴ء سے اس کا اطلاق باشندگان اضلاع پر ہونے لگا۔ یہ شرط نہایت وسیع ہے اور اس کے سبب سے ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں اشخاص جو کرایے کے مکانوں اور کمروں میں رہتے تھے حق رائے سے مستفید ہوئے ہیں۔ ۱۸۸۴ء کے قانون کے سبب سے شہروں کے حق رائے میں کسی طرح کا تغیر نہیں ہونے پایا بلکہ اس کے ذریعے سے باشندگان ضلع اور ساکنان شہر کے حقوق رائے میں مشابہت و مطابقت قائم ہوئی ہے اس پر بھی ان میں کسی قدر فرق ہے۔ شرط ملکیت سے جو باشندگان اضلاع کے لئے مخصوص ہے ابتک شہروں کے رہنے والے محروم ہیں سکونت اور قبضہ اس دوسرے حق کے اجزائے مالاینفک ہیں۔

منتخبین اور دارالعوام پر بیرونی اثرات

انتخاب کرنے والوں کو اور ارکان عوام کو اپنے قابو میں رکھنے کی غرض سے بادشاہ اور دیگر افراد قوم نے انیسویں صدی تک مختلف ناجائز طریقوں سے کام لیا ہے۔ جب تک کہ ان اثرات کا سدباب نہیں ہوا حکومت پارلیمنٹ کی قیاسی حالت اس کی عملی کیفیت سے بالکل مختلف رہی اور اس قسم کی حکومت سے اصولاً جو فائدہ ملک کو پہنچنا چاہیئے تھا وہ حاصل نہ ہوسکا۔ اگرچہ لوگ بظاہر ووٹ دینے میں آزاد تھے لیکن اکثر اوقات شیرف مقامی، زمینداروں اور تاج کی جانب سے انتخابات میں مداخلت ہوتی تھی۔ یہی پارلیمنٹ کی کیفیت تھی، اگرچہ اس کے ارکان تقریر کرنے اور رائے دینے میں بظاہر آزاد سمجھے جاتے تھے مگر حقیقت حال اس کے برعکس تھی، عموماً یہ لوگ ذی اثر مدبرین کی ہدایت پر عمل کرتے تھے۔ ایسے ہر ایک مدبر کے زیر اثر ایک جماعت ان ارکان کی ہوتی تھی جو بادشاہ کے بنا کردہ شہروں کے نائبین ہوتے تھے یا جن کو مخفی طور پر تاج کی جانب سے روپیہ پہنچتا تھا اور انعام و اکرام یا منصب و وظیفہ پانے کی

امیدیں دلائی جاتی تھیں۔ ان کے سوائے اِن مدبّرین کے مختلف جنھوں
کے ذریعے سے ایسے ارکان پارلیمنٹ میں شریک ہوتے جو اپنی رکنیت
زر کی بدولت خرید اکرتے تھے۔ اس طرح ضلع اور شہر دونوں مقامات
کے منتخبین شیرف اور زمینداروں کے پنجے میں گرفتار ہو گئے تھے۔
جب تک انگریز لفظ پارلیمنٹ کو اجرائے محصولات کا مترادف سمجھتے رہے
اور جب تک ان کے دماغوں میں وکلائے ضلع وشہر کی تنخواہیں دینے کی
زیر باری کا خیال جما رہا اور جس وقت تک ان میں سیاسیات کا ذوق سلیم
پیدا نہ ہوا منتخبین کی اسی طرح محکومیت اور سرد مہری میں بسر ہوئی۔ لیکن
صنعت وحرفت کی بدولت جب ملک میں مرفہ الحالی کا دور شروع ہوا
اور انگلستان کے زیر نگیں دوسرے ممالک آ گئے تو قوم کو سیاسی زندگی
اختیار کرنے کی جانب توجہ ہوئی اور جس قدر اُنکی حب وطنی اور معلومات سیاسی
میں ترقی ہوئی اسی قدر منتخبین اور ارکان پارلیمنٹ پر دباؤ ڈالنے میں
تاج کو کد ہوتی گئی۔ بنا بر علیہ ٹیوڈر بادشاہوں نے "غیر آباد شہروں" کی بنا ڈالی اور
وہاں کے مالکان اراضی کو اپنا طرفدار بنانا شروع کیا۔ اِن کی اس حکمت عملی
کے باوجود ان کے دور میں یا کسی دوسرے خاندان کی حکومت کے
زمانے میں انتخاب کرنے والوں اور ارکان عوام کی اس قدر ذلیل اور ناگفتہ بہ
حالت نہیں ہوئی تھی جیسی کہ اٹھارھویں صدی میں جبکہ رشوت کی گرم بازاری
تھی اور اس کے سبب سے سیاسیات کا مطلع غبار آلود ہو گیا تھا۔
ازبسکہ انقلاب حکومت کے بعد منتخبین اور مجلس ادنی پر تاج اپنا اثر علانیہ
ڈال نہیں سکتا تھا اس لیئے اس نے انعام واکرام اور عہدے ومرتبے کا
لالچ دلا کر ان کو اپنے قابو میں کر لیا تھا اور جب تک اس کے کیسۂ زر کا
منہ کھلا رہا اور اس کے قبضے میں گرانقدر اور نفع بخش مناصب اور عہدے
باقی رہے پارلیمنٹی حکومت کو لوگ ایک موہوم اور بے اصل شئے سمجھتے رہے؛
مگر مقام حیرت ہے کہ اس قدر اخلاقی خرابیوں کے باوجود قوم کا
شیرازہ بکھرا نہیں اور لوگوں کے دلوں میں اولوالعزمی کے جذبات کم نہیں ہوئے۔

اس کا ایک سبب یہ تھا کہ قوم کے اکثر ہونہار اور لائق بچوں نے خوش کا ساتھ دیا۔ وہ ناجائز منفعت کو اپنی لیاقت کا صلہ نہیں سمجھتے تھے بلکہ ان کی قابلیت اور شوق سیاسی کو بڑھانے والی دوسری بہت سی چیزیں تھیں۔ اب بھی اس قسم کے لوگوں کا قحط نہیں ہے اُس زمانے میں بھی نیک اور سچے مدبرین ان بداعمالیوں کو نظر حقارت سے دیکھتے تھے اور اُنہی کی کوششوں کے سبب سے ان کا سدباب ہوا اور اصلاح پارلیمنٹ کے لیے راستہ نکل آیا۔ ان لوگوں کا متاخرین پر ایک اور احسان ہے اگر وہ لوگ اُس زمانے میں امور سیاسی کا اپنے کو آپ معیار نہ بناتے تو اُس وقت کی زہریلی ہوا میں اخلاق حمیدہ کا دم گھٹ گیا ہوتا۔ ان لوگوں نے دارالعوام کے مباحثوں میں جان ڈالی اور ارکان میں اس کا شوق پیدا کیا رفاہ عام کی تدبیروں اور تحریکات کی بوچھار کردی جس کے سبب سے قوم میں پارلیمنٹی زندگی کا مذاق صحیح پیدا ہوا اور ووٹ کے بکنے اور خریدنے کی چالبازیوں کا اس پر اثر نہیں ہونے لگا علاوہ بریں اس زمانے کے انتخاب کرنے والے اکثر تعلیم یافتہ ہوتے تھے اس لیے ان پر رشوت اور انعام واکرام جاہ ورتبہ کے لالچ دلانے کا بہت کم اثر ہوتا تھا اور جب قوم پر کڑا وقت پڑتا تو وہ اور ان کے نمائندے پارلیمنٹ میں وہی کام کر گزرتے جس میں قوم کی بھلائی ہوتی تھی۔

منتخبین پر اثرات بیرونی کا ذکر

(۱) شیرف کا اثر ڈالنا

سب سے پہلے شیرف نے بیرونی طور پر اپنا اثر ڈالنا شروع کیا۔ ضلع اور شہر میں انتخابات کے عمل میں لانے کی نسبت انیسویں صدی کے وسط تک شیرف کو ہی احکام پہنچتے تھے اور انتخاب کے بعد وہی ان مقامات کے نمائندوں کو پارلیمنٹ میں روانہ کرتا تھا چونکہ قوم کو نائب روانہ کرنے کی نسبت رغبت کم تھی اس لیے ناجائز طریقہ اختیار کرنے کا موقع آسانی سے شیرف کے ہاتھ آتا تھا۔ اضلاع کے نمائندے تو عموماً اسی کے ساختہ و پرداختہ ہوتے تھے اس لیے کہ ان کے نامزد کرنے میں اسے زیادہ دقت اٹھانی نہیں پڑتی تھی۔ روزانہ چار شلنگ

ملنے کی توقع سے لوگ بخوشی خدمت نیابت کو قبول کرتے تھے۔ علاوہ بریں اگر کسی مقام پر باضابطہ انتخاب بھی عمل میں لایا جاتا تو شیرف بعض وقت نتیجۂ انتخاب سے ملک کو واقف نہیں ہونے دیتا بلکہ اپنے مقرر کردہ لوگوں کو پارلیمنٹ کی رکنیت کے لیئے روانہ کرتا تھا۔ چنانچہ سنہ ۱۳۶۲ع کی ایک عرضی انتخاب سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک موقع پر شیرف نے بادشاہ کے حکم انتخاب کو دبا کر اپنے نائبان ضلع (لفٹیننٹوں) کو یہ ظاہر کر کے کہ اس ضلع کی رعایا نے اِن دو وکیلوں کا باضابطہ انتخاب کیا ہے روانہ کیا اور یہ دونوں لفٹیننٹ اس ضلع کے نائبوں کی حیثیت سے پارلیمنٹ سے اپنی اُجرت برابر لیتے رہے؛

سنہ ۱۴۰۶ع

اگرچہ اس قسم کی خرابیوں کے رفع کرنے کے لیئے جن نمائندوں کا انتخاب کیا جاتا ان کے ناموں کے ساتھ انتخاب کرنے والوں کے ناموں کی فہرست ارسال کرنے کا طریقہ نکل آیا تھا لیکن اس ذریعے سے انتخاب کے صحیح اور باضابطہ ہونے کا پورا اطمینان نہیں ہو سکتا تھا اس لیئے کہ اس قاعدے کے بعد بھی شیرف کی چیرہ دستی میں کمی نہیں ہونے پائی تھی چنانچہ سنہ ۱۴۵۰ع میں ہنٹنگڈن ضلع کے ایک سو چوبیس زمینداروں کی جانب سے بادشاہ کی خدمت میں عرضی پہنچی کہ درخواست گزاروں کے علاوہ دوسرے تین سو نفر نے دو شخصوں کے لیئے ووٹ دیئے اور ایک تیسرے نمائندے کے واسطے ستر شخصوں نے رائے دی لیکن یہ شخص "شریف النسل" نہیں ہے۔ اگرچہ اس مقدمے میں شیرف نے انہی وکلا کو روانہ کیا تھا جن کا حقیقت میں انتخاب ہوا تھا لیکن شیرف کی رپورٹ میں منتخبین کی تعداد چار سو چورانوے بتلائی گئی تھی اور حکمنامۂ انتخاب کے ساتھ جو فہرست اسمائے منتخبین منسلک تھی اس پر صرف پانچ آدمیوں کی مہریں ثبت تھیں۔ اس موقع پر یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ بنظر سہولت بجائے کل منتخبین کے چند آدمیوں کی ایک کمیٹی نے پرچۂ منتخبین پر اپنی مہریں ثبت کر دی ہونگی لیکن اُس زمانے کے حالات پر

نظر کرکے ہماری رائے میں شیرف کے لیئے اپنے دوستوں کا منتخب کرانا معمولی کام تھا۔ شیرف کے اس اثر اور اختیار کے بعد انتخاب کی کل کارروائی بے اصل ہوجاتی ہے اور جو انتخاب ہوتے تھے وہ محض نمائش ہی نمائش تھی ٭

شہروں کی نسبت تو شیرف خود مختار تھا اور ابتدا میں اس کے اختیارات امتیازی نامحدود تھے۔ جس شہر کو چاہتا اُس کی نیابت مقرر کروا دیتا اور جس کو چاہتا نیابت سے مستثنےٰ کرا دیتا تھا۔ چنانچہ لیبڈز اور برمنگھم کے شہروں نے اس سے درپردہ معاملہ کرکے نیابت پارلیمنٹ سے آپ کو مستثنےٰ کرا لیا تھا۔ مگر سنہ ۱۳۸۲ء میں شیرف کو تاکید کی گئی کہ جب عام انتخاب کے لیئے بادشاہ کی جانب سے حکم پہنچے تو ان شہروں کے نام جہاں پہلے سے نمائندے روانہ ہوتے تھے انتخاب کے عمل میں لانے کی نسبت اپنا ذیلی حکم بھیجنے میں تساہل نہ کرے۔ مگر مجلس ضلع میں چونکہ باضابطہ اور رسمی طور پر انتخاب ہوتا تھا اور وکلائے بلاد کے نام اسی کاغذ کے ساتھ منسلک ہوتے جس میں وکلائے اضلاع کے نام درج ہوتے تھے اس لیئے شیرف نہایت آسانی سے اپنے احباب کے نام وکلائے بلاد کے عوض داخل کر دیتا تھا چنانچہ سنہ ۱۳۸۴ء میں شیفٹسبری (Shaftesbury) نے شیرف کے اس تصرف بیجا کے خلاف نالش کی اور اس کے دوسرے سال بارنسٹیپل کے شہر نے اپنے وکیل جان ہنری کی اجرت (پارلیمنٹ) کے ادا کرنے سے انکار کر دیا اس لیئے کہ یہ نمائندہ شہر مذکور کے باشندوں کے علم و رضامندی کے بغیر روانہ کیا گیا تھا۔ سنہ ۱۴۰۲ء میں کارڈیگن کے شہر نے شکایت کی کہ شیرف نے ان کے منتخب نمائندے کے عوض اپنے آدمی کو وہاں کا نمائندہ مقرر کرکے روانہ کیا ہے۔ ہر ایک انتخاب عام کے بعد اس طرح کی شکایتی عرضیوں کی کثرت رہتی تھی شیرف کے ناجائز اثر کو روکنے کے لیئے ہر ایک ممکن تدبیر سے کام لیا گیا چنانچہ سنہ ۱۴۰۶ء

اور سنہ ۱۴۱۰ء کے قواعد وقوانین کے سوا ے دورہ کرنے والے نظمائے عدالت کو ہدایت کی گئی کہ وہ انتخاب کے طرز عمل پر نگرانی رکھیں اور جب کسی سے قانون کی خلاف ورزی پائیں اس پر سو پونڈ تک جرمانہ کریں۔ اس کے بعد سنہ ۱۴۴۵ء میں قانون بنکر شیرف اور میران بلد کے لیئے انتخابات پر ناجائز اثر ڈالنے یا کسی اور طریقے سے رعایا کے حق رائے کی پامالی کرنے کی پاداش میں سخت سزائیں تجویز کی گئیں۔ شیرف کے ناجائز اثر اور مداخلت کے روکنے کے لیئے جو تدبیریں اختیار کی گئی تھیں ان میں سب سے زیادہ موثر دو باتیں تھیں۔ منتخبین اور نمائندوں کے لیئے سکونت شہر کی شرط لگا دی گئی تھی دوسرے یہ کہ صرف ان زمینداروں کو حق انتخاب دیا گیا تھا جو چالیس شلنگ زرمالگزاری ادا کرتے تھے۔ رفتہ رفتہ شیرف کا تو اثر زائل ہو گیا لیکن اس کے بجائے تاج اور مالکان اراضی نے اپنا اثر ان دونوں گروہوں پر قائم کر لیا تھا۔

(۲) بڑے بڑے علاقہ داروں کا اثر

ہر ایک شہر اور ضلع کے انتخاب میں ابتدا سے وہاں کے بڑے علاقہ دار اور اہل ثروت کا ضرور اثر پڑتا ہوگا۔ اگرچہ اصولاً اور قیاساً ہر ایک اہل مقدمہ کو جو اپنے ضلع اور شہر کی مجلس میں حاضر رہتا رائے (ووٹ) دینے کا حق حاصل تھا اور جب سے چالیس شلنگ زرمالگزاری کی زمینداری شرط اہلیت قرار پا گئی تھی امیر اور غریب میں ووٹ دینے کی نسبت از روئے قاعدہ کوئی امتیاز نہیں رہا تھا لیکن حقیقت میں جب عوام ان اہل ثروت اور بڑے جاگیرداروں کے ساتھ انتخاب میں موجود ہوتے تو ان کے جاہ و وجاہت سے متاثر ہوتے تھے اور اسی شخص کے لیئے ووٹ دیتے جو کسی بڑے جاگیردار کی جانب سے نامزد ہوتا تھا۔ عام منتخبین کو نائب کی لیاقت اور چال چلن کا مطلق خیال نہیں ہوتا تھا وہ بھیڑ بکریوں کی طرح اس راستے پہ چلنا شروع کرتے تھے جس پر سب سے پہلے کسی بھیڑ بکری نے چلنا اختیار کیا تھا۔ ٹیوڈر بادشاہوں کے عہد میں بڑے جاگیرداروں کی یہی خواہش رہتی تھی کہ بادشاہ کے

فائدے کے لیئے وہ اپنا اثر منتخبین پر ڈالیں۔ اس لیئے کہ اکثر شہروں کو حق انتخاب انہی سلاطین سے ملا تھا اور قوم اس زمانے میں بے انتہا وفادار تھی۔ ابتدا میں غیر آباد شہر اور ایسے شہر جن میں حق انتخاب ایک قلیل گروہ کے ہاتھ میں تھا راست راست بادشاہ کے اثر و اختیار میں تھے لیکن بتدریج ان پر مقامی بڑے جاگیرداروں اور عمائدین کا اثر قائم ہوتا گیا۔ چنانچہ ملکہ میری کے عہد میں ارل آف سفک نے یارمتھ اور نارفک کے منتخبین کے نام اپنے مقرر کردہ نائبین کو انتخاب کرنے کے متعلق تحریری حکم روانہ کیا تھا اور سنہ ۱۵۷۲ء میں لیڈی ڈارو تھی بیکنگٹن نے جو اس علاقے کی جاگیردار تھی شہر آئلز بری کے لیئے اپنے طور پر دو نائب روانہ کیئے۔ اٹھارھویں صدی کے اخیر میں ان اثرات کی یہ کیفیت ہوگئی تھی کہ صرف انگلستان اور ویلز کے دوسو اٹھارہ وکلائے اضلاع و بلاد کا انتخاب وہاں کی عام رعایا نہیں کرتی تھی بلکہ ان کو ستاسی امرا روانہ کرتے تھے اور ایک سوسینتیس نمائندوں کو عوام بھیجا کرتے تھے چنانچہ ڈیوک آف نارفک کو آٹھ ارکان پارلیمنٹ انتخاب کرنے کا اختیار تھا اور ارل آف لینز ڈیل نو اور لارڈ ڈارلنگٹن سات وکلا روانہ کرتے تھے ہو سالانہ زر تحصیل ادا کرنے اور روپیہ خرچ کر کے شہروں کے نائبین بننے سے لوگ پارلیمنٹ کی رکنیت حاصل کرتے تھے۔ اٹھارھویں صدی کے راست باز اور متدین مدبرین کے خیال میں یہ طریقہ نہایت مستحسن تھا اس لیئے کہ قصبۂ زیر اثر کے خریدار کو رائے دینے میں ہر طرح کی آزادی حاصل تھی اور ہر ایک سرپرست کو اپنے نامزد کیئے ہوئے ارکان پارلیمنٹ کی سیاسی روش کو مقرر کرنے کا اختیار تھا چنانچہ سنہ ۱۸۳۲ء کے پہلے لوگ دارالامرا کو "مجلس ادِلہؔ" (رہنمایاں) کے لقب سے یاد کرتے تھے اور ان کا یہ کہنا بالکل برمحل تھا۔ اس کے صدیوں پہلے سے یہی حالت چلی آرہی تھی جیسا کہ سنہ ۱۵۷۱ء میں ٹامس لانگ ساکن ویسٹ بری اقبال کرتا ہے کہ میں نے اپنے شہر کے میئر بلد اور ایک دوسرے شخص کو

پاکٹ بروز (جیب پر کن شہروں) کا اپنے حق انتخاب کو بیچ کرنا۔

چار پونڈ دیکر یہاں کی نیابت حاصل کی اور پارلیمنٹ کا رکن بن گیا۔ مگر متمول تجار اور "ہندی نوابوں"، کو عام لوگوں کے بہ نسبت خریداری رکنیت کا زیادہ شوق تھا اس لیئے کہ رکن پارلیمنٹ کا عزّ و وقار قابل رشک سمجھا جاتا تھا لارڈ چیتھم ان باتوں سے ناواقف نہ تھا چنانچہ وہ اپنے اعتراض میں بیان کرتا ہے کہ اکثر "غیر ملکی لوگ سونے چاندی کو ذریعہ بنا کر اپنے لیئے پارلیمنٹ میں جگہہ نکال لیتے ہیں"، جو انگریزی موروثی جائداد کے ذریعے سے متمول ہوتے ہیں وہ رکنیت خریدنے میں باہر والوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے اس لیئے مختلف قسم کی خرابیاں پارلیمنٹ میں پیدا ہو گئی ہیں سنہ ۱۷۶۸ء میں نیابت کی قیمت گراں ہونے سے لوگ اسکے خریدنے سے عاجز ہو رہے تھے۔ چنانچہ لجرزہال (Ludgershall) کے نائب بننے کے لیئے ایک امیدوار کو چار ہزار پونڈ دینا پڑا۔ نیابت کے بیچنے کی نسبت اکثر شہر مثلاً سڈبری وغیرہ اشتہار دیا کرتے تھے۔ شہر اکسفرڈ نے ارادہ کر لیا تھا کہ اگر اس کا قرض اسکے سابق کے نمائندے ادا کریں تو اُن کا دوبارہ انتخاب کیا جائے لیکن جب ان لوگوں نے ادائی قرضے کی شرط قبول نہ کی تو شہر مذکور نے ڈیوک آف مالبرو اور ارل آف ایبنگڈن سے معاملہ طے کر لیا۔

منتخبین کی رشوت ستانی

جب رکنیت پارلیمنٹ خریدنے سے نہ مل سکتی تو لوگ منتخبین کو رشوت دیکر اپنا مقصد حاصل کرتے تھے۔ چنانچہ سر والٹر کلارگز (Sir Walter Clarges) نے جب حلقہ ویسٹ منسٹر کی نیابت حاصل کرنے میں ناکامی ہوئی سنہ ۱۶۹۵ء میں چند گھنٹوں کی کوشش میں دو ہزار پونڈ صرف کر دیئے تھے۔ سنہ ۱۷۶۸ء میں حلقہ نارتھمٹن کی نیابت کی جنگ میں ہر ایک امیدوار کو تقریباً تیس تیس ہزار پونڈ صرف کرنے پڑے اور اسی زمانے میں ڈیوک آف پورٹ لینڈ کو حلقہ جات ویسٹ مورلینڈ اور کمبرلینڈ کی نیابت کے لیئے سر جیمس لوتھر کے مقابلے میں چالیس ہزار پونڈ خرچ کرنا پڑا۔ سنہ ۱۸۰۷ء میں یارک ضلع کی

سلہ۔ اس زمانے میں اکثر انگریز جو حکومت ہند کی ملازمت سے وظیفہ پانے کے بعد اپنی باقی عمر انگلستان میں بسر کرنے کی غرض سے ہندوستان سے واپس جاتے تو اُس دولت کے ذریعے سے جس کا اُنہوں نے ناجائز طریقوں سے ہند میں اکتساب کیا تھا منتخبین کو رشوت دیکر پارلیمنٹ کے ارکان بنا کرتے تھے۔ اُس بنا پر اونکے ایسے اہل وطن جنکو ہند جانیکا موقع نہیں ملتا تھا اور جو راستباز اور ملک کے بھی خواہ ہوتے تھے اُن انگلو انڈین اشخاص کیلئے جو ہندوستان کی کمائی ہوی دولت سے مالا مال ہو جاتے اور بزور لیاقت نہیں بلکہ طریقہ متذکرہ صدر پارلیمنٹ کی رکنیت حاصل کرتے تھے۔ از راہ طنز انڈین نیبابز (Indian nababs) کا حقارت آمیز لقب تجویز کیا تھا۔ از انگلش کانسٹی ٹیوشنل ہسٹری مولفہ ٹیس ویل لینگ میڈ طبع ہفتم۔ س۔ ع۔ ز۔ کو

نیابت کے دو امیدواروں کے مشترک مصارف دو لاکھ پونڈ تک پہنچ گئے تھے۔

بادشاہ کا اثر

ابتداً منتخبین پر بادشاہ کا زیادہ اثر نہ تھا۔ بعض وقت قانون کی مقررہ کی ہوئی چالیس روز کی مدت سے کم وقت انتخاب کے منعقد کیئے جانے کو دیا جاتا تھا اور ۱۲۹۴ء میں کل پینتیس روز انعقاد و تیاری انتخاب کے لیئے ملے تھے اور اس زمانے کا بھی یہی قاعدہ ہے۔ سنہ ۱۳۵۲ء میں اٹھائیس دن اور سنہ ۱۳۹۹ء میں سات روز کا وقفہ انتخاب کے منعقد ہونے اور پارلیمنٹ کے اجلاس کرنے میں دیا گیا تھا۔ اس دوسرے انتخاب کے وقت بادشاہ کا منشا تھا کہ وہی سابق کے ارکان پارلیمنٹ کو روانہ کیئے جائیں منتخبین کو نئے نمائندے چننے کا موقع نہ ملے اس لیئے اس قدر قلیل مدت عطا کی گئی تھی۔ انھی باتوں پر اکتفا نہیں کیا جاتا تھا بلکہ بعض وقت حکم انتخاب تحریر ہونے کے بعد اس کی عبارت میں کمی و بیشی کی جاتی تھی یہ ہدایت درج ہوتی تھی کہ فلاں قسم کے لوگوں کا انتخاب ہو اور فلاں گروہ کو اس سے خارج کیا جائے۔ سنہ ۱۳۴۰ء کے بعد سے اضلاع سے عموماً "داب لگانے والے نائٹوں" کی طلب ہوتی رہی اور سنہ ۱۳۷۲ء کے بعد سے شیرف کے انتخاب کیئے جانے کی نسبت عموماً حکمنامہ انتخاب میں ممانعت درج ہونے لگی۔ چونکہ حکمنامہ طلب کی طرز و شکل میں اگر کچھ تبدیلی نظر آتی تو قوم بادشاہ کی جانب سے بدگمان ہوتی تھی اس لیئے اس کی ہیئت و طرز عبارت میں قانون قرعہ اندازی بابت سنہ ۱۸۷۲ء کے قبل کسی قسم کا تغیر نہیں کیا گیا۔ کبھی کبھی بادشاہ کو دارالعوام کے اپنے ہوا خواہوں سے پر کرنے میں شیرف اور امرا کی بدولت کامیابی بھی ہوتی تھی۔ چنانچہ سنہ ۱۳۷۷ء کی پارلیمنٹ جس نے گڈ پارلیمنٹ کے سب عمدہ کاموں کو برباد کیا جان آف گانٹ کے طرفداروں سے بھر گئی تھی۔ اسی طرح جب سنہ ۱۳۹۷ء میں آرنڈل پر الزام لگایا گیا تو اس نے اس امر پر اعتراض کیا تھا کہ دارالامرا میں قوم کے وفادار اور بے لوث ارکان نہیں ہیں۔ پچھلوں کی لڑائیوں کے

زمانے میں پارلیمنٹ میں صرف وہی لوگ طلب کیئے جاتے جو کسی فتحیاب فریق کے ہوا خواہ اور طرفدار ہوتے تھے۔

ٹیوڈر بادشاہوں کا اثر انتخابات پر دو طرح سے پڑتا تھا۔ شہروں اور قصبوں کے بعض اہل ثروت اور بڑے جاگیردار ان کے ممنون احسان ہوتے تھے اس لیئے یہ لوگ سلاطین مذکور کے ہوا خواہوں کو پارلیمنٹ میں روانہ کرتے تھے اور دوسرا طریقہ اثر ڈالنے کا اکثر شہروں میں قلیل گروہ کو حق رائے کا دیا جانا تھا ظاہر ہے کہ چند منتخبین کو متاثر کرنا ان بادشاہوں کے لیئے زیادہ دشوار نہ تھا۔ چنانچہ ایڈورڈ ششم کی کونسل کے جانب سے شیرف کو سرکاری گشتیاں پہنچی تھیں کہ "لائق اور ہوشیار لوگوں" کا انتخاب ہوا کرے اور بعض وقت ان لوگوں کے نام بھی درج ہوتے جن کو کونسل بلوانا چاہتی تھی۔ مگر اسٹورٹ بادشاہوں کے دور میں غیر آباد شہروں کا قائم کرنا اور ان کا بادشاہ کا طرفدار بنکر انتخابات میں مداخلت کرنا موقوف ہوا۔ جیمس اول اور چارلس اول تو پارلیمنٹ کی قوت کو مانتے ہی نہ تھے اور جب پارلیمنٹ عجز اختیار کرتی تو وہ اسکی خواہشوں کی طرف کسی قدر ملتفت ہوتے تھے ۱۶۲۶ء میں فریق مقابل کے بعض سرداروں کو جیسا کہ کوک اور ونیٹ ورتھ تھے بادشاہ نے شیرف کے عہدوں پر مقرر کر دیا جس کے سبب سے وہ رکنیت پارلیمنٹ کے اہل نہیں رہنے پائے۔ چارلس اول کی دست اندازی کی بھی ایک مثال ہے اس کے سوائے اس نے منتخبین کے حق رائے کو محدود کرنے کی کبھی کوشش نہیں کی۔

لیکن عود شاہی کے بعد جس طرح اٹھارہویں صدی میں حالت تھی رشوت کی گرم بازاری شروع ہو گئی۔ منتخبین اور ارکان پارلیمنٹ کی مٹھی پھر گرم ہونے لگی اور رشوت علم سیاست کا ایک جزو بنگئی ۱۶۹۵ء، ۱۷۶۲ء اور ۱۸۰۲ء میں منتخبین کی رشوت ستانی روکنے کی غرض سے قوانین کا نفاذ ہوا لیکن ان کا منشا پورا نہو سکا اور سب کوششیں بے سود ثابت ہوئیں

منتخبین کی رشوت ستانی

جارج سوم کے مراسلہ موسومہ وزرا کے دیکھنے سے پھر کسی کو ان قوانین کی ناکامی کے وجوہ میں شک باقی نہیں رہتا چنانچہ بادشاہ مذکور نے ۱۷۷۹ء میں لارڈ نارتھ کو ایک خط میں لکھا تھا کہ "اگر ڈیوک آف نیوکاسل کو بوقت انتخاب جنوب طلا کی ضرورت ہو اور تم اس کا انتظام نہ کر سکو تو بڑی قباحت ہوگی" اس کے علاوہ ہم اور بہت ذریعوں سے ثابت کر سکتے ہیں کہ شاہ مذکور کی جانب سے وزرا کو منتخبین کے رشوت دینے کے لئے کثیر مقدار میں روپیہ پہنچتا تھا۔

منتخبین کو سرکاری ملازمت کا دیا جانا۔

جن حلقہ جات کے منتخبین کی تعداد کثیر ہوتی ان پر اثر ڈالنے کے لئے بادشاہ ایک دوسرے طریقے سے کام لیتا تھا۔ ان حلقہ جات کے اکثر منتخبین کو ملازمت سرکاری میں شریک کر لیا جاتا جس کے سبب سے ان کو مجبوراً بادشاہ کے نامزد کئے ہوئے لوگوں کو منتخب کرنا پڑتا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بندرگاہ والے شہروں میں محکمہ مال کے ملازموں کی تعداد میں بے انتہا زیادتی ہوگئی تھی اور جب ۱۷۸۲ء میں ان کا حق انتخاب

۱۷۸۲ء

سلب کیا گیا ہے تو حسب بیان لارڈ راکنگھم یہ لوگ گیارہ ہزار پانچ سو سے کم نہ تھے اور ان سے تقریباً ستر حلقہ جات انتخاب بنائے گئے تھے۔ اس کے بعد ایک عرصے تک یہ حق انتخاب سے محروم رہے لیکن قوانین اصلاح کے جاری ہونے سے منتخبین کی تعداد بہت کثیر ہوگئی تھی اور اس لئے منتخبین پر شاہی ملازموں کے اثر ڈالنے کا پارلیمنٹ کو زیادہ اندیشہ نہیں رہا تھا اس واسطے ۱۸۶۸ء میں ان لوگوں کو دوبارہ حق رائے دیا گیا۔ بادشاہ کے اثر ڈالنے کی ایک یہ ترکیب تھی کہ بعض وقت اگر ملازمین شاہی کسی حلقۂ انتخاب پر بسبب کثرت منتخبین اپنا اثر نہیں ڈال سکتے تو بادشاہ کے حکم سے وہ پرچہ کیفیت میں جو حکمنامہ انتخاب کے جواب میں روانہ کیا جاتا تغلب و تصرف کرتے تھے اور قوم کے انتخاب کردہ نمائندے کے عوض شاہی امیدوار کا نام درج کر دیا جاتا تھا۔ اگر شاہی ملازموں

اور رشوت کے ذریعے سے حلقہ جات انتخاب کو اپنے اثر میں لانے میں تاج کو ناکامی ہوتی تو اور مختلف تدبیروں سے قوم کے حق انتخاب میں دست اندازی کرنے اور پارلیمنٹ کو اپنا مطیع و منقاد بنانے کی فکر کی جاتی تھی ؎

پارلیمنٹ کی بداعمالیاں (۱) ٹیوڈر اور اسٹوورٹ بادشاہوں کا عہد۔

پارلیمنٹ پر بیرونی ذریعوں سے اثر ڈالنے میں سب سے زیادہ اہمیت بادشاہ کو حاصل تھی۔ دور ٹیوڈر کے قبل جبکہ مجلس ادنیٰ ضعیف اور بادشاہ قوی تھا اور بعد میں مجلس مذکور قوی اور بادشاہ کمزور ہوا تو تاج کی جانب سے دار العوام کی کارروائیوں میں مداخلت ظاہر اور باطن میں نہیں ہوتی تھی لیکن سولھویں صدی میں جب یہ مجلس مقتدر ہوئی اور اس کو قانون بنانے اور مالی و عدالتی امور کے تصفیہ کرنے کے اختیارات ملے تو حکومت وقت کو اس کے محکوم بنانے کی طرف توجہ ہوئی۔ اگرچہ بادشاہ اُس زمانے میں بھی ہر طرح سے مقتدر رہتا لیکن ملت کی امداد اور رضامندی کے بغیر اس کی بادشاہی قائم رہ نہیں سکتی تھی۔ اس لیئے اگلے زمانے کے انگریز بادشاہ دار العوام کو اپنے قابو میں رکھنا چاہتے تھے۔ ٹیوڈر بادشاہوں کے عہد میں دار العوام کے صدر کا تقرر بادشاہ کی جانب سے ہوتا تھا بلکہ ملکہ ایلزبیتھ نے اپنے ایک معتمد خاص کو ایک حلقہ انتخاب کی جانب سے نائب بنا کر دار العوام کو روانہ کروایا تھا۔ جو ارکان بادشاہ کی خواہشوں کی تکمیل میں کوتاہی کرتے اور بہبودی قوم کی تدبیروں کے اجراء میں منہمک رہتے ان کو کبھی کبھی سزا بھی بھگتنی پڑتی تھی۔ لیکن جب تاج کی جانب سے بھی خواہانِ ملک کا زیادہ تعاقب ہونے لگا تو قوم کی برافروختگی میں بھی اضافہ ہوتا گیا اور دار العوام کو بھی اپنے حقوق کی پامالی کے روکنے کی طرف توجہ کرنی پڑی۔ چنانچہ سنہ ۱۶۲۷ع میں جبکہ چارلس اول کے عام حکم کی بنا پر ان پانچ معزز شخصوں کو گرفتار کرنے کی نسبت کوشش کی جا رہی تھی جن کا تذکرہ "پانچ نائٹ یا آرنڈیل کے مقدمے" کے نام سے

مشہور ہو گیا ہے اور جو اُن دنوں دار الحکومت میں پناہ گزین ہو گئے تھے لندن کے باشندے اس قدر برافروختہ خاطر ہو گئے تھے کہ بادشاہ کو مجبوراً شہر سے نکل جانا پڑا۔ بعض وقت ملکہ ایلزبیتھ دار العوام میں ایسے مسودات قانون کو پیش ہونے سے رکوا دیتی جن کا اثر اس کے اقتدار پر پڑتا تھا۔ چنانچہ ۱۵۷۲ء اور ۱۵۹۳ء میں اس نے ان تحریکات کو دبوا دیا جن کے سبب سے اقتدارات شاہی پر نکتہ چینی کرنے کا قوم کو موقع ملتا چونکہ جیمس اول اور اُس کی پارلیمنٹ کی بنتی نہ تھی اس لیے شروع میں سر ہنری نے وِل نے بذریعہ عرضداشت ایک تجویز پیش کی کہ اگر بادشاہ ارکان عوام کی بعض خواہشوں کو منظور کرلے تو وہ اس امر کا ذمہ لیتا ہے کہ مجلس ادنی بادشاہ کے احکام اور فرامین کی ہر طرح سے تعمیل کرے گی اس کے سوائے اور بہت سی باتیں اس نے اسی قسم کی اپنی عرضی میں بیان کی تھیں نے وِل کی صلاح نہایت راست بازی پر مبنی تھی اور وہ طرفین کا بھی خواہ تھا مگر اس کے سوائے دوسروں نے محض بادشاہ کی خوشامد اور قوم کو نقصان پہنچانے کی غرض سے ارکان عوام کو بادشاہ کے مفید مطلب باتیں سمجھا کر بادشاہ کے مقصد کو پورا کرنے کی کوشش کی اور ظاہر میں کہا کرتے تھے کہ ہم نے بہبودی ملک کے لیئے اپنے ذمے نہایت دشوار کام لیا ہے لیکن قوم پر جب حقیقت حال کا انکشاف ہوا تو بطور طعن ان لوگوں کا لقب "تعہد داران شاہ" قرار پا گیا اس لیئے کہ انھوں نے حصول اغراض شاہی کا گویا تعہد لے رکھا تھا۔ ازبسکہ جیمس عقل سے بے بہرہ تھا اس نے اس تدبیر کو بطیب خاطر قبول کر لیا لیکن ایلزبیتھ نے جس کا زمانہ اسکے پہلے گزرا ہے اور جو نہایت زیرک اور محتاط تھی جب اس کو اس قسم کا مشورہ دیا گیا تو ناپسند کیا تھا۔ بہر حال جیمس کی اس حکمت عملی کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کی دوسری پارلیمنٹ نے بھی مصارف سلطنت وجنگ کے لیئے معقول رقم منظور نہیں کی اور بادشاہ سے کشمکش

ہونے کے سبب سے وضع قوانین اور انتظام سلطنت کی نسبت کوئی مفید کام نہ کر سکی اس لئے اس کا نام "معطل پارلیمنٹ" پڑ گیا۔ بالآخر جیمس اور اس کے فرزند چارلس نے تنگ آکر پارلیمنٹ کے بغیر حکومت کرنی شروع کر دی جب تک ان کو ملک سے بآسانی روپیہ وصول ہوتا تھا پارلیمنٹ کے منعقد کرنے کی انھیں ضرورت نہ ہوتی تھی مگر چونکہ اس کی معطلی کے زمانے میں بے ضابطگی اور ظلم و زیادتی کے بغیر زیادہ دنوں تک روپے کا وصول کرنا ممکن نہ تھا اس لئے یہ بادشاہ انعقاد پارلیمنٹ کے لئے مجبور ہوتے تھے یہی سبب تھا کہ ان کے عہد میں پارلیمنٹ کی مستقل طور پر موقوفی نہ ہو سکی۔ ہر ایک جدید پارلیمنٹ کے انعقاد کے قبل یہ سلاطین اپنے بچاؤ کی فکر کر لیتے تھے جس طرح کوئی آدمی طوفان برف و باراں میں جانے کے لئے مجبور ہوتا ہے اور اپنے محفوظ مقام سے نکلنے کے پہلے اپنے جسم کو محفوظ کر لیتا اور طوفان کے شدائد و آلام کا حتی المقدور پہلے سے اندازہ کرتا ہے اسی طرح یہ دونوں بادشاہ پارلیمنٹ منعقد کرنے کے لئے مجبور ہوتے اور اس کے اعتراضات اور تشدد کے مقابلے کے لئے پہلے سے آمادہ رہتے تھے۔

(۲) خاندان ہانور کے زمانے میں کس طرح اثر ڈالا جاتا تھا۔

جن ذریعوں سے منتخبین پر اثر ڈالا جاتا تھا عود شاہی کے بعد حکومت نے وکلائے ملک کے رام کرنے کے لئے انھی پر عمل کرنا شروع کر دیا۔ حکومت سے ساز باز کرنے میں ارکان کو اعزاز و اکرام پانے اور مقتدر عہدوں پر ترقی کرنے کی امید ہوتی تھی اور آزادی رائے کا نتیجہ بے وقاری اور گمنامی سمجھا جاتا تھا۔ حسب بیان برک آزاد خیال ارکان کی نہایت قلیل جماعت تھی اور ان کو حکومت کی ہر ایک تحریک کے مقابلہ میں اکثر شکست ہوتی تھی اس لئے اس طرح کے ارکان مردہ دل ہو گئے تھے اور اُن کے ہر ایک کام سے مایوسی ظاہر ہوتی تھی۔ اگر اس قلیل فرقہ مقابل کا کوئی شخص فرقۂ حکومت کی کسی تحریک کے خلاف تقریر کرتا اور حقیقت میں وہ برمحل

وموزوں بھی ہوتی۔ لیکن عہدہ داران شاہی اور ان کے طرفداروں کی ایک کثیر جماعت دارالعوام کے باہر رکن مذکور کی تقریر کا مفہوم قوم کو غلط باور کراتی کہ اس شخص کو حب جاہ اور توقع ملازمت شاہی نے جادۂ دیانت سے ہٹا دیا ہے اور جس قدر بہبودی وخوشحالی قوم کی تائید میں رکن مذکور اپنے خیالات کا اظہار کرتا اسی قدر اس کی تقریر پر رنگ چڑھا کر اس کے خلاف قوم کو سمجھایا جاتا تھا۔ ہندی نوابوں کو زر کے ذریعے سے حلقہ بگوش بنانا نہایت آسان تھا اس لیئے کہ وہ نہ کسی فرقے کی طرفداری کرتے اور نہ ان کے اغراض وخیالات مخصوص سیاسیات پر مبنی ہوتے تھے۔ جب انھیں روپیہ پہنچتا وہ بلا تامل قبول کر لیتے تھے اور رشوت کے لینے میں انھیں کسی قسم کی شرم وحیا مانع نہ ہوتی تھی۔ سنہ ۱۷۵۴ء میں ہنری فاکس نے دارالعوام کی صدارت سے انکار کر دیا اور اس بات پر اڑ گیا کہ جب تک نیوکاسل مجھکو ارکان عوام کو مخفی طریقے سے روپیہ پہنچانے کی ترکیبیں نہیں بتلائیگا میں ان کا صدر نہیں ہونگا تاکہ میں بھی ان کو اپنا مطیع بنانے کے طریقے سے واقف ہو جاؤں اور میری کارروائیوں میں الجھن نہ پیدا ہونے پائے۔ اسی سال ہارنارڈ نے بھی حلف خلاف رشوت ستانی کی تنسیخ کے متعلق تحریک کی اس لیئے کہ ارکان اپنے حلف پر قائم نہیں رہتے اور عموماً ان سے دروغ حلفی سرزد ہونے لگی تھی۔ ہوریس وال پول کا بیان ہے کہ جس وقت سنہ ۱۷۶۳ء کی صلح کی بابت مجلس عوام میں مباحثہ ہو رہا تھا فرقۂ حکومت کی جانب سے صرف ایک روز کی صبح کے اجلاس میں پچیس ہزار پونڈ صرف کیئے گئے تھے۔

مخفی ذریعے سے ارکان پارلیمنٹ کو روپے کا پہنچانا

اکثر ناعاقبت اندیش اور بے وفا ارکان نہایت آسانی سے عہدے اور وظیفوں کے دام میں گرفتار ہو جاتے تھے۔ بناءً علیہ قانون تخت وتاج کے جس فقرے کے ذریعے سے ملازمان شاہی کو رکنیت پارلیمنٹ سے خارج کیا گیا تھا اس میں ۶-۱۷۰۵ء میں ترمیم کرنی پڑی ورنہ ایسے سرکاری ملازم بھی جن کے عہدوں کا تقرر اسکے قبل ہوا تھا

عہدے اور وظیفے

سنہ ۱۷۰۷ء

سنہ ۱۷۸۲ء

پارلیمنٹ میں شریک نہیں ہو سکتے تھے سنہ ۱۷۰۷ء کے قانون ملازمت شاہی کے ذریعے سے اکثر کم درجے کے عہدہ داروں کو پارلیمنٹ کی رکنیت سے خارج کر دیا گیا اور سنہ ۱۷۸۲ء کے قانونِ راکنگھم کے سبب سے اکثر قدیم اور بیکار خدمتوں کی تنسیخ عمل میں لائی گئی ہے۔ ایسا ہی فاکس کے مسودۂ قانون ہند کی نسبت چونکہ لوگوں کو اس بات کا اندیشہ تھا کہ اس کے سبب سے اکثر عہدے بادشاہ کے اختیار میں چلے جائینگے اسلیئے اس کو منظور نہیں ہونے دیا گیا۔ جارج اول کے جلوس سلطنت کے وقت دو سو ستر عہدہ داران شاہی کا دارالعوام کے ارکان میں شمار ہوتا تھا۔

سنہ ۱۸۳۳ء

سنہ ۱۸۲۰ء میں اس قسم کے کل تراسی ارکان تھے اور سنہ ۱۸۳۳ء تک تو ان میں سے صرف سات باقی رہ گئے تھے۔

شاہی وظیفہ خواروں کی اس قدر طویل فہرست تھی کہ ملک کی آمدنی کا ایک معتد بہ حصہ ان کی تقسیم میں صرف ہو جاتا تھا۔ اور خاص اسی سبب سے اٹھارھویں صدی میں تاج کو اُس قدر قرض لینے کی ضرورت ہوتی تھی۔ چونکہ ایسے عہدہ دار جن کی ملازمت کی بقا تاج کی خوشنودی پر منحصر ہوتی پارلیمنٹ کی رکنیت سے خارج کر دیئے جاتے تھے اس لیئے تاج کی جانب سے اکثر دارالعوام کے ارکان اور ان کے ازواج و اولاد کو مخفی طریقے سے وظائف دیئے جاتے تھے اسی لیئے توبرک کہتا تھا کہ جو کثیر رقوم مصارف سلطنت کے لیئے پارلیمنٹ منظور کر کے بادشاہ کے حوالے کرتی ہے "ان کا مصرف اکثر لوگوں کی آنکھوں سے اوجھل رہتا ہے اور اس پر بھی بچتا کچھ نہیں"۔ چونکہ بادشاہ کی ذاتی آمدنی کے کافی ذرائع موجود تھے اور بشمول اراضی موروثی شاہی آمدنی کی مقدار ایک ملین پونڈ ہوتی تھی اس لیئے ارکان عوام کو بادشاہ کے وقت بے وقت کے پارلیمنٹ کے سامنے دست سوال دراز کرنے سے سخت تعجب ہوتا تھا۔

سنہ ۱۷۸۲ء میں فہرست عہدہ داران دیوانی میں وظائف کی

مد کی رقم محدود کر دی گئی لیکن جب تک تاج سے اسکاٹلینڈ اور آئرلینڈ کے علاقہ جات شاہی کی آمدنی ضبط نہ کی گئی بادشاہ اس رقم سے اپنے ہوا خواہوں کو وظائف دیتا رہا۔ جب تک تاج کی آمدنی کے آزاد ذرائع کا سد باب نہ ہوا اور جب تک شاہی وظیفہ خواروں کی تعداد میں معقول کمی نہیں کی گئی اور مختلف محکمہ جات سلطنت کے لیئے جو موازنہ کہ پارلیمنٹ کا منظورہ ہوتا ہے اور اس کی تخصیص رقوم کا قاعدہ جاری نہیں ہوا اُس وقت تک پارلیمنٹ کی ابتری اور رشوت ستانی کا سد باب نہیں ہوا اور پارلیمنٹ پر اثر ڈالنے میں تاج کو کامیابی ہوتی رہی۔ ہر چند قوانین اصلاح میں امیدواران نیابت کو کسی قاعدے کی رو سے منتخبین کو رشوت دینے سے نہیں منع کیا گیا ہے لیکن اس قسم کی انتخابات کی خرابیوں کا دوسرے قوانین کے ذریعے سے انسداد ہوا ہے اور جب سے غیر آباد شہروں کے حقوقِ رائے کی منسوخی عمل میں آئی زمینداروں کا اثر جو منتخبین اور نمائندوں پر پڑتا تھا باقی نہیں رہا۔

دوران پارلیمنٹ

پارلیمنٹ کے تمرد اور نافرمانی کے رفع کرنے کے لیئے تاج کو صرف جبر اور ترغیب سے ہی کام لینے کی ضرورت نہ تھی بلکہ اجلاس پارلیمنٹ کا ملتوی اور موقوف کرنا بادشاہ کے اختیار میں تھا اور التوا و برخاست کی انہی دو تلواروں سے وہ اکثر سرکشان پارلیمنٹ کو دھمکی دیتا تھا۔ پارلیمنٹ کے جلد جلد منعقد کیئے جانے کی نسبت کسی قانون (موضوعہ) کا پتہ نہیں ملتا۔ سنہ ۱۳۳۰ء میں اس کے متعلق ایک قانون بنا تھا اور اس کے ذریعے سے طے پایا تھا کہ "سال میں ایک دفعہ اور اگر ضرورت ہو تو اس سے زیادہ پارلیمنٹ کا انعقاد ہونا چاہیئے" لیکن بعد میں اس ہدایتی فقرے کی اس طرح پر

تاویل کی گئی کہ "اگر ضرورت ہو" کے لفظوں کا اطلاق کل فقرہ مذکورہ پر ہونے لگا اور سنہ ۱۶۴۱ء سے سنہ ۱۶۸۴ء تک اکثر بے قاعدہ اور بہت عرصہ گزرنے کے بعد پارلیمنٹ کا انعقاد کیا جاتا تھا بلکہ ایلزبیتھ کے ایک جواب موسومہ دار العوام واقع سنہ ۱۵۶۶ء سے پارلیمنٹ کے منعقد کیئے جانے کی ضرورت اور اس کی مدت کا حال معلوم ہوتا ہے۔ ملکہ موصوفہ کے اس پیام سے بھی حسب عادت اُس کی راست بازی کا اظہار ہوتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ "پارلیمنٹ کے منعقد کرنے کا معاملہ میری خواہش پر منحصر ہے اور میرا اختیاری ہے اور میں جب چاہوں اس کو ختم کر سکتی ہوں"۔ چنانچہ سنہ ۱۵۶۶ء اور سنہ ۱۵۷۱ء کے درمیان اس نے اپنے اس دعوے کو ثابت کر دکھایا۔ یہ پانچ سال پارلیمنٹ کے بغیر گزر گئے ملکہ نے ایک کو بھی طلب نہیں کیا اس کا سبب یہ تھا کہ ملکہ چاہتی تھی کہ اپنی شادی کے مسئلے اور وراثت تاج کے متعلق بحث نہ ہو اور دار العوام اس پر اڑا ہوا تھا۔ جیمس اول اور چارلس اول نے اپنی پارلیمنٹوں کو خیظ میں آکر موقوف کر دیا تھا اور چارلس نے تو گیارہ سال تک پارلیمنٹ کے بغیر حکومت کی تھی بنا بر علیہ سنہ ۱۶۴۲ء میں ایک قانون نافذ کیا گیا کہ ہر تیسرے سال پارلیمنٹ کا منعقد ہونا ضرور ہے خواہ انعقاد کے لیئے بادشاہ کی جانب سے طلب نامے روانہ ہوں یا نہوں اور اس کے ذریعے سے اس امر کی ہدایت بھی کر دی گئی تھی کہ پارلیمنٹ کے منعقد ہونے کے پچاس روز کے اندر بادشاہ بلا رضامندی پارلیمنٹ نہ اُس کو ملتوی کرے اور نہ موقوف۔ چونکہ اس قانون کے سبب سے سطوت شاہی میں فرق آتا تھا اس لیئے سنہ ۱۶۶۴ء میں منسوخ کیا گیا اُس کے ساتھ ہی قانون ناسخ میں ایک ایک فقرہ دوران پارلیمنٹ کے متعلق داخل کیا گیا کہ کسی صورت میں تین سال سے زیادہ پارلیمنٹ موقوف نہیں رہ سکتی۔ سنہ ۱۶۹۴ء میں قانون سہ سالہ نافذ ہو کر

سہ سالہ پارلیمنٹ کی نسبت قانون کا بنایا جانا۔

ہر ایک پارلیمنٹ کی مدت انعقاد تین سال مقرر ہوئی، تعین مدت کی اس لیئے ضرورت ہوئی کہ "وظیفہ خوار پارلیمنٹ" سنہ ۱۶۶۰ء سے سنہ ۱۶۶۶ء تک برابر چلی آرہی تھی اور اُس پر ملک کا دست رس باقی نہیں رہا تھا۔ علاوہ بریں خود چارلس اس سے ناراض تھا چنانچہ اس کا مقولہ ہے کہ "پارلیمنٹیں زیادہ عمر کو پہنچنے کے بعد مثل بوڑھی بیلیوں کے بے وفا اور ترش مزاج ہو جاتی ہیں" مگر سنہ ۱۷۱۶ء میں قانون ہفت سالہ نے پارلیمنٹ کے دوران کو تین سے بڑھا کر سات سال تک محدود کر دیا تھا۔ سنہ ۱۸۶۷ء کے قانون اصلاح نے تاج کی منتقلی کے اثر سے پارلیمنٹ کو محفوظ کر دیا ہے۔ یہ سب تاریخی باتیں ہیں لیکن پارلیمنٹ کے باقاعدہ اور جلد جلد منعقد ہونے کی نسبت صرف دو امر موجودہ زمانے میں موئید سمجھے جاتے ہیں ایک تو قانون تخصیص رقوم اور دوسرے قانون غدر۔ ان کا ہر سال نافذ کیا جانا ضرور ہے۔ اکثر محصولات جن کو انگریز ادا کرتے ہیں مستقل ہیں ان میں کمی وبیشی نہیں ہوتی مگر یہ لوگ سرمایہ اجامی کے ایک ثلث کی فراہمی کے ذمہ دار ہیں اور قانون غدر کے سالانہ منظوری کی اس لیئے ضرورت ہوتی ہے کہ اس کے ذریعے سے ایک ناجائز فعل کو جائز بنایا جاتا ہے یعنے مستقل فوج کا زمانہ امن میں ملازم رکھنا ہے

اصلاح پارلیمنٹ

حلقہ جات انتخاب کے لحاظ سے نائبین کا منقسم ہونا، اکثر مقامات کو حقوق رائے کا ملنا اور پارلیمنٹ سے برے اثرات کے ازالے کو ہم نے سابق کے پیراگرافوں میں شرح وبسط سے بیان کیا ہے لیکن اس پیراگراف میں اصلاح پارلیمنٹ کی نسبت ہم صرف اس کے ایک صیغے کی تاریخ لکھنا چاہتے ہیں اور وہ شعبۂ وضع قوانین کی اصلاح ہے۔

عود شاہی کے بعد دار العوام کی قوت اور اُس کے ارکان پر مجلس انتظامی کے اثر ہیں ایک ساتھ ترقی ہونے لگی۔ وضع قوانین کا کام رشوت کے اثر سے بگڑ رہا تھا۔ دونوں سیاسی فرقوں کے اعلیٰ مدبرین کی نظروں سے یہ خرابی زیادہ دنوں تک نہ چھپ سکی۔ چنانچہ برک جو راکنگھم کے فرقہ جدّت پسند کا رہبر تھا پارلیمنٹی حکومت کو ایک فرضی شئے خیال کرتا تھا وہ لکھتا ہے کہ "دار العوام کے فرائض ہیں عہدہ داران انتظامی و عدالتی اور قومی روپے کے مصرف کی شدید و صحیح نگرانی داخل ہے۔ جو شکایتیں قوم کی جانب سے پیش ہوتی ہیں ان کی تحقیقات کرنی اور اس کو ان کے آسانی سے ثابت کرنے کے لیئے موقع دینا بھی مجلس مذکور کا فرض ہے۔ میری رائے ہیں ایک سچی اور حقیقی مجلس عوام کے یہی چند مختصات ہوسکتے ہیں"۔ لیکن "ایک ایسی مجلس جس کے ارکان طرز زمانہ پر کامل اعتماد رکھتے ہوں مگر قوم اُس سے نہایت مایوس و تنگ دل ہو، جن وزرا پر اس مجلس کی نظر عنایت ہو قوم اُنھی کو نظر حقارت و عتاب سے دیکھتی ہو، ان کی نسبت اس مجلس سے رائے تشکر کا اظہار کیا جائے اور قوم ان کا مواخذہ کرے تو میرے خیال میں اس طرح کی مجلس حالت اعتدال پر باقی نہیں رہ سکتی اور اس کی ہر ایک کارروائی خلاف معدلت سمجھی جائے گی خصوصاً جبکہ مجلس مذکور ان نزاعات میں جو قوم اور عہدہ داران مذکور کے درمیان انتظامات ملک کی نسبت واقع ہوں ہر وقت ایک ہی فریق (قوم) کو باعث فساد خیال کرتی ہو اور اس لیئے ہمیشہ شورش اور ہنگامے کے وقت اسی کے لیئے سزا تجویز کرتی ہو لیکن اس کے اسباب وقوع کی تحقیق کو پسند نہ کرتی ہو۔ اس قسم کے ارکان پر ایک باعظمت، صاحب فراست و سطوت (سینیٹ) مجلس اعیان کا اطلاق ہوسکتا ہے لیکن وہ ایک مجلس عوام جو محض عوام کی بہبودی کیلئے منعقد ہو نہیں کہلا سکتی"۔

چونکہ برک صاحب بصیرت تھا اس سیلئے وہ ترکیب پارلیمنٹ

میں مادی تغیر کرنا نہیں چاہتا تھا بلکہ اس کا مقصد انتظامات ملک کی اصلاح کرنا تھا۔ ہرچند کہ اس نے منتخبین ٹڈل سیکز کی حمایت کی اور مفت باشیوں کے عہدوں کی منسوخی اور کروڑگیری و زرتحصیل کے وصول کرنے والے ملازموں کی معزولی اور عرائض انتخاب کی تحقیقات کی اصلاح کی نسبت زور دیا اسی طرح وہ پارلیمنٹ کے جلسوں کے موافقین ومخالفین تحریکات کی فہرستوں کی اشاعت کی نسبت رائے دیا کرتا تھا لیکن دستور پارلیمنٹ میں کسی طرح کے تغیر کو وہ روا نہیں رکھتا تھا۔ وہ کہتا تھا کہ جب تک کسی کل کے پرزے درست حالت میں نہوں اس کل سے صحیح اور باقاعدہ کام نہیں ہوسکتا پارلیمنٹ کی کل میں کوئی خرابی نہیں ہے مگر اس کے پرزے بگڑ گئے ہیں۔ وہ اس امر پر بھی زور دیتا تھا کہ انگریزی طرز نیابت باوجود اکثر خرابیوں کے اس قدر بُری نہیں ہے جسقدر کہ بیان کیا جاتا ہے کل انسان فرشتے نہیں ہوسکتے، انگریزی منتخبین اور نائبین میں بھی اچھے اور بُرے لوگ ہیں لیکن بُروں کی اس قدر کثرت نہیں ہے کہ نیکوں کی کارگزاری کو مٹادے۔ عموماً انسانی کام ناقص ہوتے ہیں لہذا ان باتوں کو برطانوی حق رائے رکھنے والوں کے لیئے بھی ملحوظ رکھنا چاہیئے۔"

اصلاح پارلیمنٹ کی ابتدائی تدبیریں

رشوت ستاں شہروں کو توڑنے کی غرض سے اگرچہ لارڈ چیتھم نے پہلے ۱۷۶۶ء میں اور دوبارہ ۱۷۷۰ء میں ہر ایک ضلعے کی نیابت میں ایک نائب کا اضافہ کرنے کی نسبت تحریک کی تھی تاہم اس تدبیر سے جو غرض سوچی گئی تھی وہ حاصل نہ ہوسکی۔ مگر ۱۷۷۶ء میں ولکنس کو پارلیمنٹ کی رشوت ستانی کی نسبت ایک نہایت موثر تدبیر سوجھی وہ یہ کہ غیر آباد شہروں کے حقوق رائے کا سلب کرلینا اور بعض بڑے شہروں کو ان کا دیا جانا لندن اور دوسرے بڑے ضلعوں کے نائبوں کی تعداد میں اضافہ کیا جانا۔ اس کے چار سال کے بعد ڈیوک آف رچمنڈ نے عمومیت حق رائے اور اضلاع انتخابی کی مساوات رقبہ کی تائید میں مظاہرے

شروع کر دیئے لیکن دار العوام نے اس پروگرام پر اس سال کے دوران میں کام کرنے سے سخت انکار کر دیا۔ ہرچند پارلیمنٹ اپنے ارکان کو اس خیال کی حمایت کرنے سے باز رکھنا چاہتی اور اس مسئلے کے پیش ہونے کی نوبت نہیں آنے دیتی تھی لیکن بیرون پارلیمنٹ اس کا بہت چرچا ہوا اور اس کے بہت سے موئید پیدا ہو گئے۔ بہرحال ولیم پٹ نے سنہ ۱۷۸۲ء اور سنہ ۱۷۸۳ء میں اصلاح کی تائید میں تحریکات پیش کیئے۔ اس کے دوسرے سال اس نے بحیثیت سردار حکومت (وزیر اعظم) اصلاح کی نسبت ایک جامع اسکیم پیش کی لوگوں کو امید تھی کہ اس کے ذریعے سے نقل داروں اور چند بڑے شہروں اور تقریباً ننانوے ہزار ذکور کو حق رائے ملے گا۔ مگر پٹ کی اسکیم کا سب سے زیادہ حیرت انگیز وہ حصہ تھا جس میں اُس نے مرتشی شہروں کو لوگوں کی خانگی و شخصی ملک قرار دیکر ان سے حق نیابت کی منسوخی کی رائے دی تھی۔ اسی بنا پر پٹ کی تجویز تھی کہ ان شہروں کا حق نیابت اُن کے مالکوں کو سرمایۂ قومی سے معاوضہ دلا کر اور ان کی رضامندی حاصل کر کے سلب کر لیا جائے چنانچہ آئرلینڈ سے اتحاد پیدا کیئے جانے کے زمانے میں وہاں کے اس قسم کے شہروں کا حق انتخاب نائبین کی موقوفی کے لیئے اُن کے مالکوں کو معاوضہ دیا گیا۔ سنہ ۱۷۸۵ء کی اسکیم سے مصلحان پارلیمنٹ زیادہ خوش نہیں ہوئے، بادشاہ اور وزارت وقت کو ہر ایک نیک تغیر اور اصلاح سے سخت مخالفت تھی۔ اس کے بعد ہی انقلاب فرانس کا آغاز ہوا اور اگرچہ سنہ ۱۷۹۰ء میں گرے کی اور سنہ ۱۷۹۲ء میں فلڈ کی اصلاح پارلیمنٹ کی تحریک پر بنظر اصول و قیاس پٹ نے تائید کی تھی لیکن انقلاب مذکور کے ظاہر ہوتے ہی اُس نے صاف کہدیا کہ اب "خطرناک تجربات" کرنے کا وقت باقی نہیں رہا۔

دوران انقلاب میں فرانس کی حکومت اور اس کی رعایا نے ایک دوسرے پر اس قدر مظالم ڈھائے اور اس طرح آپس میں

قتل و غارت گیا کہ انگلستان میں لوگوں کو جمہوری نظم معاشرتوں (یعنے جمہوری حکومتوں) سے خوف پیدا ہوگیا تھا بلکہ جو خفیف بے چینی انگریز مزدوروں کی جماعتوں سے اُس وقت ظاہر ہوئی تھی وہ بھی مدبّران ملک کی نظروں میں کھٹکنے لگی تھی اور یہی سبب تھا کہ وِگ اور ٹوری کے دونوں فرقوں نے پٹ کا طرزعمل اختیار کیا۔ اس پر بھی ارسکن اور گرے نے ۱۷۹۷ء میں اصلاح کے متعلق پھر بیڑا اٹھایا لیکن ان کے دارالامرا میں چلے جانے سے سرفرانسیس برڈٹ اُن کا قائم مقام بنا اور تنہا دارالعوام میں ۱۸۲۰ء تک اس خیال کی حمایت کرتا رہا یہاں تک کہ یہ مسئلہ کیبنٹ کی ایک تحریک بن گیا۔

تحریکات اصلاح ۱۸۲۰ سے ۱۸۳۰ء تک

۱۸۲۰ء سے لارڈ جان رسل نے اصلاح کی نسبت متعدد تحریکات یکے بعد دیگرے پیش کیں لیکن اس کی ہر ایک تحریک بکثرت آرا نامنظور ہوئی۔ بنائے علیہ پارلیمنٹ کے ایک ایک عضو کی علیحدہ علیحدہ اصلاح کرنے کی تدبیر اختیار کی گئی چنانچہ گرام پونڈ کا حق نیابت سلب کرکے اس کے چار نائب ضلع یارک کو دئے گئے مگر جب دوسرے شہروں سے اُن کی رشوت ستانی اور دوسری بداعمالیوں کی سزا میں ان کے حقوق نیابت سلب کرکے اُن کے نائبوں کو مینچسٹر اور برمنگھم کو دئے جانے کی تحریک کی گئی تو اس تحریک کو ۱۸۲۶ء میں شکست فاحش نصیب ہوئی۔ اس کے بعد دوسری چالیں اختیار کرنی پڑیں۔ ۱۸۳۰ء میں لارڈ جان رسل نے تجویز کی کہ بڑے تجارتی شہروں کو براہ راست حقوق نیابت ملنے چاہئیں اور سرفرانسیس برڈٹ کے نظام العمل کے جاری کرانے کے لئے اوکانل اُٹھ کھڑا ہوا جو نظام العمل کہ ان مسائل پر مبنی تھا کہ اضلاع انتخابی کو عموماً برابر کا حق رائے حاصل ہونا چاہئے اور رائے بذریعۂ قرعہ اندازی لینا چاہئے بالآخر امور سیاسی کی بدولت مسئلہ اصلاح اُس حد کو پہنچ گیا کہ اُس کے اجرا کے بغیر کوئی چارہ نہ تھا چارلس دہم کی تدبیروں سے جو حریت کو مٹانے والی تھیں اہل فرانس تنگ آگئے تھے اور جب ان لوگوں نے بغیر خونریزی انقلاب پیدا کردیا اور ایک

کامیاب شورش کے بعد بلجیم نے اپنا طوق غلامی پھینک کر ہالینڈ سے علیحدگی اختیار کر لی تو جمہور انگلستان کے جوش میں اور بھی ترقی ہوئی۔ ہر چند ایک سال پیشتر رومن کیتھلک کے مسئلۂ حرّیت کے متعلق دونوں سیاسی فرقوں میں زیادہ کشیدگی ہو گئی تھی لیکن انھی چند واقعات کی بنا پر فریقین میں پھر اتحاد ہو گیا، قدیم حالت میں تغیر پیدا ہونے کے لیئے اب کسی قسم کی کسر باقی نہیں رہی تھی اور اس کے عمل میں لائے جانے کے آثار بالکل نمایاں ہو گئے تھے کہ ڈیوک آف ویلنگٹن جبکہ دار العوام میں خطبۂ شاہی پر (جس کو تخت سے پڑھ کر سنایا جاتا ہے) مباحثہ ہو رہا تھا حامیان اصلاح کے مقابلے پر اٹھ کھڑا ہوا اور اس امر کا ادعا کیا کہ "مروجہ طریقۂ نیابت پر ملک کو اعتماد کامل ہے"۔ اس کے دو ہفتے بعد حکومت (وزارت) کو شکست ہوئی اور لارڈ گرے نے وزارت عظمی بدیں شرط قبول کی کہ وہ مسئلۂ اصلاح کو کیبنٹ کی تحریک قرار دے گا۔

سنہ ۱۸۳۲ء کے قانون اصلاح کی نسبت پارلیمنٹ میں معرکوں کا برپا ہونا۔

اُسوقت جدید وزیر اعظم سے دو قوتوں کا مقابلہ تھا ایک بادشاہ اور دوسرے پارلیمنٹ کی دونوں مجلسوں کے ایسے ارکان جنکی مٹھیاں شہروں کی نیابت فروشی کی وجہ سے گرم ہوتی تھیں۔ چنانچہ اس قانون کا مسودہ پہلی قرأت میں تو منظور ہوا لیکن اس کے بعد کمیٹی کے سپرد ہو کر نامنظور ہو گیا۔ اس لیئے وزارت وقت نے بادشاہ کو ملک سے استدعا کرنے کا مشورہ دیا۔ پارلیمنٹ برخاست کر دی گئی اور ملک نے اصلاح کے مؤیدین کی ایک بڑی جماعت پارلیمنٹ میں روانہ کی۔ ہر چند قانون اصلاح کا دوسرا مسودہ اس جدید دار العوام کی تیسری قرأت میں ایک سو نو آرا کی کثرت سے منظور ہو چکا تھا لیکن دار الامرا میں نامنظور ہوا۔ ارکان عوام نے وزارت کے متعلق رائے اعتماد منظور کر کے اس کا جواب دیا اور فوراً ہی قانون مذکور کا تیسرا مسودہ پیش ہو کر ایک سو باسٹھ آرا کی کثرت سے منظور کیا گیا۔ دار العوام نے اس اپنے منظورہ مسودے کو دار الامرا کی منظوری کے لیئے روانہ کر دیا اور وہاں دوسری قرأت

میں رایوں کی زیادتی سے اُس کو امرا نے منظور کر تو لیا لیکن اُس کے
ساتھ ہی انہوں نے اِس قدر اُس میں ترمیمیں کیں کہ ان کا منظور کرنا نامنظوری
کے مساوی ہو گیا۔ اس پر لارڈ گرے نے ان امرا کی قوت توڑنے کی غرض
سے دوسرے لوگوں کو لبرل (حریت پسند) امرا بنانے کی نسبت بادشاہ
سے اختیارات طلب کیے۔ جب اس ہدایت پر عمل کرنے میں
ولیم چہارم کو پس وپیش ہوا تو وزارت مستعفی ہو گئی اور اسی بنا پر
ڈیوک آف ویلنگٹن سے وزارت ترتیب دینے کے متعلق فرمائش
کی گئی لیکن ڈیوک کو اس میں کامیابی نہ ہو سکی اس لیئے دوبارہ وزارت
مع اختیارات مطلوبہ لارڈ گرے کے حوالے کی گئی اور بادشاہ اور
ویلنگٹن نے اپنے اثرات ڈال کر دار الامرا کو وزارت وقت سے
زیادہ مخالف نہیں ہونے دیا اور نہ ان اختیارات کے استعمال کی
نوبت آنے دی۔ اب مجبور ہو کر اس مجلس کے سو ایسے امرا جن کو
مسودہ مذکور سے سخت اختلاف تھا اس کے پیش ہونے کے روز
غیر حاضر رہنے کے لیئے راضی ہو گئے اس لیئے اُس کی مخالفت نہیں
ہونے پائی اور وہ بائیس مخالف رایوں کے مقابل میں ایک سو چھ رایوں
کی کثرت سے منظور ہو گیا۔

قوم کی بے اطمینانی

۱۸۳۲ء کے قانون اصلاح کے ذریعے سے نیابت کی تقسیم ثانی
اور حق رائے کی اصلاح ہو کر جو خرابیاں کہ پرانے طریقے کے سبب سے
پیدا ہو گئی تھیں اُن کا سدّ باب تو ہوا، لیکن مزدوروں اور کاریگروں کی طرف
مطلق توجہ نہیں ہونے پائی اس کے سوائے ضلع اور شہر کے حقوق رائے
میں فرق ہونے سے جب نائبوں کی دوبارہ تقسیم ہوئی تو جس تدبیر سے
ایک مقام کے نائبوں میں اضافہ ہوتا اسی تدبیر سے دوسرے مقام
کے باشندوں کا حق رائے سلب ہوتا تھا اس لیئے عوام میں ایک
حد تک بےچینی اور بے اطمینانی پیدا ہو گئی تھی۔ فرگس اوکانر اور ڈینیل اوکانل

چارٹسٹ (طالبان منشور)

کی رہبری میں حامیان اصلاحات سیاسی نے جو چارٹسٹ کے لقب سے

مشہور ہو گئے تھے اپنی اسکیم اصلاحات کو جس کا نام "سند قوم" قرار دیا گیا تھا کامیاب کرنے کے لئے نہایت سرگرمی سے کام لیا اظہار رائے بذریعۂ قرعہ اندازی، کل ذکور کو حق رائے کا ملنا، مساوات اضلاع انتخابی، ارکان پارلیمنٹ کے لئے جو شرط ملکیت لگائی گئی تھی اس کی منسوخی، پارلیمنٹ کے ہر سال منعقد ہونے اور اس کے ارکان کو اجرت کے ملنے کی تدبیریں اس میں مندرج تھیں اور جن کا قوم مطالبہ کر رہی تھی ہر چند اُس زمانے سے ابتک ان میں کی اکثر قومی خواہشیں پوری ہو گئی ہیں لیکن جب پارلیمنٹ پر یہ بات منکشف ہوئی کہ اس نہایت طویل عرضی پر جو بطور اسکیم اصلاحات یا بالفاظ دیگر "سند قومی" پیش کی گئی تھی ہزاروں اور لاکھوں فرضی دستخطیں ثبت ہیں تو پارلیمنٹ کے نزدیک اسکیم مذکورہ کا وقار باقی نہیں رہا اور سچے ہمدردان اصلاحات کے بھی دل ٹوٹ گئے۔

اس کے بعد کے زمانے میں مسئلہ اصلاح پھر کیبنٹ کی تحریک قرار پا گیا۔ چنانچہ ۱۸۵۸ء میں شرطِ ملکیت منسوخ کر دی گئی۔ مزید اصلاحات کی نسبت لارڈ جان رسل نے پے در پے تین مسودے قانون کے پیش کیے لیکن اُس کو انھیں مجبوراً واپس لینا پڑا اور لو کی سرکردگی میں فرقۂ جدت پسند کے بعض ارکان کے فرقۂ قدامت پسند کی طرف چلے جانے سے گلیڈ اسٹن کا مسودہ صرف پانچ موافق رایوں کی کثرت سے ۱۸۶۶ء میں منظور ہوا مگر اس قدر قلیل کثرتِ آرا کو وزارت نے دار العوام کی رائے بے اعتمادی پر محمول کیا اور مستعفی ہو گئی۔ لارڈ ڈربی کی وزارت میں ڈزریلی کا مسودۂ اصلاح پھر ۱۸۶۷ء میں پیش ہوا۔ ہر چند فرقۂ قدامت پسند کی جانب سے مسودۂ مذکور کی تحریک ہوئی تھی لیکن نفس مضمون کے لحاظ کرتے اس کے ذریعے سے ٹوری اور وِگ فرقوں کی خواہش سے بھی زیادہ حکومت جمہوری بن گئی۔ بہر حال مسودہ منظور ہو گیا اور ڈزریلی کے بے سوچے سمجھے جان جوکھم کا کام کرنے سے

تقریباً کل ملک کو حق رائے ملگیا۔ زراعتی اضلاع کے زراعت پیشہ مزدوروں
کے سوائے ہر ایک شخص کو جو کرایہ کے مکان میں رہتا ہو اس قانون کے
زیر اثر حق رائے ملگیا۔ ۱۸۷۲ء کے قانون قرعہ اندازی کے ذریعے سے
مخفی رائے دینے والوں کی جمہوری طریقے پر حفاظت کی گئی ہے۔
جن قوانین اصلاح کا ۱۸۸۵ء میں نفاذ ہوا ہے اُن کے ذریعے سے
اضلاع اور شہروں کے حقوق رائے ایک کر دیئے گئے ہیں اور ہر ایک
حلقۂ انتخاب کو ایک نائب ملنے سے کل اضلاع انتخابی میں مساوات
ہوگئی ہے۔ اس طرح ان قوانین کے ذریعے سے اکثر خرابیوں اور نقائص
کو جو ۱۸۳۲ء اور ۱۸۶۷ء کے قوانین اصلاح کے بعد باقی رہ گئے تھے
رفع کر دیا گیا ہے۔ لیکن اب بھی بعض لوگوں کے خیال میں
مسئلۂ نیابت اصلاح طلب ہے اور قوم کے اکثر افراد حقِ رائے
سے محروم ہیں۔ ہر چند اکثر اہل نظر نے پارلیمنٹ کو قلیل جماعتوں کو
حق رائے دینے کی نسبت توجہ دلائی ہے لیکن یہ لوگ ابھی تک
نیابت سے محروم ہیں اور حلقہ ہائے انتخاب میں بھی جیسی چاہیے
مساوات نہیں ہے جس کا نتیجہ یہ ہے جیسا کہ ۱۸۸۶ء میں ایک واقعہ
پیش آیا کہ جس فرقے کی تائید میں قوم کے آرا کی کثرت ہوتی ہے اسی فرقے
کے ارکان کی تعداد پارلیمنٹ میں گھٹتی رہتی ہے اور کثرت دوسرے فرقے
کو حاصل ہو جاتی ہے۔ اس خاص موقع پر اُن امیدواروں کے لئے ملک
نے زیادہ رائے دی تھی جنھوں نے آئرلینڈ کے واسطے ہوم رول کے
جاری کرنے کا وعدہ کیا تھا لیکن اس عام انتخاب کا نتیجہ یہ ہوا کہ پارلیمنٹ
میں اتحادیوں کے فرقے کی اس فرقے پر ایک سو سے زیادہ ارکان کے
ساتھ کثرت ہوئی تھی۔

امتیازات دار العوام

امتیازات دار العوام

جن امتیازات کو دار العوام کا صدر افتتاح پارلیمنٹ کے وقت

دار الامرا کے صدر سے (۱) عوام کے قدیم اور مسلمہ حقوق کی حیثیت سے،،
طلب کرتا ہے اور جن کی یہ دوسرا شخص بحیثیت نائب شاہ فوراً منظوری
دیتا ہے وہ حقوق (۱) ارکان دار العوام کا گرفتار کیئے جانے سے مستثنیٰ
ہونا، تقریر کرنے اور باریاب ہونے میں آزاد رہنا ہیں۔ ان کے علاوہ
مجلس اعلیٰ کا صدر یہ بھی وعدہ کرتا ہے کہ مجلس ادنیٰ کی کارروائیوں کو حتی المقدور
شرف منظوری بخشا جائیگا۔ ان کے سوائے مجلس مذکور کے اور بھی
امتیازات ہیں جن کے سبب سے اُن کا وقار اور حُرّیت قائم ہے۔
مثلاً مجلس مذکور اپنے ضابطے اور دستور کو آپ وضع کرتی ہے اور اسکے
امتیازات کو توڑنے والوں کو خواہ وہ اس کے ارکان ہوں یا باہر والے
وہ آپ سزا دیتی ہے ؎

امتیازات دار الامرا

مثل دار العوام کے دار الامرا کو بھی امتیازات حاصل ہیں۔ لیکن
اس مجلس کے امتیازات کی نسبت کبھی مناقشہ نہیں ہونے پایا اس لیئے
اُن کی تاریخ بھی نہیں لکھی گئی۔ بہر طور امرا کے لیئے تین طرح کے امتیازات
ہیں یا یوں کہنا چاہیئے کہ اس قسم کے تین حقوق سے یہ لوگ ممتاز تھے۔
پہلے یہ کہ بادشاہ کی خدمت میں ہر ایک امیر اپنی ذات سے باریاب ہوتا ہے
دوسرے یہ کہ ان کے ایک قلیل گروہ تک کو اپنا اعتراض مجلس مذکور کے
مسلوں میں لکھنے کا حق حاصل ہے۔ تیسرے یہ کہ ہر ایک رکن بذریعۂ
قائم مقام (یا وکیل) رائے دے سکتا ہے۔ مگر اس آخری امتیاز کو مجلس
نے ایک تحریک ۱۸۶۸ء کے ذریعے سے زائل کر دیا ؎

سب سے پہلے دار العوام نے ۱۵۴۲ء میں بذریعۂ تحریر
اپنے صدر کے توسط سے امتیازات مندرجہ بالا کا مطالبہ کیا۔ ۱۵۷۱ء
کے بعد سے ان امتیازات کا مانگنا معمول ہوگیا اور ۱۵۸۹ء میں امتیازات
کے تصفیئے کے لیئے ایک کمیٹی مقرر ہوئی مگر ۱۶۰۱ء سے یہی کمیٹی ایک
مستقل ادارہ قرار دی گئی ہے۔ سوائے اُن کے جو پریوی کونسل کے

(۱) امتیاز باریابی

ممبر ہیں دار العوام کے دوسرے کل ارکان اپنے صدر کی وساطت سے

بادشاہ کے حضور میں باریاب ہوتے ہیں لیکن دارالامرا کے ہر ایک رکن کو تنہا باریاب ہونے کا شرف حاصل ہے اور یہ لوگ بادشاہ کے موروثی مشیر ہیں۔ افتتاح پارلیمنٹ کے وقت جو عرضی کہ امتیازات کے متعلق دارالعوام کی جانب سے گزرتی ہے وہ محض ایک رسمی امر ہے اور یہی کیفیت اس فقرے کی ہے کہ ''تمہاری تقریروں اور گزارشوں کی حتی المقدور تمہارے مفید مطلب تاویل کی جائیگی''۔ عرصہ ہوا کہ تاج اُن امور کے خلاف جو دارالعوام میں ہوتے ہیں یا اُس کی تقریروں پر کوئی کارروائی نہیں کر سکتا ہے

(۲) مفید مطلب تاویل کیئے جانیکا فقرہ۔

دارالعوام کے کام میں حرج واقع نہ ہونے کی غرض سے ابھی تک اس کے ارکان اور ان کے ذاتی ملازمین کے لیئے گرفتاری سے استثنا طلب کیا جاتا ہے اور انیسویں صدی کے نصف اول تک دارالعوام اپنے ارکان کے املاک کو عدالتی کارروائیوں کے اثر سے محفوظ رکھنے کے لیئے استدعا کرتا رہا۔ ایتھلبرٹ کے ایک قانون سے اس امتیاز کا پتا ملتا ہے اور اس کی ابتدا اسی قانون کو سمجھنا چاہیئے۔ اس کے بموجب اگر کوئی شخص کسی آدمی کو جو بادشاہ کو مشورہ دینے کے لیئے طلب کیا گیا ہو نقصان پہنچاتا تو اس کو عام جرم کی سزا کے مقابل دوچند جرمانہ ادا کرنا پڑتا تھا۔ کنوٹ نے تو ان لوگوں کی جو مجلس قومی کی شرکت کے لیئے اپنے مکانات سے سفر کرتے تھے یعنے آمد و رفت دونوں قسم کے سفر کے وقت ان کی مخصوص طور پر حمایت کی تھی۔ لیکن بادشاہ کنوٹ کی حمایت میں کسی سارق کا شمار نہیں ہو سکتا تھا۔ علاوہ بریں جو ارکان بغاوت اور دوسرے سنگین جرایم کے مرتکب ہوتے یا امن عامہ میں خلل اندازی کرتے تھے ان سے بھی اس امتیاز کو سلب کر لیا جاتا تھا۔ اس طرح اس امتیاز سے ارکان پارلیمنٹ صرف اس حالت میں مستفید ہو سکتے تھے جبکہ ایک شخص اپنا انتقام ایک رکن سے لینا چاہتا تھا یعنے مقدمات دیوانی کی صورت میں ارکان پارلیمنٹ

(۳) گرفتاری سے مستثنیٰ ہونے کا امتیاز۔

گرفتاری سے بچ سکتے تھے لیکن جب حکومت اُن کے مقابلے
میں کھڑی ہوتی اور کسی فوجداری کارروائی میں وہ گرفتار ہوتے تو ان کو
اس امتیاز سے مستفید ہونے کا موقع نہیں دیا جاتا تھا۔ اُن کے
اس امتیاز کو سنہ ۱۴۳۳ء میں قانون نے بھی تسلیم کرلیا۔ چنانچہ اس بنا پر
سنہ ۱۵۴۳ء میں مجلس مذکور نے اپنے ایک رکن مسمی فیررز Ferrers کو اپنے
اختیار سے قید سے رہا کروادیا اور جب میر مجلس عدالت نصفت کے
یہاں سے حکمنامۂ امتیاز پہنچا تو اُس کے قبول کرنے سے یہ کہہ کر انکار
کیا کہ عدالت مذکورہ کو ہماری کارروائیوں کے جائز سمجھنے اور تائید
کرنے کی ضرورت نہیں۔ شرلے کے مقدمے کے بعد سے جو سنہ ۱۶۰۴ء
میں دائر ہوا تھا دار العوام کے اس اختیار کی نسبت کہ وہ اپنے ارکان
کو قید سے آپ رہا کرنے کا مجاز ہے پارلیمنٹ نے ایک قانون نافذ
کیا جس کی رو سے مہتمم محبس بھی قانون کی گرفت سے جبکہ رکن پارلیمنٹ
دوران قید میں فرار ہو جائے یا اُس نے رکن مذکور کی فراری میں اعانت
کی ہو محفوظ کیا گیا ہے۔

ارکان پارلیمنٹ کے ملازموں کا گرفتاری سے مستثنیٰ ہونے کا
سبب قدیم زمانے کے سفر کی دشواریاں اور منزلوں پر ٹھہرنے کی ضرورت
معلوم ہوتی ہے۔ چونکہ قافلوں کے ساتھ اس زمانے میں ایک مختصر
محافظ فوج کا رہنا لازم تھا اور سفر کے جلد طے ہونے کے ذرائع مفقود
تھے مقام کرنے کے لیئے آرام کے ہوٹیل وغیرہ میسر نہ آتے تھے
اس لیئے مسافروں کو اپنے ہمراہ کثرت سے اسباب و ضروریات
سفر اور ملازمین کو رکھنا پڑتا تھا۔ ارکان عوام کے ملازموں کے گرفتاری
سے مستثنیٰ ہونے کے ادعا کو حکومت نے بالآخر لارک اور
اسمیالے کے مقدموں میں جو سنہ ۱۴۲۹ء اور سنہ ۱۵۰۵ء میں دائر ہوئے
تھے تسلیم کرلیا۔ سنہ ۱۵۸۴ء میں دار الامرا کو بھی بمقدمہ ڈِگز اس امتیاز کے
قائم کرنے میں کامیابی ہوئی۔ لیکن ان ارکان اور ان کے ملازموں اور

جائداد منقولہ کے اس طرح قانون دیوانی کے اثر سے محفوظ ہونے سے عام رعایا کا جو ان کے مقابل دعوی کرنا چاہتی سخت حرج ہوتا تھا از بسکہ یہ لوگ اور ان کے اموال نہ صرف پارلیمنٹ کے اجلاس کرنے کے زمانے میں عدالت دیوانی کے احکام سے مستثنیٰ سمجھے جاتے تھے بلکہ پارلیمنٹ کے انعقاد کے چالیس روز قبل سے اور اس کے برخاست کے چالیس روز بعد تک اس امتیاز کا اثر رہتا تھا۔ اس لیے ۱۸۷۰ء میں قانون کے ذریعے سے وقت کی قید اٹھادی گئی۔ اِن کے مقابلے میں جس وقت ضرورت ہو دیوانی یا فوجداری نالشں پیش ہوسکتی ہے مگر اس کے ساتھ ہی گرفتاری سے مستثنےٰ ہونے کے امتیاز کو ارکان تک ہی محدود کردیا گیا۔ اب اُن کے ملازم اس سے مستفید نہیں ہوسکتے۔ اسی قسم کے اور دو طرح کے امتیاز ارکان پارلیمنٹ کو حاصل تھے۔ چونکہ انھیں ملک کی سب سے بڑی عدالت میں حاضر رہنا پڑتا اس لیئے یہ لوگ عذر کرتے تھے کہ انھیں دوسری عدالتوں میں گواہی دینے اور جوری میں شریک ہونے کے لیئے طلب نہ کیا جائے۔ ان میں کے پہلے امتیاز کو انھوں نے ترک کردیا ہے لیکن دوسرے امتیاز کی نسبت قانون کے نافذ ہونے پر ۱۸۷۰ء میں منظوری صادر ہوئی ہو

(۴) آزادی تقریر

ان امتیازات میں سب سے اہم آزادی تقریر کا امتیاز ہے۔ ابتداً اس امتیاز کو پارلیمنٹ کے عام مباحثوں تک محدود رکھا گیا تھا لیکن بعد میں اس میں اُن تقریروں کا بھی تاویلاً شمول ہونے لگا جن کا تعلق امور سلطنت سے ہوتا تھا۔ پارلیمنٹی حکومت کی بنیاد اِسی ایک امتیاز پر قایم ہے اور جب پارلیمنٹ کو ان لوگوں سے جو اس امتیاز کو زائل کرنے کی فکر کرتے تھے انتقام لینے میں کامیابی ہوئی اُس وقت سے اُس کی دونوں مجلسوں کو وضع قوانین میں تقدیم کرنے اور وزرا کی حکمت عملیوں پر نکتہ چینی کرنے کا حق حاصل

ہوا ہے۔ اس کی یادگار میں ابھی تک ایک عجیب و غریب رسم پر عمل ہوتا ہے۔ پارلیمنٹ کا افتتاح ہو کر جب اس کا پہلا جلسہ منعقد ہوتا ہے تو اس میں خطبہ شاہی پر غور و بحث کرنے کے قبل ایک تحریک اس مضمون کی پیش ہوتی ہے کہ پارلیمنٹ میں اُن امور کی نسبت قانون بنے گا اور کارروائی ہوگی جن کا ذکر خطبۂ مذکور میں نہ کیا گیا ہو۔ اس تحریک کے منظور کرنے کی غرض صرف اس قدر ہے کہ دارالعوام اپنی آزادی تقریر کا اظہار کرنا چاہتا ہے اس کو اس بات کا مطلق لحاظ نہیں ہوتا کہ خطبۂ شاہی میں کن کن کاموں کے کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ آزادی تقریر کے حق کو قائم کرنے میں دارالعوام کو سب سے پہلے چودھویں صدی کے آخر میں کامیابی ہوئی اور اسکے واقعات اس طرح پیش آئے کہ سنہ ۱۳۹۷ء میں ہیکزی نے بادشاہ کے خانگی مصارف کو کم کرنے کی غرض سے ایک مسودہ قانون پارلیمنٹ میں پیش کیا جب اس کی اطلاع بادشاہ کو ہوئی تو اس نے محرک کا نام دریافت کرنا چاہا۔ جس کے جواب میں ارکان عوام نے ہیکزی کو بادشاہ کے حوالے کر دیا۔ اس پر پارلیمنٹ نے بغاوت کا الزام لگایا تھا اور اگر صدر اسقف آرنڈیل کی طرف سے مدد نہ پہنچتی جس نے اس کے لئے "مراعات کنیسہ" کا عذر پیش کیا تھا اس کا سزائے موت سے بچنا مشکل تھا۔ مگر ہنری چہارم نے دارالامرا کے مشورہ و منظوری سے بادشاہ سابق کے اس فیصلے کو رد کر کے مجلس ادنی کی آزادی تقریر کے حق کو تسلیم کیا۔ اس کے بعد بھی پارلیمنٹ اپنے ان حقوق کا ادعا جرائت سے نہیں کر سکتی تھی۔ چنانچہ جب سنہ ۱۴۵۱ء میں ٹامس ینگ نائب برسٹل کی اس بنا پر کہ اُس نے ڈیوک آف یارک کو وارث تاج تسلیم کرنے کی پارلیمنٹ میں تحریک کی تھی گرفتاری عمل میں آئی تو سنہ ۱۴۵۵ء کی پارلیمنٹ سے اُس کے خلاف میں بادشاہ کو عرضی دینے کے سوا اور کچھ نہ ہو سکا۔ سنہ ۱۵۱۵ء تک بھی دارالعوام کا ہر ایک رکن

سنہ ۱۳۹۷ء

اس حق سے مستفید نہیں ہوا تھا بلکہ اُس وقت تک صدر دار العوام صرف اپنے لئے اس قدیم حق کو مانگتا تھا مگر اس بات کا سہرا اُسکے صدر مائل (Moyle) نامی کے سر پر ہے جس نے سب سے پہلے ۱۵۴۲ء میں آزادی تقریر کے امتیاز کو کل مجلس کے لیئے طلب کیا۔

(الف) دور ٹیوڈر

دورِ ٹیوڈر میں دار العوام کی مستعدی اور لیاقت میں ترقی ہونے سے اُس کی آزادی تقریر کا امتیاز بادشاہ کی نظر میں کھٹکنے لگا اور مباحثوں کی دو قسمیں قرار دی گئیں۔ ایک وہ مباحثے جن کا تعلق امور سلطنت سے ہوتا اور جن کو بادشاہ دار العوام کی رائے کے لیئے روانہ کرتا تھا اور دوسرے ایسے مباحثے جو بلا حکم بادشاہ منعقد ہوتے تھے۔ دار العوام بادشاہ کے سوائے کل دنیا کے مقابلے میں تقریر کرنے میں آزاد تھا اور یہ آزادی ایک قانون کے نفاذ سے ۱۵۱۲ء میں حاصل ہوگئی تھی سبب یہ ہوا کہ اسٹروڈ نے ایک مسودہ قانون اس غرض سے پارلیمنٹ میں پیش کیا تھا کہ ٹین کے معدن جو کارنوال میں واقع ہیں ان کے لیئے ضابطہ بنایا جائے اسی بنا پر بلک کارنوال کی عدالت اسٹینری نے اس پر فوجداری مقدمہ قایم کیا تھا اور عدالت مذکور کی اس چیرہ دستی کی وجہ سے پارلیمنٹ نے ایک قانون جاری کیا جس کا مضمون ہے کہ "جن امور پر پارلیمنٹ میں بحث یا تقریر کیجائے یا ارکان اپنے خیالات کا اظہار کریں اور اگر اسکے متعلق اس کے ارکان متعلقہ کے خلاف کوئی عدالتی کارروائی عمل میں لائی جائے تو وہ کالعدم اور بے اثر سمجھی جائیگی" لیکن اس قانون کے نفاذ سے بھی تاج کی زد سے ارکان پارلیمنٹ کی حفاظت نہ ہوسکی اس لیئے کہ بادشاہ جن اسلحہ سے اُن پر حملہ کرتا وہ عدالتی کارروائیوں سے زیادہ اذیت رساں اور مہلک ہوتے تھے۔

ٹیوڈر بادشاہوں کا منشا پارلیمنٹ کو کامل آزادی تقریر دینے کا

نہ تھا۔ اُس زمانے کے لحاظ سے مصلحت بھی اس بات کی متقضی تھی۔
اُس زمانے میں ہر ایک شخص مذہبی امور اور یورپ کے سیاسیات پر
بحث کرنا چاہتا تھا۔ مذہب اور دول غیر کے معاملات پر بحث کرنا
ہر ایک شخص کا کام نہیں۔ یہ مسائل نہایت نازک ہوتے ہیں۔ ان پر
غور و بحث کرنے کے لیئے اعلیٰ درجے کی فراست اور ذہن سلیم اور
اور طبع مستقیم چاہیئے۔ حکومت نے اس قسم کے مسئلوں پر بحث
کرنے کی ممانعت کر دی تھی مگر جب احکام کی خلاف ورزی ہونے لگی
تو اس کا انسداد بھی ضرور تھا چنانچہ اِسٹرک لینڈ کو سنہ ۱۵۷۱ء کوپ کو سنہ ۱۵۸۷ء
اور وینٹ ورتھ کو پہلی دفعہ سنہ ۱۵۸۷ء اور دوسری دفعہ سنہ ۱۵۹۳ء میں
اس بنا پر کہ وہ امور ممنوعہ کی نسبت بحث کرتے تھے قید کی سزائیں
دی گئیں۔ ملکہ ایلیزبیتھ نے سنہ ۱۵۷۱ء میں دار العوام کو پیام بھیجا
کہ "تم لوگ امور سلطنت میں اپنے آپ کو الجھانے سے اجتناب کرو۔
تمہارے لیئے مناسب ہے کہ تم اُنھی باتوں میں آپ کو مصروف
رکھو جن کو حکومت تمہارے سپرد کر دے" بعض وقت ملکہ اُن
قانونی تحریکات و مسودات کو اپنے حکم سے رکوا دیتی جو اُس مجلس
میں پیش ہو کر زیر بحث ہوتے تھے۔ اور سنہ ۱۵۹۳ء میں اُس نے
اُن کے سب سے عظیم الشان امتیاز کی ٹھیٹ اپنے لفظوں میں
اس طرح تعریف کی تھی "تمکو آزادی تقریر دیجاتی ہے مگر یاد رکھنا
چاہیئے کہ تم اس امتیاز کا غلط مفہوم سمجھے ہوئے ہو۔ اُس کے
یہ معنی نہیں ہیں کہ ہر ایک شخص اپنی مرضی کے موافق پارلیمنٹ میں
اپنے خیالات کا اظہار کر سکتا ہے یا جو بات اس کے ذہن میں
آئے اس پر گفتگو کرنی شروع کر دے بلکہ آزادی تقریر کے متعلق تمکو
صرف اس قدر حق حاصل ہے کہ تم ہاں یا نہیں کہدیا کرو، اس سے
زیادہ کچھ نہیں، اس لیئے جناب صدر صاحب سے، ملکہ معظمہ
ارشاد فرماتی ہیں کہ اگر آپ اِس مجلس کے ارکان کو مذہب کی اصلاح

یا حکومت دستوری کے بدلنے کی نسبت بیکار و فضول تقریر کرتے ہوئے دیکھیں تو اُن کو گفتگو سے منع کر دیا کیجیے اور اگر یہ لوگ ان امور کے متعلق کوئی مسودہ پیش کریں تو آپ اس کو نہ لیا کیجیے۔ آپ کا فرض ہے کہ آپ اس قسم کی یاوہ گوئی اور مہمل مسودات قانونی کی طرف ہرگز توجہ نہ کریں جب تک کہ اِن امور کی نسبت وہ لوگ تقریر یا مسودات پیش نہ کریں جو اِن باتوں کو سمجھنے، بحث کرنے اور پیش کرنے کے اہل مانے جاتے ہیں اور جو عقل و ادراک میں عوام پر فضیلت رکھتے ہیں'' اس کے ایک ہفتے کے بعد ملکۂ موصوفہ نے پھر کہلا بھیجا کہ ''مجھکو تمہارے حرکات سے سخت حیرت ہوتی ہے میرے گزشتہ حکم کے بعد بھی جس کے ذریعے سے میں نے تمھیں قطعاً منع کیا تھا تم لوگ امور سلطنت میں مخل ہونے سے باز نہیں آتے ہو''

چونکہ امتیازات پارلیمنٹ کا اِسٹوارٹ بادشاہوں کی جانب سے لحاظ نہیں کیا جاتا تھا اور بادشاہ کے اختیار کو وہ اپنی حریت کا غارتگر سمجھتی تھی اس لیے اِس دور میں اُس نے اپنے امتیازات کی تعریف مقرر کر کے جیمس کے اختیارات (حقوق شاہی) کے تعریفات کا جو اس نے مقرر کیے تھے جواب دیا۔ سنہ ۱۶۰۴ء میں ایک ''معذرت نامہ'' کے ذریعے سے پارلیمنٹ نے بادشاہ کے مقابلے میں نہ صرف اپنے امتیازات کا ادعا کیا بلکہ اس میں یہ بھی مرقوم تھا کہ ''اس عہد میں کل سلطنت کی حریت اور استواری کو اس درجے پامال کیا گیا ہے کہ ابتدائے پارلیمنٹ سے اس کی نظیر نہیں مل سکتی'' سب سے زیادہ آزادی تقریر کے امتیاز کو ''بادشاہ کی جانب سے وقت بے وقت اس پر ملامت ہونے سے صدمہ پہنچا تھا'' اور جو ارکان ایمانداری اور راست بازی سے امور سلطنت کی نسبت پارلیمنٹ میں تقریر کرتے اور ہر جائز و ممکن تعظیم و اکرام سے بادشاہ کا نام لیتے تھے انھی پر طعن کر کے اُن کو ذلیل کیا جاتا تھا۔ صرف اس سزا پر اکتفا نہیں کی گئی۔

اب دورِ اِسٹوارٹ

بلکہ سنہ ۱۶۱۴ء میں جبکہ پارلیمنٹ کا اجلاس ختم ہو چکا تھا جیمس نے ان ارکان کو جو اپنی تقریروں میں طرفداران بادشاہ پر بیباکانہ چوٹ کرتے تھے قید کروا دیا۔ اسی طرح سنہ ۱۶۲۱ء میں جیمس نے ایک رکن سینڈیز نامی کو جو بادشاہ کی ہسپانوی حکمت عملی پر اعتراض کرتا تھا قید کر لیا اور جب اس کارروائی پر دار العوام نے اعتراض کیا تو اس کو جواب ملا کہ سینڈیز کی قید کو اس کے پارلیمنٹی چال چلن سے کوئی تعلق نہیں ہے نیز یہ کہ بادشاہ پارلیمنٹ کے جس آدمی کو چاہے اسکے حرکات و سکنات کی نسبت سزا دینے میں مختار ہے۔ اسی بنا پر دار العوام اور بادشاہ کے درمیان اس واقعے کی نسبت ایک طویل اور کسی قدر دلچسپ مراسلت کا سلسلہ کچھ مدت کے لیئے جاری رہا جیمس حسب عادت متکبرانہ اور مبالغہ آمیز تحریرات سے امتیازات پارلیمنٹ کو رد کرتا رہا اور اس امر کے ثابت کرنے کی کوشش کی کہ پارلیمنٹ کو یہ امتیازات محض "میرے اور میرے بزرگوں کے مراحم خسروانہ اور الطاف شاہانہ کی بدولت عطا ہوئے ہیں" مزید براں اس نے یہ بھی وعدہ کیا کہ اگر عوام "اس کے اختیارات کو کم کرنے کی فکر نکریں اور اس کے تاج کے خوشنما پھولوں کے نوچ لینے سے باز رہیں" تو وہ نہایت خوشی سے اُن کے امتیازات کو بحال رکھے گا۔ بادشاہ کے اس قول پر عوام نے بڑی جرائت سے اعتراض کیا اور یہ ادعا کیا کہ پارلیمنٹ کی آزادی کا ماخذ عطوفت شاہی نہیں بلکہ یہ حریت انگریزی قوم کا یقیناً جبلی اور موروثی حق ہے۔ بالآخر عوام نے اپنے ایک اعتراض کو اپنی مجلس کی مسل میں درج کرکے اس کے ساتھ امور ذیل کو بھی قلمبند کر دیا کہ "کل اہم اور ضروری امور کی نسبت جن کا تعلق بادشاہ، یا سلطنت، یا تحفظ سلطنت، یا مذہب انگلستان، یا وضع قوانین، یا قیام امن، یا نقصان رسانی جان و مال اور شکایات قومی سے ہو پارلیمنٹ میں بحث کرنا اور ان کی نسبت

سنہ ۱۶۲۱ء

مشورہ دینا جائز ہے۔ ان امور کے متعلق رائے زنی کرنے کا حق دارالعوام کے ہر ایک رکن کو حاصل ہے اور ہر ایک رکن کو چاہیئے کہ آزادی تقریر کو وہ اپنا حق ذاتی سمجھے"۔ اس پر جیمس نے مجلس عوام کی مسل طلب کر کے اس کو اپنے ہاتھ سے چاک کر ڈالا اور جو اعلان کہ برخاست پارلیمنٹ کے متعلق جاری ہوا اس میں اُن ارکان کے خلاف جنھوں نے اس نامناسب آزادی سے کام لیا تھا عتاب شاہی کا اس طرح اظہار کیا کہ "اعلی حقوق شاہی کے ساتھ طرح طرح کی معمولی اور مبتذل باتوں کا التزام کیا جاتا ہے جن کا بلا خاص حکم شاہی کے پارلیمنٹ کی بحث میں لانا نہایت نازیبا ہے"۔

ہر چند اس مراسلت کے اختتام پر امتیازات پارلیمنٹ کے محدود کرنے میں بظاہر جیمس کی بات رہ گئی لیکن فی الواقع اس معرکے میں کامیابی کا سہرا پارلیمنٹ کے سر رہا۔ چنانچہ ۱۶۲۹ء کے بعد سے جبکہ سرجان الیٹ اور دوسرے بعض ارکان کو بحکم کونسل گرفتار کیا گیا تھا آزادی تقریر کے امتیاز کو سلب کرنے کی نوبت پھر کبھی نہیں آئی اس گرفتاری کا سبب یہ ہوا کہ الیٹ اور دوسرے ارکان کے خلاف پارلیمنٹ میں باغیانہ تقریریں کرنے کی بنا پر عدالت کنگز بنچ میں نالش دائر ہوئی تھی۔ لیکن اس کے بعد کے عہد حکومت میں اس حجت کی بنا پر کہ "جو الفاظ پارلیمنٹ میں کہے جائیں ان کے جانچنے کا حق سوائے پارلیمنٹ کے کسی دوسرے کو نہیں اور ان کا فیصل کرنا بھی پارلیمنٹ کا کام ہے" فیصلۂ سابقہ منسوخ ہوا۔ بالآخر قانون حقوق کے ذریعے سے طے ہو گیا کہ "پارلیمنٹ کی تقریروں اور بحثوں پر مواخذہ نہیں ہونا چاہیئے اور بیرون پارلیمنٹ کوئی عدالت یا محکمہ ان پر گرفت کرنے کا مجاز نہیں ہو سکتا"۔

۱۶۸۹ء

(۵) اخفائے مباحث
(الف) غیروں کا اخراج

جب تک بحث کو مخفی رکھنے کا حق حاصل نہ ہو آزادی تقریر مکمل نہیں ہو سکتی۔ امرا اور عوام غیروں کو اپنی مجلسوں میں شریک ہونے سے

منع کرنے کے مجاز ہیں۔ اسی طرح ان مجلسوں کی کارروائیوں کی اشاعت کی بھی یہ لوگ ممانعت کر سکتے ہیں۔ غیر لوگوں کے موجود رہنے سے پارلیمنٹ کے کام میں حرج ہوتا تھا اُس زمانے میں بیرونی لوگ کثرت سے پارلیمنٹ کی دونوں مجلسوں میں در آتے تھے اور ارکان کی نشست و برخاست میں سخت تکلیف ہوتی تھی عرصۂ دراز تک یہ طریقہ جاری رہا چنانچہ ۱۷۷۱ء میں ایک غیر شخص ارکان دار العوام میں محسوب ہو گیا تھا چنانچہ جب موافقین و مخالفین رائے کو نتیجہ کے اخذ کرنے کی غرض سے علیحدہ کیا گیا تو اس کا پتہ چلا۔ علاوہ بریں بادشاہ کے جاسوسوں سے بھی پارلیمنٹ کو پاک صاف رکھنے کی ضرورت تھی اس لیئے اخفائے مباحث کا امتیاز بھی طلب کیا جاتا تھا۔ ۱۸۷۵ء سے قاعدہ ہو گیا ہے کہ ایک رکن منفرد کی درخواست پر نہیں بلکہ پوری مجلس کی تحریک پر غیر لوگوں کا دار العوام سے اخراج ہوتا ہے ؎

دب مباحث کی اشاعت پر سختیاں۔

پارلیمنٹ کی تقریروں کی اشاعت کو سب سے پہلے لانگ پارلیمنٹ نے ۱۶۴۱ء میں منع کر کے خود اُن کو بعنوان "حالات پارلیمنٹ" روزانہ شائع کرنا شروع کر دیا بعد ازاں ۱۶۸۰ء سے بحکم پارلیمنٹ صدر دار العوام کے زیر نگرانی اس کے واقعات کی اشاعت ہونے لگی لیکن عود شاہی کے بعد جب عنانِ حکومت قلیل فرقۂ وگ کے ہاتھ آئی تو ان مباحث کی اشاعت کو روکنے کی پھر تحریک شروع ہو گئی، اس لیئے کہ بیرونی مداخلت سے پارلیمنٹ کے شیرازے کے بکھرنے کا فرقۂ مذکور کو اندیشہ لگا ہوا تھا، چنانچہ ۱۷۳۸ء میں مسئلۂ اشاعت پر نہایت پرزور مباحثہ ہوا۔ ونڈھم کی رائے میں جو فرقۂ ٹوری کا رہبر تھا قوم کا اپنے نائبین کے خیالات اور کارگزاری سے واقف ہونا لازم تھا اس لیئے وہ اشاعتِ مباحث کا مؤید بن گیا تھا لیکن والپول اُس کے خلاف تھا۔ اس کا

خیال تھا کہ ان بحثوں کی اشاعت سے فائدہ کے عوض ملک کو
نقصان پہنچے گا۔ واقعات کے سمجھنے میں قوم کو غلط فہمی ہوگی جسکے
سبب سے پارلیمنٹ کی رفتار میں رکاوٹ پیدا کی جائیگی
فرقۂ وِگ کے جو ارکان اس روش سے دل برخاستہ تھے
ان کا رہبر پلٹنی تھا، اُس کی بھی خواہش تھی کہ "پارلیمنٹ کے ارکان
اُن باتوں کے لیئے جن پر وہ پارلیمنٹ میں گفتگو کرتے ہیں (بیرون
پارلیمنٹ) دوسروں کے پاس ذمہ دارانہ ٹھیریں" بالآخر اس امر کی
نسبت تحریک منظور ہوئی کہ دار العوام کی کارروائیوں کی اشاعت
کرنا "اس کے امتیازات کی توہین) اور شکست وریخت کرنا متصور ہوگا"
ان سختیوں کے بعد بھی اخبار وغیرہ میں کیفیات پارلیمنٹ
کی اشاعت ہوتی رہی لیکن پارلیمنٹ کی گرفت سے بچنے کے
لیئے مُدیران اخبارات اُن کو گاہے ماہے چھاپا کرتے اور ارکان کے
فرضی نام بتلائے جاتے تھے۔ مگر اس طریقے سے اخبارات
کے مقصد کی تکمیل ناممکن تھی اس لیئے وِلکس کی تدبیر کے موافق پارلیمنٹ
کی کارروائیوں کی اُن میں کم وبیشی ہوکر پھر ۱۷۷۱ء سے روزانہ اخبارات
میں اشاعت ہونے لگی، ارکان پارلیمنٹ کے حقارت واستہزا آمیز
نام رکھے گئے تھے جو ذرا غور کرنے سے بآسانی سمجھ میں آسکتے
تھے کہ کس نام سے کون رکن مراد ہے۔ ان کارروائیوں اور تقریرات
کے ساتھ یہ نام بھی چھپنے لگے کہ اخبار خوانوں سے پارلیمنٹ کی کوئی
بات مخفی نہ رہ سکے۔ اس پر دار العوام کو غصہ آیا اور اس نے
وہبل ٹامپسن اور ملر پر جو ایڈیٹران (اخبار) تھے حملہ کیا (نالش کی) لیکن
ان ایڈیٹروں کی حمایت پر وِلکس اور بلدیہ لندن کے دوسرے ارکان
اٹھ کھڑے ہوئے۔ بالآخر اس جنگ میں دار العوام کو ہزیمت ہوئی
اور یہ مجبوراً مقدمے سے دست بردار ہوگیا۔ اس کے بعد واقعہ نگاروں
کو بھی حالات پارلیمنٹ معلوم کرنے کا شوق ہوا اور خبریں حفظ اور

حالات بہم پہنچانے کی غرض سے اُن لوگوں کا پارلیمنٹ کی عمارت کے باہر ۱۸۳۴ء تک مجمع ہوتا رہا۔ مگر اس سبب سے کہ ان کو نوٹس (مختصر حالات) قلمبند کرنے کی اجازت نہ تھی اور بیرون عمارت پہروں کھڑے رہنے سے طرح طرح کی تکلیفیں اٹھانی پڑتی تھیں اسلیئے بہت سی باتیں یہ اپنے دل سے بنا کر اخباروں کو بھیجا کرتے تھے لیکن جب پارلیمنٹ کی جدید عمارت بن گئی تو نامہ نویسوں اور رپورٹروں کی نشست کے لیئے خاص مقام کا انتظام کر دیا گیا اور سنہ ۱۸۳۵ء کے بعد سے حالات اور کارروائیوں کی اشاعت میں بھی سہولت پیدا کر دی گئی ہے۔ سنہ ۱۸۳۶ء کے بعد سے دار العوام اور سنہ ۱۸۵۷ء کے بعد سے دار الامرا کی موافقین و مخالفین رائے کی فہرستیں شائع ہونے لگی ہیں۔ جو اہل مطابع پارلیمنٹ کے حکم سے اس کی کارروائیاں اور احکام و حالات چھاپتے تھے وہ دوسرے اشخاص کے مقابلے میں توہین کے مواخذے سے بری کر دیئے گئے تھے۔ لیکن سنہ ۱۸۶۸ء سے کل ایسے اخبارات کے مالک جو بلا اجازت پارلیمنٹ اس کے کاغذات اور کارروائیوں وغیرہ کو اپنے اخباروں میں مشتہر کریں اس استثنا میں شامل کر دیئے گئے ہیں البتہ اس سے مستفید ہونے کا موقع غیروں کو نہیں دیا گیا ہے مثلاً اگر کوئی شخص جس کا کسی اخبار یا مطبع سے تعلق نہو اور وہ کسی ایسی پارلیمنٹی کارروائی کی اشاعت کرے جس کے سبب سے ایک دوسرے آدمی کی توہین ہوتی ہو تو وہ اس استثنا سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا ہا

(۷) اپنی مجلس کے دستور کے مقرر کرنے کا اختیار۔

دار العوام کسی اور قوت کا محکوم نہیں ہے بلکہ وہ اپنا دستور آپ مقرر کرتا ہے۔ اُس کی دستوری حکومت کے حسب ذیل چند طریقے ہیں۔ جن قانونی ناقابلیتوں کی وجہ سے لوگ اس کی رکنیت کے لیئے نااہل سمجھے جاتے ہیں ان کا تعین کرنا اور اپنے ارکان کو ان کا پابند بنانا اس کے اختیار میں ہے۔ بد اطوار اور

بدکار ارکان کو اپنی مجلس سے خارج کرنے کا یہ خود مجاز ہے۔ اسی کے حکم سے
حکمنامہ جات انتخاب مرتب ہوتے ہیں اور یہی نزاعات انتخاب کا
تصفیہ کرتا ہے پہلے اختیار کی نسبت مجلس مذکور کو سنہ ۱۵۵۳ء میں بمقدمہ
الیگزانڈر نوویل کامیابی ہوئی چونکہ شخص مذکور کلیسا کی صدر مجلس کا رکن
تھا اس لیئے وہ رکنیت دارالعوام کا نااہل قرار دیا گیا۔ جو لوگ بغاوت
اور سنگین جرائم کے مجرم قرار پاتے تھے ان کے خلاف بھی یہ مجلس
اپنے اس اختیار کا ادعا کرتی رہی چنانچہ اس نے سنہ ۱۸۵۵ء میں جان مچل
اور سنہ ۱۸۸۲ء میں مائیکل ڈےوِٹ کے مقابلے میں اس بحث کو نہایت شدومد
سے اٹھایا تھا۔ بداطواری کی سزا میں سب سے پہلے ایک رکن ہال نامی
جو مشہور ملازم اسمپیالے کا آقا تھا سنہ ۱۵۸۱ء میں صدر دارالعوام کی توہین کرنے
کے الزام میں رکنیت سے خارج کیا گیا سنہ ۱۵۸۴ء میں ڈاکٹر پیری کے ایک قانون
کو جو فرقہ جیزوِٹ (یعقوبی) کے خلاف نافذ کیا گیا تھا "خون ریز" کہنے پر اخراج
عمل میں آیا۔ اور سنہ ۱۶۲۰ء میں پیوریٹن لوگوں کے یوم السبت کی نسبت
ناسزا الفاظ کہنے کے سبب سے ایک رکن شیپرڈ نامی کا بھی حشر ہوا
لیکن جب وِلکس کا ایک توہین آمیز تحریر کی پاداش میں سنہ ۱۷۶۴ء میں
اخراج ہوا تو لوگوں نے اس کے متعلق مباحثے شروع کر دیئے چونکہ
سزائے اخراج کی بنا پر کوئی شخص رکنیت سے نااہل نہیں ہو سکتا
اس لیئے مڈل سیکس کے ضلعے نے جس کا وِلکس نائب تھا اس کو
دوبارہ منتخب کر کے پارلیمنٹ کو روانہ کیا۔ بالآخر سنہ ۱۷۶۹ء میں
دارالعوام نے جبکہ اُس کا کوئی عذر نہ چل سکا تو اُن رایوں کو جو وِلکس کے
اخراج کے لیئے دی گئی تھیں منظور نہ کر کے اُس کے حریف کے انتخاب
کو مستند قرار دیا۔ مگر اس بات سے انکار نہیں ہو سکتا کہ اس مقدمے
میں دارالعوام اپنے اختیارات سے متجاوز ہو کر منتخبین کے اختیارات
وحقوق کو پامال کر رہا تھا۔ اس بنا پر سنہ ۱۷۷۴ء کی پارلیمنٹ میں شریک
ہونے کی وِلکس کو اجازت دی گئی اور سنہ ۱۷۸۲ء میں مجلس مذکور کی

(الف) قانونی ناقابلیتوں کا دوسروں کو پابند کرنا۔

(ب) بداطواری کی سزا میں ارکان کو رکنیت سے خارج کرنا۔

مثل میں ولکس کے مقدمے کی کل روداد پر قلم پھیر دیا گیا۔

(ج) نزاعات انتخاب کا تصفیہ کرنا۔

ملکہ ایلیزبیتھ کے عہد کے پہلے دارالعوام نے نزاعاتِ انتخاب کا حق تصفیہ حاصل کرنے کے لیئے کبھی صدا بلند نہیں کی تھی۔ ان نزاعات کا تصفیہ ابتدا میں باعانتِ امرا بادشاہ (اپنی ذات سے) کرتا تھا لیکن سنہ ۱۴۱۰ء کے ایک قانون کے ذریعے سے ان کا تصفیہ عدالت اسائز کے نظما کے سپرد کر دیا گیا۔ پھر سنہ ۱۴۰۶ء سے بادشاہ کے ایک حکم کی بنا پر کہ نتائجِ انتخاب محکمۂ نصفت کو روانہ ہوا کریں ان نزاعات کا تعلق میر مجلس اور قضاۃِ مذکور سے ہو گیا تھا سنہ ۱۵۸۶ء میں عہدہ دارانِ مذکور کے روبرو شہر نارفک کے ایک انتخاب کی نزاع پیش ہو کر فیصل ہوئی اس پر دارالعوام میں ایک تحریک اِس مضمون کی پیش ہوئی کہ یہ عہدہ دار ارکانِ عوام کے اختیارات میں دست اندازی کرتے ہیں۔ مگر سنہ ۱۶۰۴ء میں اِن کی یہ ناراضی تحریک کی حد تک محدود نہیں رہی بلکہ ارکانِ عوام نے اس اختیار کو عمل میں لانا بھی شروع کر دیا چنانچہ اس سال جیمس کی جانب سے اعلانِ انتخابات میں ہدایتیں مرقوم تھیں کہ موزوں اور قابل آدمیوں کا انتخاب کیا جائے اور اگر اس کی خلاف ورزی ہوگی تو منتخب شدہ اشخاص کو "نا مناسب اور نا قابل" قرار دیکر واپس کر دیا جائے گا۔ نیز یہ کہ نتائجِ انتخاب محکمۂ نصفت کو روانہ کیئے جائیں۔ اس سلسلے میں ایک شخص گڈون کا ضلع بکنگھم کے جانب سے انتخاب ہوا، چونکہ گڈون بپناہ قانون سے خارج سمجھا جاتا تھا اس لیئے محکمۂ نصفت نے اس کو نامنظور کر کے کسی دوسرے نائب کے انتخاب کے لیئے حکم دیا اور ضلع مذکور سے اس حکم کی تعمیل میں فارٹیسکیو منتخب کیا گیا مگر پارلیمنٹ منعقد ہونے کے بعد دارالعوام نے گڈون کے انتخاب کو صحیح قرار دیکر تاج کے ساتھ ایک طولانی مناظرہ شروع کر دیا۔ بالآخر تاج نے گڈون اور فارٹیسکیو دونوں کے انتخاب کو ناجائز قرار دیا اور جس روز کہ ضلع بکنگھم کے نام ایک تیسرا جدید حکمنامۂ انتخاب روانہ کیا گیا

مجلس مذکور نے اور بھی انتخاب کی دو نزاعوں کا تصفیہ کیا اور اس پر تاج اور دار الامرا وغیرہ کی طرف سے کچھ اعتراض بھی نہیں ہوا۔[1]

جب دار العوام کا اختیار اس طرح قائم ہوگیا تو مجلس مذکور نے ایک مستقل کمیٹی مقرر کرکے امتیازات اور نزاعاتِ انتخاب کا تصفیہ اس کے سپرد کردیا تھا لیکن ۱۶۷۲ء سے ان امور کو پوری مجلس خود تصفیہ کرنے لگی اور اس کے صدر آنسلو کے زمانے میں یعنی ۱۷۲۷ء سے ۱۷۶۱ء تک عدالتی طور پر اس قسم کے مقدمات کی سماعت و تحقیقات ہوتی رہی۔ ظاہر ہے کہ مقدماتِ انتخاب کا اثر پارلیمنٹ کے دو مشہور سیاسی فرقوں کی قوت پر پڑتا ہے چنانچہ جب چپنہم (Chippenham) کے نائب کو دار العوام نے ناجائز قرار دیا تو وال پول مستعفی ہوگیا اس لیے کہ اس کے نزدیک اس مقدمے کا ہارنا وزارتِ وقت کے لیے دار العوام کی رائے بے اعتمادی کے مساوی تھا۔ چونکہ ان مقدمات کے تصفیوں میں منتخبین کے حقوق کا لحاظ نہیں کیا جاتا تھا اس لیے قانونِ گرین ول کے ذریعے سے ان نزاعات کی تحقیقات کے لیے ایک پندرہ آدمیوں کی کمیٹی مقرر کی گئی تھی مگر پیل نے اس کے ارکان کی تعداد چھ کردی اور اس کے بعد پانچ کردی گئی۔ چونکہ ارکانِ کمیٹی قانون سے ناواقف ہوتے تھے اور اکثریتِ پارلیمنٹ سے تعلق ہوتا تھا اور ارکان سے وہ اپنے فرقے کے امیدواروں کی طرفداری کرنے پر فطرۃً مائل رہتے تھے بناءً علیہ ۱۸۶۸ء میں ان معاملات کا تصفیہ پھر نظمائے عدالت کے سپرد کردیا گیا اور یہ لوگ دار العوام کے مقرر کردہ منتصور ہوتے ہیں۔ جس ضلعے یا شہر کے نائبان منتخب کی نسبت تکرار ہو اس ضلع یا شہر میں عدالت العالیہ کے دو ارکان (جج) اجلاس کرکے نزاعِ انتخاب کی تحقیق کرتے اور اپنا فیصلہ دار العوام کو روانہ کرتے ہیں اور دار العوام فیصلۂ مذکور کی تعمیل کرتی ہے۔[2]

(۱) اپنے کل امور کا اپنے معاملات کا تصفیہ پارلیمنٹ آپ کرتی ہے اس میں

جواندرونِ پارلمنٹ واقع ہوں آپ تصفیہ کرنا اور انکے لیے سزا تجویز کرنی۔

کسی دوسرے کو دخل دینے کی مجال نہیں۔ دارالعوام نہ صرف اپنے نااہل ارکان کو اپنی مجلس سے خارج کرتا ہے بلکہ بدچلنی کے لیئے ان کو سزا بھی ملتی ہے چنانچہ ۱۵۴۸ء میں جان اسٹوری کو ناسزا الفاظ کے کہنے کے جرم میں سزائے قید دی گئی۔ اسی طرح ۱۵۷۰ء میں پیٹر وینٹ ورتھ کو جب وہ امور ممنوعہ پر بحث کرنے سے باز نہیں آتا تھا بحکم مجلس قید کردیا گیا تھا۔ براڈلا کے جھگڑے کا جو حال کا واقعہ ہے یوں ظہور ہوا کہ اُسے حلف وفاداری کے لینے سے انکار تھا مگر بعد میں وہ اس پر راضی ہوگیا تھا۔ دوران بحث میں عدالت کی رائے دریافت کیئے جانے پر جواب ملا کہ بجز معمولی جرائم کی تحقیقات کے جن کا تعلق قانونِ ملک سے ہو دارالعوام اُن کل امور کا جو مجلسِ مذکور میں پیش آئیں تصفیہ کرسکتا اور اپنے معاملات کی آپ نگرانی کرنیکا مجاز ہے۔

(۸) خلاف ورزی امتیازات کی سزا

دارالعوام کا اپنے امور کی آپ نگرانی اور تصفیہ کرنے میں مختار ہونیکا ضروری نتیجہ ہے کہ وہ اپنے امتیازات کی خلاف ورزی کرنے والوں کو خواہ وہ غیر ہوں یا اُس کے ارکان سزا دیتا ہے۔ عہد شاہی کے قبل اس قسم کی خلاف ورزیوں کے لیئے عموماً جرمانے کی سزا تجویز ہوتی تھی لیکن حال کے طریقے میں تغیر ہوگیا ہے۔ اگر امتیاز کا توڑنے والا کوئی رکن ہو تو پہلے ارتکاب کے لیئے اسے سزائے اخراج دیجاتی ہے اور اگر مجرم کوئی غیر ہو تو اولاً اس کو اپنے فعل سے باز آنے کے لیئے منجانب صدر متنبہ کیا جاتا ہے مگر ارتکابِ ثانی کی حالت میں دونوں قسم کے خطاداروں کو بحکم صدر سارجنٹ اٹ آرمز کی تحویل یا کسی قیدخانے میں محبوس کیا جاتا ہے۔ دارالعوام کی سزائے قید میں مدت کا تعین نہیں ہوتا ہے اس لیئے اس کے سیشن کے اختتام پر مقید از خود رہا ہو جاتا ہے۔ اِس کے بالعکس دارالامرا کی حالت ہے۔ یہاں مجرم کو مدتِ معینہ کے لیئے سزا ملتی ہے اس لیئے جب پارلیمنٹ کا اجلاس بحکم پادشاہ ملتوی ہوتا ہے

تو دار الامرا کی مجوزہ سزائے قید ختم نہیں ہوتی اور مجرم محبس سے رہا نہیں ہو سکتا۔ جو امور کہ پارلیمنٹ کے باہر واقع ہوتے ہیں ان پر پارلیمنٹ کو نگرانی کا حق نہیں ہے بلکہ پارلیمنٹ کے ارکان اور غیروں کے درمیان جو مناقشات بیرونِ پارلیمنٹ پیش آتے ہیں ان کے تحقیقات و تصفیہ کرنے کی مجاز قانونِ غیر موضوعہ کی عدالتیں ہیں۔ ایسی حالت میں اگر پارلیمنٹ کے امتیازات کی خلاف ورزی بھی سرزد ہو تو کوئی لحاظ نہیں کیا جاتا ہے

باب دہم

فرائضِ پارلیمنٹ

دونوں مجلسوں کے اختیاراتِ وضع قوانین

وضع قوانین میں عمائدِ سلطنت اور مشاہیر ملک سے مشورہ لینا اوران کی رضامندی حاصل کرنے کا طریقہ زمانۂ قدیم سے انگلستان میں مروج ہے لیکن یہ بتلانا کہ اس کی ابتدا کب ہوئی دشواری سے خالی نہیں۔ گو مجلسِ عقلا اور مجلسِ عام اپنے اپنے وقت میں قانون بنانے کے متعلق بادشاہ کو مشورہ دیتی رہیں لیکن ان مجلسوں کو وضع قوانین میں تقدیم کرنے کا اختیار نہ تھا اور جن قوانین کی تحریک بادشاہ کی جانب سے ہوتی تھی ان کو یہ نامنظور نہیں کرسکتی تھیں۔ مجلس عام کے بعد جب پارلیمنٹ کا وجود ہوا تو عوام کے نمائندوں کا صرف امور مالیہ کی مہم کو سرکرنے کے لیے اس مجلسِ قومی میں طلب ہونا شروع ہوا۔ چونکہ اس زمانے میں قانون فرامین کے ذریعے سے بنتا تھا اس لیئے اس طریقے کو مسدود کرنے کی غرض سے ۱۳۲۲ء میں ایک یہ قانون وضع کیا گیا "کہ آئندہ سے کل امور جن کا تعلق منصبِ شاہی یا طبقۂ امرا یا طبقۂ عوام یا سلطنت سے ہو وہ پارلیمنٹ میں پیش ہو کر ان کے متعلق امرائے ملک، کلیسا کے امیر اور عوام کی رائے لیجائے اور اس کے بعد بادشاہ کی منظوری حاصل کی جائے" اس قانون کی بدولت اضلاع اور بلاد کے نمائندوں (نائٹ اور شہریوں) کو قوانین موضوعہ کی نسبت اپنی رضامندی ظاہر کرنے کا حق جو قدیم سے مجلس عظمیٰ کو حاصل تھا مل گیا۔ پھر بھی چونکہ قانون کو بادشاہ اپنی کونسل کے ذریعے سے بناتا اور قانون کے بننے اور جاری ہونے کے لیئے رعایا بادشاہ کو عرضی دیتی تھی اس لیئے بادشاہ بلامعیتِ پارلیمنٹ

قانون وضع کرتا تھا؛

تقدیم واضع قوانین بذریعۂ عرضداشت

اس امر کی تحقیق مشکل ہے کہ پارلیمنٹ کے شروع زمانے میں اس کے ہر ایک طبقے کی عرضی پر دوسرے دو طبقوں کی رضامندی ضروری تھی یا نہیں۔ چونکہ پادریوں کے طبقے نے اس مجلس قومی سے بہت جلد کنارہ کشی اختیار کر لی تھی اس لیئے ان قوانین کی نسبت جو طبقۂ عوام کی عرضیوں کی بنا پر وضع ہوتے تھے پادریوں کے طبقے کی رضامندی کے متعلق تحقیق کرنا زیادہ ضروری نہیں ہے۔ مگر اس بات کا پتا ملتا ہے کہ سنہ ۱۳۴۰ء اور سنہ ۱۳۵۰ء میں جو قوانین کہ پادریوں کے طبقے کی بنا پر وضع ہوئے تھے ان پر عوام کی منظوری لی گئی تھی اور اس زمانے کے عوام کے اعتراضات سے ظاہر ہوتا ہے کہ پادریوں کی تحریکِ وضع قوانین کا عوام کو علم تک نہیں ہوتا تھا بلکہ عوام کی فرضی منظوری ان قوانین پر ثبت کر لی جاتی تھی۔ امرا کبھی تو عوام کی عرضیوں پر دستخط کرتے اور اس طرح ان کے شریک حال بنجاتے مگر کبھی بادشاہ کی منظوری کے ساتھ متفق ہوتے تھے یعنے عوام کی تحریکاتِ قانونی بعض وقت طبقۂ امرا کے توسط سے اور بعض وقت بلا توسط بادشاہ کو پہنچتی تھیں۔ چونکہ امرا نہ صرف پارلیمنٹ کے ارکان تھے بلکہ بادشاہ کے موروثی مشیر بھی اس لیئے وہ عوام کے عرائضِ قانون پر کونسل شاہی میں اپنی رضامندی کا اظہار کرتے تھے۔ مگر عوام کی حالت اس کے برعکس تھی۔ اُن کے لیئے امرا کی قانونی عرضیوں پر دستخط کرنا لازم تھا؛

جو عرضیاں کہ مختلف چارۂ کارِ قانونی کے حصول کے لیئے گزرتی تھیں ان کو اُس قسم کے قوانین کے لیئے تحریکات نہ سمجھنا چاہیئے تاہم قانونِ اضافی کا بیج انہی عرضیوں کے ذریعے سے بویا گیا۔ جن مسودات کو امرا نے سنہ ۱۲۱۵ء اور سنہ ۱۲۵۸ء میں اور قوم کے کل طبقات نے جن عرضیوں کو بمقام لنکن سنہ ۱۳۰۱ء میں اور بمقام ویسٹ منسٹر

سنہ ۱۳۰۹ء میں بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا تھا اُن کو اس طویل سلسلۂ عرضداشت کا مقدمۃ الجیش سمجھنا چاہئیے جن کے جواب میں بادشاہ کی جانب سے قوانین وضع ہوتے یا فرامین شائع ہوتے تھے۔ایڈورڈ اول کے زمانے میں عرضیوں کے وصول کرنے کے طریقے کی تکمیل و اصلاح ہوئی۔پارلیمنٹ کی ہر ایک سیشن کی ابتدا میں ناظران و معتمدانِ عرائض کا تقرر عمل میں آتا تھا۔ایڈورڈ سوم کے افتتاحِ پارلیمنٹ کے وقت دار العوام کا صدر منجانب بادشاہ اعلان کر دیتا تھا کہ بادشاہ کو اپنی رعایا کی عرضیاں لینے میں نہایت مسرت ہے جس کا جی چاہے عرضداشت گزران سکتا ہے۔

بادشاہ عرائض کے ساتھ کسطرح سلوک ہوتا تھا۔

اگر ان عرضیوں کے مطابق بادشاہ کے یہاں سے جواب ملتا رہتا تو اس وقت کی حالت میں رد و بدل کی ضرورت نہ پیدا ہوتی لیکن بادشاہ اپنی مرضی کے موافق رعایا کی عرضیوں میں ترمیم کرتا تھا۔بعض وقت ان کے مطالبے کے پورا کرنے کا وعدہ ہوتا لیکن کچھ نہیں کیا جاتا تھا۔اور کبھی کسی فرمان کے ذریعے سے چند روزہ چارۂ کار ملتا تھا کبھی اس کثرت سے مستثنیات داخل کر دیئے جاتے کہ قانون کا منشا فوت ہو جاتا اور کبھی طبقۂ عوام کی عرضی کے خلاف مقصود دوسرے متضاد قوانین وضع کر دیئے جاتے تھے۔بہر حال پارلیمنٹ کو جس قدر اور جس قسم کے قوانین وہ طلب کرتی تھی اُس سے زیادہ یا کم اور دوسری قسم کے قوانین ملتے تھے۔بادشاہ کے اس سلوک کے خلاف ہمیشہ پارلیمنٹ کو شکایت رہی اور وہ بادشاہ سے برسرِ جنگ رہتی اور عوام کے اس اصرار میں کہ پارلیمنٹ سے مصارفِ سلطنت کے لئے رقوم کی منظوری ہونے کے قبل اس کی شکایات رفع ہو جائیں بتدریج ترقی ہوگئی پہلے سنہ ۱۳۴۱ء اور دوبارہ سنہ ۱۳۵۲ء میں عوام نے اس بات پر زور دیا کہ پارلیمنٹ کی برخاست کے پہلے عوام کی عرضیوں پر بادشاہ کی ۱۱ منظوری اور مہر ثبت ہو جانی چاہئیے۔ سنہ ۱۳۷۷ء میں ارکانِ عوام نے عرضی دی کہ قوانین پر مہر ثبت ہونے کے قبل

ہم کو پڑھ کر سنا دیا جائے چونکہ تجارت کے متعلق قانون بنانا اور اس کا انتظام کرنا نہایت نازک مسئلہ تھا اور اس کے لیئے پارلیمنٹ کے مشورہ اور رضامندی کا حاصل کرنا بھی ضرور تھا اس لیئے پارلیمنٹ نے ۱۳۳۵ء میں فرمان اسٹیپل کے اجرا پر سخت اعتراض کیا اور اس کے دوسرے سال اس فرمان کو منظور کر کے اس کو ایک "مستقل" قانون بنا دیا ہنری پنجم کو وعدہ کرنا پڑا کہ آئندہ سے ارکانِ عوام کی عرضی کے مطابق قانون بنا کرے گا اور قانون بنانے میں مضامینِ عرضی کی خلاف ورزی نہو گی جس کے سبب سے اُن کو ایسے قانون کی تعمیل کے لیئے جو اُن کی خلافِ مرضی ہو پابند نہ کیا جائیگا۔ ۱۴۱۴ء میں عوام نے درخواست کی کہ عرائض میں ترمیم ہونے کے بغیر قانون وضع ہوا کرے پھر ۱۴۲۹ء میں ان لوگوں نے اس مضمون کی عرضداشت پیش کی کہ جو عرضی قانون بننے کے لیئے دیجائے اس کے مقصود کی مخالفت کرنے اور اس کی شکل بگاڑنے کے بغیر قانون بنا کرے ؛

پارلیمنٹ کے اس طرح بار بار خواہش کرنے کی وجہ بادشاہ کی وعدہ خلافی تھی۔ جو قوانین کہ ناکافی طور پر وضع ہوتے یا بلا ضرورت و رضامندیِ پارلیمنٹ بادشاہ کی جانب سے اجرا ہوتے تھے اُن کے انسداد کے لیئے عرضی نہیں بلکہ ایک دوسرا طریقہ موزوں تھا۔ اگرچہ پندرھویں صدی تک عموماً ہر ایک قانون کی تحریک پارلیمنٹ کی جانب سے ہونے لگی تھی اور کُل قوانین اُس کے عرائض کی بنا پر بنتے تھے لیکن اس قسم کے اقتدا میں ضرور ایک خامی تھی یعنے عرضی کے نہ کہ مسودے کے گزرنے پر قانون بنتا تھا لیکن جن مسودات کی تحریک بادشاہ یا کونسل کی جانب سے ہوتی انھی کے مطابق قانون وضع ہوتا تھا یعنے ان کی شکل اور نفسِ مضمون میں کسی قسم کا رد و بدل ہونے نہیں پاتا تھا۔ ہنری ششم کے عہد کے اختتام پر پارلیمنٹ نے بھی مسودے کے طریقے کو اختیار کیا اور اس طرح

وضع قوانین میں تقدیم کرنے کا حق عہد مذکور میں اس کو حاصل ہوا۔ اُسوقت سے بادشاہ نے مسوداتِ قانونی میں ترمیم کرنا موقوف کیا اور اُسوقت سے اُس کا یہ حق جاتا رہا بجز اس کے کہ وہ مسودۂ (قانون) کو کلاً منظور یا کلاً نامنظور کرے اور کچھ نہیں کرسکتا۔ اگر اُس کے مشورے پر مسودۂ مذکور میں فی الواقع ترمیم کی ضرورت ہو تو "مویدین مسودہ" کی اجازت سے اور اُن کی نگرانی میں اُس میں ترمیم کیجاتی ہے۔ لیکن مویدین کی رضامندی کے بغیر بادشاہ مسودۂ مذکور میں ترمیم نہیں کرسکتا۔ وضع قوانین کے معاملے میں تاج اور پارلیمنٹ کے اختیارات ایک دوسرے سے بدل گئے ہیں اور "یہی تبادلہ اختیاراتِ پارلیمنٹ کی ولایتِ مطلقہ کی بنیاد ہے"۔ ایڈورڈ سوم کے عہد سے قوانین کا عموماً "بربنائے درخواستِ" عوام "و برضامندی" امرا وضع ہونا شروع ہوا لیکن ہنری ششم کے عہد میں ان فقرات کا عمل متروک ہوا اور ہنری ہفتم کی بادشاہی میں تو قوم کے کان ان سے آشنا بھی نہیں رہے تھے۔ ان الفاظ کے عوض "حسب الحکم پارلیمنٹ" قوانین وضع ہونے لگے اور اس طرح وضع قوانین کی نسبت دونوں مجلسوں کے اختیارات میں مساوات پیدا ہوگئی۔

وضع قوانین کی نسبت پارلیمنٹ اور تاج میں رقابت کا پیدا ہونا۔

جس طرح پارلیمنٹ کے اختیارات میں ترقی ہو کر اس کو منفرداً وضع قوانین پر دسترس ہوتا گیا اسی طرح مجلسِ انتظامی کی رقابت میں اضافہ ہوتا گیا۔ ابتداً بادشاہ باجلاسِ کونسل اور بادشاہ باجلاس پارلیمنٹ کے فرائض میں فرق نہونے سے کونسل شاہی پارلیمنٹ کا ایک نہایت اہم اور باا‌ثر عنصر متصور ہوتی تھی۔ اسی خاص سبب سے اُس زمانے میں ان دونوں مجلسوں کے فرائض میں امتیاز کرنا نہایت مشکل تھا اور اسی بنا پر فرمان اور قانون بلحاظِ اثر و عمل ایک سمجھے جاتے تھے البتہ ان کی ہیئت ایک دوسرے سے جدا ہوتی تھی۔ فرمان کے ذریعے سے چند روزہ یا آزمائشی قواعد و ضوابط

تاج کی جانب سے (۱) فرامین کا جاری ہونا۔

کا اجرا ہوتا تھا اور موقتی خرابیوں کا انسداد کیا جاتا تھا لیکن جو ضابطہ کہ قانون کے ذریعے سے نافذ ہوتا وہ دوامی ہوتا تھا۔ لیکن جب بادشاہ اور پارلیمنٹ ایک دوسرے کے رقیب بن گئے اور وضع قوانین کے متعلق ان میں اتفاق باقی نہ رہا تو بادشاہ نے پارلیمنٹ کے قائم ہو جانے کے باوجود اپنے قانون بنانے کے اختیار کا ادعا کرنا شروع کر دیا۔ باوجود اس کے سنہ ۱۳۲۲ء کے بعد سے فرامین شاہی کا وہ اثر اور عمل نہیں سمجھا جاتا تھا جو اُن قوانین کو حاصل تھا جو عوام اور امرا کی رضامندی سے وضع ہوتے تھے۔ ان قوانین کا اندراج پارلیمنٹ کی مِسلوں میں ہوتا تھا، جو لوگ ان کو وضع کرتے وہی ان کی تنسیخ و ترمیم بھی کرتے تھے۔ فرمان اور قانون کے مابین چودھویں صدی میں بتدریج فرق ہونے لگا اور فرمان اِسٹیپل کی نسبت عوام نے جو معرکہ کیا تھا اس کے سبب سے فرمان چند روزہ و غیر مستقل اور قانون دوامی و مستقل قرار پا گیا۔

سولھویں صدی میں بادشاہ نے وضع قوانین کے معاملے میں پھر پارلیمنٹ کے مقابلے پر کمر باندھی اور اعلانات کا اجرا شروع کر دیا۔ اعلانات بھی تو درپردہ فرامین ہی تھے۔ پارلیمنٹ کے منعقد ہونے سے تاج کے اجرائے اعلانات کی آزادی میں خلل ہوتا تھا اس لیئے پارلیمنٹ کو موقوف یا ملتوی کر کے بادشاہ ازمنۂ وسطیٰ میں اعلان سے قانون کا کام لیتا تھا ٹیوڈر اور اسٹوارٹ بادشاہوں کے اپنے خاص حقوق اور اختیارات کی نسبت کچھ عجیب و غریب خیالات تھے وہ ان کو ملکوتی اختیارات سمجھتے تھے اور اس بنا پر اُنکی رائے میں جو عظمت و شرف اعلانات کو حاصل تھا وہ فرامین کو نصیب نہیں ہو سکتا تھا۔ اس کے علاوہ ملک میں ایک ایسی قوت عدالت ایوان انجم کی شکل میں موجود تھی جو رعایا سے ان اعلانات کی پابندی کراتی اور خلاف ورزی کرنے والوں کے لیئے بجز سزائے موت ہر ایک قسم کی سزا تجویز کر سکتی تھی۔ ہنری ہشتم کے

عہد میں پارلیمنٹ نے ایک قانون کو جاری کر کے اعلاناتِ شاہی
کو چند مستثنیات کے ساتھ اثر میں قوانین کے مساوی کر دیا تھا اور
وہ مستثنیات یہ تھے "بشرطیکہ کسی شخص کی وراثت یا عہدہ یا مال و
متاع کو اعلان شاہی کی وجہ سے نقصان پہنچتا ہو" ہماری سمجھ میں
یہ بات نہیں آئی کہ پارلیمنٹ نے بیوقوفی سے کیوں یہ چند مستثنیات
لگا دیئے تھے اس لیئے کہ اُس کی دونوں مجلسوں کو اس بات
کا یقینِ کامل تھا کہ بادشاہ کے نزدیک ان قیود کا لحاظ نہ کرنا ایک
معمولی بات تھی اور پارلیمنٹ اس کے ہاتھ میں نہایت بے بس
بن گئی تھی۔ سمرسیٹ نے جو حامی سلطنت بن گیا تھا نہایت دانائی
سے اس قانون کو منسوخ کرا دیا لیکن مذہبی، اقتصادی اور تمدنی امور
کی نسبت اس کے زمانے میں پہلے سے زیادہ اعلانات کا
اجرا ہوتا رہا اور ان کی تعمیل بھی زیادہ تشدد سے کرائی جاتی تھی۔
ملکہ میری کے عہد میں جب اعلانات کے مسئلے کی نسبت عدالت
کی رائے طلب کی گئی تو انہوں نے طے کر دیا تھا کہ اعلانات کا اجرا
قوانینِ نافذہ کی صراحت و تفصیل اور ان کی تعمیل کرانے کی غرض
سے جائز ہو سکتا ہے۔ اس کے سوائے ان کا نفاذ از روئے
قانون درست نہیں ہو سکتا۔ لیکن ایلزبیتھ اور جیمس اول نے
اس فیصلے کا مطلق لحاظ نہیں کیا۔ بالآخر ۱۶۱۰ء میں کثرت
اجرائے اعلانات کے خلاف پارلیمنٹ کی جانب سے شدید
اعتراضات ہوئے۔ ان اعلانات سے پارلیمنٹ کا خائف
ہونا بے محل نہ تھا" اس کو اندیشہ تھا کہ کہیں اعلاناتِ مذکور اثر
اور عمل میں بتدریج قوانینِ پارلیمنٹ کے مساوی نہ تصور ہونے
لگیں" جیمس نے لہٰذا عدالت سے مشورہ کیا اور ان لوگوں
نے میر مجلس کوک کے زیر اثر فیصلہ کیا کہ بادشاہ اعلان کے ذریعے
سے کوئی جدید جرم قائم نہیں کر سکتا یعنے جو فعل کہ اعلان کے

جاری ہونے کے پہلے قانونِ ملک کی رو سے جرم نہیں تھا وہ بعد اجرائی اعلان جرم نہیں ہو سکتا۔ مگر بادشاہ اعلانات کے ذریعے سے رعایا کو قانونِ ملک کی پابندی کرنے کی نسبت متنبہ کر سکتا ہے اور اس ہدایت کے بعد بھی رعایا قانونِ مذکور کی خلاف ورزی کرے تو اس کا جرم زیادہ سنگین متصور ہو گا۔ اس فیصلے کے بعد سے جرمانے اور سزا کے عائد کرنے کے اعلانات کا اجرا موقوف ہو گیا مگر جب تک عدالتِ ایوانِ انجم کی موقوفی عمل میں نہیں آئی اس عدالت سے لوگوں کو اعلانات کی خلاف ورزی کی صورت میں خفیف سزائیں ملتی رہیں حالانکہ عدالتِ مذکورہ کی یہ کارروائیاں بھی قانونِ ملک کی بنا پر ناجائز تھیں ؛

الغا یا اختیار تعطل۔

فرامین اور اعلانات سے زیادہ تاج کے اِلغا اور استثنا کے اختیارات سے پارلیمنٹ کے اختیارِ وضع قوانین کو گزند پہنچا ہے اِلغا یعنی قانونِ نافذہ کو معطل بنانے کے سبب سے دستوری حکومت باقی رہ نہیں سکتی اگر بادشاہ کے اس اختیار کو نہ روکا جائے تو ملک کے جملہ قوانین کو وہ بے اثر بنا سکتا ہے اور جس قانون کو چاہے آسانی سے منسوخ کر سکتا ہے۔ سب سے پہلے پوپ نے ازمنۂ وسطیٰ میں اس اختیار پر عمل کیا تھا۔ چونکہ چودھویں صدی میں پوپ کے اثر کو زائل کرنے کی غرض سے انگلستان میں اس کے خلاف کثرت سے قوانین بنے تھے اس لیئے وہ اس زمانے میں قوانینِ انگلستان کو معطل کرتا تھا جیمس اول اور چارلس اول کی پارلیمنٹوں نے بادشاہ کے اس اختیار پر سخت اعتراضات کئے تھے لیکن عودِ شاہی کے بعد رومن کیتھلک لوگوں کو قوانین تعزیری کے اثرات سے محفوظ رکھنے کی غرض سے جب اس اختیار پر عمل ہونے لگا تو پارلیمنٹ پھر مقابلے پر اٹھ کھڑی ہوئی جس قدر اسٹوارٹ سلاطین اِلغا کو رومن کیتھلک کے لیئے سپر بنانا چاہتے اُسی قدر پارلیمنٹ

کی جانب سے اس اختیار کی مخالفت ہوتی تھی۔ چارلس دوم کے
قانونِ ملاحی کو معطل کرنے کی نسبت تو پارلیمنٹ خاموش رہی مگر
اعلانِ مراعات کے خلاف جو ۱۶۷۲ء میں جاری ہوا تھا اور
جس کے زیر اثر رومن کیتھلک لوگوں کے خلاف جس قدر
تعزیری قوانین نافذ ہوتے تھے اُن سب کو معطل کردیا تھا تمام ملک
میں شورش برپا ہوگئی اور پارلیمنٹ کی ناراضی کی تو کوئی حد نہ رہی تھی۔
بنائً علیہ چارلس کو باجلاسِ پارلیمنٹ اس اعلان کو اپنے ہاتھ
سے منسوخ کرنا پڑا۔ جیمس دوم نے بھی اسی طرح کا ایک اعلان جاری
کیا تھا اور پیرش کے گرجاؤں میں اس کے پڑھے جانے کا حکم دیا تھا
لیکن اس کے خلاف سات اسقفوں کے اعتراض اور اس بنا پر
ان کی فوجداری تحقیقات پر الزام سے ان کے بری ہو جانے کی وجہ
سے بادشاہ کی مطلق العنانی کا خاتمہ ہوگیا اور قانون حقوق تو بالآخر بادشاہ
کے قوانین کو معطل کرنے کے "فرضی اختیار" کو ہمیشہ کے لیئے ناجائز
قرار دیدیا بشرطیکہ باجازت و رضامندی پارلیمنٹ عمل میں لایا جائے۔

۱۶۷۲ء

اختیارِ استثنا

بادشاہ کے اختیارِ استثنا کی چند وجوہ سے تائید کی جاتی تھی
مثلاً بعض قوانین کے زیر اثر بعض آدمیوں پر زیادہ سختی ہوتی تھی اور
جب بادشاہ کو کسی مجرم کے معاف کرنے کا حق حاصل تھا تو چند لوگوں
کو قبل وقوع جرم بعض قوانین کے اثر سے اگر وہ مستثنیٰ کرتا تھا تو
کیا قباحت تھی۔ لیکن یہ ایسا اختیار تھا کہ بادشاہ نہایت آسانی
سے اس پر بے موقعہ عمل کرسکتا تھا چنانچہ پندرھویں صدی میں
بادشاہ کے بلا احتیاط مجرمین کو معافی اور برائت دینے سے قتل اور
سنگین جرموں کی وارداتوں کی کثرت ہوگئی تھی عہد خاندان لینکیسٹر
کے وکلا نے جرائم کی دو قسمیں مقرر کی تھیں ایک ایسے افعال جو
"بذاتِ خود مجرمانہ" ہوں اور دوسرے وہ افعال جن کو "قانون نے
جرائم قرار دیا ہو" یعنے ایسے جرائم جن کے ارتکاب سے قانونِ الٰہی

کی خلاف ورزی ہو اور دوسرے ایسی خطائیں جن کا کرنا قانوناً موضوع سے ممنوع ہو۔ ان لوگوں کی حجت تھی کہ بادشاہ کا اس دوسری قسم کے قانون کو معطل کرنا جائز ہو سکتا ہے۔ مگر دورِ اسٹوارٹ کے ماہران قانون نے اس امتیاز کو بھی اٹھا دیا تھا ان کا ادعا تھا کہ استثنا بادشاہ کے خاص اختیارات میں شامل ہے اور اس لیئے اس کا محدود کرنا یا سلب کرنا جائز نہیں ہو سکتا۔ اس اختیار کی اس قدر تائید ہونے کے بعد بھی قانونِ حقوق کے ترتیب دینے والوں کی زد سے وہ بچ نہ سکا اور ان الفاظ میں "جیسا کہ حال میں اختیارِ استثنا کو مخصوص اختیاراتِ شاہی کی ایک قسم سمجھ کر اس پر بیجا عمل ہوا ہے" اُن لوگوں نے اس کو ناجائز قرار دے ہی دیا۔

شاہی اختیارِ انکار۔ (مسودۂ قانون کو نامنظور کرنے کا اختیار)

بادشاہ کسی عرضی یا قانون کو صاف لفظوں میں نامنظور نہیں کرتا تھا اس لیئے کہ اکثر صورتوں میں رفع شکایات کے بغیر پارلیمنٹ فراخدلی سے مصارفِ سلطنت کے لیئے رقوم منظور نہیں کرتی تھی اگر کسی مسودۂ (قانون) کو نامنظور کرنا ہوتا تو اس طرح عیارانہ و مدبرانہ وعدہ کیا جاتا تھا کہ "بادشاہ غور کرے گا" اور اس مسودے کے متعلق اس سے زیادہ کچھ سننے میں نہیں آتا تھا اور منظوری ان الفاظ میں "کہ بادشاہ اس کو پسند کرتا ہے" دیجاتی تھی۔ سترھویں صدی کے پہلے اکثر اس شاہی حق انکار پر عمل ہوا ہے چنانچہ ۱۵۹۷ء میں جو اکانوے مسوداتِ قانون ملکۂ وقت کی منظوری کے لیئے پیش کئے گئے تھے ان میں سے صرف تینتالیس مسودوں کو شرف منظوری حاصل ہوا۔ اگرچہ اسٹوارٹ بادشاہوں کو قوانین کے منظور کرنے میں کچھ عذر نہیں تھا لیکن اُن کے اثر و عمل کو وہ اپنے اختیاراتِ استثنا اور الغا سے زائل کر دیتے تھے۔ اگر قانون کے اثر سے مخصوص لوگوں کو بچانا منظور ہوتا تو پہلے قسم کے اختیار سے اور اگر مختلف گروہ کو مستفید کرنا مقصود ہوتا تو دوسرے قسم کے

اختیار سے کام لیا جاتا تھا۔ انقلاب (سلطنت) کے بعد ولیم سوم نے چار اہم اور مفید قوانین کو نامنظور کیا تھا منجملہ ان کے ایک قانونِ سہ سالہ بھی تھا۔ سب سے آخری دفعہ ۱۷۰۷ء میں اس اختیار پر عمل ہوا تھا۔ ملکہ این نے اہل اسکاٹلینڈ سے ناراض ہو کر قانونِ فوج اسکاٹلینڈ کے منظور کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ اس زمانے میں یہ طریقہ بدل گیا ہے اور مسودۂ قانون کی ابتدائی حالت میں وزارتِ وقت کو بادشاہ کی ناراضی کی اطلاع دیجاتی ہے ؛

سوائے مالی مسودات کے دوسرے قسم کے قوانین بنانے کے متعلق ارکان امرا اور عوام کو تقدیم و تحریک کرنے کے ساوی حقوق حاصل ہیں اور ایک طبقہ دوسرے طبقے کے پیش کردہ مسودات کو منظور یا نامنظور کر سکتا ہے۔ لیکن اگر کسی امر کی نسبت دونوں مجلسوں کو اصرار ہوتا ہے تو کانفرنس کے ذریعے سے امر مابہ النزاع کی یکسوئی کر لی جاتی ہے لیکن انیسویں صدی میں اس طریقے پر عمل ہونا موقوف ہو کر ان مجلسوں نے تکراری امور کے تصفیے کے لئے پیام کو وسیلہ گردانا عموماً پیامات کے ذریعے سے فریقین میں مصالحت ہو جاتی ہے۔ لیکن اگر کسی مسودۂ قانون پر جس کے نفاذ و اجرا کا ملک (منتخبین) نے نہایت تاکید سے حکم دیا ہو اور اس پر بھی اس کے منظور کرنے میں مجلسِ موروثی کو عذر ہو تو مجلس اعلیٰ کا فرقۂ مخالف جدید امرا کے تقررات سے مغلوب کیا جاتا ہے۔ چنانچہ ۱۸۳۲ء میں جبکہ امرا قانونِ اصلاح کی مخالفت پر اڑے ہوئے تھے تو تقررات امرا کی دھمکی دیکر ان کو مغلوب کیا گیا تھا۔ اور ۱۷۱۱ء میں تو ہارلے اور سینٹ جان کو صلح یوٹریکٹ کے متعلق فی الواقع اس طریقے پر عمل کرنا پڑا۔ تقررات امرا کے طریقے کو میج ہاسٹ دستور انگلستان (کے انجن) کا مخرج البخار کہتا ہے۔ لیکن ایک ایسے دستورِ حکومت میں جہاں کہ وضع قوانین کا اختیار

دو مجلسوں کے سپرد ہوا اس "مخرج البخار" سے کام لینا خطرۂ عظیم سے خالی نہیں اور جب تک کہ قوم کی خواہش حاصل نہ کر لی جائے جیسا کہ ۱۸۳۲ء میں کیا گیا تھا اس پر عمل کرنا جائز نہیں ہو سکتا ہو

پارلیمنٹ کے مالی فرائض

نگرانی محاصل قومی کا مسئلہ ابتدا ہی میں نہایت اہم سمجھا جاتا تھا اور اس کے حل ہونے پر محدود اور غیر محدود بادشاہی قسمت کا فیصلہ منحصر تھا۔ ابتداءً پارلیمنٹ کو کل مداخل ملک پر اختیار نہ تھا اور بادشاہ امور قومی کے متعلق پارلیمنٹ سے مشورہ لینے کے لیئے مجبور نہ تھا اس لیئے پارلیمنٹ نے بادشاہ کے اجرائے محصولات پر جن کے ذریعے سے اس کو موروثی ارتفاعات تاج کے لیئے تکمیل کرنی پڑتی تھی قیود عائد کرنے شروع کر دیئے چنانچہ سند اعظم میں بھی مجلس عام کے منعقد ہونے کی ضرورت صاف الفاظ میں منظوری اجرائے محصولات بتلائی گئی ہے اور اس میں شک نہیں کہ بادشاہ نائبان قوم کو اس ایک غرض کے پورا کرنے کے لیئے طلب کرتا تھا اور یہ لوگ اس کے محصول لگانے کے اختیار کو جاری کرتے تھے۔ لیکن پارلیمنٹ نے بادشاہ سے مقابلہ کر کے بتدریج کل مصارف سلطنت پر اپنی نگرانی قائم کر دی۔ اس مقابلے کو بہت طول ہوا جس کا سبب یہ تھا کہ پارلیمنٹ ہر ایک امتیاز اور حق کے بعد جو اس کو بادشاہ سے بہ ہزار وقت ملتا تھا اس اصول کے قائم کرنے کی کوشش کرتی تھی جو بالآخر قانون حقوق کے ذریعے سے طے ہو گیا کہ "بادشاہ کا مصارف سلطنت یا اپنی ذات کے لیئے بربنائے خاص اختیارات شاہی جو ادعائے غلط تھا پارلیمنٹ کی اجازت کے بغیر محصول لگانا" ناجائز اور خلاف منشار دستور ہے لیکن بادشاہ ان قیود کو جو بذریعۂ قانون اس کے محصول لگانے کے اختیار کو محدود کرنے کی غرض سے عائد کیئے جاتے تھے بظاہر مان تو لیتا مگر ان کے خلاف عمل کرتا تھا اور ان چند محصولات کے سوائے جن کا ذکر کسی قانون امتناعی میں ہوتا دوسرے کل محصولات کو خواہ وہ جاگیری طرز کے یا قومی ہوں پارلیمنٹ کی رضامندی کے بغیر یعنے مطلق العنانی کے ساتھ وصول کرنے کا دعویٰ

کرتا تھا۔

اس لیئے چند صدیوں کے بعد اس معاملے میں پارلیمنٹ کامیاب ہوئی اگرچہ ۱۲۱۵ء میں سوائے تین معینہ رسمی اعانتوں کے دوسرے کل محصولات کا مجلس عام کی رضامندی کے بغیر لیا جانا ممنوع قرار پایا تھا لیکن یہ فقرہ سند اعظم کی ۱۲۱۶ء کی اشاعت سے حذف کر دیا گیا تھا۔ اس کے بعد ۱۲۹۷ء میں ایڈورڈ اول نے وعدہ کیا کہ صرف رفاہ عام کی غرض سے اور ملک کی رضامندی کے بغیر کسی قسم کی اعانت "محصول اور انعام" نہیں لیا جائے گا بریں ہمہ اس معاہدے سے اُس نے اپنے ان قدیم محصولات اور انعام کو وصول کرنے کے حق کو جن کا ادا کیا جانا جائز سمجھا جاتا تھا اور معمول بن گیا تھا اور جن کو مجلس عام نے ۱۲۷۵ء میں منظور کیا تھا مستثنیٰ کیا تھا۔ ۱۳۴۰ء میں طبقات امرا اور عوام کی رضامندی کے بغیر کسی قسم کی اعانت رقمی اور محصول نہ لیئے جانے کی نسبت قانون بنایا گیا اور جبراً اس کی منظوری ایڈورڈ سوم سے لی گئی۔ بادشاہ مذکور پارلیمنٹ کے توسط کے بغیر تاجروں سے محصول لیا کرتا تھا اسلیئے پارلیمنٹ نے ۱۳۶۲ء اور ۱۳۷۱ء میں بلاواسطہ محصولات پر بذریعۂ قانون اپنی نگرانی قائم کی۔ ان قوانین سے ایک فقرہ نقل کیا جاتا ہے "پارلیمنٹ کی رضامندی کے بغیر اگر ان پر کوئی موقتی یا دامی محصول لگایا جائے تو تاجروں اور دوسروں کو اس کا ادا کرنا لازم نہیں" علاوہ بریں ۱۳۷۳ء میں جب پارلیمنٹ کو یقین ہو گیا کہ بادشاہ اس کے اصرار کو نہ مان کر اپنے اختیار سے ٹینج اور پونڈیج کے محصولوں کو وصول کرے گا تو اُس نے اِن محصولوں کی منظوری دیکر اپنی بات بنالی یعنے اجرائے محصولات کی منظوری دینے کے اختیار کا اظہار کر دیا۔ اگرچہ خاندان لینکیسٹر اور ٹیوڈر بادشاہوں نے پارلیمنٹ کے محصولات کو منظور کرنے کے حق کو بظاہر بلا تامل تسلیم کر لیا تھا لیکن ۱۵۳۴ء کے ایک قانون پر جس کے ذریعے سے ہنری ہشتم کو "تجارت کے انتظام کرنے کا اختیار دیا گیا تھا" غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ اپنے اختیار تمیزی سے مختلف قسم کے جدید محصولات کروڑ گیری عائد کر سکتا تھا۔ جیمس اول نے بادشاہان سابق کے نقش قدم پر چل کر نہایت بے پروائی سے اس اختیار پر عمل کرنا شروع کیا بہر حال اجرائے محصولات

رضامندی کے بغیر محصول عائد نہ کیئے جانے کی نسبت پارلیمنٹ کی ابتدائی کوششیں

۱۳۴۰ء

۱۳۶۲ء

۱۳۷۱ء

۱۳۷۱ء

پارلیمنٹ کے منظوری دینے کے حق کو لینکیسٹرین اور ٹیوڈر بادشاہوں کا تسلیم کرنا۔

کی نسبت اُس کی خود مختاری زیادہ عرصے تک قائم نہ رہ سکی چنانچہ لی وینٹ کمپنی
کے ایک تاجر نے جس کا نام بیٹ تھا محصول ادا کرنے سے انکار کر دیا اور جب معاملہ
عدالت میں رجوع ہوا تو عدالت نے بادشاہ کی تائید میں فیصلہ صادر کیا اور سنہ ۱۶۰۸ء
کی پارلیمنٹ نے بھی فیصلہ مذکور سے رضامندی ظاہر کی بناءً علیہ سیسل نے
محصولات کروڑ گیری کے متعلق شرح محصول کی ایک کتاب مرتب کر کے بادشاہ
سے بذریعۂ فرمان منظوری حاصل کر لی۔ فرمان مذکور میں جن خیالات کی بنا پر جیمس کی
جانب سے مخصوص اختیارات و حقوق شاہی کا ادعا کیا گیا تھا وہ یہ ہیں "کہ خاص
حقوق و اختیارات بادشاہوں کی میراث ہیں اور جب ان کو ضرورت ہو وہ
کروڑ گیری اور دوسرے محصولات کے اجرا کو ارتفاع ملک کا ذریعہ قرار دے سکتے
ہیں۔ ان معاملات میں سلاطین صرف اپنی عقل و شعور پر عمل کرتے ہیں کسی دوسرے
سے مشورہ لینے کی ضرورت نہیں اور جب وہ مناسب سمجھتے ہیں ہمیں ان
محصولات کو جاری کر سکتے ہیں" ظاہر ہے کہ ان اختیارات کی بنا پر بادشاہ
ہر ایک قسم کے محصول عائد کرنے میں خود مختار بنتا اور پارلیمنٹ کی طرز حکومت
کو مستاصل کرنا چاہتا تھا متعدد پارلیمنٹوں نے اس قسم کے اجراء محصولات
پر اعتراضات کئے اور بالآخر چارلس اول کے جلوس کے بعد مجلس وضع قوانین کو بادشاہ
کے لئے ٹننیج اور پونڈیج کے تاحین حیات محصولات کو منظور نہ کر کے ناراضی کا اظہار
کرنا پڑا۔ اگرچہ قانون حقوق میں جس کا مقصد اس زمانے کی خرابیوں کی اصلاح
کرنا تھا بادشاہ کو کسی قسم کے "انعام، قرضہ، بخشش محصول وغیرہ" دینے کی
ممانعت ہے لیکن اس میں محصولات کروڑ گیری کے عائد ہونے کے خلاف
کوئی مضمون نہیں ہے۔ اسی طرح سنہ ۱۶۲۹ء کے مشہور اعتراض میں بھی اس مسئلے
سے گریز کیا گیا ہے بریں ہمہ اعتراض مذکور میں ٹننج اور پونڈیج کا جس کی منظوری
پارلیمنٹ سے نہ لی گئی ہو وصول کرنا ناجائز قرار دیا گیا ہے اور اس کی
خلاف ورزی کو حریت قوم کی غارت گری کے مساوی خیال کیا گیا ہے۔ بالآخر
لانگ پارلیمنٹ کے دور میں ٹننج اور پونڈیج اور کروڑ گیری کے کل محصولوں اور
زر جہازی کی صورت میں محصولات بلا واسطہ کے مسئلے پر پارلیمنٹ کا تسلط قائم

ہوگیا۔ مگر اس مخالفت کے بعد بھی جیمس دوم نے بذریعۂ اعلان اپنے بھائی کو اپنے جین حیات ہی میں محصولات کروڑگیری وصول کر لینے کی اجازت دیدی تھی اور پارلیمنٹ بھی بادشاہ کی اس خلاف ورزی سے اغماض کر گئی۔ بہرحال انقلاب ۱۶۸۸ء کے پہلے تاج اور پارلیمنٹ کے مابین اجرائے محصولات کی بابت نزاع کا خاتمہ نہ ہوسکا۔ مداخل قومی پر پارلیمنٹ کی باضابطہ نگرانی کے یہ معنی ہیں کہ پارلیمنٹ نہ صرف مختلف محکمہ جات سرکاری کے لیے رقوم مخصوص کرتی ہے بلکہ ان رقوم کے حسابات کی تنقیح بھی کرتی ہے اور یہ دوسرا اختیار احتساب اس کے پہلے اختیار کا نتیجہ ہے تعجب ہے کہ پہلے پہل بادشاہ کی جانب سے مجلس وضع قوانین کے محصول قومی کے مصرف کی نگرانی کے متعلق تحریک ہوئی جس کی ابتدا یوں ہوئی کہ ۱۲۳۷ء میں بادشاہ کے منشی ولیم رالے نے مجلس عام کو ایک کمیٹی کے ذریعے سے محصول کی مقدار، اس کے وصول کرنے کے طریقے اور سلطنت کے مصارف پر غور کرنے کا مشورہ دیا تھا لیکن امرائے جو مجلس مذکور کے ارکان تھے اس تحریک کو پسند نہیں کیا۔ ایڈورڈ سوم کے عہد میں جن اغراض کے لیے روپیہ وصول کرنا منظور ہوتا تھا عموماً ان کی اطلاع پارلیمنٹ کی دونوں مجلسوں کو کردی جاتی تھی۔ اور پارلیمنٹ موقتی محصول کو اکثر جنگ جاری رکھنے کی شرط کے ساتھ منظور کرتی تھی اس پر بھی روپیہ دوسرے کاموں میں صرف ہوتا تھا اگرچہ پارلیمنٹ کی اس شرط کی پابندی نہیں ہوتی تھی اور اس کو مجاز سمجھا جاتا تھا لیکن لینکیسٹر خاندان کے دور میں اس پر عمل ہونے لگا۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ خزانۂ شاہی خالی رہتا تھا اس لیے مالیات کی اصلاح کی غرض سے محاصل ملک کے چند ذریعوں کو ناگہانی ضرورتوں کے لیے مخصوص کر دینا پڑا اس طرح ایک معینہ رقم بادشاہ کے خانگی مصارف کے لئے علحدہ کردی گئی۔ ہنری چہارم نے ٹنیج اور پونڈیج دشمنوں کے بحری حملوں کے دفع کے لیے مخصوص کر دیئے تھے جن زمینوں پر قلعے وغیرہ واقع ہوتے ان کی تحصیل، مجرمین اور بیناہ قانون سے خارج (شدہ) لوگوں کی جائدادہائے منقولہ سے شاہی قرضوں کی ادائی ہوتی تھی اور ان کے موقتی محصول کے کچھ حصے سے کیالے جیسے "گوہر بیش بہا" کی حفاظت اور اس کے

تخصیص رقوم

خاندان لینکیسٹر

اخراجات انتظام برداشت کیئے جاتے تھے۔

لیکن خاندان یارک اور ٹیوڈور بادشاہوں کے دور میں تخصیص رقوم کا قاعدہ موقوف ہوکر ۱۶۲۴ء میں جیمس اول کے عہد میں پھر جاری ہوا اور اس کی ابتدا یوں ہوئی کہ بادشاہ نے جو رقم کہ پلاٹینیٹ کے ملک کو فوجی امداد پہنچانے کی غرض سے منظور کی تھی اُن پانچ کمشنروں کے تحویل میں کر دی جن کو دار العوام نے منتخب کیا تھا۔ اسی طرح جمہوری حکومت کے زمانے میں مخصوص اغراض کی انجام دہی کے لئے خاص محصولات کی رقم معین کر دی جاتی تھی۔ عود شاہی کے بعد بھی یہ قاعدہ جاری رہا چنانچہ چارلس دوم کے مشورے کے مطابق ہالینڈ کی جنگ کے لیئے جو رقوم ۱۶۶۵ء میں منظور ہوئی تھیں اسی ایک کام کے لیئے مخصوص کر دی گئی تھیں۔ لیکن چارلس اپنی نیک نیتی کے باعث نہیں بلکہ کلیرنڈن کی مخالفت میں دستوری طریقوں کا حامی بن گیا تھا۔ اس کو کلیرنڈن سے سخت نفرت ہوگئی تھی کلیرنڈن کی رائے میں تخصیص رقوم کے قاعدے سے مخصوص اختیارات شاہی میں کمی ہوتی تھی اور بادشاہ کے اختیار کو وہ اپنے فائدے کے لیئے استعمال کرنا چاہتا تھا۔

سب سے پہلے ایڈورڈ سوم کے عہد میں (قومی) سرکاری حسابات کی تنقیح کرنے کا حق پارلیمنٹ کو ملا جس طرح قوم کی ناراضی کو کچھ مدت کے واسطے دفع کرنے کی غرض سے پارلیمنٹ کو دستوری مراعات دیئے جاتے تھے اور جب بےچینی فرو ہو جاتی تو ان مراعات پر عمل نہیں ہوتا تھا اسی طرح اس کی تنقیح حسابات کے اختیار کی کیفیت تھی اس کے متعلق قانون تو بنا تھا لیکن وہ عملاً منسوخ و متروک تھا۔ ۱۳۷۶ء میں گڈ پارلیمنٹ نے پھر اس کا مطالبہ کیا۔ پہلی مرتبہ ۱۳۷۹ء اور دوسری مرتبہ ۱۳۸۱ء میں "خزانچیوں" کا تقرر عمل میں آیا اور مختلف ابواب کے لیئے جو رقوم منظور ہوئے تھے وہ اُن کے حوالے کر دیئے گیئے اور ان کو تاکید کی گئی کہ وہ ہر ایک مد کی رقم اسی مد پر خرچ کرائیں اور ختم سال پر آمدنی و خرچ سلطنت کا حساب پیش کریں۔ لیکن جب ۱۴۰۶ء میں ہنری چہارم سے حساب پیش کرنے کے لیئے مطالبہ کیا گیا تو جواب

۱۶۲۴ء

تنقیح حسابات

ہاکہ "سلاطین حساب نہیں دیا کرتے" بریں ہمہ اُس نے دارالعوام کی خواہش
کو قبول کر لینا مناسب سمجھا اور اس کے دوسرے سال مجلس مذکور کے سامنے
حسابات سلطنت پیش کرنے کے لئے حکم دیدیا۔ اس زمانے سے تخصیص رقوم
اور تنقیح حسابات کی ایک تاریخ ہوگئی اور بالآخر پارلیمنٹ کو یہ دوسرا اختیار
چارلس دوم کے عہد میں مل گیا۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ جو رقم پارلیمنٹ نے
ایک سال پیشتر ہالینڈ کی جنگ کے لئے منظور کی تھی سنہ ۱۶۶۶ء میں دریافت کرنا
چاہا کہ وہ اسی جنگ پر صرف کی گئی یا نہیں۔ اس پر بادشاہ نے پارلیمنٹ ملتوی
کردی اور یہ تفتیش موقوف رہ گئی لیکن اس کے ایک سال بعد دارالعوام نے
تنقیح حسابات کی ایک کمیٹی مقرر کرکے اُس کو وسیع اختیارات دیئے اور اسی
زمانے سے اُس کا یہ حق قائم ہوگیا ہے۔ اس کمیٹی کا سب سے پہلا کام یہ تھا
کہ کسی جائز ٹھکانے کے بغیر رقم ایصال کرنے کے الزام میں سر جارج کارٹریٹ
کو جو محکمۂ بحریہ کا خزانہ دار تھا دارالعوام (کی رکنیت) سے خارج کر دیا۔

صدر مستوفی ومحاسب

صدر مستوفی ومحاسب کے ذریعے سے تخصیص رقوم اور تنقیح حسابات پر دارالعوام کی نگرانی
ہوتی ہے اور اُس کے ان اختیارات کو یہی عہدہ دار عمل میں لاتا ہے۔ اس کے
یہی دو کام نہیں ہیں بلکہ یہ عہدہ دار دوسرے سرکاری محکموں کے حسابات کی تنقیح
کرکے اُن کو اپنی رپورٹ کے ساتھ دارالعوام میں پیش کرتا ہے۔

مالیات پر پارلیمنٹ کی صدارت اور اس کے نتائج (الف) منظوری رقوم کے قبل شکایتوں کا رفع ہونا۔

مالیات ملک کے نگران کار کی حیثیت سے انتظامی عہدہ داروں اور
محکموں پر پارلیمنٹ کو نہایت وسیع اختیارات حاصل ہیں۔ قدیم زمانے میں بھی جیسا کہ
سنہ ۱۳۳۹ء میں پارلیمنٹ نے رقم منظور کرنے کے پہلے شکایتوں کے رفع ہونے
کی خواہش کی تھی پارلیمنٹ عہدہ داران انتظامی کو اپنا محکوم بنانا چاہتی تھی اسی طرح
سنہ ۱۳۴۸ء اور سنہ ۱۳۷۳ء میں بلا رفع شکایات رقوم منظور کرنے میں پارلیمنٹ کو
اصرار رہا۔ سنہ ۱۴۰۱ء میں عرضداشت پیش ہوئی کہ منظوری رقم کے قبل دارالعوام
کی گزارشوں کا جواب بادشاہ کی جانب سے ملنا چاہیئے۔ لیکن عرضی کی تائید میں
کوئی نظیر نہ ہونے سے وہ نامنظور کردی گئی۔ اس کے بعد دارالعوام سے منظوری
رقوم میں تاخیر ہونے لگی اور اس کو سیشن کے آخیر دن تک ٹال دیا جاتا تھا اور انتک

یہ طریقہ بھی جاری رہا کہ جب منظوری رقم کی کمیٹی میں مجلس مذکور کے منتقل ہونے
کی نسبت تحریک پیش ہوتی تو کوئی رکن کسی ایک قانون کی ترمیم کے متعلق تحریک
کرسکتا تھا۔ ۱۸۸۲ء میں یہ طریقہ مجلس کے دستور العمل کے ایک قاعدے کے
تحت میں منسوخ ہوگیا اور اس کا اثر یہ ہے کہ مسودۂ تخصیص رقوم سیشن کے ختم
ہونے کے پہلے منظور نہیں ہوتا۔ جو موازنے مختلف محکموں کی جانب سے
پیش ہوتے ہیں ان پر دارالعوام میں مجلس منظوری موازنات کے ذریعے سے
سال کے شروع میں بحث ہوتی ہے۔ اگر مناسب معلوم ہو تو ترمیم ہوتی ہے
ورنہ پورا موازنہ منظور ہوتا ہے۔ مجلس ابواب و ذرائع میں اُن کے لیئے رقوم
کی فراہمی ہوتی ہے۔ اور وزیر مالیہ کی جانب سے موازنہ سلطنت اسی مجلس میں
پیش ہوتا ہے۔ مجلس منظوری موازنات اور مجلس ابواب و ذرائع کی تحریکات
کے مواد پر آخر سال تخصیص رقوم کا مسودہ مرتب ہوتا ہے اور بعض وقت اس
مسودے میں سرمایۂ اجتماعی کے مسودات کا مواد جو حکومت کی مالی ضرورتوں
کے پورا کرنے کے لیئے وقتاً فوقتاً دوران سال میں منظور ہوتے رہتے ہیں شامل
کردیا جاتا ہے۔

(ب) دارالعوام کا اجرائے محصولات پر تصرف کرنا۔

مصارف سلطنت کے کل رقمی مطالبات کی نسبت تحریک کرنے کا
حق صرف دارالعوام کو حاصل ہے اس قسم کی جملہ تحریکات اس مجلس میں پیش
ہوتی اور یہیں ابتداءً وہ منظور ہوتی ہیں۔ مگر تاج کی ہدایت اور سفارش پر اس قسم
کی تحریک پیش ہوتی ہے ابتداء میں بادشاہ اپنے نائبوں کے ذریعے سے دونوں
مجلسوں کو اپنی مالی ضرورتوں کی اطلاع دلواتا تھا اور جب اس کا پیام وصول ہوتا تو
امرا اور عوام شاہی مطالبات رقمی کے متعلق مشورہ کرنے کے لیئے اجلاس
کرتے اور اپنے ہر ایک طبقے پر رقم مطلوبہ کا جس قدر بار ڈالنا مناسب معلوم ہوتا تھا
اُس کا یہ دونوں گروہ ایک جلسۂ متفقہ میں تصفیہ کرلیتے تھے لیکن ۱۳۹۵ء کے بعد
سے عوام نے کل ابواب مصارف سلطنت کی منظوری "بمشورہ و رضامندی امرا"
دینی شروع کردی اور جب ہنری چہارم نے اپنی سال بھر کی مالی ضرورتوں کی نسبت
امرا سے مشورہ لیا تو عوام نے ۱۴۰۷ء میں بادشاہ کی خدمت میں اس فعل کے

خلاف اعتراض پیش کیا اس پر بادشاہ نے وعدہ کیا کہ آیندہ سے دونوں مجلسوں کے مشورے اور باہمی تصفیئے کے بغیر کسی مطالبۂ رقمی کی منظوری کی اطلاع نہیں وصول کیجائے گی اور یہ اطلاع دار العوام کے صدر کے توسط سے مجھ تک پہنچے گی ڈاکٹر اسٹبز کہتے ہیں کہ اس امتیاز کے دینے کے وقت غالباً اُس کی اہمیت اور نتیجے پر کامل غور نہیں ہوا اور نہ اس آسانی سے یہ عطا نہ کیا جاتا اس لیئے کہ صرف اس ایک امتیاز کی بنا پر مجلس مفلسین کا ملک کے کل مالیات پر تصرف ہو گیا ہے ۱۶۲۵ء میں مصارف سلطنت کی منظوری عوام سے صادر ہوئی اور اس میں مجلس اعلیٰ کا نام تک نہیں ظاہر کیا گیا تھا پہلی دفعہ ۱۶۷۱ء میں اور دوسری دفعہ ۱۶۷۸ء میں عوام نے امرا کے مسودات مالی کو ترمیم کرنے کے حق سے انکار کیا اور اس دوسرے موقع پر اس امر کا ادعا بھی کیا کہ ہر ایک محکمے اور شعبے کے مصارف کو منظور کرنا صرف مجلس ادنیٰ کا حق ہے اس لیئے کل مسودات مالی کی ابتدا ہماری مجلس سے ہونی چاہیئے۔ اس کے بعد سے امرا نے مسودات مالی میں دست اندازی کرنی ترک کر دی تھی مگر عوام نے اُن کی حلیم الطبعی سے اپنے خلاف شان فائدہ اٹھانا چاہا اور ایک عیارانہ چال نکالی کہ جن مسودات کے متعلق ان کو دار الامرا سے نامنظور ہونے کا اندیشہ ہوتا تھا اُن مسودات کو ان لوگوں نے مسودات مالی کے ساتھ ٹاکنا شروع کر دیا۔

اگرچہ دار الامرا کے مسودات مالی کو نامنظور کرنے کے اختیار سے قوم ناراض تھی اور مجلس مذکور بہت ہی کم اس اختیار پر عمل کرتی تھی تاہم ۱۸۶۰ء تک اس کا یہ حق زائل نہیں ہونے پایا۔ اس سال دار الامرا نے ایک مسودے کو جس کے ذریعے سے محصول کاغذ منسوخ کیا گیا تھا نامنظور کیا اور اس کے سبب سے وزارت وقت کے مالی انتظامات میں خلل واقع ہوا۔ اس پر دار العوام نے متعدد تحریکات منظور کر کے ایسی تدبیر نکالی جس کے سبب سے مجلس اعلیٰ کا مسودۂ مالی کو نامنظور کرنے کا حق باقی تو رہ گیا لیکن نامنظوری کی وجہ سے عوام کے اغراض کو گزند نہیں پہنچ سکتا وہ یہ کہ "امرا اپنے اس اختیار کا ناجائز نفاذ نہ کریں"۔ اس کے دوسرے ہی سال عوام نے اس مقولۂ راز سربستہ

پر عمل کیا اور مسودہ تخصیص رقوم کے متن میں کل مسودات مالی کو قلمبند کر دیا۔ اُس زمانے سے اُمراء کے لیئے مالی مسودات کا بلا ترمیم منظور کرنا ناگزیر ہوگیا ہے۔ چونکہ امرا مالی مسودوں کی ترمیم بجز ان کو کلیتہً نامنظور کرنے کے نہیں کر سکتے اس لیئے ان کو بلاچون وچرا منظور کرنا پڑتا ہے اگر ان کو وہ نامنظور کریں تو اس سال کے حکومت کے انتظامات مالی درہم وبرہم ہو جاتے ہیں۔ اس پر بھی مجلس اعلی نے نومبر ۱۹۰۹ء میں مسودۂ تخصیص رقوم کی منظوری اس بنا پر ملتوی کردی کہ جو دوسرے مسودات اس کے ضمن میں قلمبند کیئے گئے ہیں اگر ان کو منظور کیا جائے تو ملک میں انقلاب پیدا ہوگا اور انکے متعلق ملک کی مرضی دریافت کرنی مناسب سمجھی۔ اسی بنا پر جنوری ۱۹۱۰ء میں اسکوئیتھ صاحب نے پارلیمنٹ کو برخاست کر دیا جس کے جواب میں قوم نے صاحب موصوف کو پھر سرداری کے لیئے منتخب کیا اور دارالامرا کو منتخبین کے فیصلے کے مطابق وزارت وقت کے مسودات مالی منظور کرنا پڑے لہ

حکومت عاملانہ پر پارلیمنٹ کی نگرانی

بادشاہ کا اپنی رعایا کی شکایتوں کو سننے کے لیئے آمادہ ہونا اور تاج کی جانب سے دارالامرا کے صدر کے توسط سے ارکان عوام کو اس پیام کا پہنچنا ایڈورڈ سوم کے عہد سے شروع ہوا۔ اور اسی زمانے سے اس کے جواب میں دارالعوام نے قیام امن عامّہ کے بہترین طریقوں کو اپنی عرضی کے ذریعے سے بطور مشورہ پیش کرنا اختیار کیا۔ بادشاہ کے اظہار آمادگی کا پیام اور عرضداشت عوام کا صرف یہی منشا ہو سکتا ہے کہ بادشاہ دارالعوام کو نظم ونسق ملک پر نکتہ چینی کرنے کا موقع دینا چاہتا تھا۔ اس پر بھی جب کبھی عوام کی جانب سے خاص حقوق شاہی پر اعتراض ہوتا تو بادشاہ بہت جلد بگڑ جاتا تھا اگرچہ شکایتوں کے سننے کے لیئے تو وہ آمادہ رہتا لیکن چارہ کار بتلانے میں اسے بہت تامل ہوتا تھا۔ بہر حال ہم کو ڈاکٹر اسٹبز کے خیال سے اتفاق ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ پارلیمنٹ کی عرضیوں سے ظاہر ہوتا ہے

کہ "اس کو بدنظمی کے خلاف شکایت تھی وہ بادشاہ پر اس بات کا اظہار نہیں کرنا چاہتی تھی کہ انتظام کے سبب سے حریت قوم زائل ہو رہی ہے یا اس کی ترقی رک گئی ہے"۔

نگرانی پارلیمنٹ متعلق بہ (۱) امور داخلہ

اگر امور داخلہ کی بابت کسی انتظامی معاملے میں اصلاح کی ضرورت محسوس ہوتی تو عرضی کا عنوان "بادشاہ باجلاس پارلیمنٹ" ہوتا تھا۔ جس میں بیان کیا جاتا تھا کہ قوانین نافذ العمل کا لحاظ نہیں ہوتا ہے اور اس کے متعلق جدید قانون بننا چاہیے۔ صرف گڈ پارلیمنٹ کی جانب سے ایسے امور کے متعلق ایک سو چالیس عرضیوں سے کم نہیں گزری تھیں جن کے مضامین مختلف ہیں، ادنیٰ سے لے کر اعلیٰ امور تک بادشاہ کو توجہ دلائی گئی ہے چنانچہ اُس کی بعض عرضیاں شاہی رسد رسانوں کی لوٹ مار کی شکایتوں پر مبنی ہیں اور بعض میں موٹے تازے صحیح الاعضا بھیک منگوں کے انسداد کے متعلق استدعا کی گئی ہے اور بعض ان میں کے نائٹ یعنے نائبین اضلاع کے صحیح اور باقاعدہ انتخابات کی درخواستوں پر مبنی ہیں اور چند میں پارلیمنٹ کے سالانہ منعقد ہونے کی خواہش درج ہے۔

(۲) خارجی حکمت عملی

پارلیمنٹ کی دونوں مجلسوں کا رویہ ابتداءً بادشاہ کے ساتھ اس کے امور خارجہ میں زیادہ مخلصانہ رہا ہے۔ مسائل صلح و جنگ پر بادشاہ کو مشورہ دینے میں عوام کو ہمیشہ پس و پیش ہوا ہے۔ وہ خیال کرتے تھے کہ اگر ہم کسی جنگ کو منظور کر لیں تو بادشاہ کا اس کے مصارف ہم سے طلب کرنا درست ہوگا اور بادشاہ ضرور معقول رقم چاہے گا اور اگر ہم کسی جنگ کی اپنی ذات پر ذمہ داری نہ لیں تو ہم کو اجرائے محصولات سے انکار کرنے کا نہایت اچھا موقع ملے گا۔ لیکن اگر ہم مالیات ملک پر اقتدار حاصل کر لیں تو بالواسطہ سہی۔ مگر ہماری تمام خارجہ حکمت عملیوں پر نگرانی قائم ہو جائے گی۔ اس کے بالعکس بادشاہ کو پارلیمنٹ سے مشورہ کرنے کی سخت ضرورت تھی۔ اور جن وجوہ سے امور خارجہ کی نسبت پارلیمنٹ اپنی رائے کا اظہار کرنا نہیں چاہتی تھی انھی اسباب کی بنا پر بادشاہ اُس سے

مشورہ کرنا ضروری سمجھتا تھا۔ ایڈورڈ اول کے عہد سے بادشاہ نے پارلیمنٹ کے مشورے کے بغیر کسی جنگ یا فوجی مہم پر جانا ترک کر دیا۔ اگرچہ ۱۲۹۷ء میں امرا (بیرن جو دارالامرا کے ارکان تھے) سے فلانڈرز کی جنگ کے متعلق مشورہ لیا گیا تھا لیکن انھوں نے محض اصطلاحات قانونی کا فائدہ اٹھاکر لڑائی پر جانے سے انکار کر دیا ۱۳۲۸ء میں ایڈورڈ سوم نے امرا اور عوام کے کہنے سے اپنے حقوق سے جو اس کو تاج اسکاٹ لینڈ پر حاصل تھے دست برداری کی اور اس کے دس سال بعد عوام کی "گزارش مخلصانہ" کی بنا پر اس نے اس جنگ عظیم کا آغاز کیا جس کا مقصد تخت فرانس کا حاصل کرنا تھا لیکن جنگ کو طول ہونے اور اس کے مصارف کے متحمل نہونے سے عوام کے جوش و حرارت میں کمی ہونے لگی اور اس کی ذمہ داری لینے سے بالآخر عوام نے انکار کر دیا۔ ۱۳۳۹ء سے عوام نے امور خارجہ کی نسبت مشورہ دینے سے یوں انکار کرنا شروع کیا کہ جن امور کا ہم کو علم نہو ہم ان کے متعلق کیونکر رائے دے سکتے ہیں اور ۱۳۴۸ء میں ان لوگوں نے بادشاہ سے صاف کہدیا کہ ہم جاہل اور بے شعور ہیں اس لئے ایسے اہم امور میں ہم کو مشورہ دینے سے معاف رکھا جائے البتہ ہم اس بات کا وعدہ کرتے ہیں کہ جن امور کا کونسل کے جلیل القدر اور باشعور ارکان تصفیہ کریں ہم "ان کی پابندی کرنے کو تیار ہیں" ۱۳۵۴ء میں عوام نے جس خوشی و رغبت سے بادشاہ اور امرا کے عاقلانہ تجاویز سے اتفاق کرنے پر آمادگی کا اظہار کیا تھا اسی سرگرمی سے دوبارہ وہ اس جنگ کے متعلق صلح کی تجویز منظور کرنے کو رضامند ہو گئے۔ اسی طرح رچرڈ دوم کے دور میں عوام نے محاربات وغیرہ کے متعلق بادشاہ کو کبھی صاف جواب نہیں دیا اور جب ۱۳۸۴ء میں اس نے جنگ کو جاری رکھنے یا بادشاہ فرانس کے پیش کردہ شرائط کے بموجب اس سے صلح کرنے کے متعلق عوام کی رائے دریافت کرنی چاہی تو ان لوگوں نے وہی مذبذب سا جواب دیا کہ اگرچہ ہم صلح کو جنگ پر ترجیح دیتے ہیں لیکن ہم بادشاہ کو صلاح نہیں دے سکتے

کہ اگر اس کو فرانس کے لینے کا حق حاصل ہے تو وہ اپنے دعوی سے دست بردار ہو جائے۔

لیکن ہنری پنجم کی پارلیمنٹ بادشاہ کی خارجہ حکمت عملی میں اُس کی مویّد تھی اور اس کے تجارہات فرانس کے لئے کثرت سے روپیہ منظور کرتی رہی۔ اسی طرح جب شہنشاہ سیجسمنڈ کے ساتھ سنہ ۱۴۱۶ء میں صلح ٹھہری اور سنہ ۱۴۲۰ء میں صلح ٹرائے کا موقع آیا تو پارلیمنٹ بالکل بادشاہ کے ہمخیال بن گئی ہنری ششم کے عہد میں پارلیمنٹ دو مخالف فرقوں کے اثر میں آگئی تھی ایک فرقے کا سردار جو صلح کا حامی تھا بیوفرٹ تھا اور دوسرے فرقے کی سرداری جو جنگ کا مویّد تھا گلاسٹر کو ملی تھی۔ بہرحال سولھویں صدی میں پارلیمنٹ کو یہ بات سوجھائی دی کہ جس طرح دوسرے قومی امور میں وہ دخل دیتی ہے اسی طرح امور خارجہ کے متعلق اس کو اپنا مشورہ دینا چاہئے۔ لیکن ٹیوڈر بادشاہوں نے پارلیمنٹ کو امور خارجہ میں دخل دینے سے منع کر دیا تھا اور ملکہ ایلیزبیتھ کا خیال تھا کہ امور مملکت اور معاملات خارجہ پارلیمنٹ کی سمجھ کے باہر ہیں جیمس اول نے بھی جبکہ اس کے فرزند کی نسبت ہسپانیہ کی شہزادی سے ہو رہی تھی اور جب اس کے داماد کا ملک دپلاٹینیٹ، دشمنوں کی جولان گاہ بن گیا تھا پارلیمنٹ سے مشورہ لینے کو حقیر جانا۔ اس نے پارلیمنٹ کو امور سلطنت وغیرہ پر بحث کرنے اور بادشاہ کے خاص اختیارات پر جب ان پر پارلیمنٹ کے مشورے کے بغیر عمل ہو تو اعتراض کرنے سے سخت ممانعت کر دی تھی لیکن جب کبھی پارلیمنٹ امور ممنوعہ پر بحث کرتی اور بادشاہ کی کارروائیوں میں دخل دینا چاہتی تو اس کو نہایت حیرت ہوتی تھی۔ بالآخر سنہ ۱۶۲۱ء میں پارلیمنٹ نے بادشاہ کے حقارت آمیز کلمات کو ایک تحریر کے ذریعے سے رد کر دیا جس کا مطلب تھا کہ پارلیمنٹ کو کل امور پر جن کا تعلق بادشاہ کی ذات، سلطنت، مذہب قومی اور تحفظ مملکت سے ہو آزادی سے بحث کرنے اور رائے دینے کا حق حاصل ہے اس کے بعد سنہ ۱۶۲۴ء میں جیمس کو آخرکار پارلیمنٹ کے سنہ ۱۶۲۱ء کے دعوے کو ماننا پڑا اور

اسی زمانے سے پارلیمنٹ کی دونوں مجلسوں کو قوم کی خارجی حکمت عملی پر بحث
کرنے اور مشورہ دینے کا پورا حق حاصل ہو گیا ہے ؛

پارلیمنٹ کے ان اختیارات کے پہلو بہ پہلو حکومت عاملانہ کو بھی
جنگ و صلح کرنے کے پورے اختیارات حاصل ہیں بجز ان صورتوں کے
جن میں روپے کا صرف یا جن میں قوم کے حقوق حریت پر اثر پڑتا ہو کل مسائل
جنگ و صلح کو حکومت عاملانہ پارلیمنٹ کے مشورے کے بغیر طے کرتی ہے ۱۸۹۰ء
میں جبکہ جرمنی کے ساتھ صلح ہو رہی تھی لارڈ سالزبری کی ہیلی گولینڈ کی واپسی
کے متعلق دارالعوام میں مسودہ پیش کرنے پر مسٹر گلیڈاسٹن اور سر ولیم
ہارکورٹ نے اُن کو تاج کے اختیارات کا غارتگر ٹھیرا کر مسودہ مذکور کو رُد کروا دیا
بظاہر اس مسودے کے ذریعہ سے ہیلی گولینڈ کی واپسی کے متعلق دارالعوام
کی رائے لیجارہی تھی لیکن اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ مجلس مذکور کو اس صلح کے
کل امور متعلقہ پر رائے زنی کرنے کا موقع ملتا۔ اگرچہ پارلیمنٹ کو تاج کے اختیار
صلح و جنگ پر نگرانی کرنے کا حق حاصل ہے لیکن وہ ان کی صرف اسوقت
نگرانی کرتی ہے جبکہ وزرا کے غلط مشورے کی بنا پر ان کا ناجائز استعمال کیا
جاتا ہے اور اس کی نگرانی کے یہ معنی ہیں کہ وہ ایسے خاطی وزرا کو سزا دیتی ہے
یہ بات بھی قابل غور ہے کہ جارج سوم نے جبل الطارق کی واپسی کے متعلق
ہسپانیہ سے مراسلت کی لیکن اس کا نتیجہ کچھ نہیں نکلا اس کا سبب یہ تھا
کہ جارج کے وزرا کو پارلیمنٹ کے مقابلے کی تاب نہ تھی۔ اسی طرح جب
صلح ہو کر امریکہ کی نوآبادیاں آزاد ہو گئیں تو وزارت وقت کو جس کے ہاتھ
پر اس صلح کا معاملہ طے پایا تھا مستعفی ہونا پڑا اور ایسا ہی جنوبی افریقہ کی جنگ
کے بعد چونکہ اس کا سبب حکومت قدامت پسند کی حکمت عملی تھی قوم کا
خیال فرقۂ قدامت پسند کے خلاف ہو گیا اور اس لئے پارلیمنٹ میں اس
فرقے کی کثرت نہ رہی تا آنکہ ۱۹۰۵ء میں حکومت مذکور بمجبوری مستعفی ہو گئی

وضع قوانین اور مالیات پر پارلیمنٹ کی صدارت قائم ہونے کے بعد
ملک کی عام حکمت عملی کے مسئلوں پر اسکی نگرانی کرنیکے حق کو حکومت عاملانہ نے تسلیم کیا

ہے۔ چونکہ وزرا مختلف محکموں کے حکام بالادست ہوتے ہیں اسلئے ان لوگوں کے پارلیمنٹ کے ارکان بننے سے پارلیمنٹ کی نگرانی کا کام بہت موثر ہو گیا ہے اسکے سوائے پارلیمنٹ میں سرکاری کام شروع ہونے کے پہلے ہر ایک سرکاری مسودے کے غور و بحث کے لیئے وقت مقرر کر دیا جاتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ سرکاری معاملات کی بنسبت قانون بننے میں زیادہ وقت بحث وغیرہ میں ضائع نہیں ہوتا۔ اس کے علاوہ چونکہ کیبنٹ کے ارکان کا در پردہ پارلیمنٹ کی جانب سے تقرر ہوتا ہے اور کیبنٹ ان لوگوں سے بنتی ہے جو مجلس ادنیٰ کے فرقۂ کثیر کے رہبر ہوتے ہیں اس لیئے عام حکمت عملی پر پارلیمنٹ کی نگرانی ہونے سے حکومت عاملانہ کے اختیارات میں ضعف نہیں آسکتا۔

باب یازدہم

دادرسی

قدیم زمانے میں دنیا کی قومیں عدالتوں کی ضرورت سے واقف نہ تھیں اگر ایک شخص سے دوسرے کو جسمانی ضرر پہنچتا تو فریقین کے قرابت داروں میں جنگ چھڑ جاتی اور بعض صورتوں میں نزاع کا سلسلہ اُن کے پشتہا پشت تک جاری رہتا تھا لیکن کچھ زمانہ گزرنے اور حکومت کو استحکام ہونے کے بعد انتقام لینے کا طریقہ بدل گیا جرم کے ارتکاب سے ایک شخص کو ضرر پہنچنے کے بجائے کل قوم لیئے حکومت اس سے متضرر ہونے لگی اور حکومت نے مجرم کے خلاف چارہ کار اختیار کرنا شروع کر دیا اور جو تدارک کہ مجلس قومی مقرر کرتی تھی متضرر اس کو مجبوراً منظور کرنے لگا۔ اگرچہ انگلستان میں مستقل حکومت قائم ہونے کے مدتوں بعد بلکہ ایڈمنڈ کے عہد تک قتل کی صورت میں فریقین کے عزیزوں میں جنگ ہونے کا طریقہ باقی رہ گیا تھا لیکن اس کی پہلی سی حالت نہیں رہی تھی۔ اگر مجرم خون کے عوض روپیہ ادا کرتا یا پناہ قانون سے خارج کر دیا جاتا یا اور کچھ سزا پاتا تو مقتول کے ورثہ کو اس سے لڑنے کا حق باقی نہیں رہتا تھا۔ دیت کی شرح مقرر کر کے اس کی ایک فہرست مرتب کر دی گئی تھی ہر شخص کی دیت کی مقدار اس کے رتبے اور شان پر منحصر ہوتی تھی قتل کے سوائے دوسرے جرائم کے لیئے جرمانوں کی شرح نہایت تفصیل سے مقرر کی گئی تھی ہر ایک جرمانے کے دو جزو ہوتے ایک حصہ جس کو باٹ کہتے متضرر یا اس کے قرابت دار کو بطور تاوان دیا جاتا اور دوسرا حصہ (وایٹ) بادشاہ کو ایصال ہوتا تھا

کیوں کہ وہ امن عامہ کا محافظ سمجھا جاتا تھا۔ بعض جرائم کے مواخذے سے مجرم مثلاً کسی شخص کا اپنے مالک وحامی یا بادشاہ کے خلاف بغاوت کرنا یا اس کو پوشیدہ طور پر قتل کرنا جرمانہ دیکر نہیں بچ سکتا تھا۔ اسطرح کے مجرم کو حمایت قانون سے خارج کردیا جاتا حکومت اس کا مال ضبط کرلیتی اور اس کا خون ہدر ہو جاتا تھا۔ قید کی سزا بہت کم دی جاتی تھی موت اور قطع اعضا کی سزاؤں کا رواج نہ تھا۔ اگر اس قسم کی سزا تجویز ہوتی تو پادری "حضرت عیسیٰؑ کی رحم دلی کا واسطہ" دیکر سزا میں تخفیف کرا دیتے تھے ان لوگوں کے اس طرح اثر ڈالنے سے مجرم کو اپنے جرم کی تلافی کا موقع ملتا اور حکومت کوئی عبرت ناک سزا تجویز نہیں کرسکتی تھی لیکن نارمن فتح کے بعد سے قطع اعضا اور موت کی سزا کا رواج ہوا اس وقت تک طریقۂ دیت میں بہت پیچیدگیاں پیدا ہوگئی تھیں بعض صورتوں میں مجرم کو اپنی استطاعت سے بہت زیادہ دیت دینی پڑتی تھی۔ ایک ہی قسم کے جرم کے لیئے دیت کی مختلف ضلعوں میں مختلف شرحیں تھیں۔ منشور کلارنڈن کے ذریعے سے جرائم کی دو قسمیں کردی گئی تھیں۔ (۱) سنگین جرائم جن کے لیئے مجرمین کو موت اور ضبطی جائداد کی سزا دی جاتی تھی اور ان کی معافی کا حق صرف بادشاہ کو حاصل تھا۔ (۲) معمولی جرائم جن کے مرتکبین کو جرمانہ یا رقم تاوان ادا کرنا پڑتا تھا۔ وایٹ (جرمانہ جو بادشاہ کو دیا جاتا تھا) کے عوض تاوان اور باٹ (دیت) کے بجائے جرمانہ اس دوسری قسم کے جرائم کے لیئے عدالت سے تجویز ہونے لگا۔ حقیقت میں طریقۂ جدید طریقۂ قدیم سے زیادہ مختلف نہ تھا لیکن جدید تعزیرات اور اس کے ضابطے میں آسانی سے کم وبیشی ہو سکتی تھی، قدیم تعزیرات مقامی خصوصیتوں کی بنا پر بنائے گئے تھے اس لیئے ان کا کل ملک پر اطلاق کرنا اور ان کے ضابطے میں تغیر وتبدل کرنا دشواری سے خالی نہ تھا۔

سنگین اور معمولی جرائم

قدیم زمانے میں تحقیقات کے کیا طریقے تھے۔

ہنری دوم کے عہد میں تحقیقات کے بعض نئے طریقے اختیار کیے گئے۔ اس کے پہلے کل جرائم کی ایک سی تحقیقات ہوتی تھی لیکن جرم کے سنگین ہونے کی صورت میں مجرم کے خلاف زیادہ سختی سے کام لیا جاتا تھا۔ قدیم زمانے کی تحقیقات کے صرف چند طریقے تھے اور ضابطے کی رسمی باتوں کی بہت پابندی کی جاتی تھی چند اصطلاحات اور کارروائیوں پر جن کو اُس زمانے کے رسم و رواج نے مقرر کر دیا تھا بہت زور دیا جاتا تھا اگر کسی اصطلاح یا فقرے کے کہنے میں مجرم کی زبان لغزش کر جاتی تو اُس کو اس کے خاطی ہونے پر محمول کیا جاتا تھا۔ اسی قسم کی تحقیقات میں پختہ کار مجرم تو بری ہوتا لیکن بے گناہ اور ڈرپوک پھنس جاتا تھا۔ کسی عہدہ دار مثلاً اسقف، آلڈرمین، شیرف اور اُس کے نائب کی صدارت میں عدالت کھلے میدان میں منعقد ہوتی اور وہاں جرائم کی تحقیقات ہوتی تھی۔ بعض اشخاص سے سوتار (منصفین)، کا کام لیا جاتا تھا اور یہ لوگ تحقیقات کے طریقے کو معین کرتے تھے اور ان کی اس تجویز کا نام ڈوم (Doom) تھا۔ یہ لوگ نہ تو مقدمے کے واقعات کو سنتے اور نہ ملزم کی مجرمیت یا بے گناہی کا فیصلہ کرتے بلکہ کس طریقے سے مقدمے کی تحقیقات ہونی چاہیئے اس کی نسبت اپنی رائے ظاہر کرتے تھے۔ اگر ملزم الزام منسوبہ سے انکار کرتا یعنے مستغیث کو جھٹلاتا تو سوتار بجائے واقعات کو جانچنے کے معاملے کا تصفیہ کسی کرامت یا فوق العادت امر پر منحصر کرتے تھے۔ ذیل کے طریقے پر ہر ایک الزام کی تحقیقات ہوتی تھی۔ فریقین عدالت میں حاضر ہوتے۔ مستغیث مقررہ الفاظ میں ملزم کے خلاف زبانی استغاثہ پیش کرتا اور حلف یا گواہوں کی شہادت سے یا اپنے جسم کے زخموں کو دکھلا کر وہ اپنے بیان کی تائید کرتا تھا۔ ملزم مقررہ الفاظ اور مقررہ طریقے سے مستغیث

کے بیان سے انکار کرتا اس پر سوتار کی جانب سے ثبوت الزام کا طریقہ تجویز ہوتا تھا یعنے یہ لوگ اپنا فیصلہ (ڈُوم) سناتے کہ فریقین میں سے کس فریق کو اور کس طریقے سے اپنی بے گناہی ثابت کرنی چاہیئے۔ اس لیئے تحقیقات سے پہلے فیصلہ صادر ہوتا تھا عموماً ثبوت کا بار مدعی علیہ یا ملزم پر ڈالا جاتا اور جب تک خدا کی طرف سے اس کی بے گناہی کا اظہار نہو وہ خطاکار متصور ہوتا تھا اگر وہ اس آزمائش غیبی میں کامیاب ہو جاتا تو جھوٹے مستغیث پر جرمانہ کیا جاتا تھا اور اگر ملزم خدا کی طرف سے مجرم قرار پاتا تو اس کے جرم کی سنگینی کے لحاظ سے اسکو جرمانے یا کسی اور قسم کی سزا دی جاتی تھی۔ اس کے علاوہ دروغ حلفی کے سبب سے اُس کی سزائیں اور بھی زیادتی ہوتی تھی ؂

حلف

اثبات جرم کے دو طریقے تھے حلف اور آزمائش غیبی۔ اسی طرح ردّ الزام کی بھی دو صورتیں تھیں۔ ملزم اکثر حلف اٹھانے کے سوائے اپنی صفائی میں دوسروں کی شہادت بھی پیش کر سکتا تھا لیکن اس کے گواہ اس کے بیان کی تائید کرنے کے بجائے اپنے حلف سے اس کے حلف کی تصدیق کرتے اور اس لیئے وہ "مویّدین حلف" کہلاتے تھے اور اس طریقۂ ثبوت کا نام ویجر آف لا یعنے تصدیق حلفی تھا۔ چونکہ اس قسم کے گواہوں کو اصل میں ملزم کی چال چلن کی تصدیق کرنی ہوتی تھی اور ان کو مقررہ الفاظ میں حلف اٹھانا پڑتا تھا اور یہ کام نہایت نازک تھا اس لیئے لوگوں نے اس کو ترک کر دیا اور بارھویں صدی تک آزمائش غیبی رائج ہو گئی، آزمائش آب میں ملزم کے ہاتھ پیر باندھ کر اس کو پانی میں پھینک دیا جاتا تھا۔ جس طرح پانی بذات خود پاک کرنے والی شئے ہے اور کسی نجاست یا کثافت سے ملنے کے بعد وہ اپنی خالص حالت پر قائم نہیں رہ سکتا اس لیئے اس زمانے کے نیم وحشیوں کا خیال تھا کہ

اُرڈیل (آزمائش غیبی)

پانی ملزم کی خطا کی آمیزش کو رد کرتا ہے لہذا ان لوگوں کا عقیدہ تھا کہ پانی میں بے گناہ ڈوب نہیں مرتا اور مجرم جان بچا نہیں سکتا۔ اس کے سوائے آزمائش واحدہ کے دو اور طریقے تھے۔ آزمائش آتش میں ملزم کو ایک پونڈ وزنی جلتی ہوئی لوہے کی سلاخ ہاتھ میں لیکر تین قدم چلنا پڑتا یا کھولتے ہوئے پانی میں ہاتھ ڈبانا ہوتا تھا۔ اس کے بعد اس ہاتھ پر کپڑا لپیٹ کر مہر کردی جاتی تھی اور تین روز تک ہاتھ اسی طرح سر بمہر رکھا جاتا تھا۔ اگر اس مدت میں ہاتھ اچھا ہو جاتا تو ملزم قصور سے بری ورنہ مجرم سمجھا جاتا تھا۔ اگر جرم سنگین ہوتا یا اُس کے ارتکاب سے ملزم کی بے رحمی وشقاوت پائی جاتی تو اُس کی تحقیقات بھی نہایت سختی سے کی جاتی تھی چنانچہ ایسے ملزم کی آزمائش یکے بعد دیگرے ان تینوں طریقوں سے کی جاتی تھی۔ مگر نارمنوں نے تحقیقات بذریعہ جنگ کو انگلستان میں رائج کیا اس میں فریقین مقدمہ کی آزمائش ہوتی تھی اور اس پر صرف فوجداری مقدمات کی تحقیقات میں عمل ہوتا تھا۔ مستغیث اپنے الزام کے ثبوت میں اپنی ذات سے ملزم سے جنگ کرنے کی خواہش کرتا اور اگر مستغاث علیہ انگریز ہوتا تو وہ الزام منسوبہ سے انکار کرسکتا تھا ورنہ نارمن کے لیئے بجز مدعی کے پیام جنگ کو قبول کرنے کے اور کوئی چارہ کار نہ تھا۔ دیوانی نالشات میں جن کا اکثر تعلق اراضی سے ہوتا تھا مدعی کسی مشاق مشت زن کو اپنے جانب سے لڑوا کر اپنے دعوے کا ثبوت دیتا تھا اکثر زمیندار اس غرض کے لیئے پیشہ ور مشت زنوں کو نوکر رکھتے اور اپنے دعووں میں اپنے عوض ان کو لڑواتے تھے۔ جنگ طلوع آفتاب سے شروع ہو کر غروب تک جاری رہتی اور اگر شام ہونے کے پہلے خواہ نالش فوجداری ہو یا دیوانی مدعی یا اُس کا عوضی مدعی علیہ سے تصفیہ کرنے والا فقرہ "میں ہار گیا" (کریون Craven میں آپکی التجا کرتا ہوں) نہ کہوا لیتا تو دعویٰ جھوٹا سمجھا جاتا تھا۔

جرائم کی دو قسمیں ہیں (قابل ادائی جرمانہ ناقابل ادائی جرمانہ) قاضی کے عوض سوتار کا فیصلہ صادر کرنا، کرامت یا فوق العادت حالت کے ذریعے سے نالشات کی تحقیق ہونا، موت، قطع اعضا یا جرمانے سے سزا کا ملنا ازمنۂ وسطیٰ کی دادرسی کے مختصات تھے لیکن ہنری دوم نے جدید اصول اور ضابطے کو رائج کر کے تحقیقات کے قدیم طریقے کو بالکل بدل دیا پھر بھی بارھویں صدی کے پہلے بادشاہ اپنی ذات سے عدل و انصاف نہیں کرتا تھا لیکن بعض مقدمات جن کے تصفیے سے ماتحت عدالتیں عاجز ہوتی تھیں بادشاہ کی خاص عدالت کے لیئے مخصوص ہو گئے تھے اور اسی طرح جن مقدموں کا مرافعہ مقامی عدالتوں میں نہیں ہو سکتا تھا اُن کی تحقیقات و سماعت عدالت شاہی میں ہوتی تھی۔ ابتداً عوام کے نزاعات کا تصفیہ تعلقہ، ضلع، بلدیہ اور جاگیر کی عدالتوں سے ہوتا رہا لیکن جب بادشاہ کی حکومت مستحکم ہوئی اور اُس کی ذات منبع انصاف سمجھی جانے لگی اُسوقت قانون غیر موضوعہ کی عدالتوں کا قیام ہوا اور قوم اپنی دادرسی کے لیئے انھی شاہی عدالتوں میں رجوع کرنے لگی ؛

قومی عدالتیں

ضلع کی کیونکر ابتدا ہوئی۔

چونکہ انگلستان کو جوٹ، انگل، سیکسن قوموں نے مختلف وقتوں میں علیحدہ علیحدہ فتح کیا تھا اس لیئے جب ریاستِ ویسیکز کے زیر فرمان دوسری چھوٹی چھوٹی ریاستیں متحد ہو کر ایک بڑی سلطنت قائم ہوئی تو ملک لامحالہ متعدد اضلاع میں منقسم ہو گیا۔ ہر ایک ضلع ایک چھوٹی (خود مختار) ریاست تھی۔ اس سے بڑا علاقہ ریاست (کنگڈم) اور اس سے چھوٹا تعلقہ (ہنڈرڈ (Hundred) کہلاتا تھا۔ ان میں سے اکثر ضلعے ویسٹ سیکسن قبائل کے انگلستان میں آباد ہونے سے چھوٹی چھوٹی خود مختار ریاستیں بن گئیں اور ان کے اطراف واکناف دوسری چھوٹی ریاستوں کے واقع ہونے سے ان ضلعوں کے حدود

فطرتی طور پر قایم ہو گئے تھے۔ مثلاً جن ضلعوں میں ڈارسیس ول سیٹس اور سمرسیٹس قبیلے آباد ہوئے تھے وہ ان کے نام سے منسوب ہو گئے اور کینٹ، ایسیکز، سرے، سسیکز، مڈل سیکز کی ریاستوں کی حکومتِ خود اختیاری ویسیکز کی ریاست کے ماتحت ہونے کے بعد بھی بحال رہی ایڈورڈ اکبر نے مرسیا کو فتح کرنے کے بعد اس میں ضلع کی حکومت قایم کردی۔ بعض مشہور شہروں کے اطراف وجوانب کی آبادیوں کی متعدد حلقوں میں تقسیم ہو کر ایک شہر کے چند حلقے مقرر ہوئے اور ان چند حلقوں کی آبادی اور زمین کا نام اُس شہر سے منسوب ہو کر وہاں کا ضلع قرار پا گیا۔ ایسٹ انگلیا اور نارتھمبریا کے اضلاع کسی قوم یا خود مختار حکومت کے قایم ہونے سے نہیں بلکہ قدرتًا بنے ہیں اور دوسرے اضلاع کے بہ نسبت بہت دنوں بعد آباد ہوئے۔ نارتھمین قوم صوبہ ایسٹ انگلیا میں آباد تھی اس صوبے کے دو حصے ہو کر ایک حصے کا نام نارفک اور دوسرے کا سفک پڑ گیا۔ نارتھمبریا میں صرف یارک شائر کی تنظیم فتح کے پہلے مثل ضلع کے قرار پائی۔ اُس کے دوسرے اضلاع اُس سے بہت پہلے بنے تھے اور ان کی تاریخ علیحدہ ہے۔

تعلقے کی ابتدا

تاریخ دستوری کے بعض پیچیدہ اور لاینحل مسئلوں سے ایک مسئلہ تعلقے کی ابتدا کو دریافت کرنا ہے۔ اگرچہ اِس کے متعلق کثرت سے مناظرے ہوئے ہیں اور کوئی صحیح نتیجہ اخذ نہ ہو سکا تاہم اس کی ابتدا کو دریافت کرنا مورخ کا فرض ہے۔ اس کے متعلق ڈاکٹر اسٹبز کا نظریہ اکثروں کا مقبولہ ہے۔ ڈاکٹر موصوف اُن مورخین کے زمرے میں ہیں جن کا عقیدہ ہے کہ انگریزی دستور حکومت جرمنوں کے ساتھ جرمنی سے آیا اور جب سے کتاب "جرمانیہ" تصنیف ہوئی اس طرز حکومت کا سلسلہ چلا آرہا ہے۔ اُس کی ترقی کبھی رکنے نہیں پائی۔ اِس نظریئے کے بموجب اس گروہ کا بیان ہے کہ ایڈگر صلح جو

نے سب سے پہلے تنظیم تعلقہ کے متعلق ایک فرمان موسوم بہ "منشور تعلقہ" جاری کیا تھا بجز اس فرمان کے اُس زمانے کی تاریخ میں تعلقے کا نام کسی اور مقام پر پایا نہیں جاتا۔ لیکن نہایت قوی شہادتِ قیاسی کی بنا پر ہم کہتے ہیں کہ ایڈگر کے تین سو سال پیشتر ایک چھوٹی ریاست کی حیثیت سے تعلقہ ارض انگلستان پر موجود تھا۔ چنانچہ اینتھلسٹن کے قوانین سے ریف (حاکم یا منتظم Reeve) اور ہیننگ (ضلع) کا پتا ملتا ہے ریف کی مجلس (جیمو۔ (Gemot) چار ہفتوں میں ایک دفعہ منعقد ہونے کی نسبت ایڈورڈ اکبر کا بھی قانون تھا۔ وٹ ریڈ (Whitraed) بادشاہِ کنیٹ کے قوانین میں جو سنہ میں نافذ ہوئے تھے "سایبری دان" اور اِنی بادشاہ ویسیکز کے قوانین میں جو وٹ ریڈ کا ہمعصر تھا "سریمن" اور شائر پائے جاتے ہیں۔ اس زمانے میں لفظ شائر کے "مختلف معنی" تھے۔ اِن سے بھی پہلے ہلوڈیر اور ایڈرک کے قوانین سے پایا جاتا ہے کہ اگر ایک شخص کو دوسرے کے خلاف کسی جرم کی نسبت نالش کرنی ہوتی تو اُس کو متیھل (Methel)۔ شیرف) یا تھنگ (Thing)۔ تعلقہ) سے رجوع کرنا ہوتا تھا اور مستغیث کے حق میں عدل و انصاف سے پیش آنا اس عہدہ دار کا فرض تھا۔ اِن کے علاوہ سیکسن انگریزوں کی بعض کتب دیہی میں جو ساتویں صدی میں مرتب ہوئی تھیں الفاظ ریجینیز (Regiones)۔ قطعاتِ ملک) درج ہیں جن سے اس زمانے کے ہنڈریڈز (Hundreds)۔ تعلقے) مراد ہو سکتے ہیں۔ بیڈ نے بھی ایسے قطعاتِ ملک (ڈسٹرکٹس۔ Districts) کا ذکر کیا ہے جو اُس زمین (ہائیڈ۔ (Hyde) سے بڑے ہوتے تھے جس پر ایک خاندان بستا تھا اور ایک چھوٹی ریاست یا ضلع سے چھوٹے ہوتے تھے۔

اگر تعلقے کی ابتدا کے متعلق ہم اس سے زیادہ تحقیق کریں تو ہمکو محض قیاسات سے کام لینا پڑتا ہے لیکن ہمکو صرف انھی قیاسات

پر عمل کرنا چاہیے جن سے مغالطہ ہونے کا اندیشہ ہو۔ بہرطور اکثر مورخین کا اس بات پر اجماع ہے کہ جس قطعۂ زمین کو دسویں صدی میں ٹھنگ کہتے تھے وہی اس زمانے کا تعلقہ ہے۔ ڈاکٹر اسٹبنز کا عقیدہ ہے کہ تعلقہ ابتدا میں سو سپاہیوں کی بستی کا نام تھا۔ کتاب "جرمانیہ" میں چھٹی صدی کے ایک سو قدیم فرانسیسی سپاہیوں کی آبادی کو سینٹینا (یک صد) اور چوتھی اور پانچویں صدی کے اسی قسم کے قطعۂ آبادی کو میلس (Mallus) لکھا ہے بناءً علیہ ڈاکٹر اسٹبنز نے انگلستان کے ہنڈریڈ کو "جرمانیہ" کے پیگس (Pagus) کا شبیہ سمجھا۔ ہر ایک پیگس میں اس کا حاکم جو "شہزادہ" کہلاتا تھا سو اسیسروں یا قانون داں لوگوں کے ساتھ عدالتی کاروبار انجام دیتا تھا۔ شہزادہ عدالت کا صدر ہوتا اور اسیسر قانون بیان کرتے تھے؛

لیکن فوسٹل دے کولانز صاحب کے قول کے مطابق اگر ڈاکٹر اسٹبنز کے متشابہات پر تاریخی نظر سے تبصرہ کیا جائے تو ان کے خیال کی اصلیت باقی نہیں رہتی۔ کتاب "جرمانیہ" میں جس جمہوری اور مقامی دادرسی کے طریقے کا ذکر ہے نقاد صاحب مذکور اس کو رد کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ شہزادہ اور اس کے سو قانون داں معاونین حقیقت میں دورہ کرنے والے عہدہ دار تھے پہلا شخص فیصلے کرتا اور دوسرے اشخاص اس کو اس کے فیصلوں میں مشورہ دیتے اور اس کے تصفیوں کی تصدیق کرتے تھے۔ اسی طرح میلس کی عدالت میں جمہور کے ذریعے سے مقدموں کے فیصل ہونے کا انھیں انکار ہے ان کا دعوی ہے کہ عدالت مذکور سے فرانسیسی (فرانک)، رومی، پادری اور غیر پادری آزاد اور غیر آزاد سب کے حق میں برابر کا انصاف ہوتا تھا۔ اصل میں یہ ایک شاہی عدالت تھی اور اس کے عدل و انصاف سے کل قومیں اور نسلیں برابر فیض پاتی تھیں اس میں قانون رومی اور فرانسیسیوں کا قانون دونوں جاری تھے۔

سین ٹینا کی نسبت وہ کچھ کہنا نہیں چاہتے اس لیئے کہ پولس کے اغراض سے ملک کی ایسے متعدد حلقوں میں تقسیم ہوئی تھی اور ہر ایک حلقے میں سو پولس کے جوان رکھے گئے تھے۔

علامۂ میٹ لینڈ کا خیال ہے کہ جرمن قبیلوں نے سب سے پہلے جنوبی انگلستان کے ضلعوں کو آباد کرنا شروع کیا۔ ان اضلاع میں ول (Vill - قصبہ) اور ہنڈریڈ کی ایک ہی وقت میں ابتدا ہوئی اور دونوں مساوی رقبے کے ہوتے تھے۔ اگرچہ تاریخ سے ان کے نزدیک قصبے میں مقامی عدالت کا ہونا ثابت نہیں لیکن وہ کہتے ہیں کہ یہ بات سمجھ میں نہیں آسکتی کہ ایک زرعی آبادی اپنے طریقہ کاشت اور رسم و رواج کے امور کے تصفیے کے لیئے باہر والوں سے انصاف کی خواستگار رہوتی ہوگی۔ ہمارے خیال میں علامۂ میٹ لینڈ کو اسطرح نتیجہ اخذ کرنے کی ضرورت اس لیئے ہوئی کہ چھوٹے سے چھوٹا حلقۂ آبادی جس پر ضلع کا اطلاق ہوتا تھا بہ نسبت تعلقے کے رقبے میں بڑا ہوتا تھا لیکن انگلستان کے صوبۂ متوسط اور شمال و مغرب کے اضلاع جنوب کے ضلعوں سے بڑے تھے اِس بنا پر علامۂ موصوف نے جنوبی تعلقات کو ویہات کے مساوی (ہم رقبہ) تصور کیا ہے۔ علاوہ بریں ہمارے خیال کی تائید بعض ایسے قصبات سے ہوتی ہے جو ایک دوسرے کے متصل آباد ہیں اور متعدد قصبوں کا ایک ایک مجموعہ بنا ہے ہر ایک مجموعہ اور اُس کے منفرد قصبوں کا ایک ہی نام ہے لیکن ایسے کُل مجموعوں کے مختلف نام ہیں جسکے سبب سے ایک مجموعۂ قصبات دوسرے سے علیحدہ سمجھا جاتا ہے۔ چنانچہ ذیل کے مواضع ہمارے استدلال کے موئید ہیں۔ لم ریجس۔ بری ریجس لینگٹن میٹرورس اور ورتھ میٹرورس (Lyme Regis, Beri Regis, Langton Matravers, & Worth Matravers)

سبصرین کا خیال ہے کہ ابتدا میں ایک قبیلہ ایک گاؤں میں آباد ہوا

اور جب آبادی کی کثرت ہوئی تو اسی قبیلے کی مختلف شاخوں نے پہلے قصبے کے ارد گرد اور گاؤں آباد کیئے چونکہ پہلے قبیلے کے افراد اِن جدید قصبوں کو بساتے تھے اس لیئے ایک مجموعے کے کل قصبات پہلے قصبے کے نام سے مشہور ہو گئے۔ علاوہ بریں جنوب انگلستان میں آبادی زیادہ تھی ایک ایک برادری کے لیئے ایک ایک گاؤں کافی نہیں تھا لہذا وہ قرب وجوار کے مختلف دیہات میں پھیل گئی اور ایک ایک قبیلے سے ایک ایک مجموعۂ قصبات آباد ہو گیا بناءً علیہ مجموعۂ قصبات یعنے تعلقہ بلحاظِ برادری جنوبِ انگلستان میں ایک موضع کے برابر سمجھا گیا لیکن اصل میں جیسا کہ ہم بتلا چکے ہیں دونوں میں فرق تھا ؛

ہمارے خیال میں ملک شمال ومغرب کے تعلقات کو جماعت مزارعین نے آباد نہیں کیا۔ اس رائے سے علامۂ سیٹ لینڈ کو بھی اتفاق ہے۔ چنانچہ جنوب کے تعلقات کا اوسط رقبہ دو تین مربع میل ہوتا اس کے برعکس لنکا شائر کے تعلقات کا اوسط رقبہ اکثر تین سو مربع میل ہوتا تھا اس کے سوائے ان بڑے تعلقات کے مشاہدے سے ظاہر ہوتا ہے کہ اِن کو بنے ہوئے زیادہ عرصہ نہیں گزرا ایک قوی قیاس کی بنا پر ہم سمجھتے ہیں کہ فتح کے بعد جب بادشاہِ ویسکز کی حکومت میں ملک کے اور حصے آ گئے تو اُس نے اُن کو بھی مثل جنوبی انگلستان کے اختیار خود انتظامی دیدیا اور تعلقات ہی اس زمانے میں ملک کے سب سے چھوٹے خود انتظامی حصے سمجھے جاتے تھے لیکن آبادی کم ہونے سے اور حسب مناسبت مقام حدود قائم کردیئے جانے سے شمال ومغرب کے تعلقات کے رقبے بہ نسبت جنوبی تعلقات کے بہت وسیع قرار پا گئے ؛

ابتدا میں ملک کے سب سے چھوٹے خود انتظامی حصوں

کے لیئے کوئی مخصوص اصطلاح نہیں تھی۔ کینٹ میں اِس طرح کے
قطعات لیتھس (Lathes) کہلاتے تھے۔ شمال کے چار ضلعوں
میں اِن کا نام وارڈ (Ward) تھا۔ یارک شائر، لنکن، ڈاربی، رٹ لینڈ،
نارتھمپٹن، ناٹنگھم شایر اور لیسٹر میں یہ ویپن ٹیک (Wapentake)
کے نام سے مشہور تھے۔ ان ناموں کے جس قدر ملک کے حصے تھے وہ
خاص اغراض سے بنائے گئے تھے اصل میں یہ آبادی کے حلقے
تھے یعنے شائر یا ڈسٹرکٹ مثلاً شہر یارک کے سات حلقے شایرز
کہلاتے تھے اور ایسا ہی انتظامی وجوہ سے کارن وال کی سات قسمتوں
میں تقسیم ہوئی تھی۔ اگرچہ ابتداً لفظ شائر کا اطلاق شہروں کے قسمتوں اور تعلقات
پر بھی ہوتا تھا لیکن اِس کو بعد ازاں چھوٹی ریاستوں اور انگلستان متفقہ کے
بڑے بڑے خود انتظامی قسمتوں کے لیئے جو چھوٹے حلقوں کے نمونے
پر بنائے گئے تھے محدود کر دیا گیا۔ چھوٹی قسمتوں کے لیئے ہنڈریڈ یا
ویپن ٹیک کا لفظ استعمال ہونے لگا لیکن بعض مقامات میں کچھ مقامی
ناموں کی خصوصیت سے تعلقے کے لیئے بھی ضلع کا لفظ استعمال ہوتا رہا۔
جیسا کہ اوپر ذکر آچکا ہے قدیم فرانسیسوں کے سینٹینا (Centena)
کی مشابہت پر ہنڈریڈ کی اصطلاح قرار پائی۔ لفظ ویپن ٹیک اہل
اِسکانڈی نیویا کی انگلستان پر حکومت کو یاد دلاتا ہے۔ ان دونوں قطعات
ملک کا ایک ہی طرز کا انتظام تھا۔ اجرائے محصولات، دادرسی اور کوتوالی
کے لیئے یہ تعلقے اپنا آپ انتظام کرتے تھے اور اس لیئے یہ ملک کے
سب سے چھوٹے خود انتظامی حصے سمجھے جاتے تھے۔ اختیار خود
انتظامی میں تعلقے سے بڑھ کر ضلع کا درجہ تھا۔

تعلقہ اور ضلع کی عدالتیں۔ (۱) ان کے اختیارات

ضلع اور تعلقے کی عدالتوں کی ایک سی ترکیب اور اختیارات
تھے لیکن عدالتِ ضلع کے اختیاراتِ حدود ارضی بہ نسبت عدالت تعلقہ
کے بہت زیادہ وسیع ہوتے تھے۔ ازبسکہ ان عدالتوں سے صرف
طریقۂ تحقیقات کی تجویز ہوتی تھی اور کسی شخص کی مجرمیت یا بے گناہی

یا کسی کے حق یا ناحق پر ہونے کا تصفیہ نہیں ہوتا بلکہ ان امور کا فیصلہ خدا پر چھوڑ دیا جاتا تھا اس لئے عدالت تحت کے فیصلے کی ناراضی کا مرافعہ عدالت بالا میں نہیں ہوتا تھا۔ اگر کسی کے دعوے کا ایک وقت معینہ میں عدالت تعلقہ سے تصفیہ نہیں ہوتا تو وہ عدالت ضلع میں رجوع ہوتا اور اگر وہاں بھی طوالت ہوتی یا فیصلہ کرنے سے انکار ہوتا تو مدعی بالآخر بادشاہ سے دادرسی چاہتا تھا۔ لیکن سیکسن سلاطین اصول دادرسی کو ملحوظ رکھ کر مقدموں کو مقامی عدالتوں میں واپس کرتے تھے۔ یہ بادشاہ کار قضاۃ کو اپنے ذمے لینا نہیں چاہتے تھے بلکہ دادرسی کی نگرانی کو اپنا فرض خیال کرتے تھے ان کی کوشش تھی کہ رعایا فیض معدلت سے محروم نہ رہنے پائے۔ مقامی عدالتیں ہر ایک قسم کے مقدمے کی سماعت اور تصفیے کی مجاز تھیں، ان میں ملک کے رسم و رواج پر فیصلہ ہوتا تھا۔ اور بادشاہ عدالت سے اپنی آمدنی کی خبر سنا تا تھا۔

(۲) انکی ترکیب

عدالت ضلع کا سال میں دو مرتبہ اور عدالت تعلقہ کا مہینے میں ایک دفعہ اجلاس ہوتا تھا بحیثیت نائب شاہ ضلع کی عدالت کا میر مجلس شیرف بنتا تھا۔ ایڈگر کے حکم سے ضلع کے اسقف اور ایلڈرمین بھی اجلاس میں شریک ہونے لگے۔ شیرف کے نائب کی حیثیت سے تعلقے کا ریف یا جیریفا عدالت تعلقہ میں صدارت کرتا تھا۔ دونوں مقاموں کی عدالتوں میں فصل خصومات کا کام دہاں کے کل ہوتار انجام دیتے تھے۔ نارمن فتح کے پہلے ان عدالتوں کی جو ترکیب تھی اس کی نسبت ہمارے معلومات کا ذریعہ مجموعۂ قوانین ہنری اول ہے۔ اس کے مولف نے اس مجموعے میں نہایت قابلیت سے ان سب قوانین کو جمع کیا ہے جو ایڈورڈ ثائب نے نافذ کئے تھے اور جن میں نارمن بادشاہوں نے ترمیم و اضافہ کیا تھا اس کتاب کے بموجب عدالتوں کے قرب و جوار کے کل مالکان اراضی اور سرکاری عہدہ داروں کو عدالت میں حاضر ہونا پڑتا تھا۔ "مالکان اراضی" کے

اس مقام پر مختلف معنی ہیں لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ اس سے مراد
کل فری ہولڈرز یعنے زمیندار تھے بڑے زمیندار اپنے عوض اپنے
عمال کو عدالت میں حاضر رکھنے کے مجاز تھے اور اگر کوئی بڑا زمیندار
یا اُس کا نائب کسی وجہ سے حاضر نہیں ہو سکتا تو اِن لوگوں کی اور
ہر ایک قصبے کی نیابت مقامی عدالتوں میں قصبے کے پادری اور چار
سنجیدہ خوش فہم اشخاص سے ہوتی تھی۔ اس کے سوا جو لوگ منفرداً
نہیں طلب ہوتے تھے ان کی نیابت بھی یہی اشخاص مذکور کرتے
تھے۔ قصبے کے نائبوں کا مقامی عدالتوں میں حاضر ہونا قابل غور امر
ہے اس لیئے کہ اس واقعے کی بنا پر مورخین کا قیاس ہے کہ
شاید سیکسن انگریزوں کے دور میں بھی انتظام سلطنت میں جمہور کی
نیابت ہوتی تھی اگرچہ ہنری اول کے قوانین سے ہر ایک ضلع کے
باشندوں کی وہاں کی عدالت میں نیابت کرنے کا پتہ ملتا ہے
لیکن اس دعوے کی کہ سیکسن ادارت نہ صرف ابتدا میں بلکہ اُن کے
عہد کے اختتام تک جمہوری اصول پر مبنی تھے زیادہ تصدیق نہیں
ہوتی۔ فتح کے پہلے کے حالات کا اب سراغ لگانا ممکن نہیں۔ اگر ہم
زمانۂ قبل فتح کے واقعات اور اُس شہادت سے جو ہمکو دیسی ادارات
اور دیسیوں کی تحریرات سے بہم پہنچتی ہے ہنری اول کے قوانین کی تائید
وتصریح کریں تو دعوائے مذکور بالکل بے اصل ثابت ہوتا ہے۔ بہر حال
قیاسات اور دلائل اس موقع پر زیادہ مفید نہیں ہو سکتے جو کچھ
اِن قوانین سے مواد ملتا ہے وہ یہ ہے کہ ہنری اول کے عہد میں اور نارمن فتح
کے ایک سو سال پیشتر مقامی عدالتوں میں کل مشہور اور "سر برآوردہ
اشخاص" شریک ہوتے تھے اور ان عدالتوں کے ضابطے اور
رسم ورواجات اُن قوانین میں جو ایڈورڈ تائب اور ہنری اول کے
نام سے منسوب ہیں سرسری طور پر بیان کیئے گیئے ہیں ؎
ڈاکٹر اسٹبز خیال کرتے ہیں کہ کام میں سہولت پیدا کرنے کی

عرض سے کل سو تار کے عوض اُن کے بارہ آدمیوں کی کمیٹی سے ججوں کا کام لیا جاتا تھا۔ چونکہ ایڈگر کے قانون کی بنا پر کل بیع وشری اور لین دین وغیرہ بارہ منتخب گواہوں کے روبرو ہوتی تھی اور ایتھل ریڈ کے قانون کے مطابق ہر ایک تعلقے میں وہاں کے بارہ معزز زمینداروں کے سپرد وہاں کے ملزمین اور مشتبہ اشخاص کو عدالت میں چالان کرنے کا کام تھا اسی طرح ریمزے اور الائی (Ramsay & Ely) میں جو مشرقی انگلیا کے ضلع کی عدالتیں تھیں چھتیس بیرن مقدموں کا تصفیہ کرتے تھے اس لیئے ڈاکٹر موصوف نے ان واقعات کی بنا پر قیاس مذکورہ قائم کر لیا۔ مگر اس قیاس کے ثبوت کے لیئے یہ دو تین نظیریں کافی نہیں ہوسکتی ہیں کیونکہ بعض مقامات میں رسم ورواج کی بنا پر یا انتظامی ضرورت سے کچھ مدت کے لیئے عدالتی کام اُن بارہ یا چھتیس اشخاص کے سپرد کیا گیا تھا جن کا ابھی ذکر ہوا ؎

(قومی عدالتوں پر فتح نارمن کے اثرات)

نارمن فتح کی بدولت مقامی عدالتوں کی ترکیب میں بہت کچھ تبدیلیاں واقع ہوئیں۔ عدالت ضلع سے آلڈرمین کی صدارت موقوف ہوگئی۔ چونکہ ولیم اول نے مذہبی عدالتوں اور ملکی عدالتوں میں فرق کر دیا تھا اس لیئے (ضلع کے) اسقف نے بھی شرکت عدالت ترک کر دی بناءً علیہ کل مجلس کا شیرف تنہا مالک بن گیا اور اس لیئے پہلے کے بہ نسبت اُس کے عہدہ کی اہمیت اور شان بڑھ گئی۔ اس دور میں

(شیرف کی خدمت کا زیادہ اہم اور شاندار ہونا)

شیرف اپنے سابقہ فرائض کے سوا ادنی درجے کے جاگیرداروں سے محصولات ورسوم جاگیری وصول کرنے لگا جنگ میں فوج ردیف (فوج قومی) کی افسری اس کو ملنے لگی اور ادنی درجے کے فوجی معطی لہم اس کے علم کے نیچے جمع ہونے لگے۔ اس کے بعد کی صدی میں دادرسی اور کوتوالی کی نسبت اس کے اختیارات میں بتدریج اضافہ ہونے لگا۔ اس بنا پر اس زمانے کے امرا (بیرن) اس خدمت کے

پانے کی آرزو کرتے تھے اور اس کے موروثی ہو جانے کا خوف لگا رہتا تھا۔ فتح کے بعد جاگیری عدالتوں کا قیام ہوا اور اگرچہ نارمن سلاطین نے ان مقامی عدالتوں کو جاگیرداروں کے عدالتی اختیارات کے توڑنے کی غرض سے قائم رکھا تھا لیکن فتح کی بدولت ان کا خاتمہ بھی ہوا۔ اور وہ اس طرح کہ بادشاہ کے جانب سے صوبے کی عدالتوں میں دست اندازی ہونی شروع ہو گئی۔ "مقدمات تاج" کو اپنے لیئے مخصوص کر لینے سے جس قدر دادرسی کا فوجداری مقدمات سے تعلق تھا وہ بادشاہ کے ہاتھ میں چلی گئی اور ضلع و تعلقے کی عدالتوں سے شاہی عدالتوں میں مقدمات کے منتقل ہونے سے ان دونوں عدالتوں میں ضعف پیدا ہو گیا۔ اس کے سوائے شاہی عدالتوں میں ان مقامی عدالتوں سے زیادہ تصفیے جلد ہوتے تھے اور جو لوگ تخت کی عدالتوں کے فیصلوں سے ناراض ہوتے تھے ان کا مرافعہ بھی شاہی عدالتوں میں ہوتا تھا اس لیئے مقامی عدالتوں کا کام بہت ہی کم رہ گیا تھا۔

زوال عدالت تعلقہ۔

فتح کے پہلے سے ضلع اور تعلقے کی عدالتوں میں فرق پیدا ہو گیا تھا لیکن فتح کے بعد سے دونوں کے تاریخی حالات زیادہ مختلف ہو گئے۔ اکثر تعلقات رعایا کو عطا کر دیئے گئے تھے۔ عدالت تعلق کی صدارت ریف کے عوض امیر یا جاگیردار کے عامل نے کرنی شروع کر دی۔ گیارھویں صدی کے بعد غیر سرکاری عدالتوں کی کثرت ہونے سے عدالت تعلقہ کا مرجوعہ بہت کم ہو گیا۔ ہنری دوم کے عہد میں ضابطۂ عدالت کی اصلاح ہو جانے سے زیادہ اہم دیوانی مقدمات کے لیئے عدالت ضلع مخصوص ہو گئی اور فوجداری مقدمات کا بادشاہ اجارہ دار بن گیا اس طرح تیرھویں صدی تک تو عدالت ضلع میں صرف قرضے کے ادنیٰ ادنیٰ دعوے اور ایسی فوجداری نالشیں جن کی سزا ادائی تاوان (یا ہرجے) پر مبنی ہوتی تھی پیش ہونے لگیں اور ان کاموں کے لیئے ہر تیسرے ہفتے کو اس کا اجلاس ہونے لگا۔ لیکن جتنا جتنا عدالت

تعلقہ قعر گمنامی میں ڈوبتی گئی اتنا ہی عدالت ضلع کے کام میں اضافہ ہوتا گیا۔ اگرچہ ہنری اول کے قوانین کی رو سے عدالت ضلع چھ چھ مہینے بعد اجلاس کیا کرتی تھی لیکن منشور اعظم کی ۱۲۱۷ء کی اشاعت سے ان عدالتوں کا ماہانہ اجلاس مقرر ہوا اور ہنری دوم کے ایک فرمان کی بنا پر اضلاع کی عدالتیں ہر دوسرے ہفتے میں اجلاس کرنے لگیں۔ اگرچہ نوٹ اور ہنری اول کے قوانین میں عدالت ضلع کے لیئے ششماہی اجلاس مقرر کیا گیا تھا لیکن یہ عدالت اس مدت کے پہلے بھی حسب ضرورت منعقد ہوسکتی تھی۔ مگر جب سے یہ ماہانہ اجلاس کرنے لگی اس وقت سے اس کے مخصوص اور بڑے بڑے اجلاسوں کے لیئے "بڑے اضلاع" کا لفظ مخصوص ہو گیا۔ دیوانی اور فوجداری دونوں کام شیرف انجام دیتا تھا اور اگرچہ ضابطے میں تحقیقات کی چند صورتیں مقرر ہو جانے سے اکثر دورہ کرنے والے نظمائے عدالت فوجداری مقدمات کا تصفیہ کرنے لگے تھے علاوہ بریں فوجداری مقدموں کو بادشاہ اپنے لیئے مخصوص بھی کر چکا تھا باوجود ان سب باتوں کے شیرف کا کل وقت دیوانی مقدمات کے تصفیوں میں صرف ہو جاتا تھا بالآخر قانون گلاسٹر کے ایک فقرے کی تعبیر کی بنا پر شیرف کا دیوانی مقدموں کو سماعت کرنے کا اختیار محدود کیا گیا۔ اس قانون کی رو سے ایسے دعوی جن کی مالیت چالیس شلنگ سے کم ہو، قابل سماعت بادشاہ قرار دیئے گئے تھے لیکن اس کی تعبیر اس طرح کی گئی کہ ایسے تمام دعوے جن کی مالیت چالیس شلنگ سے زیادہ ہو اُن کو سماعت کرنے کی صرف شاہی عدالتیں مجاز ہیں۔ قانون مذکور کے دفعہ مذکور کی اس طرح تاویل ہوتے ہی مقامی، جاگیری اور قومی عدالتوں کے لیئے پیام اجل آپہنچا۔ چونکہ اگلے زمانے میں روپے کی قیمت بہت زیادہ تھی اس لیئے ایڈورڈ اول کے عہد میں شاہی عدالتوں کی سماعت کے لیئے مقدمے کی مالیت کا چالیس شلنگ کے اوپر تعین کیا جانا ان عدالتوں کی شان کے منافی نہیں ہوسکتا تھا کو

عدالت ضلع کی اہمیت میں اضافہ ہونا۔

اس پر بھی زوال کا آنا

۱۲۷۸ء

شیرف کی عدالت

کام کے کم رہ جانے اور اختیارات کے سلب ہونے کے بعد بھی شیرف چند فوجداری مقدمات کی تحقیق کرتا تھا۔ سال میں دو دفعہ وہ اپنے ضلع کے کل تعلقات کا دورہ کرکے اس امر کی تنقیح کرتا تھا کہ جن لوگوں کو اپنے معشر (Tithing) میں رہنا چاہیئے وہ اس میں رہتے ہیں کہ نہیں۔ ایسے موقع پر جو عدالت کہ شیرف کے لئے منعقد ہوتی اُس میں نہ صرف معمولی سوتار حاضر رہتے بلکہ قصبات کے نمائندے اور سرداران معاشر بھی شریک ہوتے تھے معائنۂ ضمانت امن کی ابتدا ہنری اول کے عہد میں ہوئی تھی لیکن زمانہ زیر تحریر میں بھی یہ طریقہ جاری رہا۔ ہنری دوم نے اس کو اور بھی اہم بنا دیا۔ منشور کلارنڈن بابت ۱۱۶۶ئ کی بنا پر ہر ایک ضلع اور تعلقے کے ملزمین کی تحقیقات دورہ کرنے والے قضاۃ اور شیرف کے ذریعے سے ہونے لگی۔ فرمان مذکور کی رو سے ہر ایک تعلقے کے لئے بارہ اور ہر ایک قصبے کے واسطے اُس کے منتظم (ریف) اور چار شخصوں کو اپنے اپنے علاقے کے ملزمین کے خلاف چالان کرنے کا کام سپرد کیا گیا۔ تعلقے کی اُس بڑی عدالت میں جہاں شیرف پہلے ضمانت امن کی تحقیق کرتا تھا اب جرائم کی دریافت کے لئے اُس کا اجلاس ہونے لگا اور اس کچہری کا نام عدالت شیرف (Sheriff's Tournorleet) پڑ گیا۔ ہمارا گمان غالب ہے کہ شیرف مروجہ ضابطے سے جرائم کی تحقیقات کرتا تھا۔ جن لوگوں کے سپرد اپنے ہمسایوں کے خلاف جبکہ وہ ارتکاب جرائم کے مشتبہ ہوں چالان پیش کرنے کا کام تھا ان لوگوں نے انھی ہمسایوں کے خلاف جھوٹے قصے بیان کرنا شروع کردیئے۔ تعلقے کے بارہ مجاز شخصوں کی جوری کے سامنے نائبین قصبات ملزمین کے خلاف چالان پیش کرتے تھے سرسری تحقیقات کے بعد یہ ابتدائی جوری بعض چالانوں کو منظور اور بعض کو نامنظور کرتی اور منظورہ چالانوں کو وہ شیرف کی عدالت میں پیش کرتی تھی لیکن شیرف تنہا اس امر کا تصفیہ کرتا تھا کہ کن مقدمات کو دورہ کرنے والے قضاۃ کے سامنے پیش کرنا چاہیئے اور کون اُس کی سماعت کے قابل ہیں۔ دوسری قسم کے مقدمات

(۱) معائنۂ ضمانت امن

(۲) ملزمین کا چالان ہونا

زوالِ اختیارات شیرف

ہیں سوتار کی جانب سے ملزمین کے لیئے جرمانہ تجویز ہو کر ہاکر دیئے جاتے تھے۔ ایک عرصے کے بعد شیرف کے فرائض کوتوالی اعزازی نظمائے فوجداری کے سپرد ہوئے اور اس کے عدالتی فرائض کو دورہ کرنے والے قضاۃ انجام دینے لگے۔ مقامی قومی عدالتوں اور شیرف کے عروج و زوال کی ایک سی تاریخ ہے۔

مقامی عدالتوں کی ترکیب کا بدل جانا

عدالت کی حاضری سے زمیندار بہت جلد اکتا گئے۔ جس شخص کو چند ایکڑ زمین بادشاہ یا کسی دوسرے سے ملتی ضلع اور تعلقے کی عدالتوں میں اس کا حاضر رہنا ضرور تھا اور کسی قابض یا کسان کی زمین دوسروں پر تقسیم ہوتی تو نئے قابضین پر عدالت کی حاضری لازم نہ ہوتی تھی اور اس سے حاضرین عدالت کی تعداد میں اضافہ نہیں ہوتا تھا اس کے برعکس ہر چند یہ بات خلاف عقل تھی کہ اگر چند زمینوں کا ایک کسان کی زمین سے الحاق ہوتا تو ان زمینوں کی مجموعی حاضری کے لحاظ سے حاضر باشوں کی تعداد میں جو اُن ملحقہ زمینوں کی جانب سے عدالت میں حاضر رہتے زیادتی ہونے کے عوض کمی ہوتی تھی۔ علاوہ بریں بادشاہ کے معطی لہم اور اُن کے کسان عدالت کی حاضری سے مستثنیٰ تھے اور جو جاگیردار یا کسان حاضری عدالت سے مستثنیٰ ہوتے ان کی جاگیریں اور زمینیں "بری از بار عدالت" ("Quit of all Shires") کہلاتی تھیں۔ اسی طرح شاہی سندات کے ذریعے سے جو شہروں کو ملتی تھیں ساکنین شہر مقامی عدالتوں کی حاضری سے مستثنیٰ کیئے جاتے تھے۔ بعض لوگوں نے عمداً عدالت کی حاضری ترک کر دی اور جب ایک عرصے تک عدالت نے ان کی غیر حاضری سے چشم پوشی کی تو وہ حق قدامت کی بنا پر اپنی ذوات کو مستثنیٰ کرنے لگے ان کا ادعا تھا کہ ہمارے بزرگ عدالت میں حاضر ہو کر عدالتی کاروبار انجام نہیں دیتے تھے اس لیئے ہم بھی یہ کام کرنا نہیں چاہتے لہذا ہم حاضری عدالت سے معاف رکھے جائیں۔ اس کے علاوہ ان لوگوں کی تسکین قلب کے لیئے

جو کسی شاہی سند یا حق قدامت کی بنا پر حاضری عدالت سے معافی نہیں پاتے تھے چند اسباب پیدا ہوگئے تھے، جاگیرداروں کی جانب سے ایک عرصے سے حاضری عدالت اُن کے عمال دیا کرتے تھے اور اگر یہ عمال بھی حاضر نہ ہوتے تو قصبات کے نمائندے ان کی حاضری کو ادا کرتے تھے لیکن ۱۲۳۶ء میں قانون مرٹن کے نفاذ سے کل آزاد آدمیوں کو اپنے نائبوں کے ذریعے سے حاضر ہونے کی اجازت مل گئی اور ہر ایک بڑے جاگیردار کی کل زمین سے حاضری عدالت کا بار اٹھا کر صرف اس کے چند مخصوص ایکر زمین پر ڈالا گیا جس کے لیئے اس کو بھی حاضری عدالت کا کام اپنے نائب سے لینے کی اجازت مل گئی۔ قانون مارل برو نافذہ ۱۲۶۷ء کے ذریعے سے ان سب لوگوں کو عدالت شیرف کی حاضری سے مستثنیٰ کر دیا جن کا رتبہ نائٹ سے زیادہ تھا مگر ان مستثنیٰ اشخاص میں سے شیرف جس کو چاہتا خاص طور پر طلب کرتا اور وہ حاضری عدالت سے عذر نہیں کر سکتا تھا۔ لیکن جب دورہ کرنے والے قضاۃ نے ہر ایک ضلع کے باشندوں کو بلا امتیاز رتبہ واستثنا طلب کرنا شروع کیا تو اُن سب مستثنیات کا خاتمہ ہو گیا۔

قدیم مقامی عدالتوں کا مٹ جانا

مقامی عدالتوں کے موقوف ہونے کے سیکڑوں برس پہلے سے لائق اور مستعدی سے کام کرنے والے سوتار کا اُن میں آنا بند ہو گیا تھا اور اسی بنا پر ان عدالتوں کی عظمت باقی نہیں رہی تھی۔ جب عدالت کا کام نیئے طریقوں پر ہونے لگا اور اس کے لیئے ایک ضابطہ بن گیا تو سوتار سے نظمائے عدالت کا کام لینے کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ اہل مقدمات اور گواہوں وغیرہ کو عدالت میں طلب کرنے کے نہایت آسان اور موثر طریقے نکل آئے۔ اس کے بعد سے جس شخص کو کسی مقدمے میں کسی قسم کا تعلق نہ ہو اُس مقدمے سے اس کی شرکت موقوف کر دی گئی۔ اگرچہ ان قدیم عدالتوں میں کچھ کام نہیں ہوتا تھا لیکن

یہ ۱۸۴۶ء تک باقی رہیں۔ آبادی کے مختلف حلقوں کے لیئے اُس سال قانون بنکر جدید کونٹی عدالتوں کا قیام ہوا۔ ان کو شائر (ضلع) سے کوئی تعلق نہیں۔ قدیم عدالتوں سے اُن کے اختیارات دیوانی سلب ہوکر ان جدید عدالتوں کو ملے ہیں۔ اِس قانون کے نفاذ کے بعد بھی نائبانِ اضلاع کا انتخاب شیرف کے مواجہہ میں قدیم عدالت ضلع میں ہوتا رہا اور اگر کسی شخص کے لیئے پناہ قانون سے خارج کرنے کی سزا تجویز ہوتی تو اس کا فیصلہ اِسی عدالت میں سنایا جاتا تھا اور اگر آئندہ قانون اس طرح کی سزا کا تجویز ہونا جائز سمجھا جائے تو اب بھی فیصلہ اسی عدالت سے صادر کیا جاسکتا ہے۔

امراء کی عدالتیں

امراء کی عدالتوں کا نارمن فتح کے قبل انگلستان میں پایا جانا۔

امراء کی عدالتوں کی دو قسمیں تھیں۔ جاگیری اور امتیازی پہلی قسم کی عدالتوں کو صرف دیوانی اختیارات حاصل تھے۔ امیر و نفر یا زمیندار و کسان کے تعلق کی بنا پر ان عدالتوں کا قیام ہوا تھا۔ دوسری قسم کی عدالتوں کو علاوہ دیوانی کے فوجداری اختیارات بھی حاصل تھے بادشاہ جس شخص کو چاہتا اس قسم کے اختیارات عطا کرتا تھا اس کے لیئے جاگیردار یا زمیندار ہونے کی ضرورت نہیں تھی۔ اگرچہ نارمن فتح کے قبل بادشاہ کی اجازت کے بغیر کوئی غیر سرکاری عدالت قائم نہیں ہوسکتی تھی لیکن اس طریقے کی بنا پر کہ ہر ایک امیر سے اس کے زیر حمایت آدمیوں اور ہر ایک جاگیردار سے اس کی رعایا کے متعلق سرکاری عدالتوں میں (جن میں قانون نافذہ پر عمل ہوتا تھا) بازپرس ہوتی تھی اور ان کو حاضر کرنا پڑتا تھا غیر سرکاری عدالتیں قائم ہورہی تھیں اس کے خلاف امتیازی عدالتوں کی حالت تھی۔ چنانچہ کتاب بندوبست سے ظاہر ہوتا ہے کہ اکثر تعلقات امراء وغیرہ کو عطا کردیئے گئے تھے چنانچہ ضلع ورسٹر کے بارہ تعلقات میں سے سات تعلقوں پر شیرف کو

کسی قسم کا اختیار نہیں تھا جن میں سے ڈھائی تعلقوں پر بیٹل ابے
(Battle Abbey) کے راہبوں کو عدالتی اختیارات حاصل تھے اور ان اختیارات کی
بنا پر وہ ان علاقوں کی تحصیل دادرسی لیتے تھے - ایڈمز صاحب (Mr. Adams) کا دعویٰ
ہے کہ خانگی عدالتوں کی بنا ایڈورڈ کے سبب سے ہوئی جس طرح
نارمن سلاطین کو دیسیوں سے ہمدردی نہ تھی اور وہ اپنی دیسی رعایا کو نارمن امراء
کے ظلم و تعدی کا شکار بنانا چاہتے تھے اسی طرح ایڈورڈ کو بھی رعایا پر امراء
کے مظالم کی پروا نہ تھی - پھر بھی نارمن فتح کے پہلے عدالت امیر
ایک نیا ادارہ سمجھی جاتی تھی - "اس عدالت کو نارمن فتح کا پیش خیمہ
سمجھنا چاہیئے" ہمارے نزدیک ایڈمز صاحب کا دعویٰ درست
ہے اس لئے کہ سیکسن انگریزوں کے بادشاہ جن شرائط کے ساتھ
لوگوں کو عدالتی اختیارات دیتے تھے اُن کا یہی مفہوم ہے - اگرچہ ایڈورڈ
تائب کے عہد کے پہلے قانونی تحریرات میں کہیں کہیں اور نوٹ کی
بادشاہی کے پہلے تو الفاظ "سیک اینڈ سوک" (Sake & Soke)
لکھے نہیں جاتے تھے لیکن اُس زمانے کے شاہی اسناد وغیرہ میں
جہاں کہیں یہ الفاظ نظر آتے ہیں اُن سے مراد اختیارات عدالت
اور تحصیل عدالت ہوتی ہے لیکن علّامہ میٹ لینڈ کا خیال ہے کہ
یہ ہم آواز الفاظ جن میں تجنیس لفظی و معنوی موجود ہے ضبط تحریر میں
آنے کے بہت پہلے سے لوگوں کے زبان زد تھے - ان الفاظ
کی ہیئت اور اثر جن کے ذریعے سے لوگوں کو شخصی عدالتیں قائم
کرنے کا اختیار ملتا تھا ان شاہی اسناد اور تحریرات کے برابر تھا
جن کی بنا پر رعایا کو امتیازات دیئے جاتے تھے اس قسم کا
حکمنامۂ شاہی گیارھویں صدی میں زبان ملکی میں تحریر ہوتا تھا لیکن
اس کے قبل اسی قسم کی دستاویز یعنے سند یا کتابچۂ زمین لاطینی زبان
میں لکھی جاتی تھی - اس قسم کے اسناد و کتب تقریباً پانچ سو ابھی تک
موجود ہیں اور جن کا تعلق نویں اور دسویں صدی سے ہے اور ان کی

صحت کی نسبت کسی قسم کا شک نہیں ہو سکتا ٭

اسناد زمینات

ہر ایک سند (کتابچہ) میں زمین عطا شدہ کا بیان اُس کے معطی اور معطی لہ کے نام اور غرض عطا درج ہوتی تھی اور عموماً اس میں ایک فقرہ امتیازات کے متعلق رہتا اور خاتمے میں کلیسا کی نفرین اور ترک معاشرت کا تنبیہی فقرہ لکھا جاتا تھا جس کے سبب سے معطی اپنی عطا کو توڑ نہیں سکتا تھا۔ عموماً زمین کا بخشنے والا بادشاہ اور اسکا پانے والا کلیسا تھا اور غرضِ عطا بادشاہ کی روح کے لیئے ایصال ثواب ہوتی تھی۔ اُن کے مطالعے سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک شخص دوسرے کو زمین منتقل کرتا تھا لیکن اصل میں زمین نہیں بلکہ معطی لہم کو شاہانہ اختیارات دیئے جاتے تھے۔ اس کے سوائے بادشاہ اپنے روحانی فائدے کے لیئے وسیع قطعات ملک جو اکثر آزاد باشندوں کی املاک ہوتے تھے دوسروں کو نہیں عطا کر سکتا تھا بلکہ ان پر جو حق حکومت و جاگیرداری اس کو حاصل ہوتا وہ دیا جاتا تھا۔ اس بات کی تصدیق امتیازات والے فقرے سے ہوتی ہے۔ اسناد میں اس قسم کے شرائط درج ہیں کہ زمین عطا سے کسی قسم کا "جرمانہ" وصول نہونا چاہیئے اور عطا ہر ایک دنیوی (غیر مذہبی) خراج ادا کرنے سے بلکہ کُل دنیوی محصولات اور زیر باریوں سے مستثنیٰ ہے۔ لیکن بعض اسناد میں زمینوں پر غیر مذہبی خدمتوں کا بجالانا جیسے تین فوجی محصولوں کی ادائی جو بعد میں "ضروریات ثلاثہ" کے نام سے مشہور ہوئی لازم کیا گیا ہے۔ ان شرائط سے ثابت ہوتا ہے کہ بادشاہ کا منشا امتیازات کے عطا کرنے میں ان زمینداروں کو جو علاقہ ہائے عطا شدہ میں رہتے تھے دنیوی محصولات اور تحصیل کے ادا کرنے سے معاف کرنا نہیں تھا۔ بلکہ ان امتیازات کے دینے سے بادشاہ کا مقصد تھا کہ جو محصولات اور جرمانے اُس کو وصول ہوتے ہیں ان میں کا کچھ حصّہ کلیسا کو ملا کرے۔ اِس میں شک نہیں کہ عدالتی اختیارات

اور تحصیل عدالت کو پانے کا حق ان امتیازات سے بالکل مختلف ہے۔ لیکن علامہ میٹ لینڈ بیان کرتے ہیں کہ "نظام جاگیری کے ترقی کے زمانے میں بھی عدالت قائم کرنے کے اختیار سے صرف مالی ضرورتوں یعنے زر تحصیل وغیرہ کے وصول کرنے میں کام لیا جاتا تھا اس کو دیوانی اور فوجداری اختیارات سے زیادہ تعلق نہ تھا" علاوہ بریں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ مقامی عدالتوں کی شیرف صدارت کرکے اُن کی تحصیل کو بادشاہ کے لیئے وصول کرتا تھا اور فصل خصومات کو سوٹنار انجام دیتے تھے۔ لیکن جب بادشاہ نے لوگوں کو تحصیل عدالت وصول کرنے کا حق دیدیا پھر شیرف کو ان عدالتوں سے کوئی تعلق نہیں رہا اور صاحب امتیاز اُن میں صدر بھی بننے لگا اور جرمانے اور رسوم وغیرہ کی رقوم خود لینے لگا۔ اسی طرح مقامی عدالتیں شخصی اور غیر سرکاری بن گئیں اور تعلقے کے منتظم یا عامل شاہی کے عوض ان میں جاگیرداروں کے عمال صدارت کرنے لگے"

ہم نے اسناد اراضی کی جو اوپر تاویل کی ہے اس کی تصدیق بارھویں اور تیرھویں صدی کے واقعات سے ہوتی ہے۔ اُن روایات کی بنا پر معلوم ہوتا ہے کہ قدیم زمانے میں بھی بادشاہ لوگوں کو قطعات ملک دیا کرتا تھا چنانچہ مرسیا کے بادشاہ آفا کے عہد میں اکثر قطعات رعایا کو عطا ہوگئے تھے۔ اس کے سوائے سیکسن انگریزوں کے زمانے کے تحریرات ہیں مثلاً ایتھلسٹن کے قوانین جن کی بنا پر بعض جرمانے اور ضبط شدہ جائدادیں اس علاقے کے زمیندار یا امیر (Land Rica or hleford) کو ملتے تھے۔ ان قوانین سے نظام جاگیری کے دو مخصوص اصولوں کا اظہار ہوتا ہے ایک یہ کہ "زمین کا کوئی حصہ بغیر مالک کے نہیں رہ سکتا" اور دوسرے یہ کہ مالک زمین اس زمین کی رعایا اور باشندوں کے لیئے دادرسی کرنے کا مجاز ہے لیکن زمانۂ زیر تحریر تک

ان دونوں باتوں میں سے ایک بھی مستحکم اور مکمل نہیں ہوئی تھی چنانچہ بعض وقت تعلقے کا کچھ حصہ کسی امیر کو دیا جاتا اور وہ اِس حصہ عطا شدہ میں اپنی عدالت بھی قائم کر لیتا تھا لیکن جو کسان سوتار بننے کے لئے اُس کی عدالت میں حاضر نہیں ہوتے بدیں عذر کہ ان کو تعلقے کی سرکاری عدالت میں سوتار کا کام انجام دینا ہے اُن کا عذر قبول ہو جاتا تھا اور جاگیردار مذکور اکثر اپنے اِس حصۂ تعلقہ کی تحصیل اور دوسرے محصولات اُس تعلقے کے سرکاری عمال کی معرفت وصول کرا لیتا تھا۔ اس کے بالعکس علامہ وسے نوگراڈوف کا خیال ہے وہ کہتے ہیں کہ تعلقوں کے جو حصے رعایا کو عطا ہو گئے تھے اُن کی عدالتوں اور جاگیری عدالتوں میں فرق کرنا ممکن نہیں اور نارمن فتح کے ایک صدی پہلے اکثر ملازمین اپنے امتیازات کے کچھ حصے اپنے تابعین کو دیا کرتے اور ان امتیازات کے ساتھ اپنی زمینوں میں سے بھی ان کو چند زمینیں عطا کرتے تھے اس طرح ایک شخص جو ایک امیر کا کسان (یا معطی لہ) ہوتا دوسرے کی عدالت کی حدود ارضی میں یعنے اس کے زیر اختیار سمجھا جاتا تھا۔

نارمن فتح کے پہلے امرا کی عدالتوں کی دادرسی تکمیل کو نہیں پہنچی تھی۔

فتح کے بعد ملک میں غیر سرکاری عدالتوں کی کثرت ہو گئی اور ان کے اختیارات کی بھی کوئی حد نہیں رہی جب فتح کے زیر اثر ملکیت زمین اور عدالتی اختیارات کے ایک معنی ہو گئے تو ملک میں ایک نئے اصول کا رواج پڑ گیا۔ اس وقت سے یہ دونوں حقوق ایک دوسرے کے لازم و ملزوم بن گئے اور ایک کا دوسرے کے بغیر تصور نہیں ہو سکتا تھا لہذا اس زمانے سے ہر ایک جاگیردار اور امیر کے لئے اپنی رعایا کی دادرسی کے واسطے عدالت کا قائم کرنا نہایت آسان ہو گیا تھا اور عطا در عطا کے وسیع سلسلے سے جاگیری عدالتوں کی ملک میں ایک اعلیٰ و مقدس حکومت قائم ہو سکتی تھی۔ اس پر بھی اس بات کو سو اتفاق سمجھنا چاہئے

فتح نارمن کے باعث جو تغیرات کہ واقع ہوئے۔

کہ انگلستان کی اکثر جاگیری عدالتیں مینر کی (یعنے امرائی) عدالتیں تھیں کیونکہ جاگیری اصول کی بنا پر ایسا ہر ایک امیر جو متعدد مینر کا مالک ہوتا اپنے کل فری ہولڈر رکھنے والے اسامیوں کے لئے اپنے علاقے میں عدالت قائم کر سکتا تھا اور بیرن (امراء) بھی جن کے اختیارات کی عرضی سے جو بمقام اکسفرڈ بادشاہ کے ملاحظے میں گذری تھی (ہر ایک مینر میں ایسی تین جاگیری عدالتوں کا موجود ہونا پایا جاتا ہے جن میں سے ایک کو دوسری پر تفوق ہوا اور ہر چند انگلستان میں آنرز (یعنے امراء) کی عدالتوں کی کمی نہیں رہی لیکن اس پر بھی جاگیری عدالتوں کے مدارج میں فرق نہیں ہوا۔ عدم تعین مدارج کا زیادہ تر سبب یہ ہوا کہ بادشاہ امرا کے اسامیوں کو مختلف طریقوں سے جنکا ذکر سابق میں کیا گیا ہے متاثر کرکے اُنکے دشوار مقدموں کو جو جاگیر کی سب سے بڑی عدالت کے واسطے محفوظ کر دیئے جاتے تھے شاہی عدالتوں میں منگوا لیتا تھا اور امرا جب کبھی اپنے معطی لہم کی عدالتوں کے فیصلوں کا مرافعہ سننا چاہتے تھے اُن کو بادشاہ کے مقابلے میں سخت ہزیمت اٹھانی پڑتی تھی۔ اس بنا پر مالک زمین (یعنے جاگیردار) کو اُس کی جاگیری عدالت سے بہت ہی کم مالی نفع پہنچ سکتا تھا اور جاگیرداروں کو جو حق اپنی رعایا پر عدالت قائم کرنے کا ملا تھا اس سے وہ بہت ہی کم فائدہ اٹھاتے تھے، بجز اس کے کہ ہر ایک مینر کا مالک صرف اپنی رعایا پر عدالت قائم کرے اور کچھ نہیں کر سکتا تھا۔

لیکن فتح کے سبب سے نہ تو جاگیری اور امتیازی عدالتوں کے اختیارات کا تعین ہوا اور نہ جاگیری عدالتیں قائم ہوئیں۔ فتح کے شروع زمانے میں اکثر امراء کے یہاں کسان تو تھے لیکن ان کی خاص عدالتیں نہیں تھیں لیکن بعضوں کے ہاں تھیں تاہم یہ عدالتیں جاگیردار اور کسان یا مالک اور مملوک کے تعلقات کی بنا پر نہیں بلکہ بادشاہ کی جانب سے ان مخصوص امراء کو عدالتی اختیارات ملنے کے سبب سے قائم ہوئی تھیں۔ بہر حال ہنری دوم کی بادشاہی کے پہلے

جاگیری اور امتیازی عدالتوں میں فرق کرنا ممکن نہیں مگر اس پر بھی بعض امرا کی عدالتوں کے نہایت وسیع اختیارات تھے اور ان کے خلاف حکومتِ وقت کو بھی کوئی تعرض نہیں تھا۔ اِن اختیارات کی بنا حقِ قدامت سمجھی جاتی تھی۔ چنانچہ ایڈورڈ اول کے تفتیش کرنے پر کہ امرا نے کن حقوق کی بنا پر عدالتیں قائم کی ہیں ان میں کے اکثروں نے جیساکہ صدر اسقفِ یارک وغیرہ تھے سالہا سال کے طریقۂ عمل کو اپنے حق کی بنا بتلایا اور بعضوں نے جو اپنے دعوے میں حق قدامت کا حوالہ نہیں دے سکتے تھے جیساکہ ارل وارین کا جواب تھا زنگ آلود شمشیر پیش کی۔ بہر تقدیر صاحبان امتیازات نے اس کثرت سے حق قدامت کو جاگیری عدالتوں کی بنا بتلایا کہ ایڈورڈ کو لامحالہ رچرڈ اول کی سلطنت سے اس حق یعنے قبضے کے لئے مدت ٹھیرانی پڑی اس زمانے سے امتیازی عدالتوں کے اختیارات کا تعین ہو کر اُن کی صراحت ہوگئی اور دورہ کرنے والے قضاۃ کے روبرو اگر ان کے ہر ایک دورے میں امرا کی طرف سے ان امتیازات کا ادعا نہ ہوتا تھا تو اس قسم کے عدالتی اختیارات سلب ہوجاتے تھے؛

جاگیری عدالتوں کے اختیارات۔

جاگیری عدالتوں کو صرف دیوانی کے اختیارات حاصل تھے۔ ان میں کوئی فوجداری کارروائی نہیں ہوتی تھی۔ قرضہ، مداخلت بیجا اور اراضی کے مقدمات کا ان میں تصفیہ ہوتا تھا۔ لیکن ہنری دوم کے عہد سے کل زمینداری (فری ہولڈ۔ Free hold) کے دعووں کے متعلق مدعی کو نالش کے پہلے بادشاہ سے خاص حکم حاصل کرنا پڑتا اور اگر وہ چاہتا تو اپنے اس قسم کے مقدمے کے لئے آسانی سے عدالت ضلع میں رجوع ہوسکتا تھا۔ چونکہ دورہ کرنے والے قضاۃ کو نقل داری (کاپی ہولڈ۔ Copy hold) کی زمینوں کے متعلق یا جو رسم و رواج کی بنا پر کسانوں کو دیجاتی تھیں حالات سے واقفیت نہیں ہوتی تھی اس لئے ان زمینات کے نزاعات کا تصفیہ کرنے کی صرف جاگیری عدالتیں

مجاز تھیں۔ علاوہ براں ہر ایک جاگیردار اپنے کسان سے کے بمقابل اپنی جاگیری عدالت میں نزاعات زمین کے متعلق دعویٰ کر سکتا تھا اور جب انکشاف حالات کی ضرورت ہوتی تو ایک تفتیش کرنے والی جوری کے ذریعے سے وہ اپنی جاگیر کے جن رسوم کی خلاف ورزی ہوتی تھی ان کی تحقیق کرا سکتا تھا۔ اس طریقے سے کسانوں کے حقوق کو کسی قسم کا گزند نہیں پہنچتا تھا اس لئے کہ وہی لوگ جو عدالت ضلع کے لئے سوتار بنتے جاگیری عدالت میں بھی تصفیہ کرتے تھے۔ کوک کا بیان ہے کہ جاگیری عدالتوں کی دو قسمیں تھیں "کورٹ بیرن" (Court Baron) (عدالت زمینداران) اور "کورٹ کسٹمری" (Court Customary) (عدالت نقل داران)۔ پہلی قسم کی عدالت میں زمینداروں کے نزاعات ارضی کا اور دوسری عدالت میں نقل داروں کے زمینی دعووں کا تصفیہ ہوتا تھا۔ پہلی عدالت میں سوتار فیصلہ صادر کرتے تھے اور دوسری عدالت میں امیر (جاگیردار) اپنے عامل کے ساتھ فصل خصومات کو انجام دیتا تھا۔

(زمینداروں اور رسمی کسانوں کی عدالتوں میں فرق)

لیکن معلوم ہوتا ہے کہ نظام جاگیری کے زوال کے زمانے میں اس طرح کا امتیاز آزاد اور غیر آزاد کسانوں میں ہونے لگا ورنہ نظام مذکورہ کی داد رسی کی کمال ترقی کے دور میں زمینداروں (Free holders) اور دیہاتیوں یا غیر آزاد کسانوں (Villiens) کے مقدمے ایک ہی جاگیری عدالت میں پیش ہوتے اور اُن کا تصفیہ فریقین کے ہم رتبہ لوگ کرتے تھے۔ ہمارے نزدیک جب تک کہ تحقیقات بذریعہ جوری کا طریقہ نہیں نکلا اس وقت تک جاگیری عدالتوں میں زمیندار اور نقل دار یا رسمی کسان میں فرق نہیں کیا جاتا تھا۔ اس طریقے کے رائج ہونے کے بعد جاگیردار اپنے علاقے کے کسی زمیندار کو اثبات دعوے کے لئے حلف کرنے یا دوسروں کے حلف سے اپنے دعوے کو ثابت کرنے کے لئے مجبور نہیں کر سکتا تھا لیکن غیر آزاد کسانوں پر اُس کو اس قسم کا اختیار حاصل رہا۔ اور زمینداروں نے بجائے جاگیری عدالت کے شاہی عدالتوں

ہیں رجوع ہونا شروع کر دیا۔ اسی سبب سے ہر ایک جاگیر کے مختلف کسانوں کی جماعتوں میں امتیاز ہونے لگا اور چونکہ جاگیری عدالتیں رسمی کسانوں کے لئے مخصوص ہو گئی تھیں اس لئے جاگیرداروں کو زمینداروں پر صرف ایک درمیانی قسم کا عدالتی اختیار باقی رہ گیا تھا یعنے اُن کے ابتدائی نزاعات ارضی جاگیری عدالتوں میں پیش تو ہوتے لیکن ان کا مرافعہ شاہی عدالتوں میں ہوتا تھا۔ لیکن ہم خیال کرتے ہیں کہ جن وجوہ سے سرکاری مقامی عدالتوں کو زوال آرہا تھا انھی اسباب سے جاگیری عدالتوں کا بھی انحطاط ہو رہا تھا۔ جس قدر حاضری عدالت کا بار زمین پر پڑنے لگا سوٹار کی تعداد میں کمی ہونے لگی اور جاگیری عدالتوں کے اختیارات پر زوال آنے لگا یہاں تک کہ اُن کے زیر اختیار صرف غیر آزاد کسان رہ گئے''۔

امتیازی عدالتوں کے اختیارات

جو امتیازات کہ امراء کو اسناد شاہی یا حق قدامت کی بنا پر ملتے وہ مختلف قسم کے ہوتے تھے۔ بلحاظ اختیارات سب سے چھوٹی امتیازی عدالت شیرف کی عدالت کے مساوی سمجھی جاتی اور اس لئے ''کورٹ لیٹ'' (Court Leet) کہلاتی تھی۔ اسی بنا پر امتیازی عدالتوں کو ضمانتِ امن کی تحقیقات اور کوتوالی کے انتظامی اختیارات حاصل تھے ان اختیارات کے علاوہ بعض چھوٹی امتیازی عدالتوں کو اپنے علاقۂ جاگیر کے ایسے سارقوں کو جو ارتکاب جرم کی حالت میں گرفتار ہوتے سولی دینے کا اختیار بھی تھا۔ بڑی امتیازی عدالتوں کے ان سے بھی زیادہ وسیع اختیارات تھے اور بجز چند فوجداری مقدموں کے جو نالشات تاج (سرکاری مقدمات) کے نام سے مشہور تھے اور جن کی تحقیقات صرف شاہی عدالتوں میں ہوتی اور جن کی آمدنی بادشاہ کو ایصال ہوتی تھی یہ بڑی عدالتیں کل قسم کے مقدمات تحقیق وسماعت کرنے کی مجاز تھیں۔ لیکن ان امتیازات کی سنہ ۱۶۶۰ع میں منسوخی ہو کر پھر کسی غیر سرکاری عدالت کو کسی قسم کا اختیار باقی نہیں رہا اور یہ اختیارات

دورہ کرنے والے قضاۃ کو مل گئے۔ اس پر بھی بعض بڑے امراء ان شاہی قضاۃ کو اپنے علاقوں میں عدالتیں منعقد کرنے کے لئے مجبور کرتے اور ان میں اُنکے ساتھ خود بھی اجلاس کرتے تھے چنانچہ اس کام کے انجام دینے کی غرض سے دورہ کرنے والے قضاۃ بے ورلی (Beverly) اور ری پن (Rippon) کو یارک کے صدر اسقف کے عدالتی امور میں مدد کرنے جاتے اور ارل آف کارنوال کی خواہش پر نیرز برو (Knaresborough) میں اپنے اجلاس کرتے تھے بمقام ڈنسٹیبل (Dunstable) وہاں کا رئیس دیر اِن قضاۃ کا اُن کی عدالت میں شریک رہتا اور لوگ اُس کو "سر پرایر" (Sir prior) شاہی ناظم عدالت کے لقب سے خطاب کرتے تھے۔

خود مختار علاقے

سب سے اعلیٰ درجے کے امتیازات خود مختار اضلاع (The Palatine earldoms) کو دیئے گئے تھے ملک کی بیرونی دشمنوں سے حفاظت کیئے جانے کی غرض سے ولیم فاتح نے اس قسم کے چار علاقے قائم کیئے تھے۔ چنانچہ شراپ شائر اور چیسٹر کے ذمے ویلز کے سرحدی حملوں سے ملک کو محفوظ رکھنا قرار پایا تھا۔ کینٹ کا کام تھا کہ جنوبی انگلستان کے تنگ آب نائوں سے دشمنوں کو عبور نہ کرنے دے ڈرہم اسکاٹ لینڈ کے سرحدی دشمنوں کے حملوں سے ملک کو بچاتا تھا۔ اس کے بہت عرصے کے بعد ایڈورڈ سوم نے اپنے فرزند جان آف گانٹ (John of Gaunt) کے لیئے لینکیسٹر کے خود مختار کو قائم کیا۔ کینٹ کا خود مختارانہ انتظام سنہ ۱۰۸۲ع میں اڈورڈ کے بغاوت کے بعد جاتا رہا۔ رابرٹ رئیس بے لیسم (Belesme) کی شورش کے بعد جو سنہ ۱۱۰۲ع میں برپا ہوئی تھی شراپ شائر ضبط کر لیا گیا سنہ ۱۲۳۷ع میں چیسٹر کے قدیم نوابوں (ارلز) کا سلسلۂ نسب منقطع ہو جانے سے وہ ملک میں شامل ہو گیا لیکن پھر سنہ ۱۲۵۴ع میں ایڈورڈ کے تملیک نامۂ ازدواج میں داخل کیا گیا اور اُس وقت سے بادشاہوں کے لڑکوں کے لیئے وقف ہوتا رہا۔ ایڈورڈ چہارم نے لینکیسٹر کو شاہی علاقہ میں داخل کر لیا۔ اور یہاں کے نوابوں کو اگرچہ پورے شاہی اختیارات حاصل تھے لیکن وہ بادشاہ کے زیر حمایت سمجھے جاتے تھے۔ چیسٹر،

ڈرہم اور لینکیسٹر تو بالکل خود مختار تھے بادشاہ کے نام کے گرفتاری کے حکمناموں وغیرہ کی ان علاقوں میں تعمیل نہیں ہوتی تھی بلکہ یہاں کے نوابوں کے نام سے دادرسی ہوتی تھی۔ اِن علاقوں میں اُنکے مخصوص قانون غیر موضوعہ اور نصفت کی عدالتیں قائم تھیں اور ہنری ہشتم کے پہلے ناظمانِ عدالت کا تقرر اِن علاقوں کے نواب کرتے تھے۔ سنہ ۱۸۳۰ء میں چیسٹر کی خود مختاری چھین لی گئی لیکن لینکیسٹر اور ڈرہم کی نصفتی عدالتیں ابھی تک باقی ہیں اور دوسرے خود مختار علاقوں کی عدالتیں سنہ ۱۸۷۳ء میں قانون محکمہ جات عدالت کے نفاذ پانے سے منسوخ ہوئیں ❊

کلیسائی عدالتیں

کلیسائی عدالتوں کے اختیارات۔

نارمن فتح کو کلیسائی عدالتوں کا بانی سمجھنا چاہئے۔ اس کے قبل مذہبی مقدموں کا تصفیہ اگرچہ اسقف کرتا تھا لیکن اس کا اجلاس سرکاری عدالتوں میں ہوتا تھا۔ چونکہ عدالت کے مذہبی اور غیر مذہبی معاملات اور اختیارات میں خلط ملط ہو گیا تھا اس لئے ایڈورڈ اول نے عدالتی اختیارات میں تمیز پیدا کرنے کی غرض سے ایک حکمنامہ "سرکمز سپیکٹے اے گاٹس"[1] Circumspecte Agatis جاری کر کے ملکی عدالتوں کو کلیسائی عدالتوں سے جدا کر دیا۔ لیکن اس امتیاز سے موخر الذکر عدالتوں کو زیادہ فائدہ پہنچا۔ اگرچہ مذہبی عدالتوں نے بعض ملکی عدالتوں کے اختیارات اپنے ہاں قائم رکھے تھے لیکن اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا گیا۔ اس کے سوائے کلیسائی عدالتیں اُن کل مقدموں کا جن کا تعلق اراضی خیرات سے ہوتا تھا تصفیہ کرتیں اور محصول وصول کرتی تھیں اور اپنے کل فیصلوں کی تعمیل قومی عدالتوں کے توسط سے کرتی تھیں۔ جو لوگ پادریوں کے پیشے کو انجام دیتے تھے بصورت ارتکاب جرم ملکی عدالتوں میں ان کی تحقیقات نہیں ہوتی تھی اور جو سزائیں اُن کو کلیسائی عدالتوں سے ملتیں وہ بمقابلہ سزائے عدالت ملکی نہایت خفیف ہوتی تھیں ❊

[1] کتاب کے آخری حصہ میں صفحہ ۴۶۲ پر اِن الفاظ کے متعلق نوٹ دیا گیا ہے۔ از مترجم

مجرم پادریوں کی تحقیقات

اس سلسلے میں ہمارا فرض ہے کہ ہم ہنری دوم اور بیکٹ کی نزاع کا حال جو مجرم پادریوں کی تحقیقات کے مسئلے کے متعلق پیدا ہوئی تھی بالاجمال بیان کریں۔ اس نزاع کے متعلق مورخین نے مختلف تاویلات کی ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ ہنری قانون میں پادری اور غیر پادری کی ایک حیثیت قائم ہونے کی غرض سے ملزم پادریوں کی ملکی عدالتوں کے ذریعے سے تحقیقات کرانا چاہتا تھا۔ ہنری کی تجویز کے پہلے بھی ملکی عدالتوں سے پادریوں کے مجرم و غیر مجرم ہونے کا تصفیہ ہوتا تھا۔ یہاں تک تو ہنری کا ادّعا بجا تھا لیکن اہل نظر کا خیال ہے کہ ہنری کلیسائی عدالتوں کے مذہبی مقدموں کو سماعت کرنے کے اختیار میں دست اندازی کرنی چاہتا تھا۔ اُس کی تجویز تھی کہ ایک شاہی نائب کے سامنے مذہبی مقدمات کی تحقیقات ہوا کرے۔ علامہ میٹ لینڈ آئین کلارنڈن کے اس فقرے کی دوبارہ تعبیر جس کا تعلق بادشاہ اور بیکٹ کے جھگڑے سے ہے اسی طرح کرتے ہیں اور اُن کے اس خیال کی تائید اس زمانے کے بعض واقعات سے ہوتی ہے۔ چنانچہ ہر ایک ملزم پادری کی دوسرے اہل ملک کے مثل جن کے خلاف کسی جرم کا شبہہ ہوتا تھا شاہی عدالتوں میں سب سے پہلے تحقیقات ہوتی تھی اس پر وہ پادری اپنے پیشے کا عذر کرکے پادری گری کے امتیاز کا خواہاں ہوتا تھا جس کے سبب سے اس کو بلا تحقیقات کسی کلیسائی عدالت کے سپرد کردیا جاتا اور وہاں اسکے الزام کی باقاعدہ تحقیقات ہوتی تھی۔ اگر وہاں وہ مجرم ثابت ہوتا تو پادریوں کے طبقے سے خارج ہوکر اور غیر پادریوں کے مانند ملکی عدالت کے حوالے ہو جاتا تھا جہاں بلا مزید تحقیقات اس کے لئے موت یا قطع اعضا کی سزا تجویز ہوتی تھی۔ اور جب عدالت کلیسا میں ملزم کی تحقیقات ہوتی تو ایک شاہی افسر اس غرض سے کہ قیدی مذکور بھاگ نہ جائے حاضر رہتا تھا۔ مذہبی جرائم کی تحقیقات سے بادشاہ کو کوئی سروکار نہ تھا اور نہ ہنری دوم کا منشا کلیسائی عدالتوں کو ملکی عدالتوں کا ماتحت بناکر اُن کو

حقیر کرنا تھا۔ بیکٹ نے اپنے جواب میں بادشاہ کو لکھا کہ "خدا نے بھی کسی کو دو مرتبہ سزا نہیں دی" اور اس نے مشورہ دیا کہ جب کسی پادری کو ایک مرتبہ اُسکے پیشے اور عہدے سے معزولی کی سزا ملجائے تو پھر ملکی عدالتوں سے مزید سزا نہیں ملنی چاہیئے۔ لیکن بادشاہ کے نزدیک پادری کے اپنے پیشے سے خارج ہونیکی سزا خصوصاً قتل کے مقدمات میں سزا نہ دیئے جانے کے مساوی تھی لہذا وہ چاہتا تھا کہ صدر اسقف مذکور کلیسا کے ایک قدیم طریقے کو دوبارہ جاری کرے یعنے جب پادری کا جرم عدالت کلیسا میں ثابت ہوجائے اسکے لیئے عدالت ملکی سے سزا تجویز ہوا کرے اسلیئے بیکٹ کے عذر کو نہ کہ آئین کلارنڈن کو بدعت (پرانی رسم کو بدلنے والی شئے) سمجھنا چاہیئے اور یہی عذر بادشاہ اور صدر اسقف کی مخاصمت کا اصل سبب تھا۔

مراعات کنیسہ

مراعات کنیسہ سے ملک کی فوجداری عدالتوں کی تحقیقات سے پادریوں کا مستثنٰے ہونا مراد ہے۔ ہر ایک مجرم پادری اس امتیاز سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا تھا۔ جن پادریوں پر بغاوت (خلاف بادشاہ) کا الزام لگایا جاتا یا جو فرمان جنگلات کے مطابق قوانین جنگلات کی خلاف ورزی کرنے کے ملزم قرار پاتے بوقت تحقیقات ملکی عدالتوں میں اس امتیاز کا عذر نہیں کرسکتے تھے۔ ابتدا میں امتیاز مذکور سے مستفید ہونے کا موقع صرف ان پادریوں کو دیا جاتا تھا جو حقیقت میں اس پیشے کو انجام دیتے تھے لیکن ایک حیرت انگیز واقعے کی بنا پر کہ چونکہ قدیم زمانے میں صرف پادری پڑھے لکھے ہوتے تھے اور تعلیم و تعلم کا کام انھی لوگوں کے لیئے مخصوص سمجھا جاتا تھا اس لیئے جو ملزم پڑھا لکھا ہوتا تھا وہ بھی امتیاز مذکور کو طلب کرنے لگا ابتداً عدالتیں حماقت سے ان تعلیم یافتہ غیر پادریوں کو فی الحقیقت پادری تصور کرنے لگیں ان کے علاوہ ہر ایک شخص جو نیک درس (Neck verse "کتاب زبور کی ۵۱ مزامیر کی آیت یا بیت") کو پڑھ کر سناتا پادری خیال کیا جاتا اور ایسا ملزم مراعات کنیسہ سے فائدہ اٹھاتا تھا ہنری ہفتم اور اسکے بعد کے سلاطین کے عہد میں

مراعات کثیرہ کے دیئے جانے میں اکثر مرتبہ رکاوٹ پیدا کی گئی یہاں تک کہ یہ رعایت جارج چہارم کے عہد میں منسوخ ہو گئی ؛

شہروں کی عدالتیں

علامہ میٹ لینڈ کا عقیدہ ہے کہ فوجی ضرورت سے شہر کی بنا ہوئی ہر ایک ضلع کے چند اکثر کی حفاظت اور تعمیر و ترمیم وہاں کے بعض سربرآوردہ اور متمول بھقین (Thegus) باشندوں کے سپرد تھی اور اسطرح اس ضلع کیلیئے ان مستقل افواج کا قدرۃً انتظام ہو جاتا تھا جو قلعوں کی محافظ ہوتی ہیں اس میں شک نہیں کہ نظام جاگیری کے عہد کے شہروں کی اکثر ایسی اراضی سے جو رعایا کو خدمت فوجی یا ادائی مالگزاری کے عوض دی جاتی تھیں ان بلاد کی فصیلوں کی حفاظت اور تعمیر و ترمیم متعلق رہتی تھی چنانچہ اکسفرڈ کے میورل ہوزیس (Mural Houses ـ اکثر جن کے ذمے حفاظت و تعمیر شہر پناہ ہو) کی بنا یہی امر خیال کیا جاتا ہے ۔ لیکن اکثر مورخین کا خیال ہے کہ بعض شہروں کی ابتدا تجارتی اغراض سے ہوئی ہے لوگوں نے ان مقامات کو مرکز تجارت نہیں بلکہ محفوظ جگہ سمجھکر آباد کرنا شروع کیا اس کے علاوہ جن قریوں کو سیکسن انگریزوں نے آباد کیا تھا وہ اصل میں مورچہ بندمٹی کے پشتے ہوتے تھے اور ان کے اطراف آبادی نہیں ہوتی تھی بلکہ بعض ان میں کی ایسی بستیاں تھیں جو مورچہ بند پشتوں پر واقع ہوئی تھیں ۔ علامہ میٹ لینڈ اپنے نظریہ کی تائید اس دلیل سے کرتے ہیں کہ ان قریوں اور بلاد کے ساکنین دور دور کی جاگیری عدالتوں کے ماتحت تھے ۔ لیکن ہم کہتے ہیں کہ اس دلیل سے ہمارا یہ خیال کہ تجارت سے شہروں کی بنا قرار پائی غلط نہیں ہو سکتا بلکہ علامہ مذکور اس امر کے معترف ہیں کہ جیسی جیسی شہروں کی فوجی ضرورت میں کمی ہوتی گئی ویسا ویسا ان میں تجارت کو فروغ ہوتا گیا اور ان شہروں اور قریوں کے مالکوں نے جن کی وہ جاگیریں تھیں اپنی اس قسم کی اراضی کو

پیٹے پر اور اس طرح کے امکنہ کو کرایہ پر دوسروں کو دیا ہوگا۔ خواہ ان کو ہم محفوظ و مورچہ بند خواہ تجارتی مقامات خیال کریں لیکن فتح کے ایک صدی پہلے ان قریوں کی فصیلوں کے اندر جہاں مختلف قسم کے لوگ آباد ہوگئے تھے عدالتوں کا موجود ہونا ثابت ہے۔ عدالت شہر و قریہ کو ابتدا میں کل ساکنین پر اختیار نہیں تھا کیونکہ اسکے بعض ساکنین کو شہر کے باہر اپنے جاگیرداروں یا مالکوں کی عدالتوں میں سوتار بننا پڑتا تھا، اور اگر کسی ایسے موضع کے مالک اور جاگیردار کے یہاں کسانوں کی کافی تعداد ہوتی تو وہ قریہ میں اپنی علحدہ عدالت ان کسانوں کے لئیے قائم کرتا تھا اور اسطرح اس کو ایک چھوٹے پیمانے پر عدالتی اختیارات حاصل ہوجاتے تھے۔ ایسے چھوٹے شہروں کی عدالتوں کے سوتار غالباً شہری (Burgesses) ہوتے تھے۔ شہریوں سے ہماری مراد وہ کل کسان ہیں جن کو ان قریوں اور شہروں کی زمینیں بعوض مالگزاری دی جاتی تھیں۔ ایڈگر کے ایک قانون کی رو سے عدالت شہر کا سال میں تین دفعہ اجلاس ہوتا تھا۔ لیکن کبھی کبھی عدالت کے کام میں زیادتی ہونے اور عدالت کو مختلف مسائل کے تصفیے کی ضرورت پیش آنے سے ایک مستقل جماعت قانون پیشہ لوگوں (Dooms) کی جسطرح قوم ڈین کے شہروں میں قانون داں (Law men) ہوتے تھے بنگئی۔ عدالت کی صدارت منتظم قصبہ (ریف) کرتا تھا اور یہ شیرف کے پاس جو اُسکا تقرر کرتا اپنی عدالت کی ہر ایک بات کیلئے ذمہ دار تھا۔

ہر ایک چھوٹے شہر میں اسکا مالک اپنے کسانوں یا معطی لہم پر حکومت کرتا تھا اور اگرچہ جغرافئے کی رو سے ہر ایک برو(شہر - Borough) کے حدود ارضی معین تھے اور اسکی ایک انفرادی ہستی قائم تھی لیکن اس طرح کے چھوٹے شہر بتدریج بادشاہ کے زیر نگیں آتے گئے اور بادشاہ ان کا مالک سمجھا جانے لگا۔ ان شہروں کے اصلی مالکوں یعنے جاگیرداروں کے عدالتی اور دوسرے قسم کے اختیارات بتدریج سلب ہوکر ان کل اختیارات کے معاوضے میں صرف اُن کا زر تحصیل وصول

شہروں کی عدالتوں کی ابتدا میں کیا حالت تھی۔

نئے شہر

کرنے کا حق تسلیم کیا گیا۔ بارھویں اور تیرھویں صدی میں اکثر ایسے جدید چھوٹے شہروں کی بنا ہوئی ہے لیکن حقیقت میں یہ شہر نہ تھے بلکہ جاگیروں کو عدالتی اختیارات ملنے سے لوگ انھیں بھی بروز (شہر) کہنے لگے۔ اگر کوئی جاگیردار اپنے علاقے میں غلامان زرعی سے کام کے عوض زر مالگزاری لینا یا اپنے کسانوں کو عدالت جاگیر میں ستوار (مستغیثین) کا کام انجام دینے کے عوض یکمشت رقم ادا کرنے کی اور بیلیف (عامل جاگیر) کو انتخاب کرنے کی اجازت دیتا تو وہ اپنی جاگیر (Manor) کو شہر (Borough) کے نام سے منسوب کرنے اور اس کو امتیازات شہر کے دینے کا مجاز سمجھا جاتا تھا۔ اس کے سوا "اجارۂ بلاد" (Firma burgi) کی تتبع میں جو بادشاہ کو قدیم شہروں سے بطور مالگزاری مختلف رقوم کے عوض یکمشت معینہ رقم وصول ہوتی تھی۔ اگر جاگیردار اپنی رعایا سے اپنے علاقے میں بازار بنا کرنے کے حق کے عوض جو اس کو بذریعہ سند شاہی ملا ہو یکمشت رقم لیتا تو اپنی جاگیر کو شہر کا رتبہ دے سکتا تھا۔ چونکہ پارلیمنٹ میں شہروں کے نائب طلب ہوتے تھے اور ہر ایک شہر کو اپنے دو نائبوں (شہریوں) کی اجرت ادا کرنی پڑتی تھی اور اجرت کی شرح بھی زیادہ تھی اس لیئے لوگوں کو امتیازات شہری طلب کرنے کی جرائت کم ہوتی تھی اور اسی سبب سے شہروں کی تعداد بھی بڑھنے نہیں پاتی تھی۔

شہروں کی عدالتوں کو مختلف امتیازی اختیارات حاصل تھے

لیکن شاہی اسناد نے قدیم اور جدید شہروں کی عدالتوں کے اختیارات یکساں کر دیئے۔ ان اسناد کے عطا ہونے کے پہلے سے ان میں شہروں کی اور ایسی جاگیری عدالتیں جن کو بادشاہ سے اختیارات ملے تھے موجود تھیں۔ شہروں کی عدالتوں کے عام طور پر اختیارات بیان کرنا ممکن نہیں اس لیئے کہ مختلف امرا (بیرن) کو مختلف عدالتی اختیارات دیئے جاتے تھے اور وہی مختلف اختیارات مختلف شہروں کی عدالتوں کو منتقل ہوتے تھے۔ بعض وقت شہریوں

کو بجز ان زمینوں کے دعووں کے متعلق جو شہروں کے باہر واقع ہوتی تھیں
اپنے دوسرے نزاعات کے لئے شہروں کے باہر کی عدالتوں میں رجوع
ہونے کی ضرورت نہ تھی۔ اس طرح قدیم شہروں میں جہاں جاگیری عدالتیں
باقی رہ گئی تھیں متعدد امرا کے اُن شہروں کے مالک ہونے کے سبب
سے اُن کا خاتمہ ہوگیا۔ اکثر شہروں کی عدالتیں جدید ضابطے کے اثر سے محفوظ
تھیں۔ ان میں تحقیقات بذریعۂ جنگ اور تحقیقات بذریعۂ جُوری پر عمل نہیں
ہوتا تھا۔ اس استثنا کا سبب اس کے سوائے اور کچھ نہیں ہو سکتا کہ
کل ملک امتیازات پر مبنی تھا اور شہروں کو جو اس کے قوی ترا عضا تھے
اور بھی زیادہ امتیازات حاصل تھے ان کی عدالتیں بھی امتیازی تھیں پھر
ان میں جدید ضابطہ کیونکر مروج ہو سکتا تھا۔ شہروں کی عدالتوں میں قانون
اور ضابطہ رائج تھا جس پر دوسرے شاہی اختیارات رکھنے والے ادارات
عمل کرتے تھے۔ چونکہ شہروں کی عدالتیں ہر ایک قسم کے حکمناموں کی تعمیل
کی مجاز تھیں اس لئے ملزمین کو گرفتار کرنے اور شہریوں کے مال و جائداد
کو قرق و ضبط کرنے کے لئے ایسے افسر جو شیرف کے ماتحت تھے شہروں
میں داخل نہیں ہو سکتے تھے لیکن اگر کسی کو اراضی یا جائداد غیر منقولہ کے
متعلق دعویٰ کرنے کی ضرورت ہوتی تو اس کو شہر کی عدالت میں رجوع
ہونے کے پہلے اپنے دعوے کی نسبت بادشاہ سے اجازت نامہ حاصل
کرنا ضرور تھا اور بعد ازاں دعویٰ داخل ہو سکتا تھا۔ یہی حال دوسری
عدالتوں کا تھا۔ شہر کی عدالت کے فیصلے کی ناراضی سے شاہی عدالتوں
میں مرافعہ ہو سکتا تھا لیکن مرافعہ کرنے کے لئے بادشاہ سے اجازت حاصل
کرنی پڑتی اور یہ اجازت حکمنامۂ تحقیق فیصلۂ غلط کہلاتی تھی ؎

رچرڈ دوم کے عہد کے پہلے شہروں کے نظمائے فوجداری کے
اختیارات محدود تھے لیکن یہ لوگ ایسے سارقوں کو جو چوری کی حالت
میں گرفتار ہوں سزا دے سکتے تھے۔ عہد مذکور کے بعد اسناد بلاد میں شہریوں
کو اپنے لئے آپ اعزازی نظمائے فوجداری مقرر کرنے کی اجازت

دورہ کرنے والے قضاۃ کی عدالتوں میں شہروں کی نیابت کا ہونا

ملنے لگی - بجز ان شہروں کے جن کو اضلاع کے اختیارات انتظامی ملے تھے باقی شہروں کو اپنے اپنے علاقے سے بارہ نائب شاہی دورہ کرنے والے قضاۃ کے اجلاس پر جبکہ وہ اضلاع کی عدالتوں کو منعقد کرتے تھے روانہ کرنا لازم تھا - اسطرح ہر ایک شہر کے ملزموں کا چالان اس شہر کے بارہ نائب اپنے ضلع کی عدالت میں کرتے تھے اور کل شہروں کو بشمول لندن دورہ کرنے والے قضاۃ کے اختیارات کو ماننا پڑتا تھا - یہ نظمائے عدالت الگزولی مارٹن کے بڑے گرجے میں اجلاس کر کے لندن کی عدالت کے غلط فیصلوں کا مرافعہ سنا کرتے تھے ؎

بعض بلدی عدالتوں کا باقی رہنا

ابھی تک بعض قدیم بلدی عدالتیں باقی رہ گئی ہیں - مینچسٹر اور سالفرڈ ملکر تعلقہ سالفرڈ کیلیئے ایک عدالت منعقد کرتے ہیں لیورپول کی عدالت پیسیج (Court of Passage) اور برسٹل کی عدالت ٹالزی (Talzey Court) اب بھی موجود ہیں - لیکن ۱۸۴۶ء کے قانون عدالتہائے اضلاع کا نفاذ عام ملک پر ہونے سے شہروں کی عدالتوں کے دیوانی اختیارات سلب ہو گئے اور جو کچھ ان کے فوجداری اختیارات باقی رہ گئے تھے اُن کی ۱۸۳۵ء کے قانون اصلاح شخصیات بلدی کے ذریعے سے از سر نو تنظیم عمل میں آئی ہے - بعض شہروں کو اگر ان کے جانب سے درخواست گزرے تو علیحدہ علیحدہ سہ ماہی فوجداری عدالتیں دی جاتی ہیں - اُن کا ناظم جسکا پیشہ وکالت ہوتا ہے ریکارڈر (The Recorder) کہلاتا ہے - یہی اس عدالت کا میر مجلس اور اصلی قاضی ہوتا ہے - اس ایک رعایت کے سوائے قانون مذکور کے اثر سے شہروں کی عدالتوں کے فوجداری اختیارات اضلاع کے اعزازی نظمائے فوجداری کو منتقل ہو گئے ہیں - اس پر بھی ہر ایک شہر کے لیئے دو اعزازی ناظم فوجداری مقرر ہوا کرتے ہیں - ان میں کا ایک اُس وقت کا میر شہر اور دوسرا سابق میر شہر ہوتا ہے بشمول ان شہروں کے جہاں سہ ماہی فوجداری عدالتیں ہوتی ہیں اکثر شہروں میں اعزازی

نظمائے فوجداری کی عدالتیں ہیں لیکن ان کی مجلسیں ہوتی ہیں یہ منفرداً جرائم کی تحقیقات نہیں کرتی ہیں۔ ان عدالتی مجلسوں میں اضلاع کے اور شہروں کے بھی اعزازی نظمائے فوجداری شریک ہوتے ہیں۔ جن شہروں کی آبادی پچاس ہزار یا اس سے زیادہ نفوس پر مشتمل ہوتی ہے وہاں کے نظمائے فوجداری کو وظیفہ ملتا ہے اس وظیفے کا تقرر شہر کی خواہش پر موقوف ہے۔ اسطرح اعزازی نظمائے فوجداری کا اکثر کام آزمودہ کار اور واقف فن وکلا سے لیا جاتا ہے۔

جنگلات کی عدالتیں

قدیم زمانے کے شاہی جنگل کو جنگل یا چراگاہ خیال کرنا درست نہیں ہے اس لیئے کہ اکثر سرکاری جنگلات میں قابل زراعت مگر افتادہ زمینوں کے وسیع قطعات ہوتے تھے اور حدود مقرر ہو کر محصور کر دیئے جاتے تھے اور یہ جنگل بادشاہ کی خاص شکارگاہ کا کام دیتے تھے۔ انکا انتظام مقامی اور مرکزی افسروں کے سپرد تھا اور اسکے لیئے مخصوص مجموعہ قوانین تیار کیا گیا تھا بادشاہ کے کسی نہ کسی اختیار کی بنا پر ملک کے مختلف جنگل اسکی شکارگاہ بن گئے تاریخ سے صاف طور پر ظاہر نہیں ہوتا لیکن اس بات کا پتہ ملتا ہے کہ ملک نے ان کی اس حیثیت کو دسویں صدی کے آخری حصے سے تسلیم کرنا شروع کر دیا تھا۔ چونکہ نارمن سلاطین کو شکار سے بیحد شوق تھا اسلیئے انھوں نے ملک کے مزید قطعات کو سابق کی شکارگاہوں میں شامل کر دیا اور فن شکار بادشاہ کے لیئے مخصوص ہو گیا۔ ولیم اول نے جنگل نو (The Newforest) کی بنا کی۔ بیان کرتے ہیں کہ اس کو سرخ ہرن بہت پسند تھا اور اسکی اسطرح پرداخت کرتا تھا جس طرح کہ ”ماں باپ اولاد کی پرورش کرتے ہیں“ جنگل مذکور کے قیام کے لیئے اس نے نہایت بے پروائی سے کلیساؤں کو منہدم کروا دیا اور قصبوں کو جو قطعۂ مذکور پر واقع تھے جلوا دیا ہنری اول نے بھی امرا کو رضامند پاکر سیئے جنگل کو برقرار رکھا بلکہ انہیں ملک

کے مزید حصے شامل کیئے۔ لیکن ملک کے جو حصے ہنری نے اس نیئے جنگل میں داخل کیئے تھے وہ اسٹیفن کے عہد میں واپس کر دیئے گئے اور جو زمینیں کہ جان کی ابتدائے حکومت میں شاہی جنگل میں شامل ہوگئی تھیں وہ سند اعظم کے ذریعے سے ملک کو واپس مل گئیں۔ ہنری سوم کو جو ۱۲۱۷ئہ میں جبکہ منشور جنگلات کا اجرا ہوا ایک کمسن لڑکا تھا شاہی جنگلات کی پیمائش اور حدود قائم کرانے پر راضی ہونا اور اُن زمینوں کو جو رچرڈ اول کے عہد سے ان جنگلات میں شامل کر لی گئی تھیں چھوڑ دینا پڑا ۱۳۰۱ئہ میں ایڈورڈ اول نے بھی رتبہ شاہی کی یہ منقصت جو ''متذکرہ بالا منشورات'' کے ذریعے سے کی گئی تھی بمجبوری قبول کی ؎

جنگلات کی عدالتوں کی بانی نارمن فتح ہے۔ جو لوگ شاہی جنگلات میں رہتے ان پر عدالتوں کے اختیارات جاری ہوتے تھے۔ ان بیچاروں کی نہایت سخت اور تکلیف رساں قوانین سے داد رسی ہوتی تھی ہنری دوم کے زمانے میں سب سے پہلا قوانین جنگلات کا مستند مجموعہ مرتب ہو کر فرمان جنگلات (The Assize of Wood stock) کے لقب سے مشہور ہوا جس ضلع میں شاہی جنگل واقع ہوتا وہاں کی کل آبادی پر عدالت جنگلات کا تسلط قائم ہوتا اور کوئی شخص ناظم جنگلات کے طلب نامے کی تعمیل سے انکار نہیں کر سکتا تھا۔ اور نہ قانون جنگلات کی خلاف ورزی کرنے والوں کو مراعات کنیسہ سے فائدہ اٹھانے کا موقع ملتا تھا۔ رچرڈ اول کے زمانے میں ضلع کے ہر ایک باشندے کے لیئے جنگلات کے دورہ کرنے والے قضاۃ کی عدالتوں میں حاضر ہونا معمول قرار پا گیا تھا لیکن اس حکم کو منشور اعظم نے منسوخ کیا اور جو سخت سزائیں فرمان جنگلات کی رو سے مقرر ہوئی تھیں وہ بھی کم ہوئیں منشور مذکور کے بعد سے موت اور قطع اعضا کی تعزیر جو ان قوانین کی خلاف ورزی کے لیئے معمولی سزا سمجھی جاتی تھی موقوف ہوگئی

قانون جنگلات

جنگلات کی عدالتیں

وڈموٹ

جنگل کی عدالت قرتی تھی اور چونکہ یہ چالیس روز (Woodmote وڈموٹ)

کے لیئے اجلاس کرتی تو اس کو کبھی "عدالت چہل روزہ" بھی کہتے تھے۔
اس کے عدالتی افسروں کا مجلس ضلع میں انتخاب ہوتا تھا جو محافظین جنگلات
(Verderes) کہلاتے تھے۔ ان کی عدالت میں صحرا دار جنگل کے ملزمین کو
جنکی نسبت جنگل کے درختوں یا شکاری جانوروں کو گزند پہنچانے کا شبہہ ہوتا چالان
کرتے تھے۔ عدالت سوین موٹ (The court of swain mote)
کی صدارت جنگل کے محافظین کرتے اور اس کا اجلاس سال میں تین دفعہ
ہوتا تھا۔ داروغگان جنگل اور ہر ایک قصبے کا منتظم (ریف) اور وہاں کے
چار لائق اشخاص جو قصبے کے نائب متصور ہوتے تھے ملزمین کو اس عدالت
میں چالان کرتے اور ملزمین کے ہمسایہ کی شہادت پر وہ مجرم قرار
پاتے یا بری کر دیئے جاتے تھے۔ مجرمین کو عدالت جسٹس سیٹ
(The Court of Justice seat) سے فیصلہ سنایا جاتا اور یہ عدالت
ہر تیسرے سال یا اگر بادشاہ کے یہاں سے خاص حکم پہنچے تو اس کے
پہلے منعقد ہوتی تھی۔ سوین موٹ کی عدالت سے جو لوگ
مجرم قرار پاتے ان کو اس دوسری عدالت کے فیصلے
کے سننے تک مقید رکھا جاتا تھا۔ ان معاملات کی نسبت عدالت
جسٹس سیٹ کے نہایت وسیع دیوانی اور فوجداری اختیارات تھے۔
عدالت مذکور کے منعقد ہونے کے پہلے ناظران جنگلات شاہی جنگلوں
کے ہر ہر مقام کی تنقیح و معائنہ کرکے افتادہ زمینوں کے حصاروں اور رعایا
کے مکانات بنانے سے اگر ان حصاروں اور حدود کو نقصان پہنچتا یا
جنگلوں کی زمین کم ہو جاتی تو ان کے متعلق مفصل رپورٹ پیش کرتے تھے۔
تاریخ میں جنگلات کی ان خود مختار عدالتوں کو اس لیئے اہم خیال کیا جاتا ہے
کہ ملک کے اکثر وسیع قطعات قومی، جاگیری اور قانون غیر موضوعہ کی
عدالتوں کے حدود اراضی سے خارج ہو کر جنگلات کی عدالتوں کے
زیر اختیار ہو گئے تھے۔ موخر الذکر عدالتوں کے اختیارات اس قدر
وسیع اور جابرانہ تھے کہ ان کی نظیر انگریزی تاریخ میں نہیں ملتی۔ اگرچہ

سوین موٹ

ٹیوڈر بادشاہوں کی شاہی عدالتیں بھی قیاساً خود مختار تھیں لیکن ان میں
اُسی قانون پر عمل ہوتا تھا جو ملک کی دوسری معمولی عدالتوں میں نافذ تھا
شاہی اور معمولی عدالتوں میں فرق صرف اس قدر تھا کہ مقدم الذکر عدالتیں
حسب صواب دید قانون ملک میں کمی بیشی اور تبدیل و تغیر کر سکتی تھیں ؛
اگرچہ بعض ایسی عدالتیں اب بھی موجود ہیں لیکن جاگیری
عدالتوں کی طرح ان پر بھی زوال آگیا ہے۔ جنگلات ڈین اور نئے جنگل
(The forest of Dean & new forest) کے محافظین اب بھی
اپنی عدالت دسوین موٹ منعقد کرتے ہیں اگرچہ گوشت آہو کی حفاظت اب ان کا
کام نہیں رہا لیکن درختان صحرا اور ان میووں کی حفاظت جن کو ہرن کھاتے
ہیں ان کے ذمے ہے۔ ان کے فیصلوں کا مرافعہ نہیں ہو سکتا بالفاظ دیگر
ان کے فیصلے قطعی ہوتے ہیں اور معمولی بیرسٹروں کو ان کی عدالتوں میں
وکالت کرنے کی اجازت نہیں ہے ؛

قانون غیر موضوعہ کی عدالتیں

بارھویں صدی میں انگلستان میں عدالتیں اور ان کے مختلف قسم
کے اختیارات چھائے ہوئے تھے ان سب میں زیادہ رفیع الشان
بادشاہ کی عدالت تھی۔ لیکن مقامی عدالتیں بھی جن میں عوام کی داد رسی ہوتی
تھی خود مختار تھیں۔ اس کے علاوہ قومی، جاگیری اور بلدی عدالتوں میں علیحدہ علیحدہ
رسم و رواج پر عمل ہوتا تھا لیکن جب تک بادشاہ کو عدل گستری کا کامل اختیار
حاصل نہیں ہوا اس وقت تک انگلستان کے قانون غیر موضوعہ کی بنا
نہیں پڑی محالہ ویسٹ منسٹر میں عدالت شاہی کے مستقل قیام اور دورہ
کرنے والے ججوں کے ذریعے سے قانون غیر موضوعہ جس کو وہ لوگ
عدالت شاہی سے اخذ کرتے تھے مقامی عدالتوں میں پہنچنے لگا اور
مختصر یہ کہ صرف مرکزی یا مقامی عدالتوں میں ابتداً اس قانون پر عمل ہوتا رہا
لیکن جب زمام داد رسی ایک مرتبہ بادشاہ کے ہاتھ میں آگئی تو

شاہی عدالتوں کے ذریعے سے مقامی عدالتوں کو عضو معطل بنانا کوئی مشکل کام نہ تھا۔ موخر الذکر عدالتوں کے انحطاط کے دو سبب تھے۔ بادشاہ کے حکم سے ان کے اختیارات محدود کر دیئے جاتے یا ایسی تدبیریں اختیار کی جاتیں جس کے ذریعے سے فریقین مقدمہ ''زیادہ ارزاں اور سریع الحصول شے کی خریداری کی طرف مائل'' کر دیئے جاتے تھے۔ اس طرح مقامی عدالتوں کے زوال کا باعث نہ صرف قانون غیر موضوعہ کی تین عدالتیں ہیں جن کا ویسٹ منسٹر میں اجلاس ہوتا تھا بلکہ ایک خاص قسم کے شاہی حکمناموں کا اجرا بھی ہے جنکے ذریعے سے اہل مقدمات اپنے مقدموں کو مقامی عدالتوں سے مرکزی عدالتوں میں منتقل کرانے کے مجاز کیئے جاتے تھے ان کے علاوہ ضابطۂ عدالت میں جدید طریقوں کے رائج ہونے سے جن پر مقامی عدالتیں عمل نہیں کرتی تھیں شاہی عدالتوں کے کام میں اضافہ ہوا اور چونکہ دورہ کرنے والے قضاۃ جدید طریقۂ تحقیقات پر عمل کرتے تھے اس لیئے ہر ایک زمیندار کو ضابطۂ جدید سے فائدہ اٹھانے کا موقع ان عدالتوں میں ملنے لگا تھا۔

(۱) مجلس عقلا اور نارمن کونسل کے عدالتی اختیارات

کتاب کی ابتدا میں چند مقامات پر بادشاہ اور اس کی مجلس عقلا کے عدالتی اختیارات کا ذکر آچکا ہے۔ جس طرح سیکسن بادشاہ کو باجلاس مجلس عقلا عدالتی اختیارات حاصل تھے اسی طرح نارمن بادشاہ باجلاس مجلس اعیان و زمینداران سلطنت ان اختیارات کو عمل میں لاتا تھا بادشاہ کے مواجہہ میں جو عدالت کا صدر ہوتا تھا سوتارہ مقدموں کو فیصل کرتے تھے۔ لیکن کوئی شخص جب تک کہ مقامی عدالتوں سے اس کے دعوے کے فیصلے کی نسبت انکار نہیں ہوتا مجلس عقلا یا مجلس عام میں رجوع ہونے کا مجاز نہ تھا۔ اس پر بھی اہل مقدمات کسی نہ کسی حیلے سے مثلاً مقامی عدالتوں کے قانون گو لوگوں پر غلط بیانی کا الزام لگا کر اپنے مقدموں کو شاہی عدالتوں میں لے آتے اور اس طرح مقامی عدالتوں کے فیصلوں سے گریز کرتے تھے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مجلس عام بادشاہ کے معطی لہم امرا بڑے جاگیرداروں) کے لیئے مخصوص عدالت بن گئی۔

یہ بڑے آدمیوں اور بڑے مقدموں کی عدالت ہو گئی ؛

(۲) عدالت شاہی کے اختیارات

چونکہ بادشاہ اور اس کی کونسل کے ارکان جو ان امور میں اُسکے مشیر تھے عدالتی کاموں کو انجام دیتے تھے اس لیئے سونار کو اپنی شکایات کے لیئے بادشاہ کی عدالت (کیوریا - The Curia) میں رجوع ہونے کی جرائت ہونے لگی - ابتدا مجلس شاہی (کیوریا) کے عدالتی اور انتظامی کام میں فرق نہیں تھا لیکن من بعد ملک کے کل انتظامی اور عدالتی ادارے بتدریج اسی مجلس سے پیدا ہوتے گئے - اکثر بادشاہ کے حکم سے مقدموں کا فیصلہ کیوریا میں ہوتا تھا اور مقامی عدالتوں کے مقدمات قبل فیصلہ اس عدالت میں طلب کر لیئے جاتے تھے - اور جب حکمناموں کا طریقہ نکل آیا تو اہل مقدمات اس عذر کی بنا پر کہ مقامی عدالتوں کے فیصلے غلط ہوتے ہیں خاص بادشاہ کے ہاتھ سے چارۂ کار پانے کے خواستگار ہونے لگے - اس طرح ہنری دوم کے عہد تک دوسری عدالتوں کا بہت سا کام عدالت شاہی میں منتقل ہو گیا اور ہر ایک قسم کے دعوے کی اس میں سماعت و تحقیق ہونے لگی - اس لیئے ہنری دوم نے کیوریا کے انتظامی اور مالی فرائض کو اُس کے عدالتی کاموں سے علٰحدہ کر کے ۱۱۷۸ء میں فصل خصومات کا کام مجلس مذکور کے پانچ ارکان کے تفویض کیا جن میں سے دو پادری اور تین ملکی عہدہ دار تھے - جس امر کا یہ لوگ فیصلہ نہیں کر سکتے اس کو بادشاہ کی رائے کے لیئے رکھ چھوڑتے تھے بادشاہ اور ملک کے عقلمند لوگ حسب صواب دید اپنے ایسے پیچیدہ اور اہم امور کو فیصل کرتے تھے ڈاکٹر اسٹبز کا خیال ہے کہ اس مستقل جوڈیشل کمیٹی سے عدالت کنگس بینچ کی ابتدا ہوتی ہے اس لیئے عدالت مذکور میں اُن کل دیوانی اور فوجداری امور کا فیصلہ ہوتا تھا جن کو بادشاہ کے خاص حقوق اور اختیارات سے تعلق تھا - لیکن جن مورخین نے اس مسئلے پر ڈاکٹر موصوف کے بعد خامہ فرسائی کی ہے ان کا عقیدہ ہے کہ کمیٹی مذکور کنگس بینچ کی نہیں بلکہ عدالت دیوانی (The Court of Common Pleas) کی ماخذ ہے

جس میں نزاعات مابین رعایا کا فیصلہ جس کے فیصلوں کی ناراضی سے عدالت کنگس بینچ میں مرافعہ ہوتا تھا؛

عدالت دیوانی

ان پانچوں ججوں کی ماہیت اور اختیارات اور کام کی نسبت جن کے سپرد رعایا کے فصل خصومات کا کام تھا تحقیق نہیں ہو سکتی اُس زمانے میں اُنکے دیوانی اور فوجداری اختیارات مخلوط تھے "اُنکو کونسل شاہی (دیکھو ریاٖ) سے علیحدہ ہونے کی اجازت نہ تھی" یہ لوگ "بموجودگی بادشاہ" غلطیوں کی اصلاح کرتے یعنے ماتحت عدالتوں کے فیصلوں کا مرافعہ سماعت کرتے تھے اور کل مقدموں کے لیئے ایک ہی قسم کے امثلہ اور رجسٹر رکھے جاتے تھے۔ باوجود اس بڑی عدالت اور اس کے کام میں فرق ہونے کے اُس کے ججوں کی دو جماعتیں تھیں۔ ان میں کا ایک گروہ ویسٹ منسٹر میں اجلاس کرتا اور دوسرا گروہ "بموجودگی بادشاہ" رعایا کے حق میں دادرسی کرتا تھا۔ بادشاہ کے ویسٹ منسٹر میں رہنے کے زمانے میں بھی اکثر یہ دونوں گروہ متفق ہوکر کام نہیں کرتے تھے تاہم یہ کبھی کبھی مل بھی جاتے تھے۔ بہر حال یہ دونوں گروہ ہر ایک قسم کے مقدمے کو فیصل کرنے کے مجاز تھے اور اس طرح عدالت شاہی کے جو دو حصے ہو گئے تھے ان میں کے کسی ایک حصے کے کام کو یہ دونوں علیحدہ علیحدہ انجام دے سکتے تھے۔ اگرچہ منشور اعظم کے ذریعے سے بادشاہ نے عدالت دیوانی کے

۱۲۱۵ء

ایک ہی مقام پر منعقد ہونے اور اپنے ہم رکاب نہ رہنے کے متعلق وعدہ کیا تھا اور اگرچہ اس وعدے سے لوگوں کو امید بندھی تھی کہ عدالت دیوانی کا ایک مستقر اور اُس کے ارکان و میر مجلس مستقل ہوں گے لیکن ہنری سوم کی نابالغی کے سبب سے عدالت شاہی اور ان ججوں کی عدالت میں جو ویسٹ منسٹر میں اجلاس کرتے تھے امتیاز پیدا ہوتے ہوتے رہ گیا۔ ان دونوں عدالتوں کے کام کی نگرانی کونسل نیابت کرنے لگی۔ اور پھر دونوں عدالتوں کا کام مخلوط ہو گیا۔ بالآخر ۱۲۳۴ء میں جبکہ ہنری مذکور ملک میں دورہ کرنے کے لیئے ججوں کی ایک جماعت کے ساتھ روانہ

ہوا اُس وقت سے عدالت شاہی کے دو صیغے ایک دوسرے سے
علیحدہ سمجھے جانے لگے اور ان کے مسلہ اور رجسٹروں میں فرق ہونے لگا
جن مقدمات کا فیصلہ قضاۃ ہمراہی بادشاہ کے دورے میں کرتے تھے
اُنکے مسلہ علیحدہ مرتب ہوکر مواجہہ بادشاہ کے مسلہ (Coram regerolls)
کہلانے لگیں اور جن مقدمات کا فیصلہ ویسٹ منسٹر میں ہوتا تھا اُن کی
مسلیں "عدالتی مسلہ" کے لقب سے مشہور ہوئیں۔ بہرحال ایڈورڈ اول
کے ابتدائے عہد میں عدالتِ دیوانی کی ایک جداگانہ ہستی قائم ہوی اور
اُس کے اختیارات کا دایرۂ نزاعات مابین رعایا تک محدود ہوکر اُس کے
لیئے ایک خاص میر مجلس کا تقرر عمل میں آیا۔

عدالت مال (کورٹ آف اکسچیکر)

عدالت دیوانی کی مستقل اور جداگانہ ہستی قائم ہوکر زیادہ عرصہ نہیں
گزرا تھا کہ ایک جدید انتظام کی بناپر مجلس مال کو بھی عدالتی شان بخشی گئی۔
اگرچہ مجلس مذکور بارھویں صدی سے محکمۂ مال کی حیثیت سے اپنے فرائض
انجام دے رہی تھی اور اس کے ارکان سلطنت کے بڑے بڑے
عہدہ دار ہوتے تھے لیکن اصل میں یہ مجلس شاہی (کیوریہ ریجس) کا صیغۂ مال
سمجھی جاتی تھی اور اس بناپر سلطنت کے انتظامات میں یہ شریک ہوتی تھی
مگر ہنری سوم کے عہد سے اس کا انتظاماتِ ملک میں دخل دینا موقوف
ہوکر اُس کے کام کے لیئے خاص عہدہ داروں کا تقرر عمل میں آیا۔ ابتدا
اس کے فرائض میں محاصل شاہی (ملک کی مالگزاری) کی نگرانی داخل تھی
اور جو مالی نزاعات اُس کی کارروائیوں کی بناپر پیدا ہوتے ان کا تصفیہ
امرائے مجلسِ مال کرتے تھے۔ ان امرا نے بعض ایسی تدبیریں نکالی تھیں
جس سے مقدمات مال کا بہت جلد اور آسانی سے فیصلہ ہوتا تھا اور
دوسری عدالتوں میں جہاں قانون اور ضابطے کی پابندی کیجاتی تھی فیصلہ مقدمات میں
بہت طول ہوتا تھا اور فریقین قانون کی بھول بھلیوں میں برسوں حیران
رہتے تھے۔ اس بناپر اہل مقدمات نے خصومات دیوانی کے لیئے بھی
اسی عدالتِ مال میں رجوع ہونا شروع کردیا۔ اگرچہ آرٹی کیولی سوپر کارٹاس کے

ذریعے سے عدالت مال کو مقدمات دیوانی کے سماعت کی ممانعت کردی گئی تھی لیکن اس کے چند ہی روز بعد عدالت مال کے لیئے ایک میر مجلس مقرر ہو کر اس کا لقب (چیف بیرن آف دی اکسچیکر) صدر المہام مال قرار پاگیا اور اہل مقدمات کو اسکی تحقیقات سرسری اور طریقہ کارروائی سے جس کے باعث مقدمے کا بہت جلد انفصال ہوتا تھا فائدہ اٹھانے کی اجازت مل گئی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مجلس مال بھی قانون غیر موضوعہ کی تین عدالتوں سے ایک عدالت قرار پاگئی۔ امرائے مال (قضاۃ عدالت مال) کو اُن کے فیصلوں کا دوسری عدالتوں میں مرافعہ ہونا نہایت ناگوار گزرتا تھا بالآخر اس طریقے کے خلاف ان کی کوشش بارآور ہوئی اور عدالت مال کے فیصلوں کے لئے ایک مخصوص عدالت مرافعہ کا تقرر ہو کر وہ عدالت ایوان مال (The court of exchequor chamber) کہلانے لگی۔ اس عدالت مرافعہ کے ارکان افسران محکمۂ مال اور ارکان عدالت ہائے شاہی پر مشتمل تھے لہٰذا اسمیں عدالت مال کے فیصلوں کی نگرانی ہوتی تھی۔

عدالت ایوان مال۔

عدالت کنگس بینچ۔

چودھویں صدی کے اختتام کے پہلے عدالت جو "بموجودگی بادشاہ" منعقد ہوتی تھی اُس میں اور کونسل شاہی میں فرق نہیں تھا چنانچہ اکثر مقدمات "بادشاہ باجلاس کونسل" کے عنوان سے فیصل ہوتے تھے ان کے مسلے اب بھی موجود ہیں۔ اس کے علاوہ جب عدالت دیوانی کا اجلاس ویسٹ منسٹر میں مستقل طور سے ہونے لگا تو اُس کی جداگانہ ہستی قائم ہوگئی پھر یہ عدالت جس میں صرف ایسے مقدمات کی تحقیقات ہوتی تھی جو بادشاہ کی جانب سے بحیثیت مستغیث پیش ہوتے تھے بادشاہ کے ہم رکاب رہنے لگی۔ ہنری سوم کے عہد سے اُن مقدمات کی تحقیقات جو "بموجودگی بادشاہ" فیصل ہوتے تھے ایک میر مجلس اور ماہرین فن ججوں کی مجلس کے سپرد ہوئی۔ اس کے بعد کی سلطنت میں اس عدالت کو کنگس بینچ کا لقب عطا ہوا اور اس طرح اس میں اور اسی قسم کی ایک دوسری عدالت میں جس میں بادشاہ اجلاس نہیں کرتا تھا اور کامن بینچ کے نام سے مشہور تھی

فرق ہونے لگا۔ لیکن اس عدالت میں جب بادشاہ کو منظور ہو وہ اپنے ارکان کونسل کے ہمراہ بطور تفنن طبع آکر اجلاس کرتا تھا اور بادشاہ اور ارکان کونسل مقدمات کو فیصل کرتے تھے۔ عدالت شاہی کے ان دو حصوں میں سے خواہ بڑا حصہ ہو کہ چھوٹا جس میں جس کا جی چاہے رجوع ہوسکتا تھا اور جو مقدمہ ایک میں شروع ہو وہ دوسری میں بلا زحمت لے لیا جاتا تھا اور اُس کی کارروائی میں وہی تسلسل قائم رہتا تھا۔ سنہ ۱۲۹۰ع کے بعد سے اس عدالت کے اس نصف کی کارروائیاں جس میں واقفِ فن قضاۃ ہوتے تھے علیحدہ مسلہ میں درج ہونے لگیں۔ اور وہ عدالت جو بغرض تفریح منعقد ہوتی تھی بادشاہ باجلاس کونسل باجلاس پارلیمنٹ کے لقب سے مشہور ہوئی اور بالآخر دارالامرا اور بادشاہ باجلاس کونسل کو اُس نے اپنے عدالتی اختیارات کا وارث قرار دیدیا۔ اسی زمانے سے عدالت کنگس بینچ کی بالکل جداگانہ ہستی قائم ہوگئی لیکن اس میں مقدمات کا "بموجودگی بادشاہ" فیصلہ پانا موقوف ہوگیا؛

عدالتی حکمنامے

رواج حکمنامجات عدالتی و ترقی تحقیقات بذریعۂ جوری

عدالتی کارروائیوں کا شاہی حکمنامے سے شروع ہونا حقیقت میں نارمن فتح کی یادگار ہے۔ اگر مقامی عدالتوں میں کسی سبب سے کسی فریق کی دادرسی نہیں ہوسکتی تو ابتدا میں عدالت شاہی سے اس قسم کے حکمنامے کے ذریعے سے مقامی عدالتوں کو کسی خاص دعوے کے انفصال کی نسبت شاہی فرمان پہنچتا تھا لیکن کچھ عرصے کے بعد کل دیوانی مقدمات کے آغاز کے لیے اِن عدالتی حکمناموں کا اجرا مخصوص ہوگیا اور اس ذریعے سے مدعی اپنے مقدمے کو جاگیری عدالت سے وہاں کے ضلع کی عدالت میں اور اس کے بعد عدالت ضلع سے کسی شاہی عدالت میں آسانی سے منتقل کرنے لگا۔ ضابطۂ عدالت میں جن نئی کارروائیوں اور چارۂ کار کا وخال ہوا تھا ان کی تاریخ سے واقف ہونے میں عدالتی حکمناموں کا اثر اور عمل جن کے ذریعے سے

مقامی عدالتوں کے مقدمات مرکزی عدالتوں میں منتقل ہوتے تھے بخوبی سمجھ میں آسکتا ہے۔

تحقیقات بذریعۂ جوری کی ابتدا۔

اکثر اہل فن نے تحقیقات بذریعۂ جوری کی نسبت عقلیں لڑائی ہیں اور مورخین عصر کا فیصلہ ہے کہ تحقیقات بذریعۂ جوری کو انگریزوں نے شاہ الفریڈ سے میراث میں نہیں پایا اور نہ اُن کے قدیم آبا و اجداد اس کے بانی ہوسکتے ہیں۔ ایک فرانسیسی مورخ کا عقیدہ کہ "تحقیقات مذکور کے موجد اہل فرانس ہیں لیکن کس زمانے سے اُس کی ابتدا ہوئی اس بات کا سراغ نہیں ملتا" اور بلیک اسٹن کا قول کہ "اس طریقۂ تحقیقات پر نہایت قدیم زمانے سے انگلستان میں عمل ہوتا ہے مگر اب وقت کا تعین کرنا ممکن نہیں بلکہ جب سے ملک میں منظم حکومت قائم ہوئی اُس وقت سے یہ جاری ہے" ناقابل اعتبار ہوگئے ہیں۔ بہرحال اس میں شک نہیں کہ تحقیقات بذریعۂ جوری کے بانی فرانسیسی نہ کہ انگریز ہیں اور اس کو انگلستان میں بادشاہ نہ کہ قوم نے رواج دیا اس لیئے کہ "انگریزوں کے حقوق کا یہ پائدار قلعہ" قدیم فرانسیسی بادشاہوں کے جو انگلستان کے فرمانروا ہوئے ہیں خاص حقوق و اختیارات سے تعمیر ہوا ہے۔ ان سلاطین نے ابتداً تحقیقات بذریعۂ تفتیش یا حلفی شہادت کو رواج دیا اور یہی اُسکے بعد آنے والے طریقے یعنے تحقیقات بذریعۂ جوری کی اصل ہے۔ شہود حلفاً واقعات کو بیان کرتے تھے اس سے بحث نہیں کہ وہ سچ کہتے بھی تھے یا نہیں۔ ان کو منصفین سے کوئی واسطہ نہ تھا اپنی حلف سے فریق مقدمہ کے حلف کی یعنے اُس کے نیک چال چلن کی تصدیق کرتے تھے۔ اور نہ اُن کو مقامی عدالتوں کے سوتار سے جو اُن میں طریقۂ تحقیقات کے متعلق فیصلہ کرتے تھے کوئی سروکار تھا۔ طریقۂ تفتیش حلفی کو نارمنوں نے اپنے ساتھ لاکر انگلستان میں رواج دیا اور اس کے یہاں آنے کے بعد خوب ترقی ہوئی۔ جس مرز بوم میں کہ اُس کا بیج بویا گیا تھا وہاں اس کا پودا نشو و نما نہ پاسکا اور لوگ اُس کو جلد فراموش کرگئے ولیم اول نے سنہ ۱۰۸۵ع میں

تحقیقات بذریعۂ تفتیش یا شہادت حلفی۔

انگریزوں کے رسم و رواج کی نسبت حلفی تفتیش سے اپنے معلومات بہم پہنچائے۔ اضلاع، تعلقات اور قصبات کی مجلسوں کے فیصلوں کی بنا پر فاتح مذکور نے سنہ ۱۰۸۶ء میں ملک کی کل اراضی کی پیمائش کرا کے ان کی کیفیت قلمبند کرائی اور اس میں یہ بھی دکھلایا گیا کہ رعایا سے ہر ایک شخص پیمائش مذکور کے ماقبل کس قدر محصول اپنی زمین پر بادشاہ کو ادا کرتا تھا اور آئندہ اس کو کس قدر ادا کرنا چاہیئے۔ اس کے سوائے بارھویں صدی کی جوری جو زر مالگزاری کی تشخیص کرتی تھی اسی اصول کا نتیجہ ہے جب کبھی بادشاہ کے حقوق کی پامالی ہوتی تھی وہ عدالت کے عام ضابطے سے گریز کرکے اسی جدید ضابطے سے کام لیتا تھا یعنے عدالت کے قرب و جوار میں رہنے والوں کے فیصلے پر نزاعات کا تصفیہ ہوتا تھا اور کبھی کبھی ان خاص حقوق سے سلاطین بعض بعض رعایا کو بھی فائدہ اٹھانے دیتے تھے۔ قدیم ضابطے سے جس میں مدعی مقررہ الفاظ کے ذریعے سے ملزم پر الزام لگاتا اور ملزم مقررہ الفاظ اور رسم معینہ کے ساتھ مستغیث کے بیان سے انکار کرتا تھا اور عموماً ملزمین کا الزام منسوبہ سے جھٹ سے ''نہیں'' کہہ دینا اور جس کا نام جواب دعوے (تھورٹ اٹنے۔ مبارزہ Thwert-utnay) قرار پا گیا تھا اور مستغیث اور ملزم کے فیصلے کے لیئے خدا سے رجوع کرنا قوم کی نظروں میں ان طریقوں کی بتدریج وقعت زائل ہو رہی تھی اور ان کا اعتبار مٹ رہا تھا۔ اس کے بعد سنہ ۱۲۱۵ء میں لیٹرن کونسل کے ایک حکم نے پادریوں کو تحقیقات بذریعہ آزمائش غیبی میں شریک ہونے کی ممانعت کردی۔ بہر حال اس حکم کی بنا پر تحقیقات کے اس طریقے کا بہت جلد انگلستان میں خاتمہ ہو گیا۔ بر ایں ہمہ سنہ ۱۸۱۹ء کے پہلے قانون نے تحقیقات بذریعہ جنگ کو ممنوع نہیں قرار دیا اور ''تائید حلف'' سنہ ۱۸۳۳ء میں منسوخ ہو لی ہو۔

ہنری دوم نے بعض مقدمات کی تحقیقات کے لیئے تفتیش حلفی کے طریقے کو عام کر دیا تھا جس شخص کو منظور ہوتا وہ اپنے دعوے کی تحقیقات اس طریقے سے کرا سکتا تھا ہنری کو تحقیقات بذریعہ جوری کا اگر بدعتی نہیں تو پدر رضاعی سمجھنا چاہیئے لیکن یہ ملحوظ رہے کہ ہنری کے زمانے کی جوری

فرق مابین تحقیقات بذریعۂ شہادت حلفی اور تحقیقات بذریعۂ جوری

آجکل کی جوری سے بالکل مختلف تھی اُس عہد کے شہود (Recognitors) یا اہل خبر کا
صرف دیوانی مقدمات سے تعلق ہوتا تھا فوجداری مقدموں کے لیئے وہ طلب
نہیں کیئے جاتے تھے۔ دوسرا فرق اس بات کا تھا کہ شہود مذکور اپنے معلومات
سابقہ کی بنا پر عدالت میں امور تنقیحی کی نسبت واقعات بیان کرتے تھے لیکن
اِس زمانے کے اہل جوری عدالت میں جو کچھ شہادت مقدمے کی تائید و ابطال
میں پیش ہوتی ہے اُس کو جانچتے ہیں اور ان کو امور متنازعہ کے متعلق پہلے سے
کسی قسم کا علم نہیں ہوتا۔ اس لیئے تحقیقات بذریعۂ تفتیش کے طریقے کو سمجھنے
کے لیئے ہمکو چاہیئے کہ ہم زمانۂ حال کی جوری کی نسبت پہلے سے جو ہمارے خیالات
اور معلومات ہیں اُن کو بھول جائیں اس وقت ہم کو اگلے زمانے کی جوری کے
حالات پر عبور ہو سکتا ہے۔ اِس کے سوائے تحقیقات بذریعۂ شہادت حلفی
کا تعلق ایک خاص عدالت سے ہے۔ ابتدا جس جلسے میں کہ بادشاہ اور
اس کے وزرا عدالتی امور کو انصرام دیتے تھے وہ اسائز (Assize) یعنی
عدالت یا عدالتی مجلس کہلاتا تھا بعد ازاں جو فرمان (بمعنی قانون) اس مجلس
میں مرتب ہوتا تھا اُس کو بھی اسایز کہنے لگے۔ اس دوسرے معنوں سے
لفظ مذکور متجاوز ہو کر اُس کا اطلاق بالآخر کسی ایسے طریقۂ تحقیقات پر ہونے لگا
جس کا کسی فرمان کے ذریعے سے اعلان ہوتا تھا۔ نیز اسائز کا لفظ اُس قسم
کی جوری کے لیئے مستعمل ہو گیا جو اراضی متنازعہ فیہا کے قرب و جوار میں
رہنے کے سبب سے اپنی شہادت سے نزاعات کو فیصل کیا کرتی تھی۔
اس کے علاوہ ہمارا فرض ہے کہ ہم اس مقام پر قبضہ اور مِلک کے فرق کو بھی
ظاہر کر دیں۔ نیز اس بات کو بھی بیان کر دیں کہ اُس زمانے میں عدالت
جو اسائز کہلاتی تھی ملکیت کا نہیں بلکہ قبضے کا فیصلہ کرتی تھی۔ ملکیت
ایک ایسا حق ہے جس کے استقرار کے لیئے مدعی ہر ایک شخص کے
مقابلے میں دعوی کر سکتا ہے لیکن قبضہ (دخلیابی) کی نالش صرف بیدخل
کرنے والے کے مقابلے میں ہو سکتی ہے۔

دعاوی دخلیابی

صرف چار قسم کے قبضہ پانے کے دعووں میں تفتیش کے ذریعے

نالشات زمین خیرات دخلیابی۔ وراثت وتولیت گرجا۔

سے فیصلہ ہوتا تھا اور وہ حسب ذیل تھے۔ زمین خیرات، دعوے دخلیابی دعوے وراثت اور دعوے تولیت خانقاہ۔ ان مقدموں کے چند مشترک خصوصیات تھے۔ اُن کی جاگیری عدالتوں میں تحقیق نہیں ہوتی تھی بلکہ فریق متضرر کی درخواست پر بادشاہ کے یہاں سے شیرف کے نام مخصوص جوری (شہود) کے بیانات شاہی قضاۃ کے روبرو قلمبند کرا کے سائل کی نالش کا تصفیہ کرانے کے متعلق فرمان روانہ ہوتا تھا۔ اور القبض دلیل الملک کے اصول پر فیصلہ مبنی ہوتا تھا۔ قابض جدید کے خلاف زیادہ مدت گزرنے کے بعد نالش کرنا سودمند نہیں تھا۔ قبضۂ مخالفانہ کے لیئے بہت ہی تھوڑی مدت مقرر تھی۔ اختتام مدت پر مدعی علیہ کا قبضہ جائز سمجھا جاتا اور مدعی کو اس وقت استقرار حق ملکیت کا دعوے کرنا پڑتا تھا۔ اس کے لیئے دوسرے قسم کے دعوے کا طریقہ معین کیا گیا تھا جو گرانڈ اسائز کہلاتا تھا۔

(۱) دعوے زمینات خیرات بابت سنہ ۱۱۶۴ء

چونکہ خیرات کی زمینوں کے نزاعات کا تعلق کلیسائی عدالتوں سے تھا اور اس حیلے سے یہ عدالتیں اکثر زمینوں کو جو اصل میں ملکی عدالتوں کے زیر اختیار تھیں اپنی حدود اراضی میں شامل کر لیتی تھیں۔ اس لیئے سنہ ۱۱۶۴ء میں بذریعۂ فرمان اراضی خیرات کی تحقیقات کا آغاز ہوا۔ جو جوری کہ اس غرض سے طلب ہوتی وہ صرف زمین زیر تفتیش کی نسبت بذریعۂ حلف اپنی معلومات کا اظہار کرتی تھی یعنے زمین مذکور خیرات کی غرض سے کلیسا کو دی گئی تھی یا اس کا تعلق کسی جاگیر یا خالصے سے تھا۔ ۱۱۷۶ء کے فرمان

(۲) دعوے دخلیابی کا طریقہ سنہ ۱۱۷۶ء میں رائج ہوا۔

نارتھمپٹن کے ذریعے سے دخلیابی کی نالشوں کا طریقہ رائج ہوا۔ چونکہ بادشاہ کے جانب سے صرف قبضۂ قدیم کی حمایت ہوتی تھی اور ملک کا لحاظ نہیں کیا جاتا تھا اس لیئے کہتے ہیں کہ برکٹن پر اس تفتیش کے زمانے میں اکثر ایسی راتیں گزریں کہ فکر سے اُس کی پلک سے پلک نہیں ملنے پائی اگر الف بیدخلی کی نالش ب کے مقابل میں جو فی الواقع بلیک ایکر کا مالک ہی کیوں نہ ہوتا پیش کرتا اور کہتا کہ اس کو ب نے حال ہی میں بیدخل کیا ہے تو اس کی نسبت جوری

(شہود) سے شہادت طلب کی جاتی اور اگر اہل جوری بیان کرتے کہ چند روز پیشتر تک زمین مذکور پر الف کا قبضہ تھا تو زمین الف کو دلا دیجاتی تھی اور زمین نزاعی پر الف کے مقابلے میں ب کے حق ہونے کا کوئی لحاظ نہیں کیا جاتا تھا۔

(۳) دعوے وراثت کا رواج ۱۱۷۶ء سے ہوا۔

(۳) دعوے تحقیقات وراثت کی بنا بھی فرمان نارتھمپٹن بابت ۱۱۷۶ء سے ہوئی۔ اس چارہ کار سے کسانوں کی زمینیں ان کے وُرثہ پر بحال ہوتی تھیں۔ چونکہ کسان کی فوتی پر اُس کی زمین اس کے جاگیردار کے قبضے میں چلی جاتی اس لیے تحقیقات وراثت سے امرا کو سخت نقصان پہنچا اور انکی قوت ٹوٹی اور اسی غرض سے تحقیقات مذکور کو رائج کیا گیا تھا۔ مثلاً اگر بلیک ایکر پر ل قابض ہوتا اور م دعوے کرتا کہ جائداد مذکور پر اس کے باپ ن کا قبضہ تھا اور وہ مرتے دم تک اس پر قابض رہا۔ اگر اہل جوری ن کے مرتے دم تک کے قبضے کو بیان کرتے اور کہتے کہ ن کا وارث م ہے تو جائداد نزاعی بلا لحاظ اس امر کے کہ ل زمین مذکور پر م سے بہتر حق رکھتا ہے زمین نزاعی م کو ملجاتی اور عدالت ملکیت کے پہلو پر مطلق غور نہ کرتی۔ بالآخر جب کسی پادری کے عہدے یا معاش کے خالی ہونے پر

(۴) دعوی تولیت

اگر دو دعویداروں میں نزاع ہوتی تو بذریعہ دعوے تولیت اُس کا فیصلہ عدالت کرتی تھی۔ خانقاہ یا کلیسا کے قرب وجوار میں رہنے والوں کی ایک جماعت کو حلف دیکر دریافت کیا جاتا کہ ماموری طلب جائداد پر اُس کے پہلے کس فریق نے یا کس فریق کے وارث نے پادری کو مقرر کیا تھا یا اس معاش کو جس کا خدمت مذکور سے تعلق ہو پانے کا کون فریق مستحق ہے۔ جس فریق کی تائید میں جُوری مذکور شہادت دیتی اُس کے حق میں فیصلہ ہو جاتا تھا۔ تولیت کے دعووں میں اہل مقدمات کو بہت عجلت کرنی پڑتی تھی اس لیے کہ اگر تولیت تین مہینے تک بلا تقرر متولی خالی رہتی تو حق تولیت اسقف متعلقہ کو ملجاتا تھا۔ لیکن ان چار قسموں کے قبضے کے دعووں سے کسی کا حق ملکیت زائل نہیں ہوتا تھا۔

دعوے استقرار حق

جو فریق قبضے کے دعوے میں ہار جاتا وہ اپنی ملکیت کو اگر فی الواقع حق مذکور اسے حاصل ہوتا استقرار حق کے دعوے کے ذریعے سے

ثابت وقائم کرتا تھا اور جو جوری اس تصفیے کے لئے مقرر ہوتی وہ گرانڈ اسائز کہلاتی تھی۔ استقرار حق کی نالش میں آزمائش غیبی اور طویل وپیچیدہ کارروائیوں سے کام لینا پڑتا تھا۔ ابتدائً ملکیت کی نسبت جاگیردار کی عدالت میں دعوے پیش ہوکر جنگ کے وزریعے سے فیصل ہوتا تھا۔ لیکن ہنری دوم کے عہد میں قانون کے ذریعے سے طے پایا کہ کوئی شخص اپنی آزاد زمین کے متعلق جب تک کہ بادشاہ کی جانب سے حکم نہ پہنچے ملکیت زمین کا دعوے نہ کرے اس لئے اُس زمانے سے استقرار حق کے دعوے میں مدعی کو بادشاہ کے یہاں سے "حکمنامۂ حق" جاری کرانا پڑتا تھا۔ حکمنامۂ مذکور جاگیردار کے نام مرتب ہوتا تھا اور اس میں ہدایت کردی جاتی تھی کہ اگر درخواست گزار کے حق میں انصاف نہ ہوگا تو مقدمہ کسی عدالت شاہی میں منتقل کردیا جائیگا۔ اس وثیقے کی بناپر مدعی جاگیردار کی عدالت میں حاضر ہوکر اثبات دعوے کے لئے کسی پہلوان کو اپنے جانب سے پیش کرتا تھا۔ مدعی علیہ اگر چاہتا تو جنگ قبول کرتا ورنہ وہ گرانڈ اسائز کے ذریعے سے مقدمے کی تحقیقات ہونے کی درخواست کرتا تھا۔ اس بناپر مدعی کو بادشاہ کے یہاں سے ایک دوسرا حکم نکلوانا پڑتا جس میں جاگیردار کو ہدایت ہوتی کہ ضلع کے چار نایٹ سفید پوشوں کو منتخب کرے اُن کے سپرد اُس حلقے کے بارہ سفید پوشوں کا انتخاب کیا جائے جو اراضی متنازعہ کے قرب وجوار میں رہتے ہوں۔ عموماً مدعی علیہ گرانڈ اسائز کے ذریعے سے مقدمہ فیصل ہونے کے لیئے پہلے درخواست کرتا اور اُس کے بعد حکمنامۂ پریسی پی[1] کے ذریعے سے جاگیردار کی عدالت سے شاہی عدالت میں مقدمہ منتقل ہوتا تھا اور اہل جوری کو طلب کرنا شیرف کا کام تھا۔ اہل دیہات کی رائے پر فریقین اوران کے ورثہ کے درمیان ملکیت کا فیصلہ ہوتا تھا۔

[1] لاطینی مصدر (Praecipere) کے معنی احکام وہدایات صادر کرنا ہیں اور انگریزی precept بمعنی حکم وحکمنامہ اسی سے مشتق ہے writ of praecipe کے ذریعے سے مدعی علیہ جوابدہی کے لیئے طلب کیا جاتا تھا۔ یہ ایک حکمنامہ تھا جو اب منسوخ ہوگیا ہے۔ م ع

اگرچہ ملکیت کے لئے استقرار حق کا طریقہ بہت پہلے نکل آیا تھا لیکن یہ اس قدر مقبول نہیں ہوا جیسا کہ اس کے بعد کے قبضے کے دعووں کو مقبولیت حاصل ہوئی۔ عدم مقبولیت کا سبب اُس کی طولانی اور ملال انگیز عدالتی کارروائیاں تھیں۔ مثلاً فریقین کو اُن چار نایٹ کی نسبت جن کا انتخاب جاگیردار یا شیرف کرتا اعتراض کرنیکا موقع ملتا اور جوری جس کو یہ چار نایٹ انتخاب کرتے مختلف حیلوں سے غیر حاضر رہتی تھی۔ اس کے علاوہ مدعی علیہ اُس منحوس تاریخ کو جو گرانڈ اسائز کے صدور فیصلہ کے لئے مقرر ہوتی تھی مختلف عذرات کی بنا پر بدلوا تا رہتا تھا۔ قبضے کے دعووں میں بھی جواب دعوے پیش کرنے کا مدعی علیہ کو حق تھا لیکن چونکہ اہل دیہات (جوری) کے فیصلے کا اثر دائمی نہیں ہوتا تھا اور جب فریق متضرر چاہتا استقرار حق کے دعوے کے ذریعے سے اپنی ملکیت ثابت کر سکتا تھا اس لئے قبضے کے دعووں میں مدعی علیہ سے جواب لینے کی چنداں ضرورت نہ تھی۔

جواب دعوے (عذرات) چونکہ عذرات یا جواب دعوے کے سبب سے تفتیش کا کام بڑھ گیا تھا اور تفتیش ماخذ ہے تحقیقات بذریعہ جوری کی اس لئے ہم عذرات کی اس مقام پر تصریح کرو ینی مناسب خیال کرتے ہیں۔ ملکیت کے مقدموں میں جوری (داسائز) کے طلب ہونے کے قبل اور قبضہ پانے کے دعووں میں جوری مذکور کے حلف لینے کے پہلے مدعی علیہ جواب دعوے کے ذریعے سے تفتیش جوری کو موقوف کرانے کی غرض سے اپنے خاص وجوہ بیان کر سکتا تھا۔ اس کے پہلے جو تمثیلات دئیے گئے ہیں ہم ان میں سے ایک تمثیل کی موجودہ مطلب کے سمجھانے کے لئے صراحت کرتے ہیں۔ ب کے مقابلے میں الف دخیلیابی کی نالش پیش کرتا ہے۔ اور ب الف کے دعوے سے انکار کرتا ہے۔ قبل اس کے کہ اہل دیہات (جوری) کو اثبات دعوے کے لئے طلب کرائے ب کو اپنے جواب میں دو قسم کے عذرات پیش کرنے کا حق حاصل ہے۔ ب کہہ سکتا ہے کہ الف کا دعوے جھوٹ ہے اس کے سوائے جوری کے طلب ہونے اور فیصلہ کرنے کے قبل وہ الف کے دعوے کے خلاف دوسرا عذر

(۱) جوری مقدمات دیوانی

بھی پیش کر سکتا ہے مثلاً الف ہی نے اس کو بلیک ایکر پر قبضہ دیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی سماعت دعوے کو روکنے کی غرض سے وہ مخصوص وجوہ بھی بیان کرتا ہے۔ تب جوری سے عذر جدید کے فیصلے کے لیئے بمجبوری راضی ہوتا ہے اور اگر وہ مدعی علیہ کے اس دعوے کی تحقیق کے لیئے رضامند نہو تو اصل مقدمہ اس کے خلاف فیصل ہونے کا اس کو اندیشہ لگا رہتا ہے۔ جو اسائز (جوری) کہ پہلے دعوے کے فیصلے کے لیئے طلب ہوتی تھی انھی بارہ آدمیوں کو مدعی علیہ کے اس دوسرے دعوے کا فیصلہ سپرد کیا جاتا تھا۔ لیکن اُس زمانے کی اسائز اور زمانۂ مابعد کی جوری اصولاً ایک دوسرے سے مختلف تھیں۔ مدعی کی درخواست اور بادشاہ کے فرمان پر اسائز طلب ہوتی تھی لیکن جوریٹا (Jurata) کو طلب کرنے کے لیئے مدعی اور مدعی علیہ کی باہمی رضامندی ضرور تھی۔ اسائز کے سامنے مدعی علیہ کا دعوے سے انکار کرنا یعنے جھوٹ ہے "نہیں" کہہ دینا بعد کے زمانے میں ایک معمولی بات ہو گئی تھی اس پر عدالت چنداں توجہ نہیں کرتی تھی لیکن مقدمے کی جان جواب دعوے سمجھا جاتا تھا۔ اس طرح اسائز کی قائم مقام جوری بن گئی اور اس نے زمین کے قبضے اور ملک کے دعووں کے سوائے بتدریج دوسرے مقدمات کا بھی تصفیہ کرنا شروع کر دیا۔ ہنری سوم کے عہد میں جوری کے فیصلے کی اس قدر وقعت قائم ہو گئی تھی کہ فریقین جس وقت چاہتے دوران کارروائی میں امور تنقیح طلب کا فیصلہ جوری کے ذریعے سے کرا سکتے تھے اور فیصلۂ جوری کی پابندی فریقین پر لازم ہو گئی تھی۔

جس طرح قدیم زمانے کی اسائز اپنے علم سے امر نزاعی کا فیصلہ کرتی اسی طرح ابتدائً جوری بھی اپنے معلومات کی بنا پر مقدموں کا فیصلہ کرتی تھی۔ اس لیئے اگر کسی شخص کو جوری کا کام کرنا منظور نہوتا تو وہ حالات مقدمہ سے اپنی لاعلمی ظاہر کر کے شرکتِ جوری سے بچ سکتا تھا۔ لیکن اہل جوری زمانۂ حال کے گواہوں سے مختلف ہوتے تھے اُن میں کا ہر ایک رکن علیحدہ علیحدہ شہادت ادا نہیں کرتا تھا اور نہ اس پر جرح کی جاتی تھی۔ اس کے سوائے اہل جوری دعوے کے صحیح یا غلط ہونے کی نسبت اپنی مشترک اور مجموعی رائے کا اظہار کرتے تھے

یعنے ان بارہ آدمیوں کا ایک ہی جواب ہاں یا نہیں ہونا تھا۔ اگرچہ اُن کی رائے مقدمے کے واقعات کے علم پر مبنی ہوتی تھی لیکن اُن کا علم ذاتی نہ ہوتا تھا بلکہ وہ حالات مقدمہ دوسروں سے سنکر اُن کو اپنے علم کا ذریعہ بناتے تھے۔ چونکہ سنی سنائی باتیں ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہیں اور سچ بات کی تہ کو پہنچنے کے لیے فریقین کے حالات اور واقعات سے واقف ہونے کی ضرورت ہے اس لیئے اہل جوری نے شہادت کو فراہم کرکے اس کی تنقیح کرنی شروع کی اور اس جانچ پڑتال کے بعد واقعات کا جو علم اُن کو حاصل ہوتا تھا اس پر وہ اپنا فیصلہ صادر کرنے لگے۔ اس طرح اُن لوگوں کا جو جوری کو حالات مقدمے سے اطلاع دیتے عدالت میں حاضر کرنے کا طریقہ نکل آیا اور جوری نے ان گواہوں پر عدالت میں سوالات کرنے شروع کر دیئے جو واقعات کہ یہ لوگ بیان کرتے اور جو دستاویزات عدالت میں پیش ہوتے تھے اُن پر جرح ہونے لگی۔ اگرچہ لوگوں کے دماغوں میں یہ خیال کہ اہل جوری اپنے ذاتی علم سے مقدموں کو فیصل کرتے ہیں مدتوں جما رہا لیکن چودھویں صدی کے آخر یا پندرھویں کے پہلے زمانے میں جوری اور گواہوں میں اچھا خاصا فرق ہوگیا تھا۔ سنہ ۱۵۴۳ء میں یہ بات قاعدے میں داخل ہوگئی تھی کہ جوری کے ارکان میں سے کم سے کم چھ آدمی فریقین کے ہمسایہ مقرر کیئے جاتے تھے کہ وہ مقدمے کے واقعات سے واقف رہ کر جوری کے دوسرے اراکین کو واقعات سمجھائیں اور اُن کے معلومات میں اضافہ کریں۔ بہرحال اٹھارھویں صدی کے پہلے زمانہ حال کی جوری کی ابتدا نہیں ہوئی۔ اس وقت سے جوری کا کام موازنۂ شہادت ہوگیا ہے اور وہ فریقین میں سے کسی فریق کی طرفدار نہیں ہوسکتی ؂

(۲) جوری مقدمات فوجداری

جس طرح دیوانی مقدمات میں جوری کو مقبولیت حاصل ہوتی گئی اسی طرح فوجداری مقدموں میں اُس کی شرکت کو ترقی ہونے لگی۔ اہل نظر کا خیال ہے کہ سیکسن انگریزوں کے دور آخری میں فوجداری جوری کی بنا ہوئی۔

(الف) چالانی جوری

ایتھلریڈ کے حکم کی بنا پر ہر ایک تعلقے میں ناظم قریہ اور بارہ معزز و قابل آدمیوں کے سپرد وہاں کے ملزمین کا چالان کرنا قرار پایا تھا۔ بعض مورخین کا خیال ہے کہ

ملک کے اُن حصوں میں جو وپن ٹیک کہلاتے تھے چالانی جوری کا تقرر ہوا
ہوگا لیکن ہم کہتے ہیں کہ انگلستان کے ہر ایک حصے میں اِس قسم کی جُوری کا ہونا
ممکنات سے ہے اس لیئے کہ اُس زمانے میں چالانی جُوری سے براعظم
یورپ کے دوسرے ملکوں میں کوتوالی کا کام لیا جاتا تھا اور رایڈ گر اور ڈنسٹن نے
جو یورپ کے منظم ملکوں کے طرز انتظام وقانون کے دل سے شیدا تھے ضرور
چالانی جُوری کے طریقے کو ملک میں عام کیا ہوگا۔ ہنری دوم نے ۱۱۵۹ء
میں ملک نارمنڈی میں اور ۱۱۶۴ء میں انگلستان میں الحاد و زندقہ کی تحقیقات
کی نسبت جو کلیسائی عدالتوں میں ہوتی تھی ملزمین کے پڑوسیوں کی جانب
سے حلفی اطلاع وصول ہونے کو لازم قرار دیا۔ اُس کا قول ہے کہ یہ ایک نہایت
عمدہ اور قدیم کلیسائی طریقہ ہے ؎

۱۱۶۶ء

بہرطور الزام لگانے والی جُوری کی کسی نہج سے ابتدا ہوئی لیکن ۱۱۶۶ء
تک فوجداری معاملات میں اس کی خاص وقعت قائم ہوگئی تھی۔ ممکن ہے کہ
ہنری نے چالانی جوری کی جو پہلے سے ملک میں پولس کا کام کر رہی تھی بنا
ڈالنے کے عوض اُس کے رواج میں مزید ترقی دی ہو۔ معاینۂ ضمانت امن کا
طریقہ عہد ہنری کے سیکڑوں برس پہلے سے چلا آرہا تھا۔ جن لوگوں کے سپرد
ضمانت مذکور کی تنقیح تھی اُنہی کو اس نے ملزموں کے چالان کرنے کے لیئے مقرر
کیا ہو۔ بہرحال منشور کلارنڈن کے زیر اثر تعلقے اور ضلع کی عدالتوں میں شیرف
اور شاہی قضاۃ کے سامنے تعلقات اور قصبات کے نائب اپنے اپنے
علاقوں کے مشتبہ اشخاص پر جن کے خلاف اُن کو انھیں کے پڑوسیوں سے
اُن اشخاص کے ارتکاب جرم کے حالات معلوم ہوتے تھے الزام قائم کرنے

۱۱۷۶ء

لگے۔ منشور نارتھمپٹن نے ۱۱۷۶ء میں جرائم کی تعداد میں جن کی نسبت
تفتیش ہوتی تھی اور بھی اضافہ کیا۔ شیرف کی عدالت کے طریقہ تحقیقات کا
سابق میں ذکر ہو چکا ہے۔ شاہی عدالتوں میں عدالت شیرف سے زیادہ صراحت
کے ساتھ تحقیقات ہوتی تھی اور مجمع بھی زیادہ رہتا تھا۔ سوتار کے سوائے

دورہ کرنے والے قضاۃ

تعلقات کے عہدہ دار، امتیازی عدالتوں کے نظار، قصبوں تعلقوں اور شہروں

کی عدالتوں میں ملزمین کا چالان کیا جانا

کے نائب حاضر رہتے تھے سنہ ۱۱۹۴ء سے پہلے تک انہیں تعلقہ کو بحلف تعلقہ انتخاب کرتا تھا لیکن اس سال کے بعد سے ضلع کے چار نائٹ جن کو مجلس ضلع منتخب کرتی تھی اُن کا انتخاب کرنے لگے یہ چار نائٹ دوسرے دو نائبوں کو منتخب کرتے اور اِن دو منتخب نائبوں کے ذمے اپنے تعلقے سے کسی دس آدمیوں کا انتخاب تھا۔ پہلے دو اور ان دس نائبوں کو ملا کر تعلقے کے لیئے چالانی جوری بنائی جاتی تھی۔ قضاۃ کے زمانۂ دورہ میں تعلقات کی چالانی جوریاں اِن ملزمین کو چالان کرتی تھیں اور شیرف اپنے طور پر اُن کی تحقیقات کر سکتا تھا۔ ملزم کے چار ہموطنوں کو جو اس کے پڑوسی ہوتے تھے اور قصبوں کے نائبوں کو قضاۃ مذکور حلف دیکر واقعات الزام دریافت کرتے تھے اور جب ان کے نزدیک ملزم کے گاؤں کے اور اس کے تعلقے کے نائبوں کے بیانات سے الزام کی پوری تائید ہوتی تو ملزم کو آزمائش غیبی کے ذریعے سے ردّ الزام کی اجازت دیجاتی تھی۔ لیکن ہنری دوم کے عہد تک لوگوں کا اس آزمائش کی جانب سے عقیدہ اس قدر بگڑ گیا تھا کہ جو ملزم "پانی کی آزمائش سے صحیح و سالم نکل آتا" وہ ملک چھوڑنے کے لیئے مجبور کیا جاتا تھا۔ اس کے علاوہ لیٹرن کونسل کے ایک حکم کی بنا پر جو سنہ ۱۲۱۵ء میں جاری ہوا تھا پادریوں کو تحقیقات بذریعۂ آزمائش غیبی میں شریک ہونے کی ممانعت تھی۔ خصوصاً اس دوسری وجہ سے آزمائش مذکورہ کا طریقہ قریب مٹ چکا تھا۔ آزمائش غیبی کے منسوخ العمل ہونے کے بعد اثبات دعوے کا صرف ایک طریقہ باقی رہ گیا تھا اور یہ ضابطۂ دیوانی سے لیا گیا تھا یعنے فیصلۂ اہل ملک یا بالفاظ دیگر تحقیقات بذریعۂ جُوری؛

(ب) تحقیقات ملزم بذریعۂ (۱) آزمائش غیبی

(۲) جُوری

چونکہ فریقین کی رضامندی کے بغیر جُوری مقدمے کا تصفیہ نہیں کر سکتی تھی اس لیئے ملزم کو مختلف تدبیروں سے مجبور کر کے تصفیہ جوری کے لیئے رضامند کیا جاتا تھا۔ چنانچہ سنہ ۱۲۷۵ء میں پہلے قانون ویسٹ منسٹر کے ذریعے سے مشہور اور سنگین جرائم کے ملزمین کو "قید میں تعزیر شدید اور تکلیف جسمانی پہنچانے" کی نسبت حکم دیا گیا اور جب تک وہ اپنی ضد سے باز نہیں آتا اس کی جسمانی

ایذا رسانی موقوف نہیں کی جاتی تھی۔ یہ قانون "تعزیر شدید و تکلیف جسمانی" کا بانی سمجھا جاتا ہے۔ اس کے زیر اثر ملزم کی غذا میں بتدریج کمی کی جاتی تھی اور اس کو فاقوں پر رکھا جاتا تھا اور اس قدر جسمانی تکلیف پہنچائی جاتی تھی کہ وہ جوری کے طلب کرنے پر راضی ہو کر جرم سے اقبال کرتا یا ہلاک ہو جاتا تھا۔ ۱۷۷۲ء تک یہ طریقہ قانوناً جائز سمجھا جاتا تھا۔ چونکہ سنگین جرائم کی سزا میں ملزمین کی جائداد غیر منقولہ وغیرہ ضبط ہوتی تھی اور ان کے ورثہ کو ان کا مال و متاع نہیں ملتا تھا اس لیے اپنی ہلاکت کو اقبال جرم اور طلبی جوری کی نسبت رضامند ہونے پر ترجیح دیتے تھے اور چونکہ ملزمین کے خلاف بلا تصفیہ جوری جرم ثابت نہیں ہو سکتا تھا اس لیے ان کے ہلاک ہونے کے بعد ان کی جائداد کے مالک ان کے ورثہ ہوتے تھے۔

اگر ملزم اہل ملک (جوری) سے تصفیہ کرانے پر راضی ہوتا تھا تو اس کے تعلقے کی جوری اس کی مجرمیت یا برائت کا فیصلہ کرتی تھی۔ اکثر ملزمین تحقیقات جوری کے بعد رہا بھی ہو جاتے تھے اس لیے کہ چالانی جوری لبسا اوقات شہادت سماعی اور اشتباہ پر لوگوں کو ملزم قرار دیتی تھی۔ اس کے علاوہ اگر اہل جوری قوی شہادت کے بغیر کسی ملزم کو مجرم قرار دیتے تو ان کے فیصلے کی دورہ کرنے والے قضاۃ کی عدالت میں نگرانی ہو کر ان کو جرمانے کی سزا دی جاتی تھی۔ اگر ملزم کا جرم ثابت ہوتا تو ملزم کے قرب و جوار کے چار قصبوں کے ساکنین اور بعض وقت اس کے کسی نزدیک سے اور تعلقے کے ساکنین کو حلف دیکر ملزم کے خلاف مزید شہادت لی جاتی تھی۔ اگر یہ دوسری جوری بھی پہلی جوری کی رائے سے متفق ہوتی تو اس وقت مجرم کو سزا دی جاتی تھی۔

مفتش اسباب ہلاکت (تحقیقات کارونر)

پندرھویں صدی کے اوائل میں مفتشین اسباب موت نے باقاعدہ طور پر ناگہانی اموات وغیرہ کی تحقیقات کرنی شروع کر دی تھی لیکن ابتدائً ان کے ذمے کل فوجداری مقدمات کی تفتیش تھی۔ چنانچہ ۱۱۹۴ء میں ان کو "محافظان مقدمات تاج" یعنے محکمے کو نوابی قرار دیکر ان کو ملزمین کے چالان کرنے پر مقرر کیا گیا۔ یہ لوگ چار چار یا چھ چھ قصبوں کے ساکنین کی جوری کی معیت سے

ناگہانی اموات کی تفتیش کرتے تھے اور قصبات کی جانب سے جن مشتبہ اشخاص کا چالان ہوتا تھا اُن کو جیل میں بھیجتے تھے لیکن جب دورہ کرنے والی عدالتوں کے قدیم اور پیچیدہ ضابطے میں تبدیل ہونے سے طریقۂ تحقیقات میں ترقی ہوئی اس وقت سے کارونر کی تفتیش اور شیرف کی عدالت میں ملزمین کا چالان ہونا دورہ کرنے والے قضاۃ کے سامنے اُن کے چالان کیے جانے کے لیے کافی سمجھا جانے لگا ورنہ اصلاح ضابطے کے پہلے تعلقات کی جوری کو دورہ کی عدالتوں میں اگلی چالانی ملزمین کو دوبارہ چالان کرنا پڑتا تھا۔

سابعہ کی فوجداری جوری کی حالت میں کیوں کر ترقی ہوئی۔

اس کے بعد کے زمانے کی تحقیقات بذریعۂ جوری کے صحیح تاریخی حالات کا معلوم کرنا مشکل ہے۔ لیکن اس بات کا پتہ ملتا ہے کہ اُس زمانے میں لوگوں کے دلوں سے الزام لگانے والی جوری کے صحت بیان کا اعتبار بتدریج کم ہو رہا تھا۔ قوم اس بات کو نامناسب سمجھنے لگی تھی کہ جو لوگ کسی شخص کو ملزم قرار دیں وہی اُس کے جرم کی تحقیق بھی کریں لہٰذا ۱۳۵۲ء میں ایک قانون کے ذریعے سے چالانی جوری سے تحقیقات جرائم کا کام لے لیا گیا اور جب یہ خیال قوم کے ذہن نشین ہوگیا تو پھر ایک جوری کے فیصلے کو دوسری جوری کے فیصلے سے تصدیق کرانے کی ضرورت باقی نہیں رہی اور دونوں جوریوں کو ملزم کے قصبے و تعلقے سے طلب کرنے کا طریقہ موقوف ہوگیا۔ ضابطۂ جدید کی رو سے پرانی جوریاں منسوخ ہوکر جوری کلاں اور جوری خرد کا وجود ہوا ہے۔ جوری کلاں سابق کی چالانی جوری اور جوری خرد تحقیقات کرنے والی جوری کے کام کو انجام دیتی ہیں۔

دورے کی عدالتیں

شاہی دورہ

چالانی مقدمات کی بذریعۂ جوری شاہی قضاۃ کے روبرو ان کے دورے کی عدالتوں میں قدیم سے تحقیقات ہوتی تھی۔ سیکسن سلاطین انصاف رسانی کی غرض سے ملک میں دورہ کرتے تھے اور سال میں تین مرتبہ عدالت شاہی منعقد ہوتی تھی جس میں بادشاہ تاج پہنکر مجمع عام میں اجلاس کرتا تھا۔ جو مقدمات

کہ بادشاہ کے خاص فیصلے کے لیئے ۱۱۷۶ء اور ۱۱۷۹ء کے درمیان جمع ہو گئے تھے ان کے لیئے ایک مجلس قضاۃ مقرر ہوئی اور بمقام سینٹ ایڈمنڈزبری اِن کا تصفیہ ہوا۔ اسی طرح ۱۱۹۶ء میں ایک دوسری مجلس قضاۃ نے ڈیون اور کارنوال میں دورہ کر کے چالانی مقدمات کی تحقیق کی۔ نظام مالی کی اصلاح کے بعد ہنری اول نے مجلس مال کے عہدہ داروں کی جو (عدالت شاہی، ایکیوریا) کے ارکان بھی تھے زر مالگزاری کی تشخیص کے لیئے ملک میں دورہ کرنے کا حکم دیا۔ چونکہ قضاۃ اور عمال مال شاہی نائبوں (کمشنروں) کی حیثیت سے ملک میں دورہ کرتے تے اور مقامی مقدمات کے لیئے فریقین اور گواہوں وغیرہ کو ملک کے دوسرے حصوں سے مرکزی عدالت شاہی میں آنے میں مختلف تکلیفیں اٹھانی پڑتی تھیں اس لیئے دورہ کرنے والے قضاۃ کے سپرد تحقیقات وسماعت مقدمات مقامی کا کام کیا گیا ہوگا۔ لیکن اکسچیکر کے دورہ کرنے والے افسروں کے صحیح اختیارات کی تاریخ نہیں ملتی۔ ہمارا اخیال ہے کہ سنگین جرائم جن کی تحقیق کرنے کا شرف مجاز نہ تھا اور نیز ایسے مالی اور عدالتی کارروائیوں کی جن کی نگرانی عدالت شاہی میں ہوتی تھی عمال مذکور اپنے دورے کے زمانے میں سماعت وتحقیقات کرتے ہونگے۔ لیکن اِن عہدہ داروں کو بڑی بڑی امتیازی عدالتوں پر اختیار نہونے اور مقامی امور ومقدمات پر شیرف کا اثر پڑنے سے اُن کا کام بڑھنے نہیں پاتا تھا اور جن نتائج کی دورے کی عدالتوں سے امید کی گئی تھی وہ برآمد نہیں ہوتے تھے۔

دورے کے قضاۃ کی کس طرح بنا پڑی۔

ہنری دوم کے عہد میں دورے کی عدالتوں کی تنظیم ہونے سے مقامی اور مرکزی عدالتوں میں تسلسل وتعلق پیدا ہوا۔ منشور کلارنڈن کے زمانۂ اجرا سے شاہی عہدہ داروں نے باقاعدہ اور متواتر دورے شروع کر دیئے۔ سب سے پہلے ۱۱۶۳ء میں دورہ کرنے کے اصول کا رواج ہوا اور اس غرض سے ملک کی چھ قسمتوں میں تقسیم ہو کر منشور نارتھمپٹن کی رو سے ہر ایک قسمت کا عدالتی کام تین دورہ کرنے والے قضاۃ کے تفویض ہوا اور ۱۱۷۷ء میں چار قسمتوں کے لیئے انکی تعداد اکیس ہو گئی۔ منشور کلارنڈن

نظام عدالت دورہ۔ دطریقۂ عدالت دورہ اور اُسکی تنظیم)

امتیازی عدالتوں کا دورہ کرنے والے قضاۃ کے ماتحت ہونا۔

کی رو سے ہر ایک امتیازی عدالت پر ان کو اختیار دیا گیا اور اس کے دس سال بعد کل چالانی مقدمات کی تحقیقات کے مجازیہ شاہی قضاۃ کر دیئے گئے۔ سند اعظم نے بھی اس کی توثیق کی بلکہ اسائز کی عدالتوں کا کام بھی انھی کے سپرد کیا۔ اگرچہ سند مذکور کی رو سے یہ لوگ سال میں چار دفعہ مذکورہ عدالتوں کو منعقد کرتے تھے لیکن سند اعظم کی اشاعت ثانیہ نے ان کا انعقاد سالانہ کر دیا۔

اس کے پہلے عام دورے کی عدالتوں کا رواج تھا اور چونکہ ان میں ضلع، تعلقے اور قصبے کی کل عدالتوں کے سوتار کو حاضر رہنا پڑتا تھا اس لیے ان کے اجلاس جلد جلد اور پابندی سے نہیں ہو سکتے تھے۔ اگرچہ ان دشواریوں کے بعد بھی یہ عدالتیں کام کرتی رہیں لیکن ایڈورڈ اول کے عہد تک دورہ کرنے والے قضاۃ کا رواج پڑ گیا تھا اور وہ قضاۃ دورہ (Justices of Assize) کہلاتے تھے۔ بادشاہ کے فرمان میں چند عہدہ داروں کا نام درج ہو کر ان کو ملک میں دورہ کرنے اور فصل خصومات وغیرہ کو انجام دینے کا حکم صادر ہوتا تھا۔ اس قسم کے چند مخصوص عدالتی فرامین تھے۔ مثلاً تحقیقات نقض امن، تصفیہ مقدمات چالانی، تحقیقات ملزمین محبوس، اور سماعت مقدمات دیوانی ضلع کے لیے ان ناموں کے فرامین (کمیشن) دورہ کرنے والے قضاۃ کی علحدہ علحدہ جماعتوں کے نام جاری ہوتے تھے۔ فرمان "النسی پرائیس" سب سے پہلے ۱۲۸۵ء میں صادر ہوا تھا اور اس کے ذریعے سے اضلاع کے مقدمات دیوانی کی سماعت و تصفیے کی زحمت قضاۃ مذکور سے اٹھالی گئی اور بجائے عدالت ضلع کے ان کے لیے ویسٹ منسٹر مستقر قرار پایا جو تاریخ کہ سماعت مقدمے کے لیے عدالت ویسٹ منسٹر میں مقرر ہوتی تھی اگر اس کے پہلے (Nisiprius) دورہ کرنے والے قضاۃ ضلع میں نہ پہنچتے مقدمہ مذکور کو عدالت ویسٹ منسٹر جس کے ارکان دو جج اور ضلع کے ایک یا دو نمائندے ہوتے تھے بمعیت جوری جو ضلع مذکور سے طلب ہوتی تھی سماعت و فیصل کرتی تھی۔

ایڈورڈ اول نے دورے کی عدالتوں کے اجلاسوں اور اوقات کا تعین کرکے ان کے انعقاد کی تعداد بڑھادی اور اُن کو باضابطہ بنادیا۔ پانچ مختلف کمیشنوں (عدالتی فرامین) کو ایک کرکے مختلف قضاۃ کی اس نے ایک مجلس مقرر کی اور اس عدالتی مجلس کے سپرد بمقام دورہ اُن پانچ قسمتوں کے مقدمات کا تصفیہ کردیا جس کے لیے اس کے پہلے مختلف ناموں کے کمیشن جاری ہوتے تھے اس کے سوائے ان قضاۃ کے بعض اختیارات کم ہوکر اعزازی نظمائے فوجداری کو مل گئے۔ دورِ ٹیوڈر میں بعض فوجداری اور دیوانی اختیارات میں سہ ماہی فوجداری عدالتیں دورہ کرنے والی عدالتوں کے ہم پایہ ہوگئی تھیں اگرچہ اُنیسویں صدی کے پہلے سہ ماہی فوجداری عدالتوں اور دورے کی عدالتوں کے اختیارات کا باقاعدہ تعین و تصفیہ نہیں ہوا لیکن سترھویں صدی سے سنگین سزاؤں کی تجویز کرنا دورے کی عدالتوں کے لئے مخصوص ہوگیا تھا۔ ۱۸۴۶ء میں اضلاع کی عدالتوں کے قیام سے نظمائے اسایز یعنے دورے کی عدالتوں کے باقی ماندہ دیوانی اختیارات ابھی سلب ہوگئے ؛

اعزازی نظمائے فوجداری

اگرچہ ابتدا سے سلطنت کے "کارندے" کے تفویض تحفظ امن اور مختلف امور کی انجام دہی تھی لیکن شروع سے اس کی شان ایک خاص عہدہ دار کوتوالی کی سی رہی ہے۔ ان اعزازی نظما کے قیام کے پہلے سے قوم کو جمعیت کوتوالی میں بھرتی کرنے اور اس کے ذریعے سے امن قائم کرنے کے مختلف طریقے ملک میں رائج تھے چنانچہ (کفنبہ) اور مالک کی ضمانت نیز عشیرہ کی مشترکہ ضمانت پر پہلے سے عمل ہوتا تھا۔ ان میں کی سب سے آخری قسم کی ضمانت نارمن فتح کے بعد سے بجز حصۂ شمالی تمام ملک میں رائج ہوگئی تھی اور اس پر آزاد و غیر آزاد باشندے عمل کرتے تھے۔ لیکن کچھ مدت کے بعد چونکہ آزاد باشندے صاحبان زمین ہوتے تھے اس لیئے ان سے اُن کی خوش اطواری کی نسبت ضمانتِ عشیرہ کا طلب کیا جانا موقوف ہوا اور اگر

قدیم کوتوالی انتظامات (۱) ضمانت قبیلہ و مالک و عشیرہ

ان سے کسی قسم کا جرم سرزد ہوتا تو اُس کا اثر اُن کی زمینوں پر پڑتا تھا۔ ایڈمنڈ کے زمانے میں "حلف وفا شعاری" کا رواج ہوا۔ ہر ایک شخص کو اس بات کی قسم کھانی پڑتی کہ وہ اپنے کسی قرابت دار یا کسی غیر کے باغیانہ خیالات اور تدبیروں کو حکومت سے نہیں چھپائے گا۔ کنُوٹ کے حکم سے ہر ایک شخص سے جس کی عمر بارہ سال سے زیادہ ہوتی تھی حلف لیا جاتا تھا کہ وہ خود چوری کرے گا اور نہ کسی دوسرے کی چوری کا علم ہو تو حکومت سے اُس کو مخفی رکھے گا۔ اس کا اعادہ رچرڈ اول کے عہد میں ہوا تھا۔

(۲) حلف وفا شعاری

مجرمین فراری کو دوسرے طریقوں سے گرفتار کیا جاتا تھا اور سزا دلوائی جاتی تھی۔ فوج قومی بھی ایک حد تک فراریوں کی گرفتاری میں مدد دیتی تھی علاوہ بریں ہر ہر قصبے اور تعلقے تک تعاقب کر کے ان کو گرفتار کرنا قوم کے ہر ایک متنفس کا فرض تھا اور اس پر ایڈگر کے عہد سے عمل ہو رہا تھا۔ ہنری سوم اور ایڈورڈ اول کے دور میں نظام کوتوالی کو ترقی ہوئی اور جس طرح قدیم زمانے میں کل قوم سے فوجی کام لیا جاتا تھا اسی طرح کوتوالی کا کام بھی تمام قوم سے متعلق ہو گیا۔ تحفظ امن کی بابت سنہ ۱۲۳۳ء میں ایک حکم نافذ ہوا سنہ ۱۲۵۲ء اور سنہ ۱۲۵۳ء میں اس کی مزید صراحت ہوئی اور اُس کے زیر اثر ہر ایک قصبے کے دروازوں کی حفاظت و نگرانی چار ساکنین قصبہ کے سپرد ہوئی اور چار چار اہل قصبہ باری باری سے طلوع آفتاب سے غروب تک گاؤں کے دروازوں پر پہرا دینے لگے۔ اجنبی لوگوں کو یہ اپنی حراست میں رکھتے تھے اور جو آپ کو حوالے کرنے پر راضی نہ ہوتا یا فرار ہو جاتا تو یہ شور و غل مچاتے ہوئے اس کا قریہ بہ قریہ تعاقب کر کے اُس کو گرفتار کراتے تھے۔ جو لوگ شہروں اور گاؤں کے دروازوں پر پہرا دینے سے انکار کرتے یا اپنی باری کے روز غیر حاضر ہوتے تھے اُن کو دورے کی عدالتوں میں پیش کر کے سزا دلوائی جاتی تھی۔ سنہ ۱۲۵۲ء میں ہر ایک گاؤں کے لیے ایک جوان کوتوالی اور ہر ایک تعلقے کے مستقر کے واسطے ایک جمعدار کوتوالی مقرر کیا گیا۔ گاؤں اور تعلقوں کے رہنے والوں میں لوگ سپاہ گری کی نسبت حلف کرتے تھے ان پر ان

(۳) شور و غوغا

(۴) پہرہ اور حفاظت

جوانان کوتوالی کے احکام کی تعمیل واجب تھی اور حفظ امن وغیرہ کے متعلق اِن لوگوں کو جوانان مذکور کے ساتھ کام کرنا لازم تھا۔ اس طرح فوج قومی کے فرائض میں پہرا دینا اور حفاظت ملک شامل کردی گئی تھی۔ تحفظ امن کی نسبت جس قدر قدیم احکام تھے ان کو اور متعدد قوانین اسلحہ کو ملا کر قانون وِنچسٹر مرتب کیا گیا تھا۔ قانون مذکور کے زیر اثر مجرموں اور چوروں سے اہل دیہات کو محفوظ رکھنا فوج قومی کا فریضہ تھا۔ ہر ایک شخص کو اپنے مکان میں امن بادشاہ کے تحفظ کے لیئے اپنی حیثیت کے موافق زرہ بکتر اور اسلحہ کا رکھنا لازم تھا۔

سنہ ۱۲۸۵ء

ہر ایک تعلقے اور ایسی جاگیروں میں جس میں امتیازی عدالت ہوتی تھی سالانہ دو کوتوالی کے جوانوں کا انتخاب ہوتا تھا کہ یہ لوگ وہاں کے ساکنین کے گھروں میں جاکر ہر ایک گھر میں اس قسم کے زرہ بکتر اور اسلحہ کی تنقیح کریں، فراریوں کی گرفتاری کے لیئے شور وغوغا مچائیں اور مجرموں اور بدمعاشوں کو پکڑ کر شیرف کے حوالے کریں۔ اِس کے علاوہ اصرار سے جو لوگ ان جوانوں کے شور وغوغا مچانے پر اشرار و فراریوں کے تعاقب کرنے سے جی چراتے یا ان کو عمداً گرفتار نکرتے تھے اُن کو بھی یہی جوانان کوتوالی اعزازی نظمائے فوجداری کی عدالتوں میں چالان کرتے تھے؛

اعزازی نظمائے فوجداری۔

یہ معینہ قضاۃ قانون وِنچسٹر کے احکام کی قوم سے تعمیل کراتے تھے اور وہ اعزازی نظمائے فوجداری کے پیش رو تھے۔ بلکہ نظمائے مذکور کے قیام کے سو سال پہلے سے ان کا پتہ تاریخ میں ملتا ہے۔ جس مرد کی عمر پندرہ سال سے زیادہ ہوتی تھی اُس سے حفظ امن میں خلل انداز نہونے کی نسبت حلف لیا جاتا تھا لیکن سنہ ۱۱۹۵ء میں اس حلف دلوانے کے لیئے نایٹ مقرر کیئے گئے۔ ہر ایک ضلع کے لیئے سنہ ۱۲۶۴ء میں ایک محافظ امن (کسٹوس پکیس۔ Custos pacis) کا تعین ہوا لیکن سنہ ۱۲۷ء سے عدالت ضلع میں اس کا انتخاب ہونے لگا۔ سنہ ۱۲۵۵ء کے بعد سے شیرف بمعیت نظمائے دیوانی و فوجداری جو بوقت دورہ فصل خصومات کرتے تھے لوگوں کو قانون وِنچسٹر کا پابند بنانے لگے۔ لیکن ان کے عوض سنہ ۱۳۲۷ء میں ہر ایک ضلع میں

حفظ امن کے لیئے نیک اور وفا شعار لوگ مقرر کیئے گئے اور ان کو جرائم کی تحقیق کرنے اور مجرمین کو سزائیں دینے کا اختیار دیا گیا اس کے دو برس بعد ان لوگوں کو چالانی مقدمات کی سماعت کرنے اور ملزمین کو دورہ کرنے والے قضاۃ کی عدالتوں میں سپرد کرنے کا مزید اختیار ملا سنہ ۱۳۴۴ء سے اس کام کے لیئے پہلے سے لائق ججوں کی ایک جماعت مقرر ہونے لگی اور وقت ضرورت ان میں سے چند اور بعض دوسرے لائق اور قابل قانون دان اشخاص کو شریک کرکے سنگین اور ادنی جرائم کی سماعت و تحقیقات اُن کے سپرد کیجاتی تھی بالآخر سنہ ۱۳۶۰ء میں ہر ایک ضلع کا حفظ امن، ملزمین کی گرفتاری و محبوسی اور سنگین و ادنی جرائم کی سماعت و تحقیقات کے لیئے ضلع کے ایک سربرآوردہ امیر، تین چار نہایت قابل آدمی اور چند قانون دانوں کا تقرر عمل میں آیا۔ اُس کے دو سال بعد یہ نظما سال میں دو مرتبہ ازروئے قانون اجلاس کرنے لگے۔

(۱) عدالت ضلع کے ساتھ اُنکے تعلقات۔

اس طرح اعزازی نظمائے فوجداری حکومت ضلع کی کل کے مستقل اور ضروری پُرزے بن گئے۔ ادارۂ مذکورہ کے بعد سے سو برس تک ان کے اور عدالت ضلع کے مساوی اختیارات رہے لیکن اُس دوسری عدالت کے ذی مرتبت سوتار کے بتدریج حاضری عدالت سے مستثنیٰ ہونے سے اُس کے ہاں زیادہ تر مفتشین اسباب موت، محافظین جنگلات اور ضلع کے نمائندوں کا انتخاب کرنا رہ گیا اس کے برعکس قانون غیر موضوعہ کی عدالتوں کو ترقی ہونے اور دورہ کرنے والے قضاۃ کو عدالتی اختیارات ملنے کے بعد جو کچھ فوجداری عدالت خفیفہ کا کام شیرف انجام دیتا تھا وہ ان مقیم اور مستقل نظمائے عدالت کی طرف منتقل ہوگیا۔ اس کے سوا جب یہ اعزازی نظما سہ ماہی فوجداری عدالتوں کے اجلاس میں شریک ہونے لگے تو یہ دورہ کرنے والے قضاۃ کے ہمسر بن گئے اس لیئے کہ ان کو بھی بجز جرم بغاوت کے کل چالانی مقدمات کی تحقیقات کا اختیار مل گیا تھا۔ ابتداً ان کے دیوانی اختیارات محدود تھے لیکن مقامی عدالتوں کے انحطاط کے سبب سے

(۲) دورہ کرنے والے قضاۃ کے ساتھ اُنکے تعلقات۔

ان کے ان اختیارات میں بھی ترقی ہوئی اور بلحاظِ اختیاراتِ دیوانی عدالت دورے کے نظماء کے یہ ہم پلہ ہو گئے تھے۔ اگرچہ سترھویں صدی میں قانون نے ایسے جرائم کی تحقیقات جن کی سزا موت ہوتی تھی دورے کی عدالتوں کے لیئے مخصوص کر دی تھی اور اُس زمانے میں اکثر جرائم کی سزا سنگین (یعنے موت) ہوتی تھی لیکن سہ ماہی فوجداری عدالتوں کا سنگین جرائم کو تحقیق کرنا ۱۸۴۲ء کے پہلے قانوناً موقوف نہیں ہوا اور جب تک اضلاع کی جدید عدالتوں کا قیام نہوا بجز چند مخصوص مقدمات دیوانی کی سماعت کے اعزازی نظماء فوجداری کے دیوانی اختیارات سلب نہیں کیئے گئے ؛

(۳) قانون غیر موضوعہ کی عدالتوں کے ساتھ ان کے تعلقات۔

عدالتی امور میں اعزازی نظماء فوجداری کنگس بنچ کی عدالت کے ماتحت سمجھے جاتے تھے۔ عدالت مذکور حکمنامہ مینڈمیس (Mandamus) کے ذریعے سے نظماء مذکور کی عدالتوں سے مقدمے اپنے یہاں منتقل کر لیتی تھی اور جن امور کے فیصلے کے وہ مجاز نہوتے ان کی نسبت حکمنامہ امتناعی جاری ہوتا تھا اور یہ لوگ تحقیقات و دست اندازی سے روک دیئے جاتے تھے۔ ایسا ہی جن مقدمات کی سماعت و تحقیقات ان کے اختیار کے باہر ہوتی تھی یا جن مقدموں کے لیئے دوسری عدالتیں مخصوص تھیں اور غلطی یا کسی اور سبب سے وہ ان میں پیش ہوتے تو یہ لوگ ایک صداقت نامہ کے ساتھ کنگس بنچ میں اُن مقدموں کو منتقل کر دیتے تھے لیکن اب یہ نگرانی عدالت العالیہ کی طرف منتقل ہو گئی ہے۔ اگرچہ اس وقت اعزازی نظمائے فوجداری کے اختیارات پہلے سے کم ہو گئے ہیں لیکن فوجداری مقدمے تین چوتھائی یہی لوگ فیصلہ کرتے ہیں ؛

اعزازی ناظم کے فوجداری اختیارات

ہر ایک اعزازی ناظم بحیثیت محافظِ امن وارنٹ (حکمنامہ گرفتاری) کر سکتا اور جوانان کو توالی پر مشہور قانونِ مجمع ناجائز کے رو سے احکام صادر کرنے کا مجاز ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ بلوئی اور شورش کی انتہائی حالتوں میں اگر ضرورت ہو تو فوج کو طلب کر کے اس کے ذریعے سے فساد کو فرو کر سکتا ہے۔ دو اعزازی ناظم بوقت ضرورت اپنے مشورے سے مخصوص پولیس کے

جوانوں کا تقرر کر سکتے ہیں۔ جو لوگ صحیح و تندرست ہوں اور جن کو کوئی قانونی عذر نہ ہو اگر اس قسم کی پولیس میں طلب ہوں تو ان کو ان اعزازی نظما کے احکام کی تعمیل کرنی لازم ہے۔ لیکن مستثنیٰ لوگوں کو اس کام کے لیئے وزرائے سلطنت میں سے کوئی ایک وزیر مجبور کر سکتا ہے۔ جس طرح اس ادارے کے قیام کے پہلے شیرف ملزمین کے چالان کرنے کے لیئے ابتدائی تحقیقات کرتا تھا اسی طرح اعزازی ناظم اس کام کو انجام دیتا ہے لیکن ملزم کی ضمانت کی کارروائی کا اُن کے متفقہ جلسے میں پیش ہونا لازم ہے۔ ادنیٰ درجے کے جرائم کی تحقیقات کے اختیارات جس میں جوری کی شرکت نہیں ہوتی ہے ان نظما کو کچھ عجیب و غریب طریقے سے ملے ہیں۔ متعدد قوانین کے ذریعے سے ان کو جرائم مذکورہ کی سماعت اور مجرمین کو سزا دینے کے اختیارات تو دیئے گیئے لیکن اُن جرموں کو تحقیق کرنے کا طریقہ نہیں بتلایا گیا ہے اور ان میں اس بات کا بھی پتا نہیں ملتا کہ کس زمانے سے اس طرح کی تحقیقات کا آغاز ہوا۔ بہر حال ۱۸۴۸ء میں سرسری تحقیقات کی نسبت قانون منضبط ہوا اور ۱۸۷۹ء میں اُن متعدد جرائم کے لیئے جو معمولی یا ادنیٰ کہلاتے تھے اور جن کی سرسری تحقیقات ہوتی تھی ایک معیار قرار پایا۔ ایسے کل جرائم جن کی سزا دو ہفتوں کی قید یا بیس شلنگ جرمانے سے زیادہ نہ ہو سرسری تحقیقات کے قابل ہیں۔

خفیفہ فوجداری عدالتیں۔

سہ ماہی فوجداری عدالت کے دو یا زیادہ نظما کا متفقہ جلسہ عدالت خفیفہ کہلاتا ہے۔ خفیفہ عدالتوں کے اختیارات زیادہ تر قدیم اضلاع کی عدالتوں کے مماثل ہیں۔ ۱۸۲۸ء میں اِن عدالتوں کی باقاعدہ تنظیم عمل میں آئی اُس کے پہلے اُن کے اختیارات اور ترکیب وغیرہ میں نہایت ابتری تھی۔ اس سال اختیار ملنے پر سہ ماہی فوجداری عدالتوں کے نظمانے خفیفہ عدالتوں کے قیام کے لیئے ملک کی مختلف حلقوں میں تقسیم کی۔ اس طرح پر اگرچہ ہر ایک ضلع کے لیئے بہت سے دورہ کرنے والے قضاۃ کا تقرر ہوتا ہے لیکن ضلع کا عدالتی کام زیادہ تر یہی اعزازی نظما عدالتِ خفیفہ میں انجام دیتے ہیں

جو اس ضلع میں مستقل سکونت رکھتے ہوں۔ عدالت خفیفہ کے بھی تقریباً وہی اختیارات ہیں جو ایک اعزازی ناظم کے ہوتے ہیں لیکن ان میں ان مقدمات کا فیصلہ ہوتا ہے جن کی سماعت و تحقیقات کا اعزازی ناظم مجاز نہیں ہے ہر ایک عدالتِ خفیفہ کا ایک صدر اور چند مستقل ارکان ہوتے ہیں۔ اسکا ایک معینہ عمارت میں اجلاس ہوتا اور اس کے لیئے ایک مستقل سررشتہ دار مقرر کیا جاتا ہے۔ سررشتہ دار مذکور قانون سے واقف رہتا اور ان اعزازی نظما کو جو قانون سے ناواقف ہوتے ہیں قانون بتلاتا اور سمجھاتا ہے۔ سہ ماہی عدالت فوجداری کا بھی ایک سررشتہ دار ہوتا ہے اور اس کے بھی اسی طرح کے فرائض ہیں۔ منفرد اعزازی نظماے فوجداری اور خفیفہ فوجداری عدالتوں کے سرسری فیصلوں کی ناراضی سے سہ ماہی عدالتوں میں مرافعہ ہوتا ہے۔ اگرچہ یہ دوسری عدالتیں جوری کی شرکت کے بغیر ان مرافعوں کا فیصلہ کرتی ہیں لیکن چالان کے مقدمات جو جوری کلان کی جانب سے پیش ہوتے ہیں ان کی تحقیقات جوری خرد کی معیت سے ہوتی ہے۔ چونکہ بہت ہی چند برطانوی شہروں میں ماہوار یاب نظماے فوجداری مقرر ہوتے ہیں لہذا اس سے ظاہر ہے کہ یہ اعزازی ناظم جن کا پیشہ قانون دانی نہیں ہے نہایت لیاقت اور مستعدی سے عدالتی کام انجام دیتے ہیں۔

سہ ماہی فوجداری عدالتیں

سنہ ۱۳۸۸ء میں ہر ایک ضلع کے لیئے علاوہ نظماے عدالتِ دورہ چھ اعزازی فوجداری ناظموں کا رکھا جانا قرار پایا تھا لیکن بہت ہی جلد اس قاعدے کی پابندی ترک کردی گئی۔ اس زمانے میں تو قانون مذکور پر عمل ہی نہیں ہوتا چنانچہ لنکا شایر کا نظائے فوجداری کا طبقہ آٹھ سو سے زیادہ افراد پر شامل ہے اور ملک میں اُن کی کل تعداد بیس ہزار کے اوپر ہے لیکن ان میں کے اکثر نظما عملاً کوئی عدالتی کام نہیں کرتے بلکہ اُن کے نام اسماں فرامین میں درج ہوتے ہیں جو ان عدالتوں کے انعقاد کے متعلق سال میں کئی دفعہ نفاذ پاتے رہتے ہیں۔ چنانچہ اس قسم کے ہر ایک فرمان میں پریوی کونسل کے کُل ارکان کے نام درج ہوتے ہیں لیکن کونسل مذکور کے

صرف وہی ارکان اعزازی نظماے فوجداری کا کام کر سکتے ہیں جو ملک کی فوجداری خفیفہ عدالتوں میں منصرم اعزازی ناظموں کی خدمتوں پر رہے ہوں۔ لیکن پریوی کونسل کا ہر ایک رکن اعزازی ناظم فوجداری کے بعض ادنیٰ فرائض کو ملک کے کسی ایک حصے میں انجام دینے کا مجاز ہے۔ چونکہ ٹیوڈر بادشاہوں کے عہد میں مقامی اعزازی نظما پریوی کونسل کے ماتحت ہوتے تھے اور اُنکے فرائض اکثر و بیشتر سیاسی اغراض پر مبنی تھے اس لیئے اب بھی اسی قدیم رسم کی پابندی سے پریوی کونسل کے ارکان کے نام فرمان ہیں جس کے ذریعے سے اعزازی نظماے فوجداری کا تعین کیا جاتا ہے مرقوم ہوتے ہیں ٹو

اعزازی نظماے فوجداری کے اوصاف (شرائط اہلیت)

رچرڈ دوم اِس خدمت پر نائٹ معززین اور شرفا کو مقرر کرتا تھا۔ ہنری پنجم نے ان اوصاف کے سوائے اعزازی نظما کے لیئے ضلع کی سکونت لازم کردی تھی اور ہنری ششم نے بیس پونڈ والی شرط ملکیت کا اضافہ کیا تھا۔ جارج دوم کے زمانے میں شرطِ ملکیت سو پونڈ کردی گئی۔ بعض بعض وقت عورتوں نے بھی اس خدمت کو انجام دیا ہے۔ چنانچہ ہنری ہشتم کے عہد میں یٹ کی لیڈی برکلے (Lady Burkly of yate) جس کا علاقہ ضلع گلاسٹر میں واقع تھا تلوار باندھ کر عدالت خفیفہ اور دورے کی عدالتوں میں نظما کے جلسوں میں شریک ہوکر عدالتی کام کرتی تھی۔ اور جس زمانے میں یہ عدالتیں بند رہتی تھیں وہ اپنے علاقے کی رعایا کے فصل خصومات میں مشغول ہوتی تھی۔ چونکہ ان نظما کی مدتِ ملازمت اُن کی نیک اطواری اور بادشاہ کی خوشنودی پر منحصر ہوتی تھی اس لیئے اگر ان دونوں باتوں میں یہ ثابت قدم پائے جاتے تو مدت العمر وہ اپنی خدمت سے نہیں ہٹائے جاتے تھے۔ جس طرح نظام جاگیری کے زمانے میں امراے جاگیردار سے دادرسی کا تعلق تھا اُسی طرح اِس زمانے میں بھی اسی طبقے کے ہاتھ میں عدل گستری ہے۔ ازبسکہ انگلستان میں ابتدا سے طبقہ امرا کو بادشاہ کی جانب سے عدالتی اختیارات عطا ہوتے رہے ہیں اور جس طرح قدیم زمانے میں بادشاہ اُن کے اِن اختیارات کو سلب کرنے کا مجاز تھا اب بھی ہے اس لیئے یہ بات یاد رکھنے کے قابل

ہے کہ برطانوی امرا کے عدالتی اختیارات ہمیشہ نظام جاگیری کے عدالتی اختیارات سے مختلف رہے ہیں، اور ایک کو دوسرے سے کبھی کسی قسم کا تعلق نہیں رہا۔ انگلستان کے امراے جاگیردار بادشاہ کے نائبوں کی حیثیت سے اپنے عدالتی اختیارات پر عمل کرتے ہیں اور کرتے تھے لیکن نظام جاگیری کے عدالتی اختیارات کے معنی بادشاہ کے عدالتی اختیارات کا سلب ہونا ہے۔ پہلی شکل میں حاکم یا جاگیردار کی ملکیت و امارت پر اس کے عدالتی اختیارات کا انحصار ہوتا تھا اور دوسری شکل میں اختیارات عدالت کو ملکیت اور حکومت سے کوئی تعلق نہ تھا۔ پورے ضلع کے لیے بذریعہ فرمان اعزازی نظماے فوجداری کا تقرر ہوتا ہے۔ ان کے صدر کا لقب محافظ دفتر (Custos Rotuloum) ہے اور یہی عہدہ دار ضلع کا لارڈ لیفٹیننٹ بھی ہوتا ہے۔

اعزازی نظماے فوجداری کے انتظامی فرائض

اعزازی نظماے فوجداری کے انتظامی فرائض ان کے عدالتی اور کوتوالی کاموں سے کم اہم نہ تھے۔ جس طرح عدالتی امور میں یہ لوگ رعایا اور بادشاہ کے درمیان واسطہ ہوتے تھے اسی طرح انتظامی امور میں بادشاہ ان کے توسط سے اپنے اغراض کا قوم سے اظہار کرتا تھا۔ چنانچہ ان کی معرفت رسد، زرجہاز، قرضہ جات، بخشش اور قرضہ جبریہ کے متعلق بادشاہ کی فرمائشیں قوم تک پہنچتی تھیں۔ نظماے مذکور مقامی محصولات کی تشخیص کر کے ان کو وصول کرتے اور جن ضلعوں میں ان محصولات کی رقم صرف ہوتی اُن کی نگرانی بھی یہی لوگ کرتے تھے۔ مزدوروں کی اجرت اور اشیا کا نرخ بھی مقرر کرتے اور انھی کے حکم سے مفلسوں کو امداد ملتی تھی۔ نان کن فرمسٹ اور اُن لوگوں کے خلاف جو مذہبی امور میں بادشاہ کی صدارت کے منکر تھے یہی لوگ متعلقہ قوانین تعزیری کو نافذ کراتے تھے۔ انھی کی معرفت کل مقامی عہدہ داروں کا تقرر ہوتا تھا۔ راستوں، پلوں، قید خانوں اور کل سرکاری عمارتوں کی ترمیم و تعمیر کے یہی ذمہ دار تھے اور ان کی نگرانی انھی کے سپرد تھی۔ عہد ٹیوڈر میں یہ لوگ ضلع کے حاکم بن گئے تھے۔ ان پر بجز شاہی کونسل اور کنگس بنچ کے کسی دوسرے محکمے کا دباؤ نہ تھا۔ انھی کے ذریعے سے

کل قوانین جن کا تعلق طرز معاشرت اور کوتوالی سے ہوتا تھا تعمیل کرائی جاتی تھی۔ علامہ میٹ لینڈ کہتے ہیں کہ اِن لوگوں کے اس قدر متعدد اور مختلف فرائض تھے کہ ان کے ہر ایک کام کے لیئے حروف تہجی میں سے ایک حرف مخصوص ہو سکتا ہے۔ جس طرح زمانۂ حاضرہ کی سلطنت کے کام کثیر اور مختلف قسم کے ہوتے ہیں اسی طرح ان کے فرائض کی کثرت تھی اور یہی کیفیت ٹیوڈر سلاطین کی پریوی کونسل کے کاموں کی ہو گئی تھی اسی کونسل کے ہاتھوں میں یہ لوگ کٹ پتلی بن گئے تھے۔ کونسل اپنے کل اغراض ان کے ذریعے سے پورے کراتی تھی۔ ان نظما کو مختلف کام کرنا پڑتا تھا اور ان کے انتظامی اور دوسرے فرائض کے متعلق اس کثرت سے قانون بنایا جاتا تھا کہ جیمس اول کے عہد میں لیمبرڈ قوانین کے انبار کے انبار دیکھ کر تنگ آگیا تھا اس زمانے میں چھاپے کے بڑے حروف ہوتے تھے اور بڑے بڑے کاغذوں پر قانون وغیرہ طبع ہوتا تھا۔ اس لیئے اس کو یقین ہو گیا تھا کہ اگر قوانین کے انبار اعزازی نظما کے پشت پر رکھے جائیں تو ان کی پشت خم ہو جائے گی لیکن اضلاع کی مجلسوں کے قیام سے ان کے انتظامی فرائض میں بہت کچھ کمی ہو گئی ہے ان مجلسوں کی نسبت قانون بنگرہ ۱۸۸۹ء میں نافذ ہوا اور اُس زمانے سے یہ لوگ صرف عدالتی کام انجام دیتے اور بعض اجازت ناموں کے قوانین کی تعمیل کراتے ہیں لیکن ضلع کی کوتوالی کا انتظام اب بھی انھی سے متعلق ہے اور ان کے دوسرے انتظامی فرائض جن کا مقامی مالیات و انتظامات سے تعلق تھا مجلس ضلع کی طرف جس کے ارکان کا انتخاب ہوتا ہے منتقل ہو گئے ہیں۔ ضلع کی جمعیت کوتوالی کی نگرانی اور وہاں کے بعض عہدہ داروں کا تقرر مجلس ضلع اور عدالت سہ ماہی کے ارکان کی ایک مشترک کمیٹی کرتی ہے ؛

عدالت چانسری

چانسلر (ناظم نصفت) — سب سے پہلے ایڈورڈ تائب کے عہد حکومت میں چانسلر کا تقرر عمل

ہیں آیا۔ یہ بادشاہ کا میر منشی اور محافظ مہر کلاں یعنے مہر سلطنت ہوتا تھا۔ لفظ
چانسلر کیانسیلی (Cancelli) سے مشتق ہے کیانسیلی کے معنی پردے کے
ہیں۔ چانسلر کی نشست پردے کے پیچھے مقرر تھی جہاں وہ اپنے فرائض انجام
دیتا تھا۔ بعض مورخین کا خیال ہے کہ چونکہ چانسلر غلط فیصلوں کو منسوخ کرتا تھا
اس لیئے یہ لفظ کینسل (Caneel) سے جس کے معنی منسوخ و رد کرنے کے
ہیں مشتق ہے لیکن یہ خیال غلط ہے چانسلر سے کینسل کو کوئی تعلق نہیں۔
شروع سے چانسلر کی خدمت مہتم بالشان سمجھی گئی ہے۔ بادشاہ کا محکمۂ انشاء
اس کے ماتحت تھا اس سے یہ کل دنیوی (غیر مذہبی) امور میں بادشاہ کا معتمد علیہ
ہوگیا تھا اور چونکہ مہر سلطنت اس کے یہاں رہتی تھی اس لیئے جس قدر ایسے اہم کاغذ
و فرامین سے جو بارگاہ شاہی سے اجرا ہوتے تھے اور جن پر مہر مذکور ثبت ہوتی
تھی وہ واقف رہتا تھا علاوہ بریں قصر شاہی کے پادریوں کا افسر ہونے کی وجہ
اس کو ان کی افسری حاصل تھی اس لیئے وہ بادشاہ کے اخلاق حسنہ رحم دلی اور
ایمان کا گویا محافظ بن گیا تھا۔ چانسلر کے کار انشا کی یقیناً بہت کثرت ہوگی اور
یہ زیادہ تر مختلف حکمناموں کے مسودات پر مبنی تھا المختصر وہ کل محکمہ جات سلطنت
کا معتمد وزیر سمجھا جاتا تھا۔ چنانچہ پیکیٹ کی چانسلری کے زمانے میں اس کے
ماتحت پچاس منشی ان کاموں کو انجام دیتے تھے۔ کیوریا (مجلس شاہی) اور محکمۂ
خزانے کے عہدہ داروں میں سب سے زیادہ اہم یہی سمجھا جاتا تھا اور جب
صدر اعظم کا عہدہ عدالتوں کے میر مجلسوں کے تقرر سے ٹوٹ گیا تو یہ شاہی
عہدہ داران سیاسی کا صدر افسر یعنے معتمد خاص بن گیا۔

چانسلر کے عدالتی اختیارات

اگرچہ ابتدا میں چانسلر کے مخصوص عدالتی اختیارات نہیں تھے لیکن
کونسل شاہی کا میر مجلس اور امرائے خزانہ میں سے ایک امیر ہونے کی حیثیت
سے ان دونوں اداروں میں وہ عدالتی امور انجام دیتا تھا۔ ایڈورڈ اول کے
حکم سے اس کی ابتدائے حکومت میں چانسلر اور دوسرے حکام عدالت نے
رعایا کی کل عرضیوں کو جانچنا شروع کیا۔ جو عرضیاں بادشاہ کے ملاحظے اور فیصلے
کے لائق ہوتی تھیں ان کو یہ لوگ بادشاہ کی خدمت میں ارسال کرنے اور جن کا

فیصلہ خود کر سکتے اُن کو بادشاہ کے ملاحظے میں پیش نہیں کرتے تھے۔
اس کے بعد حکم شاہی کی بناپر عرضیوں کی پانچ پلندوں (حصوں) میں تقسیم ہونے لگی۔ جو عرضیاں چانسلر کے فیصلے کے قابل ہوتی تھیں ان کا پلندا اُس کے ہاں روانہ ہوتا تھا۔ لیکن اس انتظام کو پارلیمنٹ اور کونسل کی تنظیم ثانی نہ کہ چانسلر کے عدالتی اختیارات کی بنا سمجھنا چاہیئے۔ جس طرح پریوی کونسل کے عدالتی اختیارات کا منبع بادشاہ کے باقی ماندہ اور ناقابل انفساخ عدالتی اختیارات کو سمجھنا چاہیئے اسی طرح بادشاہ کے توسط سے نہ کہ کسی خاص حکم یا قانون کے ذریعے سے چانسلر نے بھی عدالتی اختیارات حاصل کیئے ۔

ایڈورڈ سوم کے عہد سے چانسلر کی مستقل عدالت قائم ہوگئی جب کبھی اس کو بادشاہ کی حضوری سے فرصت ملتی وہ اپنے عدالتی فرائض انجام دیتا تھا لیکن ایڈورڈ مذکور کے ابتدائے حکومت سے اُس نے بادشاہ کی ہمراہی ترک کردی اور مستقل طور پر اپنی عدالت میں کام شروع کردیا۔ عدالت چانسری میں قانون غیر موضوعہ اور نصفت دونوں پر عمل ہوتا تھا۔ جن امور کا شاہی حقوق سے تعلق ہوتا تھا اُن کے فیصلے اور شاہی حکمناموں اور عطیات کی تاویلات قانون غیر موضوعہ پر مبنی ہوتی تھیں۔ اگرچہ ایڈورڈ سوم کے جلوس کے بائیسویں سال ایک قانون کی رو سے اُن کل امور کا فیصلہ جو بادشاہ کے ترحم و انصاف کے محتاج سمجھے جاتے تھے چانسلر کے تفویض کردیا گیا تھا لیکن چانسلر اپنے نصفتی اختیارات پر کونسل کے باہر عمل نہیں کرتا تھا بلکہ نصفتی امور کو وہ بحیثیت رکن کونسل فیصل کرتا تھا۔ اس پر رچرڈ دوم کے عہد میں محکمہ نصفت ایک مستقل اور جداگانہ عدالت قرار پاگیا اور اگرچہ دارالعوام کو ہمیشہ اِس سے عناد رہا لیکن اس نئے عدالت مذکور کو اُن داد رسیوں کے عطا کرنے کے لیئے اپنا نائب بنادیا جن کی قانون غیر موضوعہ میں نایابی ہونے سے رعایا کے حقوق کی پامالی ہوتی تھی اور فریق متضرر قانون مذکور کی سختیوں سے نالاں رہتا تھا۔ ایڈورڈ چہارم کے عہد سے عدالت چانسری اور کونسل کے درمیان امتیاز شروع ہوگیا اور اس کے نصفتی اختیارات

چانسری کی علیحدہ عدالت کا قائم ہو

کو ملک نے تسلیم کر لیا؛

چانسری کے نصفتی اختیارات

چونکہ قانون غیر موضوعہ کی عدالتوں میں فریق مقتدر دیوانی مقدمے میں کامیاب ہوتا تھا اور وہ عدالتیں باا‌ثر اور مقتدر اشخاص کے مقابلے میں کمزور اور بیکس فریق کے حق میں پورا انصاف نہیں کرتی تھیں اس لیے چانسلر کو دیوانی مقدمات کے فیصلے میں زیادہ تر اپنے نصفتی اختیارات پر عمل کرنا پڑتا تھا۔ اور اُس زمانے میں بدقسمتی سے کمزور اور بےبس لوگوں کی زیادہ تعداد ہونے سے وہ چانسری کے ممکن التاویل اور موثر ضابطہ سے فائدہ اٹھانا چاہتے تھے اسی بنا پر اُن کے حریف جو اُن سے کہیں زیادہ مقتدر اور بااثر ہوتے تھے کمزور کو بہت ستایا کرتے تھے۔ چونکہ عدالت چانسری حکمنامۂ تعزیر (جرمانہ) کے ذریعے سے مدعی علیہ کو جواب پیش کرنے کے لیے مجبور کر سکتی اور اس کو حلف دیکر اس پر سوالات کرتی تھی اور جس کے سبب جھوٹ اور سچ کی حقیقت کا انکشاف ہوتا تھا اس لیے اگر مدعی حق پر ہوتا تو عدالت مذکور کے فیصلے سے نہایت مطمئن و آسودہ ہوتا تھا۔ اس کے برعکس قانون غیر موضوعہ کی عدالتوں کو مدعی علیہ کو حلف دیکر سوالات کرنے کا اختیار نہ تھا لیکن چانسلر بھی چونکہ جوری کے ذریعے سے مقدمے کی تحقیق کا مجاز نہیں تھا اس لیے اگر کسی مقدمے میں امور تنقیح طلب پیدا ہوتے تھے تو وہ ان کو کنگس بنچ کی عدالت میں منتقل کر دیتا تھا۔ اس کے سوائے عدالت چانسری کے ذریعے سے اکثر اُن حق تلفیوں کی دادرسی ہوتی تھی جن کا چارہ کار نہ ہونے سے قانون غیر موضوعہ میں انصاف نہیں ہو سکتا تھا۔ عدالت مذکور کے اختیارات بڑھنے کا سبب زیادہ تر "امانتیں" ہوئی ہیں۔ چونکہ قانون غیر موضوعہ کی عدالتیں ان کو تسلیم نہیں کرتی تھیں اس لیے اُن کی نسبت ان عدالتوں میں دادرسی نہیں ہو سکتی تھی؛

چانسری اور قانون غیر موضوعہ کی عدالتیں۔

اگرچہ قانون غیر موضوعہ کی عدالتیں چانسری کے نصفتی اختیارات کی نہایت شاکی رہی ہیں لیکن اُنھی کو اس کے ان اختیارات کی بانی سمجھنا چاہیے۔ بقول آسٹن "قانون غیر موضوعہ کی عدالتوں کی منافرت مزاجی اور تعصب

کے سبب سے نصفت کا وجود ہوا۔ چونکہ یہ عدالتیں قوم کے خیالات اور مذاق کے موافق جن میں تغیر ہو گیا تھا عمل نہیں کرتی تھیں اور عدالت چانسری اُس کے ہم خیال وہم مذاق واقع ہوئی تھی اس لیئے اُس کو ان پر فروغ ہوا۔ مگر بد قسمتی سے قانون داں حضرات (نظمائے عدالت وطبقہ وکلاء) نے ابتدا میں ہی قانون غیر موضوعہ اور اُس کے ضابطہ اور عدالتی حکمناموں کو مختلف قسم کی دادرسی کے لیئے مکتفی خیال کرکے چانسلر کے اختیارات کے خلاف صدا بلند کرنی شروع کردی اس زمانے میں ہر ایک دعوائے کے پیش کرنے میں ایک خاص قسم کے حکمنامہ کی ضرورت تھی اس قسم کے چند حکمنامے مروج تھے اور اسلیئے وہ کل دیوانی نالشوں کیلیئے بکار آمد نہیں ہو سکتے تھے۔ چونکہ یہ عدالتیں چانسری کی مخالفت پر آمادہ ہو گئی تھیں اس لیئے وہ اس کے قیام کے چند ہی روز بعد ہنری سوم کے عہد میں اس کے اختیار اجرائے حکمنامہ جات جدید کے مقابلے پر آمادہ ہو گئیں چنانچہ دستور آکسفرڈ کی رو سے چانسلر کو بجز قدیم ومروج حکمناموں کے کسی جدید حکمنامہ پر بادشاہ باجلاس کونسل کے حکم کے بغیر مہر کرنے کی نسبت حلف کرنا پڑتا تھا اس طرح جدید شکایتوں کی نسبت بلا اجازت بادشاہ جدید حکمناموں کا اجرا ناجائز قرار پایا اور ان عدالتوں کے نظمانے حکمناموں کے جواز وعدم جواز کا فیصلہ کرنا جن کے ذریعے سے کل قانونی کارروائیوں کی ابتدا ہوتی تھی اپنے اختیار میں لے لیا۔ اگرچہ ویسٹمنسٹر کے دوسرے قانون سے چانسلر کو ایسے جدید حکمناموں کے جاری کرنے کی اجازت مل گئی تھی جو اس وقت کے قانون کے منافی ومتضاد نہ ہوتے ہوں لیکن حکام عدالت کی مخالفت نے اس حکم کو منسوخ العمل بنا دیا تھا۔

لیکن جب عدالت چانسری نے قانون غیر موضوعہ کی عدالتوں کے فیصلوں کو غیر موثر بنانا شروع کیا تو مذکورہ عدالتوں کو بھی شکایت کا موقع مل گیا اور اُن کا شاکی ہونا بیجا نہ تھا مختلف طریقوں سے چانسری ان عدالتوں کی کارروائیوں میں دست اندازی کرتی تھی مثلاً امتناعی حکمنامے کے ذریعے سے مدعی اپنے مقدمے کو جو کسی قانون غیر موضوعہ کی عدالت میں دائر ہوتا اٹھا لیتا تھا

یا ڈگری دار کو فیصلہ عدالتی کی تعمیل سے باز رہنے کے لیے حکم پہنچتا تھا جب کبھی
چانسلر پر ثابت ہوتا کہ دعویٰ مدعی کا اصول انصاف و ایمان کے خلاف ہے لیکن
قانون کی مدد سے وہ ان عدالتوں میں کامیاب ہو سکتا ہے اس کے نام حکمنامۂ
امتناعی روانہ ہوتا تھا چنانچہ ہنری ہشتم کے عہد کی ایک قانونی کتاب میں لکھا
ہے کہ "نصفت قانون کی ضد نہیں ہے اور نہ اس کے ذریعے سے قانون ملک
میں اضافہ ہوتا ہے بلکہ نصفت پر عمل کرنے کی اسوقت ضرورت ہوتی ہے
جبکہ قانونِ ملک قانونِ الٰہی اور ادراک و انصاف سے مختلف ہوتا ہے"۔

چونکہ عہد اسٹوارٹ میں قانون اور انصاف کی باہمی نزاع حد کو
پہنچ گئی تھی اس لیے اس کے تصفیے کی ضرورت پیش آئی۔ عدالت کنگس بینچ
سے ایک مقدمہ میں جو مدعی کے فریب صریح اور غلط بیانی پر مبنی تھا ڈگری صادر
ہونے پر چانسری نے حکمنامہ امتناعی کے ذریعے سے ڈگریدار کو تعمیل ڈگری سے
روک دیا تھا لیکن کوک نے اس پر اعتراض کیا اور چانسلر نے یکسوئی کی غرض
سے معاملے کو جیمز کی خدمت میں پیش کردیا۔ بادشاہ نے اس کے متعلق
بیکن جو مشیر قانونی اور وکیل سرکار تھا اور دوسرے وکلا کی رائے دریافت
کی۔ ان لوگوں نے اس معاملے کا فیصلہ عدالت چانسری کے حق میں کیا
لہذا اُس وقت سے ۱۸۷۳ء تک عدالت چانسری قانون کی عدالتوں
کے فیصلوں اور ان کے مقدمات کی نوعیت پر ترحم و انصاف یعنے نصفت
کی غرض سے نگرانی کرتی رہی۔ جیمز نے مسئلہ مستفسرہ کی نسبت اس طرح جواب
دیا کہ "اکثر صورتوں میں جب قانون کی سختی کے سبب سے رعایا سے کوئی
شخص عاجز و پریشان ہوتا ہے اُس وقت نصفت اس معاملے میں دست اندازی
کرکے قانون کو معتدل بناتی ہے اور اس طرح انصاف کے ساتھ ترحم کی آمیزش
ہوتی ہے۔ مختصر یہ کہ نصفت کے سبب سے ہر ضرر رسیدہ تباہی سے
نجات پاتا ہے"۔

چانسری میں کس قسم کے

بقول ہالم بیکن جس طرح کسی نیک آدمی کا نفس اور ایمان کسی امر کے تصفیے
کے لیے جس اعلیٰ قسم کے انصاف سے کام لینے کی اُس کو ہدایت کرتے ہیں

انصاف پر عمل ہوتا تھا

اسی قسم کے انصاف پر محکمۂ نصفت میں عمل ہوتا ہے۔ اس پر بھی نصفت کی مختلف قسمیں تھیں۔ لیکن نظائر اور قانون روما و قانونِ کلیسا کے اصول پر نصفتی فیصلوں کے مبنی ہونے سے ان میں یک رنگی پائی جاتی تھی۔ مگر اس کے خلاف بیکن کے ایک ہمعصر کا بیان ہے۔ وہ کہتا ہے کہ "بدمعاشی اور شرارت کا نام نصفت ہے۔ اگر کسی قدم یعنے چانسلر کے پاؤں کے لئے ایک ناپ مقرر ہو تو انصاف ہوسکتا ہے۔ یہاں تو اس کے برعکس حالت ہے کسی چانسلر کا پیر بڑا اور کسی کا چھوٹا ہوتا ہے اور بعض چانسلروں کے قدم متوسط ہوتے ہیں"۔ ہمارے نزدیک یہ پورا الزام صحت پر مبنی نہیں ہے البتہ بعض چانسلروں نے خودمختاری کی ہے لیکن اس پر بھی ان کے ہاتھوں انصاف کا خون نہیں ہونے پایا۔ بہر حال ۱۶۷۵ء میں عدالت چانسری کے فیصلوں کی ناراضی سے پارلیمنٹ کی عدالت العالیہ میں مرافعہ کرنے کا طریقہ نکل آئے اور قانون غیر موضوعہ کے ضابطے میں جدید دادرسیوں کے اجرا سے چانسری کی دست اندازیوں میں جو وہ دوسری عدالتوں میں کرتی تھی کمی ہوگئی تھی۔ اس کے چند روز بعد خود چانسری کی ترکیب و ضابطہ بدل دیا گیا تھا اور اٹھارھویں صدی میں تو چانسلر کے اختیارات نہایت محدود کردیئے گئے تھے اس وقت سے اس کے فیصلے بالکل نظیر اور انصاف پر مبنی ہوتے اور قانون غیر موضوعہ کے مانند ایک ہی اصول اور ایک ہی طرز کے ہوتے تھے۔ قانون کی سختی کو کم کرنے کی غرض سے نئی نئی طرز کے نصفتی فیصلوں کا ہونا موقوف ہوگیا تھا اور اس کام کو اکثر بادشاہ باجلاس کونسل انجام دیتا تھا۔ اگرچہ چانسری اور قانون غیر موضوعہ کی عدالتوں کے اصول ایک دوسرے سے مختلف تھے اور دونوں کا طریقۂ عدالت بھی جداگانہ تھا۔ "اگر ایک شخص ایوان ویسٹ منسٹر کے ایک حصے میں مقدمہ ہارتا تو اُسکے دوسرے حصے میں اسی مقدمہ کو جیت سکتا تھا"، لیکن اس پر بھی بادشاہ باجلاس کونسل نصفت کو انجام دینے کے زمانے سے اِن دونوں عدالتوں کے ایک سے اختیارات ہوگئے تھے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۸۳۳ء میں عدالت چانسری کی اور ۱۸۵۲ء و ۱۸۵۴ء میں قانون غیر موضوعہ

کی عدالتوں کی اصلاح ہو کر قانون غیر موضوعہ اور نصفت میں ۱۸۷۳ء کے قانون محکمہ جات عدالت کے ذریعے سے ایک رنگی پیدا ہو گئی۔ جس زمانے میں دونوں کا ضابطہ مختلف تھا اُس زمانے میں قواعد نصفت کو قواعد قانون پر ترجیح دینے کا حکم تھا اور اس لیئے نصفت قانون پر غالب آتی تھی۔ انصاف کو رحم کے ساتھ ملا کر قانون کو معتدل کرنے کا اختیار قدیم زمانے میں جو بادشاہ کو حاصل تھا اور جو چانسلر کے اختیارات کا مبدا سمجھا جاتا تھا اب اُس پر وزیر داخلہ عمل کرتا ہے ۞

اعلیٰ ترین محکمہ عدالت

اعلیٰ ترین محکمہ عدالت

۱۸۷۳ء اور اُس کے بعد کے قوانین جو محکمہ جات عدالت کی تنظیم وغیرہ کی غرض سے جاری ہوئے ہیں ان سب کا اثر یہ ہوا کہ ملک کی مختلف عدالتوں کو ملا کر ایک اعلیٰ ترین محکمۂ عدالت کا قیام ہوا ہے اور اس کو دو صیغوں میں منقسم کیا گیا ہے۔ عدالت العالیہ اور عدالت مرافعہ۔ عدالت العالیہ کی تین شاخیں ہوئی ہیں اور ان تینوں کو سابق کی عدالت چانسری کے نصفتی اور قانون غیر موضوعہ کے اختیارات نیز کوئینز بینچ، عدالت دیوانی اور عدالت مال کے سابقہ اختیارات عطا ہوئے ہیں۔ ان کے علاوہ دورہ کی عدالتوں کے اختیارات بھی جو بذریعہ فرامین قائم و منعقد ہوتی تھیں اور جن کے ذریعے سے دورہ کرنے والے ججوں کا وقتِ معینہ کے لیئے تقرر ہوتا تھا عدالت العالیہ کے اُنھی تین صیغوں کو ملے ہیں۔ سابق کے امیر البحر کے ترکے اور طلاق کی عدالتیں بھی اِنھی صیغوں میں ضم ہوئی ہیں۔ جو نظمائے عدالت کہ اب فصل خصومات کے لیئے دورہ کرتے ہیں وہ عدالت العالیہ کے ارکان اور اُن کی دورے کی عدالتیں عدالت العالیہ کے صیغے سمجھی جاتی ہیں ۞

(۱) عدالت العالیہ

(۲) عدالت مرافعہ

قدیم عدالت چانسری اور عدالت ایوانِ مال کے اختیاراتِ مرافعہ موجودہ عدالتِ مرافعہ کو منتقل ہوئے ہیں۔ عدالت العالیہ کے مختلف صیغوں کے فیصلوں کی ناراضی سے اِس میں مرافعہ ہوتا ہے اور عدالت مرافعہ

کے فیصلے کی ناراضی سے پارلیمنٹ کی عدالت مرافعہ میں مرافعہ کیا جاتا ہے۔ اگرچہ ۱۸۷۳ء کے پہلے فوجداری مقدمات کے مرافعے کے لیئے ملک میں بہت کم عدالتیں تھیں لیکن اُس سال کے قانونِ محکمہ جات عدالت کی رو سے بعض فوجداری مقدموں کا عدالتِ مرافعہ میں اپیل ہونے لگا تھا لیکن ۱۹۰۷ء میں فوجداری مقدموں کے مرافعہ اور اُس کی عدالت کی نسبت قانون وضع ہونے پر مقدمات مذکور کے لیئے بھی علیحدہ عدالت مرافعہ قائم ہوئی ہے ۛ

حکومتِ قانون

برطانوی دستور حکومت کے مختصات میں سب سے مہتم بالشان صدارتِ قانون کی خصوصیت ہے۔ اور یہ صدارت ایک ہی قسم کے دو اصول پر مبنی ہے۔ پہلے اصول کی بنا پر برطانیہ میں "ہر ایک آدمی کو ایک ہی قسم کے قانون کی پابندی کرنی پڑتی ہے قوانین کی خلاف ورزی کا تدارک کرنا اور فصل خصومات کو انجام دینا ایک ہی طرز کی عدالتوں کا کام ہے" دوسرے اصول کے لحاظ سے "کسی مجرم کی جب تک باضابطہ اور عام قانون کی رو سے قانون کی بنا کردہ عدالتوں میں تحقیقات نہ ہو جسمانی یا مالی سزا جائز نہیں ہو سکتی" اگرچہ دستور انگلستان میں سیکڑوں برس بعد ان اصول پر عمل ہونا شروع ہوا۔ لیکن اکثر ممالک یورپ کے دساتیر اب بھی ان سے معرا ہیں اور اُن کے پاس سرکاری عہدہ داروں کی نگرانی و اصلاح مخصوص قواعد اور مخصوص عدالتوں کے ذریعے سے ہوتی ہے۔ چنانچہ فرانس میں جن امور کا حکومت اور اُس کے افسروں سے تعلق ہوتا ہے ان کا تصفیہ "قانون انتظامی" (دروا ایڈمنسٹراٹف) اور "انتظامی عدالتوں" کے ذریعے سے ہوتا ہے ۛ

جس زمانے سے انگلستان میں شاہی عدالتوں کی قومی، جاگیری اور بلدی عدالتوں پر صدارت قائم ہوئی اُس وقت سے قانون کے اعتبار سے کُل افرادِ قوم کی مساوی حیثیت ہو گئی ہے۔ قانون میں کسی کے پیشے اور مرتبے کا کوئی لحاظ نہیں کیا جاتا سب کے حق میں ایک قسم کا انصاف ہوتا ہے

اور سب کے لیئے ایک ہی قانون ہے۔ شاہی عدالتوں کی برتری کے سبب سے دادرسی کے لیئے کل ملک میں ایک ہی قسم کے قانون پر عمل ہونے لگا اور قدیم رسوم و رواجات جن پر مقامی عدالتوں کا عمل تھا ملک سے مفقود ہوگئے اس پر بھی عرصہ دراز تک قوم کے بعض فرقے عام قانون اور عام شاہی عدالتوں کے اثر و اختیار سے مستثنیٰ سمجھے جاتے تھے۔ مثلاً قدیم زمانے میں پادری ملکی قانون اور ملکی عدالتوں کے اختیارات سے مستثنیٰ تھے اور اُن کے سیکڑوں برس بعد اخبارات وغیرہ نے بھی آپ کو عام قانون کے اثر سے مستثنیٰ کرنے کی فکر کی تھی لیکن ان کی آزادی حاصل کرنے کو عجیب و غریب تشدد سے کام لیا گیا اس پر بھی انگلستان میں سرکاری ملازموں کو عام قانون اور عام عدالتوں کے اختیار سے نکلنے کا موقع کبھی نہیں ملا۔ اگرچہ ابتدا میں سرکاری عہدہ داروں نے اپنے کو عام قانون سے مستثنیٰ کرنے کی فکریں کیں اور جو قوت کہ ان معاملات میں ان کی حمایت کرتی تھی وہ بے شک اپنے کو قانون اور عدالت سے بالاتر سمجھتی تھی لیکن دستور نے ان کو کبھی حکومت قانون سے منحرف و سرکش نہیں ہونے دیا چنانچہ سنہ ۱۶۷۹ء میں معافی نامہ شاہی ڈینبی کو دارالعوام کے مواخذے سے نہ بچا سکا۔ انگریزی دستوری حکومت میں وزیر اعظم سے لیکر ایک ادنی سرکاری ملازم تک کوئی شخص اپنے کسی ناجایز کام کو جس کے کرنے کے لیئے اُسے اس کے افسر بالادست سے حکم ہی کیوں نہ ملا ہو جائز نہیں بنا سکتا۔ اس قانونی اصول کے سمجھنے کے لیئے اُن مقدموں سے بہتر نظیر نہیں ہو سکتی جو وزیر داخلہ کے مقابلے میں دائر ہوئے تھے جبکہ اُس نے اخبار نارتھ بریٹن نشان ۴۵ کے طبع کرنے اور شایع کرنیوالوں کے خلاف عام حکمنامۂ گرفتاری جاری کیا تھا۔

عام حکمنامہ جات گرفتاری

عام حکمنامۂ گرفتاری میں جس شخص کو گرفتار کرنا ہوتا اُس کا نام وغیرہ نہیں بتلایا جاتا تھا۔ اٹھارھویں صدی میں فتنہ انگیز اور باغیانہ اخبارات کے طبع و شائع کرنے والوں کے خلاف اس طرح کے حکمنامے جاری کرنے کے اختیار کا وزرا ادعا کرتے تھے لیکن اگر ان کا یہ ناجائز دعوی تسلیم کر لیا جاتا تو

ملک میں یہ اصول کہ کل انسان قانون کی نظروں میں برابر ہیں باقی نہ رہتا۔ چونکہ اتحاد مطبع کے شروع زمانے سے عرصہ دراز تک انگلستان میں قطارات مطبوعات قایم ہو کہ بالآخر ۱۶۹۵ء میں موقوف ہوی اس لیئے اخبارات وغیرہ کے طبع کرنے کے لیئے اجازت نامہ حاصل کرنا پڑتا تھا اور اس کے متعلق متعدد قوانین نافذ ہوے تھے لیکن جو چیزیں مخفی طور پر چھپتی تھیں اُن کے انسداد کے لیئے ابتدا ایسی کسی ایک قانون اجازت نامہ کے ایک دفعہ کے ضمن میں عام حکمنامہ گرفتاری کا جاری کرنا جائز سمجھا گیا تھا بہر حال وِلکس کے مقدمے کے زمانے میں خرابی اپنی انتہا کو پہنچ گئی تھی اور اسی کے ذریعے سے ان ناجائز اختیارات کی اصلاح ہوی۔ اخبار نارتھ برٹن نمبر ۴۵ میں بادشاہ کی تقریر پر سخت نکتہ چینی ہوئی تھی۔ لارڈ ہیلی فیکس (Lord Halifax) نے جو ایک وزیر تھا اعتراضات مذکورہ کے لکھنے اور شائع کرنے والے کے خلاف عام حکمنامہ گرفتاری جاری کیا جس کے سبب سے انچاس آدمی جن میں کے اکثر ناکردہ گناہ تھے گرفتار ہوے۔ اس بنا پر وِلکس نے لارڈ ہیلی فیکس پر ہرجے کی نالش کر کے ... پونڈ تاوان حاصل کیئے اور وُڈ (Wood) سے جو نائب وزیر تھا اُس کو ... پونڈ تاوان دلایا گیا۔ اسی طرح ان میں کے ایک چھاپنے والے لیچ (Leach) نے شاہی قاصدوں کے خلاف جنھوں نے حکمنامہ مذکور کی تعمیل کی تھی نالش دائر کر کے اُن سے ... پونڈ تاوان لیئے اور چونکہ کیرنگٹن (Carrington) قاصد ایک عام حکمنامہ تلاشی کے ذریعے سے ایک چھاپنے والے اینٹک (Entick) کی خانہ تلاشی کر کے اور اُس کو ایک باغیانہ توہین تحریری کا مصنف گمان کر کے اُس کی کتابیں اور کاغذات لے گیا تھا اس لیئے دوسرا شخص پہلے شخص پر مداخلت بیجا بہ خانہ کی نالش کر کے اُس کے مقابلے میں کامیاب ہوا بہر حال ان مقدموں میں کنگس بینچ اور عدالت دیوانی کے میر مجلسوں نے صاف اس امر کا فیصلہ کر دیا کہ کسی شخص یا کسی مکان کی عام حکمنامے کے ذریعے سے گرفتاری و تلاشی عمل میں نہیں لائی جا سکتی اور ایسے حکمناموں کا ان اغراض سے جاری کرنا ناجائز ہے۔ اس فیصلے کی پارلیمنٹ نے بھی اپنی ایک تحریر کے ذریعے

سے ۱۷۶۶ء میں توثیق کی ہے

رعایا کی شخصی آزادی۔

اس اصول کی نسبت کہ "انگلستان میں کسی شخص کو بلا تحقیقات قانونی گرفتار و قید نہیں کیا جا سکتا" علامہ ڈایسی لکھتے ہیں کہ اصول مذکور کسی دستاویز یا سند کے ذریعے سے یعنے مثل قانون وضع نہیں ہوا بلکہ دستور انگلستان کے مبادیات کا یہ ایک مسئلہ ہے اور اس کا ماخذ عدالتی فیصلے ہیں جو رعایا کے مقدموں کے متعلق صادر ہوتے رہے ہیں۔ چنانچہ سند اعظم کے انتالیسویں فقرے اور عرضی حقوق کے اُس حصے سے جہاں رعایا کی شخصی آزادی کا ذکر ہے یہ نہیں ظاہر ہوتا کہ اِن دستاویزات کے ذریعے سے اور اُن کے زیر اثر رعایا کی شخصی یعنے ذاتی آزادی قائم ہوئی بلکہ اِن میں صرف اس قدر مرقوم ہے کہ اگر بادشاہ قانون کا جس کا اُسے پاس نہیں تھا پابند ہو جائے تو رعایا کی شخصی آزادی جو اس کو پہلے سے حاصل تھی قائم ہو سکتی ہے۔ ان دستاویزات کے ذریعے سے رعایا کو شخصی آزادی نہیں ملی بلکہ اُن کے مرقوم و نافذ ہونے کے پہلے سے قوم اس طرح کی آزادی سے واقف تھی ہ

حکمنامہ تحقیقات محبوس کی کس طرح ابتدا ہوئی

جس زمانے سے مخصوص شاہی حکمناموں کے ذریعے سے مخصوص مقدموں کا شاہی عدالتوں میں دائر ہونا شروع ہوا اس وقت سے رعایا کو حبس بیجا کے خلاف چارہ کار دستیاب ہو گیا۔ اس طرح کسی مقید آدمی کی رہائی کے لیئے خود شخص محبوس یا اُس کی جانب سے کوئی دوسرا آدمی حکمنامہ ڈی اوڈیو ایٹ ایٹیا (تفتیش حیات و عضو) کو جاری کرواتا تھا جس میں شیرف کے نام ملزم محبوس کی باضابطہ تحقیقات کی نسبت حکم درج رہتا تھا۔ اگر تفتیش میں ملزم کی نسبت الزام قتل کے معقول وجوہ پائے جاتے تو وہ عدالت دورہ کے منعقد ہونے تک محبوس رکھا جاتا تھا اور اگر معلوم ہوتا کہ دشمنی اور کینے کی بنا پر چالان کرنے والی جُوری نے الزام لگایا ہے تو محبوس کو عدالت مذکور کے اجلاس نہ کرنے کے زمانے میں ضمانت پر رہا کر دیا جاتا اور عدالت دورہ کے سیشن میں اس کو حاضر کیا جاتا تھا۔ چونکہ جان اس حکمنامے کے لیئے لوگوں سے بھاری بھاری رقمیں لیتا تھا اس لیے سند اعظم میں اس کے متعلق مرقوم ہے

کہ حکمنامہ "تفتیش حیات و بدن" کو معمول سمجھا جائے اور ہر ایک درخواست گذار کو وہ بلا اجرت و انکار ملا کرے۔ ادنیٰ وجہ کے جرائم کی صورت میں مین پرائز (Main-prize) کے حکمنامہ کے ذریعے سے شیرف کو ملزمین سے ضمانت حاضری عدالت لیکر ان کی رہائی کے لیئے حکم ہوتا تھا اور ایک دوسرے حکمنامے کے ذریعے سے بلا حاضر ضامنی قیدیوں کو خالی ضمانت پر شیرف رہا کر دیتا تھا۔ لیکن بعد میں تحقیقات اور ضمانت کے تمام مختلف حکمناموں کو ملا کر ایک دوسرا حکمنامہ لزوم تحقیقات محبوس کے نام سے مرتب ہونے لگا اِس حکمنامے کی بنا پر زندان بان کو "محبوس کے عدالت میں حاضر کرنے" کی نسبت حکم دیا جاتا تھا تاکہ عدالت کو ملزم کے قید ہونے کے صحیح وجوہ معلوم ہوں۔ ملزم کے حاضر کیئے جانے پر بعدِ دریافت ناظم عدالت اس کو ضمانت پر رہا کرتا یا حتی المقدور اس کی جلد تحقیقات ہونے کی نسبت حکم دیتا تھا۔

حکمنامہ مذکور کے جاری کرنے میں بادشاہ کا گریز کرنا۔

محبوس یا اُس کے جانب سے کوئی اور شخص درخواست کر کے اس حکمنامے کو اپنے قانون غیر موضوعہ کے حق کی طور پر جاری کرا سکتا تھا اور لوگ اس سے ۱۶۷۹ء سے پہلے واقف تھے۔ لیکن اگر بادشاہ یا اس کی کونسل کسی کو خود مختاری سے قید کرتی تو اس حکمنامے کا جاری کرانا دشوار ہو جاتا تھا اور مختلف حیلوں سے عدالت ایسی درخواست کو مسترد کرتی تھی۔ ٹیوڈر اور اسٹوارٹ سلاطین لوگوں کو قید کرتے اور اپنے قید کرنے کے اختیار کا اظہار کر کے اپنے مدعا میں کامیاب ہوتے تھے۔ اگر حکمنامہ لزوم تحقیقات محبوس کے جواب میں زندان بان تحریر کرتا کہ ملزم خاص حکم شاہی کی بنا پر محبس میں رکھا گیا ہے عدالتیں اس عذر کو قبول کر لیتی تھیں اور ملزم کی تحقیقات نہیں ہو سکتی تھی۔ ۱۶۲۷ء میں جبکہ پانچ نائٹوں کے مقدمے میں ان کے طرف سے حکمنامہ ہیبیس کارپس کے جاری کرانے پر اسی قسم کا جواب محافظ محبس (جیلر) نے ادا کیا تھا لیکن ملزمین نے حجت کی کہ یہ جواب حکمنامہ مذکور کی عدم تعمیل کے لیئے کافی نہیں ہو سکتا اور جب تک عدالت کو ملزمین کے مقید ہونے کے وجوہ معلوم نہوں وہ اُن کی درخواستِ ضمانت کا تصفیہ

نہیں کر سکتی۔ لیکن عدالت نے بادشاہ کے دعوے کو کہ وہ جس کو چاہے بلا اظہار سبب قید کر سکتا ہے تسلیم کر کے اُس کے حق میں تصفیہ کیا اور چونکہ اُس کا فیصلہ خلاف اصول و انصاف تھا اس لیئے ارکان عدالت نے اپنی بے ایمانی کو دنیا سے مخفی رکھنے کے لیئے عدالت کی مسل میں فیصلہ درج نہیں ہونے دیا۔

رعایا کو ناجائز مقید کرنے کی نسبت اگرچہ عرضی حقوق کے ذریعے سے بادشاہ پر اعتراض کیا گیا ہے اور جس قانون کی رو سے عدالت ایوان انجم کی موقوفی عمل میں آئی اس میں بھی خاص حکم شاہی کی بنا پر لوگوں کو قید کرنے کی ممانعت کی گئی ہے لیکن عود شاہی کے بعد ملزمین کی رہائی و تحقیقات کی غرض سے جب حکمنامہ ہیبیس کارپس کے لیئے درخواست کی جاتی تھی تو اُس کے اجرا میں اس قدر تاخیر کی جاتی کہ غرض اجرا فوت ہو جاتی تھی اور بعض وقت لوگوں کو ایسے دور دراز کے مقامات میں قید کیا جاتا تھا کہ وہ اس چارہ کار سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے تھے۔ لہذا سنہ ۱۶۷۹ء میں قانون لزوم تحقیقات ملزمین وضع ہو کر نافذ ہوا۔ اِس کی رو سے قرار پایا ہے کہ جن ملزمین کو سوائے بغاوت خلاف سرکار یا کسی اور سنگین جرم کے قید کیا جائے اُن کے مقید ہونے کے بیس روز کے اندر عدالت کے ذریعے سے اُنکی تحقیقات کرائی جائے ورنہ وہ ضمانت پر رہا کر دیئے جائیں اور جن لوگوں پر بغاوت یا سنگین جرم کا الزام ہو اور وہ قید میں ہوں تو سب سے پہلے منعقد ہونے والی عدالت دورہ میں جو ملزمین زیر حراست کی تحقیقات کرتی ہے اُن کا چالان پیش کر کے اُن کی تحقیقات کرائی جائے بشرطیکہ گواہان تاج تاریخ پیشی پر آسانی سے حاضر کیئے جا سکتے ہوں ورنہ اُن کا مقدمہ عدالت مذکور کے دوسرے سیشن تک ملتوی ہو کر ایسے ملزمین ضمانت پر رہا کر دیئے جائیں اور اگر عدالت کے دوسرے سیشن میں بھی اُن کی تحقیقات نہ ہو تو ان کو الزام سے بری کر دیا جائے۔ اِس کے سوائے قانون مذکور سے ملزمین کا سمندر کے اُس پار قید کرنا ممنوع ہو گیا ہے۔ قانونِ حقوق کے ذریعے سے بھاری ضمانت

سنہ ۱۶۸۸ء

سنہ ۱۸۱۶ء

کا طلب کرنا ناجائز قرار پایا ہے اور سنہ ۱۸۱۶ء سے ایسے قیدیوں کو بھی جو کسی جرم کے الزام میں قید نہوں قانون لزوم تحقیقات محبوس کے مختلف چارۂ کار سے فائدہ اٹھانے کا موقع دیا گیا ہے اس لیئے اب عدالتیں اس طرح کے قیدیوں کی درخواستوں پر حکمنامہ ہیبیس کارپس جاری کرکے محافظ محبس کے جواب کی تنقیح اور قیدیوں کو زیر حراست رکھنے یا ضمانت پر رہا کرنے اور برائت دینے کی مجاز ہوگئی ہیں۔ لیکن اہم سیاسی فتنہ و فساد کے زمانے میں پارلیمنٹ کے جانب سے قانون وضع ہوکر بمدت معینہ کے لیئے قانون لزوم تحقیقات محبوس کو معطل کردیتا ہے اور اس طرح جو لوگ سازش وغیرہ کے الزام میں گرفتار ہوتے ہیں وہ حکمنامہ ہیبیس کارپس کے فائدے سے محروم کیئے جاتے ہیں اور حراست سے رہا ہوتے ہی یہ لوگ ان لوگوں کے خلاف جن کے ہاتھوں اُن کی ہتک حرمت اور اتلاف مال ہوتا ہے نالش کرنے کے مجاز ہوجاتے ہیں اس لیئے پارلیمنٹ نے بعض بعض وقت سرکاری ملازموں کو ایسے ملزمین کے دعووں کے اثر سے بچانے کے لیئے قوانین معافی نافذ کیئے ہیں۔ انگلستان میں جس قانون کی حکومت ہے اُس کے اثر کو قانونِ معافی سے بڑھ کر کوئی اور شے ظاہر نہیں کرسکتی ہو

باب دوازدہم

دستوری ترقی کے ساتھ مرکز حکومت کا بدلتا جانا

نارمن فتح کے پہلے ملک میں اتحاد سیاسی کا نہونا۔

اگرچہ نارمن فتح کے پہلے انگلستان کی مختلف ریاستیں بظاہر متحد ہو گئی تھیں لیکن جب کبھی موقع ملتا تھا وہ ایک دوسرے سے علیحدہ اور خود مختار ہو جاتی تھیں۔ رومیوں نے بھی ملک کے اکثر حصوں کو متحد کر کے برائے نام اپنی صدر حکومت قائم کی تھی لیکن جب وہ چلے گئے تو اُن کے ساتھ یہ ظاہری اتحاد بھی رفت وگذشت ہو گیا اور ڈیڑھ سو سال تک ملک جوٹ، سیکسن اور انگل قبیلوں کا خوان یغما بنا رہا بالآخر یہ قبیلے سنہ ۶۰۰ء تک انگلستان میں متوطن ہو گئے۔ اس کے بعد مرسیا، نارتھمبریا اور ویسیکس کی تین بڑی ریاستوں میں دو سو برس تک صدارت کے لئے جنگ ہوتی رہی۔ اور آخرکار اُن تینوں میں ویسیکس فتحیاب ہوا اور اُس کی کامیابی کے مختلف اسباب تھے۔ جو قومیں اُس ریاست میں آباد تھیں اُن کی نسل اور زبان ایک تھی ریاست کے وسیع ہونے کے لئے جگہ کی کمی نہ تھی اور اُسکی سرحدوں پر پہاڑ، ندیاں اور بلندیاں واقع ہونے سے وہ بیرونی حملوں سے قدرۃً محفوظ تھی اُس کے آس پاس کی ریاستوں کے دساتیر سے زیادہ بہتر اُس کا دستور حکومت تھا آٹھویں صدی تک ملک کے سب سے بڑے دو شہر لنڈن اور کنٹربری اس کے علاقے میں آ گئے تھے اور ملک کا پہلا مقام تجارتی اور دوسرا کلیسائی مرکز قرار پا گیا تھا۔ نویں صدی کی ابتدا میں ایگبرٹ کو قوم نے آب و مالک انگلستان کا خطاب دیا اور اس کی حکومت ملک کے مشرق و مغرب میں ٹیمز سے تھنیٹ اور شمال و جنوب میں فرتھ آف فورتھ سے ساؤتھمپٹن واٹر تک قائم ہو گئی۔ لیکن اصل میں وہ اس حصۂ ملک کا فرماں روا نہیں بلکہ حاکم تھا اگرچہ اصولاً وہ اس مملکت

کا صدر سمجھا جاتا تھا لیکن مرکزی حکومت نہونے سے ریاست کے مختلف حصوں کے انتظامات کی نگرانی اس سے متعلق نہ تھی۔ چونکہ اگبرٹ ریاست مذکور کا حقیقی معنوں میں بادشاہ نہ بن سکا تھا اس لیئے اُس کے جانشین اُس کے کمزوری حق کا دعویٰ نہیں کرسکتے تھے؟

لیکن جب الفریڈ نے ویسیکز اور مرسیا کی ریاستوں میں الحاق باہمی پیدا کردیا تو اس وقت انگلستان کی ریاستوں نے متحد ہونا شروع کیا۔ ایتھلریڈ اکبر اور ایتھل فلیڈ کے ہاتھوں دریائے ٹیمز کے جنوب کا حصہ متحد ہوا۔ اگرچہ ۹۵۴ء میں نارتھمبریا انگریزی مملکت میں ملحق ہوگیا تھا لیکن اس کی ایک آلڈرمینری (علاقہ نواب) کی سی حیثیت تھی۔ اس کا مالک ایتھلسٹن اور اس کے جانشین نوابوں نے بمجبوری آپ کو اس انگریزی حکومت کا ماتحت اور اس سے متحد بنالیا تھا۔ نارتھمبریا کی نوابی بھی حکومت مذکور کے ساتھ نارمن فتح تک جس کے سبب سے ان کل ریاستوں کا خاتمہ ہوا باقی رہی۔ اس کے علاوہ اس زمانے میں مراسلت اور سفر کرنے کے ذرائع کافی اور آسان نہیں تھے اس لیئے ملک کے مختلف حصوں میں انتظامی تعلقات کا قائم رہنا دشوار تھا اور انگلستان کی مختلف قومیں آپس میں شیر و شکر نہیں ہوسکتی تھیں لہذا انگل سیکسن اور جوٹ قومیں نہ ایک ہوسکیں اور نہ ان میں ایک قانون بننے پایا۔ قوم ڈین کے قیام و سکونت سے تو اور بھی ان قوموں میں پھوٹ پیدا ہوگئی۔ اگرچہ کلیسا اتحاد قومی کا ذریعہ ہوسکتا تھا اور اگرچہ معاشرت قومی میں کلیسا کی بہت بڑی شرکت تھی اور عدالت ضلع میں اسقف آلڈرمین کے ساتھ اجلاس کرتا تھا لیکن کلیسا محض اپنی ذات سے قوم کے مختلف اجزا کو ایک نہیں کرسکتا تھا؟

سیکسن نظم حکومت کا ضعف

سیکسن نظم حکومت کی قوت اور ضعف کا باعث ملک کی حکومت مقامی کو سمجھنا چاہیئے۔ جس طرح سیکسن حکومت کو وسعت ہوتی گئی قوم سیکسن کے معاشرتی اقتصادی اور سیاسی تعلقات میں اتحاد کم ہوتا گیا۔ ان امور میں شہر کے باشندے ساکنین تعلق سے زیادہ متحد ہوتے تھے

اسی طرح حکومت تعلقہ حکومت ضلع سے زیادہ اپنے قصبوں اور شہروں کے انتظامات سیاسی، تمدنی و معاشرتی پر زیادہ نگرانی رکھ سکتی تھی اور ان تین امروں میں اُس کے باشندے اہل ضلع سے زیادہ آپس میں متحد ہوتے تھے۔ اسی طرح ضلع کے اِن معاملات میں تمام ریاست کے معاملات سے زیادہ اتحاد پایا جاتا تھا۔ چونکہ مقامی حکومتیں قوی تھیں اور مرکزی حکومت کمزور اس لیئے سیکسن ریاست کے مختلف حصوں کا شیرازہ جلد ٹوٹ گیا چنانچہ جنگ ہیسٹنگز سے مرکزی حکومت (بادشاہ) کے اصلِ ضعف کا پتہ ملتا ہے۔ اگرچہ جنگ مذکور کے چند روز پہلے ہیرلڈ نے انگلستان کے شمال کو ہاسٹنگ اور ہیرلڈ ہارڈراڈا کی غارت گری سے بچایا تھا لیکن جب اس پر وقت آپڑا تو ایڈون اور ماکرے نے اپنے لشکروں کو روک رکھا اور نارمن حملہ آور کے مقابلے کے لیئے بجز شاہی فوجوں اور اہل ایسیکز کے کوئی دوسرا آمادہ نہوا۔

فتح کے سبب سے نظم حکومت میں تغیرات کا واقع ہونا۔

اگرچہ ولیم نارمنڈی نے انگلستان کو فتح تو کیا لیکن اس نے اپنی فوجوں وغیرہ کو ملک اور اہل ملک کی غارتگری سے حتی المقدور باز رکھا۔ اپنے آپ کو ایڈورڈ تائب کا رشتہ دار قریب اور اُس کا صحیح جانشین بتلا کر اس نے مجلس عقلا میں اپنا دعوئے بادشاہی پیش کیا اور اس مجلس سے اُس کا دعوئے منظور ہو کر بادشاہی کے لیئے اُس کا انتخاب ہوگیا۔ چونکہ ولیم اہل انگلستان کے رسوم و قوانین کے لحاظ کرنے کا ادعا کرتا تھا اس لیئے اُس نے بادشاہ بننے کے بعد اُن رعایا کی جنھوں نے وقت فتح اس کا مقابلہ کیا تھا اراضی ضبط کرلی اور ضبطی کو جائز قرار دینے کے لیئے عذر کیا کہ جائز بادشاہ سے جنگ کرنا جرم بغاوت کے برابر ہے جو قابل عفو نہیں۔ لہذا فتح کے سبب سے دستورِ حکومت میں زیادہ تغیرات نہیں ہونے پائے۔ اور جو ظاہری تبدیلیاں کہ ولیم کے ہاتھوں انگریزی نظم حکومت میں واقع ہوئیں وہ حسب ذیل ہیں

(۱) اثرات ظاہری

جنگلاتی عدالتوں کا قیام، ضابطہ عدالت کے بعض امور میں ترمیم و تبدیل، ایک قانون کے ذریعے سے مذہبی عدالتوں کا ملکی عدالتوں سے جدا کیا جانا

(۲) اثرات باطنی

اور بعض احکام کی رو سے پوپ کی قوت کا انگلستان میں محدود ہونا لیکن فتح کے باطنی اثرات بہت دور دور تک پہنچ کر کل ملک پر چھاگئے۔ اُس نے انگریزوں میں ایک نئی روح پھونک دی۔ اُس کے سبب سے مردہ ادارات زندہ ہوگئے۔ مملکت کے کل حصوں میں اتحاد پیدا ہونے سے دستور حکومت ترقی کرنے لگا۔ اُس کی وجہ سے ملک میں ایک قومی مرکزی حکومت قایم ہوی اور اُس کا ایک مستقل اور مخصوص ہیولی قرار پاکر وہ دستوری اصول پر حکمرانی کرنے کے قابل ہوگئی۔ مختصر یہ کہ فتح کے سبب سے انگلستان میں ایک ہی قسم کا قانون نافذ ہونے لگا جس کا واضع اور عامل بادشاہ قرار پاگیا۔ انگلستان کو یہ نعمت جس کے لیئے دوسرے ملکوں کو سیکڑوں برس انتظار کرنا پڑا آناً فاناً ہاتھ آگئی ؎

فتح کے بعد وجوہ ذیل کی بنا پر بادشاہ کا مقتدر رہنا۔

سیکسن نظم حکومت کے سبب سے حکومت کو اپنی کل رعایا پر کامل اختیار نہیں رہا تھا بلکہ اس کا اختیار مقامی ادارات میں تقسیم ہوجانے سے مصدر حکومت کمزور ہوگئی تھی لیکن نارمن فتح کے بعد بادشاہ کی ذات مرکز حکومت قرار پائی اس سے ملک میں واحد سلطنت قائم ہوا اور تمام ملک ایک موثر اور منظم مصدر حکومت کے تابع ہوگیا۔ ہر ایک شخص سے بادشاہ افضل سمجھا جانے لگا اور ہر ایک کے حق پر بادشاہ کے حق کو ترجیح دی جانے لگی اُس کی ذات منبع جود وسخا اور مصدر عتاب وخطاب بن گئی۔ اگرچہ بعض وقت اس قیاسی صدارت سے اس کا اقتدار کم پایا جاتا تھا لیکن اس کمی کا سبب حقیقت میں اُس کے اختیار کا ضعف نہ تھا بلکہ ان اختیارات سے زیادہ وہ مقتدر رہنا چاہتا تھا۔ ولیم اول اور اُس کے جانشینوں نے

(۳) حکومت سے اصول نظام جاگیری کا خارج ہونا۔

امرا کے خود مختارانہ علاقوں کے مٹانے اور رومی طرز کی نظام جاگیری کو مستاصل کرنے کا مصمم ارادہ کرلیا تھا۔ چونکہ نارمن بادشاہوں کے لیئے اس قصد کو پورا کرنا آسان نہ تھا اس لیئے فتح کے دوسو برس بعد نظام جاگیری کے اثرات جس کے سبب سے بڑی بڑی سلطنتیں ٹوٹ کر چھوٹے چھوٹے خود مختار علاقوں میں منتقل ہوتی تھیں ملک سے ناپدید ہوئے سنہ ۱۱۷۳ع کی

سب سے اخیر جاگیرداروں کی شورش کے بعد سرکشی اور خود مختاری کا اندیشہ بہت کم ہوگیا تھا بہر حال ایڈورڈ اول کے عہد کے پہلے انگلستان سے نظام مذکور کا اثر بالکل زائل نہیں ہونے پایا۔

(۲) استحکام حکومت مرکزی

صدر حکومت کے منظم و مستحکم ہونے کے بعد نارمن امرا کی قوت ٹوٹی ہے۔ ہنری اول اور سالزبری کے رئیس رجرنے خزانے کا انتظام کر کے مصارف سلطنت کے لیے ایک حد تک آمدنی کو مستقل کر دیا۔ عدالت مال کے دار الحکومت میں اجلاس کرنے کے زمانے میں اور اُس کے "امرا" کے اضلاع کے دوروں کے ذریعے سے محکمہ مال اور اس کے عہدہ داروں نے ملک کے مقامی انتظامات کی عام نگرانی کرنی شروع کر دی۔

(۳) ایک ہی قانون غیر موضوعہ کا ترقی پانا۔

اس کے سوائے عدالتی اصلاحات کے ذریعے سے بھی صدر حکومت کی نگرانی کو ترقی ہوئی۔ اُس زمانے میں مختلف مقامات کے مختلف رسوم تھے اور ان رسوم پر مختلف مقامی عدالتوں میں عمل ہوتا تھا لیکن ہنری دوم نے عدالت شاہی کے رسوم کو دوسری عدالتوں کے رسوم پر ترجیح دی اور اُس عدالت کے رسوم کے دوسری عدالتوں کے رسوم پر بتدریج حاوی ہو جانے سے تمام ملک کے لیے ایک ہی قانون غیر موضوعہ بن گیا۔ اسی طرح شاہی حکمنامے اہل مقدمات کے لیے صحیح و مناسب چارۂ کار قرار پا گئے جب تک یہ حکمنامے جاری نہوتے تھے کسی شخص کے دعوے کی سماعت نہیں ہوتی تھی۔ جو مقدمات کہ عدالت شاہی میں دائر ہوتے تھے ان کے انفصال کے لیے ۱۱۷۸ء میں ایک مخصوص کمیٹی مقرر ہوئی اور دورہ کرنے والے حکام عدالت کے ذریعے سے بیرونجات کے کل آزاد باشندوں پر شاہی عدل و انصاف کا دروازہ کھل گیا۔ چونکہ شاہی عدالتوں میں مقامی عدالتوں سے زیادہ نزاعات کا جلد اور آسانی سے تصفیہ ہوتا تھا تحقیقات جرائم اور سماعت دعاوی کا طریقہ اور ضابطہ بھی آسان اور ممکن العمل تھا اس لیے بادشاہ کی عدالتوں کا مرجوعہ بڑھ گیا اور مقامی عدالتیں بیکار ہوگئیں۔ رچرڈ اول کی غیر موجودگی اور ہنری سوم کے وزرا کا بحیثیت نائب امورِ سلطنت کو انجام دینے سے حکومت کے مختلف صیغوں کے لیے

ایک مرکز قائم ہوگیا۔ اگرچہ قانون غیر موضوعہ کی عدالتوں کے قیام کو زیادہ زمانہ نہیں گزرا تھا اور اُن کی بالکل ابتدائی ترقی تھی لیکن بارھویں صدی کے خاتمہ تک قانون غیر موضوعہ مکمل و مسلط ہوگیا تھا۔

مرکزی حکومت کی تنظیم و استحکام سے سر تاج برطانیہ کے اقتدار میں بہت ترقی ہوئی۔ جو سلاطین کہ جان کے پہلے گزرے ہیں اُن کو اس کے برابر کہاں اختیار نصیب تھا۔ چونکہ جان اس اعلیٰ اقتدار کی امانت رکھنے کے قابل نہ تھا اور بادشاہ کی خود مختاری کو بھی محدود کرنے کا وقت آپہنچا تھا اس لیئے ملک اُس کے مقابلے پر آمادہ ہوگیا۔ لیکن اگر اس کے ایک صدی قبل قوم حصول سند اعظم کے لیئے متفق ہوکر بادشاہ سے مجادلہ کرتی تو ہرگز اس مقصد میں کامیاب نہوتی۔ چونکہ آخری شورش جاگیرداران اور اجرائے سند اعظم کے درمیانی زمانے میں ملک کے حالات اور قوم کے خیالات میں فرق عظیم ہوگیا تھا اس لیئے بادشاہ کے مقابلے میں سب فرقے آپس میں متفق ہوگئے تھے۔ ابتدا میں کلیسا نے بادشاہ کا ساتھ دیا اور اگرچہ ہنری اول اور انسیلم اور ہنری دوم اور بیکٹ کے درمیان نزاع رہی لیکن گیارھویں صدی کے نصف آخر اور پوری بارھویں صدی میں تاج اور کلیسا میں مثالی اتحاد رہا۔ اس اتحاد کا ایک خاص سبب تھا۔ گو امرا انسیلم اور بیکٹ سے زیادہ ان دونوں کے ماتحت اساقفہ کے طرفدار تھے لیکن اس ڈیڑھ سو سال کی مدت میں قوم بادشاہ کی طرفدار رہی رہی اس لیئے ان صدر اساقفہ کو اُس کے مقابلے کی تاب نہ آسکی۔ چونکہ امرا کے ظلم و جور سے رعایا تنگ ہوگئی تھی اس لیئے اُس نے بادشاہ کا ساتھ دیا اور ان دونوں کے متفق ہونے سے ملک میں گو امن قائم ہوا لیکن امرا کی خود مختاری بھی ٹوٹی اور رعایا کو حریت مل گئی مگر جاگیرداروں کی ناکامی اور ہنری دوم کے اصلاحات کے سبب سے بادشاہ مطلق العنان ہوگیا۔ جان کے پہلے قوم کو تاج کی خود مختاری کا پورا احساس نہیں ہوا تھا اور چونکہ جان نے اپنی زیادتیوں سے رعایا کے ہر ایک طبقے کو ناراض کردیا تھا اس لیئے اس کے عہد میں اقتدار شاہی کو روکنے کی فکر کی گئی۔

(۱) کلیسا کا طرفدار تاج بننا۔

(۲) عوام کا بادشاہ کی مدد کرنا۔

حصول سند اعظم کا سبب متفقہ مخالفت قومی ہے۔

شاہ انگلستان کے قبضے سے ملک نارمنڈی کا نکل جانا ہی تھا کہ نارمن امرا میں قومیت پیدا ہوگئی اور وہ ملک کو اپنا وطن سمجھنے لگے اور تاج و کلیسا کے درمیان نزاع ہونے سے اہل کلیسا نے آپ کو اس کی خودمختاری کا شکار نہیں بننے دیا چنانچہ فیٹز پیٹر اپنی صدارت عظمیٰ کے زمانے میں بادشاہ کے مقابلے میں رعایا کی سپر بنکر اُن سے بادشاہ کے بدترین مظالم کو دفع کرتا رہا۔ اس صدر اعظم کی وفات کے بعد جو ۱۲۱۳ء میں واقع ہوئی وفعتہً خرابی انتہا کو پہنچ گئی۔ عام بدنظمی اور امرا کی شکایتوں کے دفتر نے امرا اور عوام کو بادشاہ کے مقابلے پر متفق کردیا۔ اور اس جنگ کے بعد جو سند اعظم کی منظوری و اجرا پر منتج ہوئی بادشاہ کے رفقا میں صرف پوپ باقی رہ گیا تھا اور اس کو بھی اس نزاع کے کچھ دنوں پہلے بادشاہ نے اس کے احکام کی خلاف ورزی کی نسبت توبہ کرکے اور معصیت مذکورہ سے بری ہوکر اپنا دوست بنایا تھا۔

اس کے بعد کی حکومت میں پھر مختلف فرقوں کی خواہشات کا بادشاہ کے اغراض سے تصادم ہوا اور اگرچہ پوپ کی رفاقت کے سبب سے خاندان پلینٹیجنٹ کا قبضہ انگلستان پر قائم ہوا لیکن ان سلاطین کی حکومت کا سکہ انگریزوں کے قلوب پر نہ بیٹھ سکا۔ اس کے سوا امرا نے جبکہ انھیں اقتدار حاصل ہوا تو وہ اپنی قوت سے صرف اپنے طبقے کو فائدہ پہنچانا چاہتے تھے اور عوام کی صلاح و فلاح کے متعلق جو کچھ اُن کی ہمدردی تھی وہ آناً فاناً زائل ہوگئی۔ چونکہ عام رعایا کو ہنری سوم کے عہد میں بادشاہ کے غیر ملکی مصاحبوں سے نفرت تھی اس لیئے امرا ضرورتاً قوم پرست اور محب وطن بن گئے تھے۔ القصہ سیمن ڈی مانٹ فرڈ کی سرگردگی میں اُن کے طبقے سے صرف چند آدمی ابنائے ملک کی خاطر سے شایستہ حکومت قائم کرنے کو اٹھ کھڑے ہوے۔

بادشاہ کا دستوری ترقی کا رہبر بننا۔

ارل سیمن کے بنا کردہ کام کی ایڈورڈ اول کے ہاتھوں تکمیل ہوئی۔ اُس نے پوپ کے طوق اطاعت کو اپنی گردن سے پھینک کر بادشاہ اور قوم کے اتحاد باہمی کو زندہ کردیا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس بادشاہ کے پہلے جس قدر

نارمن اور پلینٹیجنٹ سلاطین گزرے ہیں ان میں سے ایک کو بھی یہ بات نصیب نہ ہوئی اور نہ اس کامیابی کا سہرا ان کے سر باندھا جا سکتا ہے جس اتحاد قومی کی بنا نارمن فتح کے بعد بادشاہ نے ڈالی تھی اُس کا اثر بمقام رنی میڈ Runny mede بادشاہ کے خلاف کل قوم کے متفق ہو جانے سے ظاہر ہوا اور ایڈورڈ اول کے عہد میں بادشاہ اور قوم کے مابین اتحاد پیدا ہونے سے اس کی تکمیل ہوئی۔ ۱۲۹۵ء کی پارلیمنٹ نے جو قدیم مقامی ادارات کے مختلف اجزا سے بنائی گئی تھی اس اتحاد کو اور بھی مضبوط کر دیا اور اس کے ذریعے سے شہروں اور اضلاع کے نمایندوں کی ایک ہی مجلس قائم ہو گئی۔

ایڈورڈ اول نے کیا کام کیا۔

اگرچہ ارل سیمن کے شروع کیے ہوئے کام کا پورا کرنے کے سوا ایڈورڈ اول نے اور بھی مفید و نمایاں کام کیے ہیں لیکن اکثر دستوری کام جن کو اس کے ہاتھوں ترقی ہوئی نمونے کی پارلیمنٹ کی روشنی میں مدھم پڑ جاتے ہیں۔ ہنری اول اور ہنری دوم کے مجوزہ کاموں کی تکمیل کرنے سے بادشاہ مذکور کے زمانے میں قومی مرکزی حکومت کی عمارت جس کا سنگِ بنیاد ولیم اول کے ہاتھوں نے رکھا تھا اختتام کو پہنچی۔ کنگس بنچ، عدالت دیوانی اور عدالت مال کا علیحدہ علیحدہ قیام و تقرر ہونے سے ان میں سے ہر ایک عدالت کا انتظام اُس کی سلطنت کے اخیر زمانے میں تکمیل کو پہنچا۔ اگرچہ چانسلر کو بھی اسی زمانے میں اختیاراتِ نصفت عطا ہوئے لیکن عہد مذکور کے پچاس برس بعد اس کی عدالت کا علیحدہ قیام ہوا۔ دورہ کرنے والے ججوں کے نام فرمانِ نسی پرائیس (ورنہ قبل ازیں) کے جاری ہونے سے اضلاع و تعلقات میں بھی شاہی عدل و انصاف کی رسائی ہونے لگی ویسٹ منسٹر کے پہلے دوسرے اور تیسرے قانون سے ملک کے قانون غیر موضوعہ کی منضبطہ تدوین و ترتیب کی نسبت ایڈورڈ کی خواہش کا اظہار ہوتا ہے۔ اسی طرح قانونِ گلاسٹر اور کوو وارنٹو "Quo warranto" "کس حق کی بنا پر" کے حکمناموں نے امرا کو امتیازی عدالتیں قائم کرنے سے روک دیا تھا۔ قانون ونچسٹر کے نفاذ سے کوتوالی ملک کی اصلاح ہو کر فرائض کوتوالی قدیم زمانے کی افواج اضلاع کے سپرد کر دیے گئے تھے۔

۱۲۷۸ء

۱۲۸۵ء

اِن کے علاوہ قوانین زمین کی بھی اصلاح ہوئی اور محاصل ملک کا بہتر انتظام کیا گیا۔ قانون رُہڈلین (Stat. of Rhuddlan) کے اجرا سے خزانۂ شاہی کی تنظیم عمل میں آئی۔ علاوہ بریں ایڈورڈ اول نے کلیسا کے امتیازات کے مستحکم قلعے کو نہایت دانشمندی سے بنیاد سے اکھاڑ کر پھینک دیا۔ حکمنامہ سرکمز پیکٹے ایگیٹیس[۱] کے ذریعے سے کلیسائی عدالتوں کے اختیارات کی تعریف ہو کر محدود کر دیئے گئے۔ پوپ کے حکم امتناعی کلیریکس لیکوس ("Clericis laicos") کے جواب میں جو اُن کے ملکی یعنے غیر مذہبی خدمات انجام دینے کے متعلق جاری ہوا تھا بادشاہ نے قومی محصولات کی ادائی کے لیئے پادریوں کو دوسری رعایا کے برابر کا شریک قرار دیدیا اور قانون دست میت کی رو سے وہ اپنے معینہ حصے سے زیادہ اراضی حاصل کر سکتے اور نہ اس طرح دولت قومی سے وہ اندازے سے زیادہ اپنے کو مستفید بنا سکتے تھے۔

۱۲۸۴ء

۱۲۹۶ء

۱۲۷۹ء

---

[۱] سرکمز پیکٹے ایگیٹس کے نام سے ایک قانون اور ایک حکمنامہ مشہور ہے جیسا کہ اس زمانے میں قوانین اور فرامین وغیرہ کو لاطینی اور بعد ازاں نارمن زبانوں میں اشاعت کرنے کا دستور تھا اور جن الفاظ یا جس عبارت سے جو قانون یا حکمنامہ شروع کیا جاتا اُنھی الفاظ اور عبارت سے اُس قانون وغیرہ کا لقب قرار پاتا تھا یہ قانون اور یہ حکمنامہ بھی اپنے ابتدائی دو لفظوں Circumspecte Agatis سے موسوم و مشہور ہو گئے اور جن کے لفظی معنے دیکھو تمکو احتیاط کرنی چاہیئے کے ہیں۔ بادشاہ وقت نے اس قانون اور حکمنامے کے ذریعے سے بظاہر نارو چ کے اسقف اور اُس کے علاقے کے پادریوں کے عدالتی اختیارات کا تعین کیا تھا۔ حکمنامہ اور ایک فرمان کی عبارت کو ملا کر قانون سرکمز پیکٹس ایگیٹس سنہ ۱۲۸۵ء میں نافذ کیا گیا اور اس کے ذریعے سے بادشاہ نے شاہی عدالتوں کو کلیسائی عدالتوں کے اختیارات میں دست اندازی کرنے سے منع کیا ہے چنانچہ قانون مذکور کی عبارت اُن الفاظ سے شروع ہوتی ہے جن کا ذیل میں ترجمہ دیا گیا ہے :-

"دیکھو تم کو اُن امور میں احتیاط کرنی چاہیئے جن کا نارو چ کے اسقف اور اس کے علاقے کے پادریوں سے تعلق ہے وغیرہ" ۔ از مترجم ۔

۱۲۹۷ء

بجز جائز اور قدیم جاگیری محصولات اور رقمی اعانتوں کے دوسرے کل محصولوں کو قوم کی رضامندی کے بغیر نہ لینے کی نسبت توثیق اسناد کے ذریعے سے بادشاہ کے وعدے نے قوم کو شاہ راہ ترقی پر ایک قدم اور آگے بڑھا دیا۔ اُس زمانے میں قوم اس قدر ہوشیار ہوگئی تھی کہ بادشاہ کی مخالفت اور اُس کے جانب سے تحریک نہ ہونے کے باوجود اُس نے موقع پاتے ہی بادشاہ سے اس طرح کا وعدہ لینے کی خواہش کر دی۔ ایک اہم قومی خطرہ کے وقت امراء کے منحرف ہو جانے سے ایڈورڈ جو خود بھی تہی دست تھا اور جس کا خزانہ اُس کے باپ کی کرتوتوں سے خالی ہو گیا تھا توثیق اسناد کے لیے بمجبوری رضامند ہو گیا۔ توثیق اسناد بابت ۱۲۹۷ء کے ذریعے سے جو کچھ ترقی کہ دستور نے ۱۲۱۵ء سے کی تھی اُس کا اختصاراً اعادہ کیا گیا ہے گویا کہ اسّی برس کے بعد سند اعظم قانون ملک کا ایک مستقل جزو بن گئی۔ اس کے علاوہ توثیق مذکور کے ذریعے سے امور قومی پر نگرانی رکھنی اور اُن کی نسبت قوم کو رائے دینے کا حق تسلیم ہونے سے جو کام کہ ۱۲۹۵ء میں شروع ہوا تھا اس کی تکمیل ہوئی۔ القصہ دستور حکومت کا ڈھانچہ ایڈورڈ اول کے عہد میں تیار ہوا اور اس کے بعد کے بادشاہوں کے زمانے میں اگرچہ کوئی جدید ڈھانچہ نہیں بننے پایا لیکن قدیم ڈھانچے میں کاٹ چھانٹ اور ردوبدل ہوتی رہی۔ شاہ مذکور کے بعد سے زمانہ حال تک جس قدر نزاعی مسائل دستور حکومت کی نسبت پیدا ہوئے ہیں وہ زیادہ تر حکومت عاملانہ اور مجلس وضع قوانین اور پارلیمنٹ کے اجزائے ترکیبی بادشاہ، امرا اور عوام اور اُن کے باہمی تعلقات پر مبنی ہیں۔

زمانۂ وسطی کی پارلیمنٹ کے اختیارات

ایڈورڈ اول کے زمانۂ سلطنت میں بادشاہ باجلاس کونسل اور بادشاہ باجلاس پارلیمنٹ میں فرق کرنا شروع ہوا لیکن ایڈورڈ سوم کی مالی ضرورتوں نے اس امتیاز کو اور بھی نمایاں کر دیا۔ ایک ایک امر میں پارلیمنٹ کی رعایت کرتے کرتے بالآخر بادشاہ نے پارلیمنٹ کی جداگانہ حیثیت تسلیم کر لی اور وہ اپنے فرائض کی انجام دہی میں آزاد ہو گئی۔ مگر چند روز بعد ایڈورڈ مذکور نے عہد شکنی کر کے کونسل کے توسط سے پھر پارلیمنٹ کے

کے کاموں میں دست اندازی شروع کردی اور پارلیمنٹ تنگ آکر کونسل کی مداخلت کی نسبت پے درپے بادشاہ کو عرضیاں دینے لگی۔ اگرچہ پارلیمنٹ کی ترکیب اور حیثیت سنہ ۱۳۴۶ء تک مکمل ہوگئی تھی لیکن ازمنۂ وسطیٰ کی پارلیمنٹیں حکومت ملک میں راست راست شریک نہیں ہوتی تھیں۔

(۱) متعلق بہ وضع قوانین۔

سنہ ۱۳۲۲ء میں وضع قوانین کے لیے رضامندی پارلیمنٹ کی ضرورت تسلیم ہوچکی تھی لیکن اُس مجلس سے قوم وضع قوانین کے بجائے بادشاہ کے حضور میں اپنی شکایتوں کے پیش کرنے کا کام لیتی تھی۔ کسی وزیر کے تقرر

(۲) متعلق بہ اجرائے محصولات

یا اجرائے محصولات کی نسبت رائے دینے کے سوائے خود پارلیمنٹ حکومت کے کسی اور کام میں مخل ہونا نہیں چاہتی تھی۔ بادشاہ کا موروثی مداخل اس قدر وسیع و کثیر تھا کہ اگر پارلیمنٹ مداخلِ ملک کے ذرائع مسدود کرنے کی فکر بھی کرتی تو اس کی کوشش موثر نہ ہوسکتی تھی۔ اسی سبب سے حکومت عاملانہ مقتدر تھی اور پارلیمنٹ کو محکوم بنانا چاہتی تھی۔ اگرچہ سنہ ۱۳۴۰ء، سنہ ۱۳۶۲ء اور سنہ ۱۴۰۱ء میں پارلیمنٹ کو مالیات ملک پر نگرانی کرنے کا اختیار حاصل ہوا لیکن حکومت عاملانہ پر اُس کا اقتدار اس نگرانی

(۳) متعلق بہ وزرائے شاہی

کی وجہ سے نہیں بلکہ مواخذے سے قایم ہوا ہے چنانچہ اڈورڈ سوم کے چند غیر معتبر اور بد دیانت وزرا پر نیک پارلیمنٹ نے مواخذہ کیا اگرچہ مواخذے کی کارروائی اس وقت چنداں اہم نہیں معلوم ہوئی لیکن بعد میں یہ طریقہ دوسری سب تدبیروں سے زیادہ حکومت عاملانہ کو پارلیمنٹ کا مطیع بنانے میں موثر ثابت ہوا۔

نیک پارلیمنٹ

سنہ ۱۳۷۶ء کی نیک پارلیمنٹ کی کارگزاریوں کی نسبت صرف ذمہ داری وزرا کے بیان پر اکتفا نہیں کی جاسکتی۔ اس نے دوسرے بھی شایستہ کام کیے ہیں۔ بلیک پرنس (شہزادہ اسود) کی رہبری اور حمایت میں عوام کے دلوں سے ان کی ناقابلیت کا اندیشہ دفع ہوگیا اور انھوں نے وضع قوانین وغیرہ میں تقدیم کرنی شروع کردی۔ چنانچہ مجلس عوام نے اس پارلیمنٹ کے زمانے میں اپنے سب سے پہلے صدر پیٹر ڈی لامیر (Peterdela mare) کا انتخاب کیا۔ اس کے سوائے عوام نے جان آف گانٹ سے جو کونسل کا میر مجلس تھا

سرکاری رقوم کے حسابات طلب کیئے اور اعتراض کیا کہ اگر "بادشاہ کے چند مخصوص اور مخفی دوست" نہ ہوتے تو خزانہ ہمیشہ پُر رہتا۔ بلیک پرنس کی وفات کے بعد عوام نے خرد سال ولی عہد ظاہری رچرڈ آف بورڈو کو دیکھنے کی نسبت اصرار کیا اور جان آف گانٹ کو لکھ بھیجا کہ "اگر آپ ولی عہد مذکور کو ہمکو دکھانے کے بغیر بوڑھے بادشاہ کو ترغیب دیکر اس کو ولی عہد بنوا دینگے تو ہم لوگ اُس کو تخت وتاج سے محروم کر دینگے" اور اُن کی یہ دھمکی خالی نہیں گئی۔ اُسی پارلیمنٹ کے آخری زمانے میں عوام نے معمولی کونسل کو "کام پر لگانے کے لیئے" ایک مستقل کونسل کے تقرر کی نسبت جس کے ارکان کا پارلیمنٹ کے ارکان سے منتخب ہونا طے ہوا تھا عرضی دی۔ اس کے سوائے چانسلر، خزانہ دار اور محافظ مہر خاص کے فرائض میں مداخلت نہ ہونے کے متعلق اصرار کیا۔ علاوہ بریں سالانہ پارلیمنٹوں اور اضلاع کے نمایندوں کے انتخاب کی درستی واصلاح کی نسبت بھی مجلس مذکور نے عرضداشت پیش کی اور اس امر کا بھی اظہار کر دیا کہ جو قوانین پارلیمنٹ میں منظور ہوں اُن کی منسوخی کا بادشاہ مجاز نہیں ہوسکتا۔

اس دوسرے سال جان آف گانٹ نے نیک پارلیمنٹ کے کل اچھے کاموں کو مٹا کر اُسکی کسی اصلاح کو باقی نہیں رہنے دیا جس کے سبب سے اس کی کوئی کارگزاری اور اُس کی یادگار باقی نہ رہ سکی۔ بریں ہم اس پارلیمنٹ کے سبب سے وضع قوانین کی تاریخ میں ایک دور جدید شروع ہوتا ہے اور اس بات کا پتہ ملتا ہے کہ پارلیمنٹ نے اپنی ہستی کی پہلی صدی میں کس انتہا درجے کی ترقی کی تھی۔ اگرچہ پارلیمنٹ کو اپنے مدعا کے تسلیم کرانے میں ناکامی ہوئی لیکن اس نے اس امر کا اندازہ کر لیا کہ دستوری حکومت میں اس کی کیا شان ہونی چاہیئے۔ پارلیمنٹ کے لیئے یہی بہت بڑی کامیابی تھی۔ نیک پارلیمنٹ کے دستوری اصلاحات تو قائم نہ رہ سکے لیکن دستوری ترقی کے لیئے اس نے مثال قائم کر دی اور اسی بات سے اُس کی قدر کی جاتی ہے۔ اصولاً ملک کی ترقی کے ساتھ دستوری ترقی مفید ہوسکتی ہے۔ چونکہ خاندان لینکسٹر

کی پارلیمنٹیں اس قاعدے کی پابند نہ تھیں اس لیئے اُن کے اچھے کام مٹ گئے اور اسی طرح نیک پارلیمنٹ کے اصلاحات باقی نہ رہ سکے۔ ملک سے پہلے دستور کے ترقی کرنے کی اور اُس کے سبب سے ناکام ہونے کی یہ دوسری مثال ہے۔

۱۳۹۸ء میں رچرڈ دوم کا مطلق العنان بننے کے لیئے کوشش کرنا۔

جس طرح سنہ ۱۶۸۸ء کے انقلاب کے بعد ملک کی حالت ہوگئی تھی اُسی طرح سنہ ۱۳۹۹ء کے انقلاب سے قدامت پسندوں کے ہاتھ میں حکومت چلی گئی۔ شروس بری میں منعقد ہونے والی پارلیمنٹ سے قبل اس کے کہ وہ اپنے اختیارات اٹھارہ ارکان کی کمیٹی کو منتقل کرتی رچرڈ دوم نے کروڑگیری کے محصولات اپنے حین حیات عائد کرنے کے اختیار کی منظوری حاصل کرلی اور بادشاہ کے خاص حقوق و اختیارات میں مداخلت اور اُن پر اعتراض نہ کرنے کی نسبت بھی وعدہ لے لیا۔ چونکہ ملک دوسو برس سے بادشاہ کے اختیارات کو محدود کرنے کی کوشش کررہا تھا اور ابتدا میں امرا لیکن بعد ازاں عوام کے پارلیمنٹ میں شریک ہونے سے کل قوم کی قوم اس مسئلہ پر متفق ہوگئی تھی اس لیئے بادشاہ کا اپنے خاص حقوق کو پارلیمنٹ سے تسلیم کرالینا اُس کی نہایت عاقلانہ کوشش کا نتیجہ تھا۔ اس بنا پر ہنری چہارم دستورِ حکومت کا حامی بنکر تاج کی وراثت کا طلبگار ہوا اور چونکہ پارلیمنٹ کے جانب سے اُس کو بادشاہی ملی تھی اس لیئے مجلس وضع قوانین کے ہاتھ میدان رہا۔ موقع ملنا ہی تھا کہ دار العوام نے اجراے محصولات پر اپنی نگرانی قائم کرالی اور اُس زمانے سے یہ اسی مجلس کا حق ہوگیا ہے

پارلیمنٹ کا فتحیاب ہونا

اِن کے علاوہ کل مسودات مالی کی تحریک و تقدیم اور حسابات سرکاری کی تنقیح کرنے کا بھی اُس کو اختیار مل گیا ہے۔ اِن اختیارات کی بنا پر پارلیمنٹ اپنی شکایتوں کو منظوری رقوم کے پہلے رفع کراسکتی ہے۔ علاوہ بریں ہنریِ ششم کی نابالغی کے زمانے میں ارکانِ کونسل کو پارلیمنٹ مقرر کرتی تھی اور عرضی کے بجاے مسودے کے ذریعے سے قانون کا وضع ہونا شروع ہوگیا تھا اس لیئے وضع قوانین پر پارلیمنٹ کو بہت بڑا اقتدار حاصل ہوگیا۔ اسی دور میں امتیازاتِ پارلیمنٹ کی بھی ابتدا ہوئی لیکن جب تک انتخابات اور حق راے کی اصلاح اور اُن کا ٹھیک انتظام نہیں ہوا اس وقت تک امتیازات مذکور کا صحیح طور پر عمل

نہیں ہونے پایا - اس دور کی سب سے زیادہ قابل قدر دستوری ترقی ذمہ داری وزرا ہے جو اُس زمانے سے مستقل بن گئی ورنہ پارلیمنٹ کے ضعف و قوت پر یہ ذمہ داری منحصر ہوتی تھی اور ۱۴۳۷ء تک کونسل پر پارلیمنٹ کی خاص نگرانی قائم رہی - سنہ مذکور کے بعد سے پارلیمنٹ کی صدارت پر زوال آگیا جو لوگ ملک کے بدخواہ تھے اور جن سے قوم ناراض تھی وہ ہنری ششم کے مزاج میں دخیل ہو کر وزارت کو انجام دینے لگے اور بادشاہ نے پارلیمنٹ کی آزادی میں مداخلت کرنی شروع کردی - انھی چند وجوہ سے دستوری قیود جن میں پارلیمنٹ نے اُس کے اسلاف کو جکڑ دیا تھا ہنری نے توڑ ڈالے حتی کہ پارلیمنٹ کی رہی سہی وجاہت بھی سرخ و سفید پھولوں کی لڑائیوں میں ناپدید ہو گئی ؎

خاندان لینکسٹر کی دستوری حکومت کی ناکامی کے وجوہ

چونکہ قوم میں قابلیت پیدا ہونے کے قبل دستورِ حکومت نے ترقی کی تھی اس لیئے جو کامیابی پارلیمنٹ کو حاصل ہوئی تھی وہ قبل از وقت تھی - اُس زمانے میں قوم اِس قابل نہ تھی کہ اگر اُس پر چھوڑ دیا جاتا تو وہ ملک میں امن وامان اور عدل وانصاف قائم رکھ سکتی اس لیئے پارلیمنٹ کی صدارت کی اس کو قدر نہیں تھی - ہر ایک ضلع اور شہر میں امرا کے دو فرقے ہو جانے سے مقامی حکومتیں بھی بے دست و پا ہو گئی تھیں اور ملک میں طوائف الملوکی کا دور تھا - شاہی عہدہ داروں کی پروا نہیں کی جاتی تھی اور نہ اُن کے احکام کا لحاظ ہوتا تھا - اضلاع اور شہروں کے پارلیمنٹی انتخابات وہاں کے مقامی امرا کے ہاتھ میں آگئے تھے یہ امرا جس کو چاہتے منتخب کر سکتے تھے - یہی کیفیت جوریوں کی تھی اور پندرھویں صدی کے نظمائے عدالت جو اپنی قانون دانی کی نسبت لاف زنی کرتے رہتے انصاف کا خون کرنے میں ظالم و مقتدر کے شریک ہو جاتے تھے - چونکہ خزانہ شاہی خالی تھا روپے کی فراہمی ممکن نہ تھی اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اسی فرقۂ امرا کا جس کے سبب سے ملک کی مقامی حکومتیں برباد ہو رہی تھیں حکومت مرکزی پر تسلط ہو گیا تھا اسلیئے ان خرابیوں کو صدر حکومت رفع نہیں کر سکتی تھی اور بادشاہی

برائے نام رہ گئی تھی۔

حکومت عاملانہ (کونسل) مقتدر رہونا

اگرچہ خاندان لینکسٹر سے زیادہ خاندان یارک کے سلاطین مقتدر رہتے لیکن ان بادشاہوں نے بھی اچھی حکومت نہیں کی۔ ان کے دور میں بھی سابق کی بدنظمی رہی، شورشوں اور ڈکیتیوں سے ملک معمور تھا۔ انصاف کا خون ہوتا تھا دربار شاہی نااہل مصاحبوں سے بھرا ہوا تھا۔ خاندان مذکور کے

(۱) خاندان یارک

چوبیس سال کی حکومت میں صرف سات پارلیمنٹیں منعقد ہوئی تھیں اور نہایت معمولی باتوں کی نسبت ان سے رائے لی جاتی تھی۔ اگرچہ سنہ ۱۴۳۷ء سے حکومت عاملانہ نے مجلس وضع قوانین کے بچھائے ہوئے جال کو قطع کرکے اپنکو آزاد کرنا شروع کردیا تھا لیکن ایڈورڈ چہارم کے سنہ جلوس سے حکومت مذکور ملک میں سب سے زیادہ مقتدر ہوگئی اور ٹیوڈر بادشاہوں نے مجلس انتظامی کی صدارت کو قوم کی مرضی کے موافق معتدل بنایا۔ ہنری ہفتم کی بادشاہی کے سبب سے سرخ و سفید پھولوں کی رقابت زائل ہوگئی اور اُن دو مخالف خاندانوں کی مخالف حکمت عملیاں متحد ہوگئیں۔ اسی طرح اس نے خاندان لینکسٹر کی دستوری حکومت کو خاندانِ یارک کی مطلق العنانی کے ساتھ ترکیب دی اور اگرچہ بظاہر وہ قانون کا پاس کرتا تھا لیکن اصل میں وہ ایک خودمختار

(۲) خاندان ٹیوڈر

بادشاہ تھا۔ اگرچہ دوسرے ٹیوڈر بادشاہوں کے مقابلے میں ہنری ہفتم کی چنداں شان و شوکت نہ تھی لیکن فنِ حکمرانی میں وہ ان سب سے بڑھ گیا تھا۔ اُس کے عہد میں بادشاہ اور رعایا کے اغراض میں یک جہتی پیدا ہوئی ملک میں امن قائم ہوا اور ممالک غیر سے جنگ موقوف ہوی۔ تجارت اور صنعت و حرفت کی اُس کے ہاتھوں ترقی ہوئی۔ مصاحبین رکھنے اور ان کو وردیاں پہنانے کی اِس عہد میں ممانعت ہونے سے امرا کی سرکوبی ہوئی اور جو بدنظمی کہ معاشرتی امور میں اِن کے سبب سے پیدا ہوگئی تھی اس کا خاتمہ ہوگیا۔ اِس کے علاوہ ایوان انجم کی عدالت کے قیام سے اور عہدہ داران شاہی کے اعزازات و خطابات پاکر فرقۂ امرا میں شامل ہونے سے موروثی امرا کی رعونت اور سرکشی کا انسداد ہوگیا۔ سب سے بڑھ کر اس نے یہ کیا کہ مالی ضرورتوں

ہیں تاج کو پارلیمنٹ کی محتاجی سے آزاد کر دیا۔ اور اسی خاص سبب سے مجلس وضع قوانین اور حکومت کارفرما میں جو رقابت کہ قدیم سے چلی آرہی تھی کچھ مدت کے واسطے موقوف ہو گئی۔ اگرچہ ۱۵۲۹ء کے بعد سے پارلیمنٹ کسی قدر جلد جلد منعقد کیئے جانے لگی اور اگرچہ اس کے اور حکومت عاملانہ کے مقابلے و مجادلے میں بھی کمی ہو گئی تھی لیکن یہ مقابلہ اور مقاتلہ کبھی بالکل موقوف نہیں ہوا۔ فریقین میں مقابلہ و مجادلہ نہونے کا زیادہ سبب ٹیوڈر پارلیمنٹوں کا بادشاہ کی اطاعت کرنا تھا۔ تاج اور قوم کے درمیان ہمدردی واتحاد ہونے سے نہ کہ ٹیوڈر بادشاہوں کا پارلیمنٹ کی دونوں مجلسوں کو اپنے ہوا خواہوں سے بھر دینے سے پارلیمنٹ بادشاہ کی مطیع ہو گئی تھی علاوہ بریں اگر کسی رکن پارلیمنٹ سے کوئی امر مجلس انتظامی کے خلاف شان سرزد ہوتا تو حکومت عاملانہ اس کمال خوبی کے ساتھ اس کی سرسری بازپرس کرتی تھی کہ ارکان پارلیمنٹ حکومت عاملانہ کی واجبی تعظیم کرنے پر آمادہ ہو جاتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ پیل نے اجازت ناموں کے خلاف پارلیمنٹ میں تقریر کی تھی اور قوم کی شکایتوں کے رفع ہونے کے بغیر روپیہ منظور نہ کرنے کی نسبت زور دیا تھا لیکن جب وہ ارکان کونسل سے ملنے کے بعد پارلیمنٹ میں واپس آیا تو اس کے چہرے سے اس قدر حیرانی اور ہراس کے آثار نمایاں تھے کہ جس سے کل مجلس متوحش ہو گئی تھی"۔

(الف) مالی امور میں اسکی آزادی (ب) پارلیمنٹ کی ذمہ داری سے اسکے عہدہ داروں کی برات و معافی (ج) اسکے قانون وضع کرنیکے اختیارات

اِس میں کلام نہیں کہ اس عہد میں حکومت عاملانہ مطلق العنان ہو گئی تھی اور جو کچھ دستوری قیود اس پر عاید کیئے گئے تھے اُن سب کو اُس نے خیرباد کہہ دیا تھا۔ قرضۂ جبریہ، بخشش اور اجاروں کی بیع اور مختلف ناجایز طریقوں سے روپیہ وصول کیا جاتا تھا۔ چونکہ مواخذے کے عوض مخصوص قوانین تعزیری پر عمل ہوتا تھا اس لیئے ذمہ داری وزرا دھوکے کی ٹٹی بن گئی تھی اور قوانین مذکور کے اجرا سے بادشاہ کی نہ کہ پارلیمنٹ کی کاربراری ہوتی تھی پارلیمنٹ کے قوانین کے بجاے شاہی اعلانات کے ذریعے سے ملک پر حکومت ہو رہی تھی اور قانون غیر موضوعہ کی عدالتوں کے عوض کونسل

(۵) اسکے عدالتی اختیارات

عدالتی امور انجام دے رہی تھی۔ چونکہ کونسل کے تصفیے میں زیادہ دیر نہیں ہوتی تھی
اور بادشاہ کی خواہش کے موافق فیصلہ صادر ہو سکتا تھا اس لیئے عدالتوں کا
کام کونسل سے لیا جاتا تھا۔ کونسل کی کامیابی نے کونسل کی اِن جبرہ دستیوں اور
خلاف اصول کاموں سے قوم کو ناراض نہیں ہونے دیا۔

(۶) مقامی حکومتوں پر اس کی نگرانی۔

مقامی کونسلوں مخصوص
ججوں کی مختلف مجلسوں، اعزازی نظمائے عدالت اور متعدد لارڈ لیفٹننٹ کے
تقررات سے کونسل نے ملک کے عرض وطول میں امن قائم کرکے بدنظمی کی
مملکت سے بیخ کنی کردی اور حکومت مرکزی کو مستقل و مستحکم بنا دیا۔ حکومت بیدار مغزی
سے اپنا کام کرنے لگی تھی کسی قسم کی فروگذاشت نظر نہیں آسکتی تھی ہر ایک ضرورت
اور موقع کا پہلے سے اندازہ کرلیا جاتا تھا چنانچہ ۱۵۴۵ء کے فرانسیسی حملے کے
دفع کی قبل از وقت اِس خوش اسلوبی اور قابلیت سے تیاری کی گئی تھی کہ اس
کی تعریف نہیں ہو سکتی اور اسی طرح ۱۵۸۸ء کے ہسپانوی حملے کے دفعیہ کے
متعلق تدبیریں کی گئی تھیں۔ ہر ایک بات کی تہ کو پہنچکر اُس کا انتظام کیا جاتا اور
معاملے کے ہر ایک پہلو پر غور ہوتا تھا یہی چند باتیں دور ٹیوڈر کے مختصات
سے ہیں اور یہی اُس حکومت کی مدح وثنا کا سبب ہیں۔

حکومت عاملانہ اور مجلس وضع قوانین کے اختلاف میں ترقی

ہسپانوی بیڑے کی شکست نے ٹیوڈر طرز حکومت کے زور و خوبی کو ثابت
تو کردیا لیکن اُس حکومت کو بھی مٹانے کی علامت بن گئی۔ قدیم زمانے میں جب
کبھی حکومت عاملانہ کا داب جیسا کہ ایڈورڈ ششم اور ملکہ میری کے عہد
میں ہوا ہے۔ مجلس وضع قوانین پر کمزور رہتا تھا تو مجلس مذکور اپنی رفتار میں سست
ہو جاتی تھی۔ اِس کے علاوہ جب تک انگلستان کو یورپ کی کیتھلک طاقتوں
کا خطرہ لگا رہا تاج سے ہمسری کرنے کا پارلیمنٹ کی نسبت احتمال نہیں ہو سکتا
تھا۔

(۱) عہد الیزبتھ

چونکہ ۱۵۸۸ء کے بعد سے اقلیم یورپ میں انگلستان کی دھاک بیٹھ گئی
اور ملک کی خارجی حکمت عملی اس قدر اہم نہیں رہی تھی کہ قوم کے ہر ایک فرقے
کو اُس کا لحاظ کرنا پڑتا اور مدبرین ملک کی عقلیں اسی کے سلجھانے میں منہمک
رہتیں اس لیئے مذہبی، معاشرتی اور دستوری مسائل کی اصلاح کی طرف جن کو اس
حکمت عملی نے پس پشت ڈال رکھا تھا قوم متوجہ ہو گئی۔ اور پارلیمنٹ اِن امور

پر غور و بحث کرنے کی اہل بن گئی۔ ایلزبتھ نہایت دانشمند مدبرہ تھی اور ہمیشہ پارلیمنٹ کے مقابلے سے گریز کرتی رہی۔ اگر کسی امر میں اس کو پارلیمنٹ کے مقابلے کی تاب نہ ہوتی تو وہ جنگ کی نوبت نہ آنے دیتی بلکہ اپنی ناراضامندی کو مراحم خسروانہ کے پردے میں مخفی رکھ کر پارلیمنٹ کی خواہشوں کو رعایتاً منظور کرتی تھی ؟

(۲) دور اسٹوورٹ

لیکن جب خاندان ٹیوڈر کی بنا کردہ حکومت ان لوگوں کے ہاتھ آئی جو اس کے چلانے کے اہل نہ تھے تو وہی طرز حکومت ان دوسرے سلاطین کی تباہی کا باعث ہوئی۔ اسٹوارٹ بادشاہوں نے ایسے وقت میں ٹیوڈر بادشاہوں کی مطلق العنانی اختیار کرنی چاہی کہ اگر خود یہ دوسرا خاندان بھی اُس وقت موجود ہوتا تو ہرگز خود مختاری کو جائز نہ رکھتا۔ اِس کے باوجود خاندان اسٹوارٹ نے نہایت بے وقت حکومتِ عاملانہ کو سلطنت کے ہر ایک صیغے میں خود مختار بنانے کی فکر کی۔ علاوہ بریں اس دور میں عدالت بھی بادشاہ کی مطلق العنانی کا ذریعہ بن گئی۔ جن ہتھیاروں سے ٹیوڈر سلاطین اپنی خود مختاری منواتے تھے اُن ہی خاندان اسٹوارٹ نے خوشامدی اور غلامی پسند ججوں کی جماعت کا اضافہ کر دیا۔ یہ سچ ہے کہ خود مختاری کا بیج ٹیوڈر بادشاہوں نے بویا تھا اور اسٹوارٹ سلاطین نے پودے کو سینچا اور وہ اُن کے عہد میں بارآور ہوا لیکن اگر ٹیوڈر سلاطین اِس دوسرے دور میں ہوتے تو اُس کو ہرگز برومند نہ ہونے دیتے۔ اسٹوارٹ کی خارجہ اور مذہبی حکمت عملیوں سے قوم ناراض تھی اور جب پارلیمنٹ اپنے امتیازات اور حقوق کا ادعا کرتی تو بادشاہ کی جانب سے خاص شاہی حقوق و اختیارات کے اظہار سے وہ دعویٰ رد کر دیا جاتا ظاہر ہے کہ یہ بات قوم کی حریت اور ترقی کے لئے نہایت مضر تھی۔ مذہبی تغیرات، کامیاب محاربات، خطرناک بحری سفر اور تجارتی مرفہ الحالی کے سبب سے انگریز اپنے اوپر بھروسہ کرنے کے قابل ہو گئے تھے۔ دول غیر کی سیاسیات سے اُنکو شوق پیدا ہو گیا تھا اور بادشاہ کے اس قول کا کہ عوام سیاسیات ممالک غیر، انتخاب وزرا اور امور مذہبی کے سمجھنے اور اُن کے انتظام میں شریک ہونے کے قابل نہیں ہیں اُن کو اعتماد نہیں رہا تھا۔ اِس کے علاوہ مالی امور میں

پارلیمنٹ سے آزاد ہونے کی نسبت بادشاہ کا پے درپے کوشش کرنا اوراس کے بغیر حکومت کرنے کے عزم بالجزم نے مجلس وضع قوانین کو حکومت عاملانہ سے جنگ کرنے پر آمادہ کردیا۔ جس زمانے میں کہ اطاعت تامہ کی مذہبی اور ملکی معاملات میں تلقین ہورہی تھی اگر لاڈ Laud آتاج کا اس کی غیر دستوری حکمرانی میں ساتھ نہ دیتا تو پارلیمنٹ اور بادشاہ کے درمیان مصالحت ہوجاتی اور پارلیمنٹ کے حقوق واختیارات خانہ جنگی کے بغیر حاصل ہوتے۔ جب کلیسا اپنے ظلم وجور کے ساتھ غیر دستوری حکومت کی حمایت پر آمادہ ہوگیا تو قوم اُس کے دفع کے لیئے اُٹھ کھڑی ہوئی۔

عہد حکومت جمہوری۔ (کامن ویلتھ) کے دستوری تجربے۔

۱۶۴۲ء سے ۱۶۶۰ء تک دستوری حکومت حالتِ التوا میں رہی اور ۱۶۶۰ء میں قدیم شاہی خاندان نے کسی شرط کے بغیر تختِ حکومت پر عود کیا۔ بایں ہم کامن ویلتھ (جمہوری حکومت) کے زمانے کے خیالات سیاسی نے عود شاہی کے بعد کی نسلوں پر اپنا رنگ جماہی لیا چنانچہ اُس حکومت کے مدتوں بعد جو اصلاحات کہ انگلستان کے دستور میں ہوئی ہیں وہ انھی خیالات کا نتیجہ ہیں۔ اُس زمانے میں رہبران قوم نے مذہب معین کو جو سرکاری ادارہ ہے غیر سرکاری بنانے میں انتخاب کے حلقوں کو مساوی کرنے میں، آزادیٔ مطابع اور تجارت کی آزادی کی تائید میں وعظ وپند شروع کردیئے تھے لیکن عود شاہی کے زمانے میں جمہوری زمانے کی بعض بعض دستوری مجوزہ اصلاحات کو عملی جامہ پہنایا گیا۔ اُس وقت سے حکومت عاملانہ کے چلانے کے لیئے ایک معینہ قلیل رقم کی منظوری ہونے لگی سرکاری رقوم کے حسابات کا طلب ہونا شروع ہوگیا اور کثرت سے پارلیمنٹ کے منعقد ہونے کی نسبت بھی قانون بنا۔ لیکن حکومتِ زیر حمایت کی دوسری اصلاحات مثلاً پارلیمنٹ کے نمایندوں کی تقسیم ثانی، غیر آباد شہروں کے حقوق رائے کا سلب ہونا اور بڑے شہروں کو یہ حقوق ملنا، ویسٹ منسٹر کی پارلیمنٹ میں اسکاٹ لینڈ اور آئرلینڈ کے نمایندوں کا شریک ہونا کرامول کے مرنے پر ختم ہوگئیں اور اُس کے مدتوں بعد ان کا اجرا ہوا۔ ان کے سوا اُسی

جمہوری حکومت کی دوسری دستوری تدبیروں اور آزمایشی امور کو سخت ناکامی ہوئی - ایک دستور وضع کیا گیا تھا اور اُس کے بعض قواعد کا نام "اساسیات" رکھا گیا تھا - اس قسم کے قواعد کو ترمیم و تبدیل اور وضع کرنے کی جمہوری پارلیمنٹ مجاز نہ تھی - اگر جمہوریت کے زمانے کے اِن چیزوں کو کامیابی ہوتی یعنے غیر موضوعہ کے بجائے موضوعہ دستور رائج ہوتا اور وضع دستور کے لیئے ایک علیحدہ جماعت مقرر ہوجاتی تو مجلس وضع قوانین سے حکومت عاملانہ جیسا کہ ریاستہاے متحدہ امریکہ میں عمل ہوتا ہے بالکل آزاد ہوجاتی اور انگلستان کا دستور حکومت جو صدیوں کی کوشش کا نتیجہ ہے ایک کشش قلم میں فنا ہوجاتا چونکہ کرامویل کے عہد کی پارلیمنٹیں بھی اس نئی چال کو ماننے والی نہ تھیں اس لیئے انھوں نے جدید دساتیر کے شکست و ریخت کا مصمم ارادہ کرلیا تھا اور اس وقت کے مصلحین کی کوششیں حکومت عاملانہ اور مجلس وضع قوانین کے اختیارات میں توازن پیدا کرنے کی نسبت برباد ہوتی رہیں - اس کشمکش کے سبب سے کرامویل متعدد پارلیمنٹ کو پے در پے بدلتا رہا اور بالآخر دق ہوکر اس نے مرنے کے چند سال پہلے سے پارلیمنٹ کے بغیر حکومت کی - اُس کے بعد بدنظمی اور عدم حکومت کا دور ہوا - چونکہ قدیم طرز کی حکومت اُس کے تاریخی اور قدیم اختیارات اور اجزا کے سلب و علیحدہ ہونے کے بعد کام نہیں دے سکتی تھی اور عوام قدیم طرز کو بدلنے پر راضی نہیں تھے اس لیئے سنہ ۱۶۶۰ع میں پارلیمنٹ میں حسب ذیل تحریک پیش ہوکر منظور ہوئی کہ "مملکت کے قدیم قوانین کے بموجب بادشاہ، امرا اور عوام سے ملکر حکومت بن سکتی ہے" اور چارلس دوم کل قوم کی دلی رضامندی کے ساتھ واپس طلب کیا گیا ×

عود شاہی

جس طرح دور ٹیوڈر میں حکومت کی حالت تھی اسی طرح سنہ ۱۶۶۰ع میں بادشاہ کی صدارت، پریوی کونسل اور حکومت مقامی کا دوبارہ قیام ہوا لیکن ایوان انجم اور ہائی کمیشن کی عدالتوں اور کونسل شمالی کا اعادہ نہیں ہونے پایا اگرچہ بادشاہی اپنے پہلے مرکز پر ہٹ آئی لیکن بادشاہ کو مطلق العنانی کے اُن حربوں کے استعمال کا جن پر ٹیوڈر سلاطین عمل کرتے تھے موقع نہیں دیا گیا

فریقین کے اتحاد اور اچھی حکومت کے قائم رکھنے کے لیئے اسی ایک امر کی ضرورت تھی اس لیئے یہ طریقہ اختیار کیا گیا۔ اس کے سوا نئے رعایا بھی بہت وفادار و مطیع ہو گئی تھی بادشاہ کے مقابلے میں پارلیمنٹ نے بھی اپنے طرز کو بدلدیا تھا۔ بہرحال خاندانِ اسٹوارٹ کے آخری دو بادشاہوں کے ساتھ زمانہ موافق ہو گیا تھا اور ہر ایک کے دل میں اُن کی محبت تھی اس پر بھی یہ بادشاہ قوم کو اپنے سے برافروختہ کر کے اپنی تباہی کا آپ باعث ہوئے ہیں۔ اگرچہ قوم خاندانِ مذکور کے پہلے بادشاہوں کے خود مختارانہ محصول عائد اور قانون وضع کرنے کو بھول گئی تھی اور وزرا پر مواخذہ اور مسودات مالی میں تقدیم و تحریک کرنے اور اخراجات سلطنت کے انتظام کا عوام کو اختیار باقی تھا لیکن چارلس دوم جس کے قمار بازوں کے سے خیالات تھے اور جیمز دوم جسکو صرف اپنے مذہب والوں کی حمایت و خوشحالی منظور تھی ازسر نو حکومت دستوری کے مٹانے پر آمادہ ہو گئے۔ فرانس کے ہاتھوں بکنے سے چارلس اور اسکے بھائی کو مالی ضرورتوں میں پارلیمنٹ کی محتاجی نہیں رہی۔ پارلیمنٹ کو ملتوی اور برخاست کرنے کے شاہی حق پر عمل کر کے ان لوگوں نے ذمہ داری وزرا کے اصول کو توڑ دیا جس کے سبب سے اُن پر سے پارلیمنٹ کا دباؤ اٹھ گیا۔ بلدیات کی اصلاح کر کے یہ بادشاہ اپنے حسب مرام جوریوں اور ارکان پارلیمنٹ کا انتخاب کرانے لگے۔ نامنصفانہ قوانین بغاوت اور نہایت ناکافی شہادت کے ذریعے سے حکومت سے مقابلہ کرنے والوں پر الزام عائد ہوتے تھے۔ جس شخص کو بادشاہ یعنے حکومت عاملانہ مجرم بنانا چاہتی اُس کی تحقیقات کیلئے حکمنامۂ تحقیقات محبوس بھی بے اثر ثابت ہوتا تھا۔ اُسکے علاوہ نظارت مطابع کے سبب سے آزادی مباحثہ مفقود ہو گئی تھی اور حکومت دستوری کو قلیل مستقل فوج کا خوف جو عود شاہی کے وقت بحال رکھی گئی تھی۔ ہر وقت لگا رہتا تھا۔ جیمز دوم اس فوج کی افسری پر رومن کیتھلک لوگوں کو مقرر کر کے اس کو اپنی مطلق العنانی کا ذریعہ بنانا چاہتا تھا۔

چارلس دوم اور جیمز دوم کا خلاف دستور حکومت کرنا۔

ان خود مختارانہ تدبیروں کے باوجود اگر چارلس دوم اور جیمز دوم

مذہب معین کے ساتھ جنگ نہ کرتے تو انقلاب سلطنت کی نوبت نہ آتی۔
اُس زمانے میں قوم مذہبی رواداری کے خلاف تھی۔ دوسرے اہل مذہب پر
طرح طرح کی مصیبتیں نازل ہوتی تھیں اور ملک کے اہل ثروت جن کی خواہش
اور کوشش سے دوبارہ بادشاہی کا قیام ہوا تھا رومن کیتھلک اور
پیوریٹن لوگوں کا حکومت میں شریک ہونا نہیں چاہتے تھے۔ اگرچہ کلارنڈن
کوڈ (مجموعہ قوانین مذہبی مرتبہ کلارنڈن) سے جس کے ذریعے سے نان کن فرمسٹ
لوگوں کو سزائیں دی جاتی تھیں چارلس کو کوئی سروکار نہ تھا لیکن برطانوی
رومن کیتھلک کی حالت درست کرنے کی نسبت جب اس کو فرانس سے
روپیہ پہنچا تو اس نے فرقہ مذکور کو فائدہ پہنچانے کی غرض سے ۱۶۶۲ء اور ۱۶۷۲ء
میں مراعات کے اعلان شائع کیے۔ لیکن یہ دونوں اعلان اُس کو منسوخ کرنا
پڑے اور دوسرے اعلان کا پارلیمنٹ نے قانون آزمائش کو جاری کر کے جواب
دیا۔ اگرچہ چارلس دوم نے پارلیمنٹ کی مزاحمت کے خلاف تحمل سے کام
لیا لیکن جیمز دوم تخت نشین ہوتے ہی علانیہ اور عمداً کیتھلک مذہب کا حامی
بن گیا۔ اور جیفریز (Jeffreys) کی میر مجلسی میں عدالت ہائی کمیشن پھر
قائم ہو گئی۔ اس کے بعد یونیورسٹیوں پر حملہ کر کے دو اعلان مراعات جاری کیے گئے
اُن میں کے دوسرے اعلان کو پڑھ کر سنانے کی تکلیف سے بچنے کے لیے اساقفہ
کی جانب سے عرضی گزری جس کے سبب سے سات اسقفوں کو ازالہ حیثیت عرفی
کے الزام میں گرفتار کر کے ان کی تحقیقات کی گئی۔ اگرچہ ان کو سزا دلانے کی ہر ایک
ممکن کوشش سے کام لیا گیا تھا لیکن بالآخر ان کو برات حاصل ہوئی اور
ان کا چھوٹنا تھا کہ جیمز کی بادشاہی کے لیے کوس رحیل بج گیا اور فوراً
ولیم آف اورینج کی خدمت میں ملک کو جیمز کی غلامی سے آزاد کرنے کی نسبت
انگریزوں کا خط پہنچا۔ اس خبر کو سنتے ہی جیمز نے مارے خوف کے جن فوجی
افسروں کو برطرف کیا تھا ان کو بحال کر دیا۔ اور جن شہروں سے اسناد چھین لیے تھے
دوبارہ عطا کیے۔ عدالت مذہبی (The court of ecelesiastical commission)
اٹھا دی گئی اور شاہی کونسل سے نامی گرامی کیتھلک ارکان کا اخراج ہو گیا۔ اگرچہ

ولیم سوم کے ٹار بے (Torbay) پر اترنے کے بعد ملک کا شمالی حصہ جیمز کی حمایت پر اٹھ کھڑا ہوا لیکن اُس کی فوج کے افسروں نے جیسا کہ چرچل وغیرہ تھے اس کا ساتھ چھوڑ کر اپنے ہمراہ اکثر سپاہیوں کو علیحدہ کر لیا اور ولیم سے آملے۔ بہر حال ختم سال کے پہلے ہی جیمز کو مملکت سے فرار ہونا پڑا۔

انقلاب سلطنت

چونکہ انقلاب سلطنت کے سبب سے پارلیمنٹ کی صدارت قائم ہوئی اس لیئے بغاوت عظیم کی اغراض کی تکمیل انقلاب مذکور کے ذریعے سے ہوئی لیکن خاندان ہانوور کی تخت نشینی کے پہلے اس قیاسی و نظری صدارت کا اثر ظہور پذیر نہ ہو سکا خاص حقوق و اختیارات شاہی پر قانونی قیود عاید کرنے کے بغیر ولیم اور میری بادشاہ بنائے گئے تھے۔ قانون حقوق کے ذریعے سے قوم کے جدید حقوق و اختیارات کا مطالبہ نہیں بلکہ اُس کے قدیم اور مسلمہ حقوق کا بالاجمال اعادہ کیا گیا تھا۔ قانون حقوق کو خلاصہ و نتیجہ نہ کہ حقوق کی تفصیل و مطالبۂ جدید کہنا چاہیے۔ اگرچہ اسکے ذریعے سے جیمز اسٹورٹ کی زیادتیوں اور قانون کی خلاف ورزیوں کی شکایت کی گئی تھی لیکن قوم کی آزادی اور حقوق کے نسبت جدید اصول کا اظہار نہیں کیا گیا بلکہ اُن دستوری اصول اور اساسی امور تک کا ذکر نہیں کیا گیا تھا جن کو بادشاہ سابق نے توڑ دیا تھا۔ جدید سلاطین کی خدمت میں قانون مذکور ان اصول کے ذکر کے بغیر بغرض منظوری اس طرح پیش کیا گیا گویا وہ اِن ضروری اور مفید دستوری اصول سے واقف تھے۔ اگرچہ اس زمانے کے اہل نظر کے نزدیک یہ انقلاب سلطنت بادشاہ کے اختیار تمیزی کا محافظ و معاون سمجھا گیا تھا لیکن جتنا انقلاب مذکور کو زمانہ گزرتا گیا اوتنا ہی یہ اختیار گھٹتا گیا ہے اور ۱۶۸۸ء میں ہی ایک جدید اور حقیقی تغیر بادشاہی میں کیا گیا یعنی بادشاہ بننے کا موروثی حق پارلیمنٹ کا عطیہ قرار دیا گیا۔ اس پر بھی اس تبدیل کو کچھ عرصے کے لیئے ملکہ میری کی قرابت کے پردے میں جو اس کو جیمس دوم سے حاصل تھی مخفی رکھا گیا۔ بہر حال قانون تخت و تاج کے ذریعے سے حکومت عاملانہ اور مجلس وضع قوانین کے اختیارات و فرائض میں فرق ہو جانے سے ایک ادارہ دوسرے سے جدا ہو گیا۔

(۱) اسکے ذریعے سے قدیم طرز حکومت کا بحال رہنا۔

(۲) خاص حقوق واختیارات شاہی پر اُس کا اثر پڑتا

سب سے پہلے مالیات کی نسبت خاص اختیار شاہی میں کمی کی گئی۔ چونکہ پارلیمنٹ ۱۶۶۰ء سے لا یعقلانہ فیاضی کے ساتھ اخراجات ملک کی منظوری دے رہی تھی اس لیئے وِگ اور ٹوری فرقوں کے خیال میں خاص اختیارات شاہی کی زیادتی کا سبب پارلیمنٹ کی ناعاقبت اندیش منظوریاں تھیں بنا بر علیہ بادشاہ کو محصولات کروڑ گیری وصول کرنے کی اجازت بجائے حین حیات چار سال کے لیئے دی گئی اور جو رقم کہ تکمیل وانتظام صلح کے لیئے منظور ہوئی تھی اُسکا کچھ حصہ عہدہ داران سلطنت کی تنخواہوں کی تقسیم کے لیئے محفوظ رکھ کر اُس کا صرف تاج کے اختیار تمیزی پر چھوڑ اگیا لیکن دوسرے موازنہ ات کی ایک سال کیلیئے منظوری صادر ہوئی اور ہر ایک مد کیلیئے ایک رقم مخصوص کر دی گئی جب اس طرح پارلیمنٹ کی جانب سے تخصیصِ رقوم کا انتظام ہوا تو مجلس وضع قوانین کی حکومت عاملانہ پر شدید نگرانی قایم ہو گئی۔ اس کے سوائے ۱۶۹۳ء میں جبکہ ولیم سوم نے مسودہ قانون ملازمت سرکاری کو نامنظور کیا تھا مجلس مذکور بادشاہ کے اختیار نامنظوری کو توڑنے کے لیئے آمادہ ہو گئی تھی۔ لیکن جب پارلیمنٹ کا غیظ وغضب فرد ہوا تو وہ اِس خیال سے باز آگئی اور اُس کا خاموش ہونا اُس کی دانائی کی دلیل تھی مختصر یہ کہ خاندان ہانوور کی حکومت کے پہلے بادشاہ کا پارلیمنٹ کی دونوں مجلسوں کے منظور کردہ مسوداتِ قانون کو نامنظور کرنے کا اختیار بے اثر نہیں ہونے پایا۔

اِس کے علاوہ ۱۶۹۵ء کے قانون سہ سالہ کی منظوری سے پارلیمنٹ کے انعقاد و برخاست کی نسبت بادشاہ کا اختیار تمیزی اور بھی کم ہو گیا۔ اگرچہ قانون مذکورہ کے جاری ہونے کے پہلے ایک دوسرے قانون کے زیر اثر جس سے حکومت جمہوری کے زمانے کے قانون سہ سالہ کی تنسیخ ہوئی تھی پارلیمنٹ کو علی التواتر منعقد کرنا بادشاہ پر لازم تھا لیکن انتخاب ارکان کی نسبت بادشاہ کے ایسے وسیع اختیارات تھے کہ وہ پارلیمنٹ کو ہمیشہ اپنے ہوا خواہوں اور خوشامد کرنے والوں سے بھر دیتا تھا۔ مگر قانون زیر بحث کے جاری ہونے کے بعد سے یہ خرابی رفع ہو گئی اور ارکان دار العوام کے نیک نہاد ہونے سے وہ بادشاہ کے اثر سے آزاد ہو گیا۔ اور حریت مطابع کی وجہ سے عوام حکومت کی نسبت اپنی رائے کا اظہار کرنے لگے۔ جس کے سبب سے حکومت عاملانہ اور

مجلس وضع قوانین کے اثر و عمل کے بتدریج دو علیحدہ دائرے قایم ہو گئے۔ علاوہ بریں جس قانون تخت و تاج کا سنہ ۱۷۰۱ع میں اجرا ہوا اس کے ذریعے سے بادشاہ کے دو مخصوص اور اہم اختیار منسوخ ہو گئے اُس سال سے نظماے عدالت کے عزل و نصب کا اختیار بادشاہ سے لے لیا گیا۔ اُس کے پہلے اُن کی مدت ملازمت بادشاہ کی خوشنودی پر منحصر تھی لیکن سنہ مذکور سے ان کی نیک چال چلن اُن کی مدت ملازمت قرار پائی اور جب تک کہ پارلیمنٹ کی دونوں مجلسوں کے جانب سے باتفاق کسی جج کی معزولی کے لیئے بادشاہ کے ملاخطے میں عرضی نہ پیش ہو کوئی جج برطرف نہیں ہو سکتا۔ دوسرے یہ کہ بادشاہ کے معافی نامے کے جس پر مہر کلاں ثبت ہو پیش ہونے سے کسی ملزم کی تحقیقات مواخذہ رک نہیں سکتی۔ شروع میں تو ہر چھٹے مہینے قانون غدر اجرا ہوتا تھا لیکن جب سے کہ اُس کا نفاذ سالانہ ہو گیا ہے پارلیمنٹ کا کم سے کم سال میں ایک مرتبہ منعقد ہونا ضروری ہے۔ اِس کے سبب سے فوج پر پارلیمنٹ کی نگرانی قایم ہو گئی۔ اور حکومت عاملانہ سے ہتیار کھلوا لیئے گئے تاج اور قوم کے مابین جو امور نزاعی باقی رہ گئے تھے اگرچہ قانون حقوق کی رو سے اُن کا قوم کے حق میں فیصلہ ہو گیا تھا لیکن اس پر بھی قانون غیر موضوعہ میں تاج کے مخل ہونے کا احتمال باقی رہ گیا تھا اس لیئے قانون تخت و تاج کے ذریعے سے یہ شبہہ بھی رفع کر دیا گیا۔ اب اِس کا نتیجہ یہ ہے کہ قانون کی سختی کو تاج کم کر سکتی ہے لیکن قانون کو توڑ نہیں سکتی۔ اور اگرچہ پارلیمنٹ کو خاص حقوق شاہی پر کامل اختیار نہیں ہے لیکن وہ ان کی نگرانی کر سکتی ہے؛

صدارت پارلیمنٹ کے نتائج

انقلاب سلطنت کے بعد اگرچہ مرور زمانے نے حکومت عاملانہ اور مجلس وضع قوانین کے تعلقات میں اصلاح پیدا کر دی تھی لیکن حکومت عاملانہ کے دائرہ اثر و عمل میں کمی ہونے لگی تھی۔ چونکہ ولیم سوم اور میری کے عہد میں حکومت وزرا کی بنا پڑی اس سے لیئے حکومت عاملانہ کی صدارت سترہویں صدی میں بتدریج زائل ہو جانے سے اٹھارھویں صدی میں پارلیمنٹ کی صدارت قائم ہو گئی۔ پارلیمنٹ پر اثر ڈالنے کے لیئے اُس کے دونوں مجلسوں کے ارکان سے ولیم سوم اپنے وزرا منتخب کرتا تھا اور اپنی حکمت عملی کو موثر و مقبول بنانے کی غرض سے یہ بادشاہ اور

(۱) ولیم سوم اور این کے عہد میں فرقہ بند حکومت کا ترقی پانا۔

ملکہ این وار العوام کے دو مشہور اور مخالف فرقوں میں سے صرف ایک مقتدر فرقے کے ارکان سے اپنی وزارت ترتیب دیتے تھے۔ چنانچہ ۱۶۹۶ء میں ولیم نے سلطنت کے اہم محکموں کی صدارت پر چونکہ فرقۂ وگ جنگ کو جاری رکھنے کا متمنی تھا صرف فرقۂ مذکور کے ارکان مقرر کر دیئے۔ گاڈلفن (Godolphin) اور مارلبرو کے مشورے پر ملکہ این نے صرف وگ ارکان سے وزارت بنانے کی اجازت دے دی تھی اور اس کے چند سال بعد اُسی عہد میں خالص ٹوری ارکان کی وزارت مرتب ہوئی۔ چونکہ فرقۂ ٹوری صلح کا خواہشمند تھا اس لیئے این نے باوجود وگ فرقے کی طرفدار ہونے کے ٹوریوں کو وزارت پر مقرر کر دیا۔

(۲) خاندان ہان ور کے عہد میں کیبنٹی حکومت کا ترقی پانا۔

جو وزارتیں کہ ۱۶۸۸ء اور ۱۷۱۴ء کے درمیان حکومت کی مشین چلاتی رہیں اگرچہ وہ متفق الخیال تھیں اور ان میں کی ہر ایک وزارت کے ارکان اپنے دور کی حکمت علیوں میں متفق ہوتے تھے لیکن اس کو حسن اتفاق سمجھنا چاہیئے کہ وہ کسی اصول کی بنا پر متفق الرائے نہیں ہوتے تھے۔ مگر ایک ایسے بادشاہ کے تخت نشین ہونے سے جو انگریزی زبان نہیں بول سکتا تھا اور انگریزی سلطنت کے امور سے جس کو بہت ہی کم دلچسپی تھی حکومتِ کیبنٹ ملک کے واسطے لازم ہو گئی۔ چونکہ جارج اول کیبنٹ کے جلسوں کی صدارت نہیں کرتا تھا اس لیئے حکومت عاملانہ کی کارروائیوں کے واسطے اُس کو ذمہ دار بنانا مناسب نہیں تھا۔ اِس کے علاوہ اگر ہر ایک وزیر کو کیبنٹ کی کارروائیوں کے لیئے منفرداً ذمہ دار بنایا جاتا تو کام خراب ہونے کے سوائے لوگوں کو وزارت خواہ وہ کسی محکمے کی کیوں نہ ہو قبول کرنے میں اندیشہ ہوتا لہٰذا حکومت عاملانہ کو جبری اور مستعد بنانے اور قوم کے اعتراضات اور ناراضی سے اس کو محفوظ رکھنے کی غرض سے بتدریج کیبنٹ کی مشترکہ ذمہ داری کا اصول قائم ہوا جس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ اپنے ہر ایک رکن کی حکمت عملی کے واسطے کل کیبنٹ ذمہ دار سمجھی جاتی ہے۔ چونکہ فرقۂ وگ کی کوشش اور طرفداری سے جارج اول کو اورنگ حکومت نصیب ہوا تھا اسلیئے اس نے فرقۂ مذکور کے اثر میں آکر فرقہ ٹوری کے ارکان کو وزارت سے خارج کر دیا اور یہ دوسرا فرقہ جیمس دوم کا طرفدار بنکر

مجلس وضع قوانین کے اثر و عمل کے بتدریج دو علحدہ دائرے قایم ہو گئے۔ علاوہ بریں جس قانون تخت و تاج کا سنہ ۱۷۰۱ء میں اجرا ہوا اس کے ذریعے سے بادشاہ کے دو مخصوص اور اہم اختیار منسوخ ہو گئے اُس سال سے نظماے عدالت کے عزل و نصب کا اختیار بادشاہ سے لے لیا گیا۔ اُس کے پہلے اُن کی مدت ملازمت بادشاہ کی خوشنودی پر منحصر تھی لیکن سنہ مذکور سے ان کی نیک چال چلن اُن کی مدت ملازمت قرار پائی اور جب تک کہ پارلیمنٹ کی دونوں مجلسوں کے جانب سے باتفاق کسی جج کی معزولی کے لیئے بادشاہ کے ملاحظے میں عرضی نہ پیش ہو کوئی جج برطرف نہیں ہو سکتا۔ دوسرے یہ کہ بادشاہ کے معافی نامہ کے جس پر مہر کلاں ثبت ہو پیش ہونے سے کسی ملزم کی تحقیقات مواخذہ رک نہیں سکتی۔ شروع میں تو ہر چھٹے مہینے قانون غدر اجرا ہوتا تھا لیکن جب سے کہ اُس کا نفاذ سالانہ ہو گیا ہے پارلیمنٹ کا کم سے کم سال میں ایک مرتبہ منعقد ہونا ضروری ہے۔ اِس کے سبب سے فوج پر پارلیمنٹ کی نگرانی قایم ہو گئی۔ اور حکومت عاملانہ سے ہتیار کھلوا لیئے گئے۔ تاج اور قوم کے مابین جو امور نزاعی باقی رہ گئے تھے اگرچہ قانون حقوق کی رو سے اُن کا قوم کے حق میں فیصلہ ہو گیا تھا لیکن اس پر بھی قانون غیر موضوعہ میں تاج کے مخل ہونے کا احتمال باقی رہ گیا تھا اس لیئے قانون تخت و تاج کے ذریعے سے یہ شبہہ بھی رفع کر دیا گیا۔ اب اِس کا نتیجہ یہ ہے کہ قانون کی سختی کو تاج کم کر سکتی ہے لیکن قانون کو توڑ نہیں سکتی۔ اور اگرچہ پارلیمنٹ کو خاص حقوق شاہی پر کامل اختیار نہیں ہے لیکن وہ ان کی نگرانی کر سکتی ہے۔

صدارت پارلیمنٹ بمقابلہ تاج

انقلاب سلطنت کے بعد اگرچہ مرور زمانے نے حکومت عاملانہ اور مجلس وضع قوانین کے تعلقات میں اصلاح پیدا کر دی تھی لیکن حکومت عاملانہ کے دائرہ اثر و عمل میں کمی ہونے لگی تھی چونکہ ولیم سوم اور میری کے عہد میں حکومت وزرا کی بنا پڑی اس لیئے حکومت عاملانہ کی صدارت سترہویں صدی میں بتدریج زائل ہو جانے سے اٹھارہویں صدی میں پارلیمنٹ کی صدارت قائم ہو گئی۔ پارلیمنٹ پر اثر ڈالنے کے لیئے اُس کے دونوں مجلسوں کے ارکان سے ولیم سوم اپنے وزرا منتخب کرتا تھا اور اپنی حکمت عملی کو موثر و مقبول بنانے کی غرض سے یہ بادشاہ اور

(۱) ولیم سوم اور این کے عہد میں فرقہ بند حکومت کا ترقی پانا۔

ملکہ این دارالعوام کے دو مشہور اور مخالف فرقوں میں سے صرف ایک مقتدر فرقے کے ارکان سے اپنی وزارت ترتیب دیتے تھے۔ چنانچہ سنہ ۱۶۹۶ء میں ولیم نے سلطنت کے اہم محکموں کی صدارت پر چونکہ فرقۂ وگ جنگ کو جاری رکھنے کا متمنی تھا صرف فرقۂ مذکور کے ارکان مقرر کر دیئے۔ گاڈل فن Godolphin اور مارلبرو کے مشورے پر ملکہ این نے صرف وگ ارکان سے وزارت بنانے کی اجازت دے دی تھی اور اس کے چند سال بعد اُسی عہد میں خالص ٹوری ارکان کی وزارت مرتب ہوئی۔ چونکہ فرقۂ ٹوری صلح کا خواہشمند تھا اس لیئے این نے باوجود وگ فرقے کی طرفدار ہونے کے ٹوریوں کو وزارت پر مقرر کر دیا۔

(۲) خاندان ہانوور کے عہد میں کیبنٹی حکومت کا ترقی پانا۔

جو وزارتیں کہ سنہ ۱۶۸۸ء اور سنہ ۱۷۱۴ء کے درمیان حکومت کی مشین چلاتی رہیں اگرچہ وہ متفق الخیال تھیں اور ان میں کی ہر ایک وزارت کے ارکان اپنے دور کی حکمت عملیوں میں متفق ہوتے تھے لیکن اس کو حسن اتفاق سمجھنا چاہیئے کہ وہ کسی اصول کی بنا پر متفق الرائے نہیں ہوتے تھے۔ مگر ایک ایسے بادشاہ کے تخت نشین ہونے سے جو انگریزی زبان نہیں بول سکتا تھا اور انگریزی سلطنت کے امور سے جس کو بہت ہی کم دلچسپی تھی حکومتِ کیبنٹ ملک کے واسطے لازم ہو گئی۔ چونکہ جارج اول کیبنٹ کے جلسوں کی صدارت نہیں کرتا تھا اس لیئے حکومت عاملانہ کی کارروائیوں کے واسطے اُس کو ذمہ دار بنانا مناسب نہیں تھا۔ اس کے علاوہ اگر ہر ایک وزیر کو کیبنٹ کی کارروائیوں کے لیئے منفرداً ذمہ دار بنایا جاتا تو کام خراب ہونے کے سوائے لوگوں کو وزارت خواہ وہ کسی محکمے کی کیوں نہ ہو قبول کرنے میں اندیشہ ہوتا لہٰذا حکومت عاملانہ کو جبری اور مستعد بنانے اور قوم کے اعتراضات اور ناراضی سے اس کو محفوظ رکھنے کی غرض سے بتدریج کیبنٹ کی مشترکہ ذمہ داری کا اصول قائم ہوا جس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ اپنے ہر ایک رکن کی حکمت عملی کے واسطے کل کیبنٹ ذمہ دار سمجھی جاتی ہے۔ چونکہ فرقۂ وگ کی کوشش اور طرفداری سے جارج اول کو اورنگ حکومت نصیب ہوا تھا اس لیئے اس نے فرقۂ مذکور کے اثر میں آکر فرقۂ ٹوری کے ارکان کو وزارت سے خارج کر دیا اور یہ دوسرا فرقہ جیمس دوم کا طرفدار بنکر

خاندان اسٹوارٹ کی حمایت کرنے پر کھڑا ہو گیا اس اختلاف سے دستور حکومت کو ایک فائدہ یہ پہنچا کہ کیبنٹ میں سیاسیات کی نسبت اصولِ یک رائی قائم ہو گیا۔ حکومتِ کیبنٹ کے استحکام کے پہلے بادشاہ اُس کے امور میں مخل ہوتا تھا لیکن جب سے حکومت مذکور کو ترقی ہوئی ہے اُس کی کارروائیاں شاہی اثرات سے آزاد ہو گئی ہیں۔ اِس کے پہلے بادشاہ باجلاس کونسل پر بادشاہ باجلاس پارلیمنٹ کو فضیلت دینے میں بادشاہ کی کسرشان سمجھی جاتی تھی لیکن حکومت کیبنٹ کی ترقی پانے کے بعد سے یہ خیال باقی نہیں رہا۔

کیبنٹی نظام میں بادشاہ کے اختیارات تمیزی کی حالت

اٹھارھویں صدی میں رفتہ رفتہ کیبنٹ کا نظام قائم ہو جانے سے اُن رسوم و رواجات دستوری کی بنا پڑی جن کے بموجب تاج اپنے اختیارات تمیزی پر عمل کرتا ہے۔ اگرچہ یہ اختیارات تمیزی اب بھی بادشاہ کو حاصل ہیں لیکن موجودہ کیبنٹ اکثر ان کا استعمال کرتی ہے اور کونسل مذکور کی سیاسی قوت کے لیئے یہ ایک محفوظ ذخیرہ بن گئے ہیں۔ جب سے کہ کیبنٹ ان اختیارات پر عمل کرنے کی مجاز ہوئی ہے اُس وقت سے اُن کے استعمال کے واسطے حکومت عاملانہ مجلس وضع قوانین کے نزدیک ذمہ وار سمجھی جاتی ہے۔ تاج کے بعض قدیم اختیاراتِ تمیزی مثل اس کے کہ قانون موضوعہ کو نامنظور کرنا یا پارلیمنٹ کو اپنی خواہش و اختیار سے منعقد کرنا منسوخ العمل ہو گئے ہیں لیکن برخاست پارلیمنٹ کی نسبت جو اختیار بادشاہ کو حاصل تھا اب وہ ایک استدعا کی شکل میں مبدل ہو گیا ہے۔ استحکام کیبنٹ کے قبل برخاست پارلیمنٹ کی نسبت بادشاہ خود فیصلہ کرتا تھا لیکن جب سے کہ نظام کیبنٹ قائم ہوا ہے حکومت وقت کی جانب سے خود مجلس وضع قوانین اپنی حیات و ممات کی نسبت انتخاب کے حلقوں سے استدعا کر کے منتخبین کی مرضی دریافت کرتی ہے اور صرف دریافتِ مرضی کیلئے پارلیمنٹ قبل از وقتِ معینہ برخاست ہوتی ہے۔ پارلیمنٹ کی برخاست کے متعلق وزیر اعظم کا درخواست کرنا اور بادشاہ کا اس کو مسترد کرنا اس کی معزولی کے مساوی سمجھا جاتا ہے۔ ایسی صورت میں جب دوسری وزارت مرتب ہوتی ہے تو باوجود اس کے کہ بادشاہ پارلیمنٹ موجودہ کو برخاست نہ کرے وزارت جدید

وزرا کو انتخاب کرنے کی نسبت بادشاہ کا اختیار

تاج کے کُل افعال کے لیئے پارلیمنٹ قدیم کے نزدیک ذمہ دار سمجھی جاتی ہے۔ وزرا کے انتخاب کی نسبت جو اختیار تاج کو حاصل تھا وہ اِن سب کے آخر میں اُس سے لیا گیا ہے۔ اٹھارھویں صدی کے ایک معتدبہ عرصے تک اعلیٰ حکام سلطنت کے انتخاب کرنے میں فی الحقیقت بادشاہ کو آزادی حاصل رہی۔ جس وزیر کا بادشاہ دوست ہوتا مختلف تدبیروں اور چال بازیوں سے پارلیمنٹ میں اُس کی تائید کے لیئے فرقۂ کثیر مہیا کر لیا جاتا تھا اور جن وزرا کو بادشاہ پسند نہیں کرتا ان کو وہ مقتدر عہدوں سے ہٹا دیتا تھا چنانچہ جارج سوم نے لارڈ چیتھم کو اپنے ابتدائے عہد حکومت میں خدمت سے علیحدہ کیا تھا اور اِس کے کئی سال بعد اُس نے پٹ کو فاکس کے ساتھ شریک نہیں ہونے دیا جس کے سبب سے اُن دونوں کی وزارت مشترکہ نہ بن سکی۔ لیکن ۱۸۳۲ء کے قانون اصلاح کے جاری ہونے سے تاج کے اس اختیار کی دھجیاں اڑ گئیں۔ قانون مذکور کے سبب سے مجلس ادنیٰ میں اپنے ہواخواہوں کی کثرت پیدا کرنے کا موقع تاج کو نہیں مل سکتا اور چونکہ کیبنٹ پارلیمنٹ کی ایک کمیٹی سمجھی جاتی ہے اور جب تک مجلس ادنیٰ کے فرقۂ کثیر کی جانب سے اُس کی حمایت و تائید نہ ہو کوئی وزارت قائم نہیں رہ سکتی اس لیئے ۱۸۳۲ء کے قانون اصلاح کے بعد سے ارکان کیبنٹ کا انتخاب اصل میں دارالعوام کی جانب سے ہوتا ہے۔ اگر مجلس ادنیٰ کے فرقۂ مقتدر میں کوئی رکن فرقۂ مقتدر کی سرداری کے قابل نہ ہو تو وزیر اعظم کا انتخاب اب بھی بادشاہ کر سکتا ہے۔ اگرچہ دوسرے وزرا کا تقرر بادشاہ بمشورۂ وزیر اعظم کرتا ہے لیکن پارلیمنٹ کے وہی ارکان وزرا بنائے جاتے ہیں جو حکومت وقت (یعنے کیبنٹ) میں شریک ہوتے ہیں۔ مطلب یہ کہ فی زمانا بادشاہ اور وزیر اعظم ملکر اس بات کا انتظام کرتے ہیں کہ کس رکن کیبنٹ کو کونسا سرکاری محکمہ تفویض کیا جائے۔ لیکن اگلے وقتوں میں یہ دونوں ہر قسم کے ارکان پارلیمنٹ کو کیبنٹ میں رکھنے اور نہ رکھنے کے متعلق تصفیہ کرتے تھے۔ اور اگر ان کی مجوزہ وزارت پر کوئی شخص معترض ہوتا تو اُن کی کرائی محنت رائگاں جاتی تھی چنانچہ ۱۸۴۵ء میں لارڈ جان رسل نے ایک حکومت کا خاکہ کھینچا تھا جس میں لارڈ پالمرسٹن کو وزارت خارجہ دی گئی تھی

اور لارڈ گرے کو بھی وزیر اعظم حکومت میں شریک کرنا چاہتا تھا لیکن لارڈ گرے اس بات پر اڑا ہوا تھا کہ جب تک پالمرسٹن وزارت خارجہ سے علیحدہ نہ کیا جائے میں کیبنٹ میں شریک نہ ہونگا اور پالمرسٹن کو بھی ضد تھی کہ وزارت خارجہ کے سوائے کوئی دوسری وزارت قبول کرنا نہیں چاہتا تھا۔ چونکہ حکومت کو ان دونوں آدمیوں کی ضرورت تھی اس لیئے وزیر اعظم کو اپنا منصوبہ انتظام ترک کرنا پڑا ہو

کیبنٹ کے ذریعے سے حکومت عاملانہ اور وضع قوانین کے فرائض کا الحاق پانا

انیسویں صدی میں کیبنٹ کے سبب سے جس کی بدولت پارلیمنٹ کل اجزائے حکومت پر مقتدر رہوئی وضع قوانین اور عاملانہ فرائض میں بتدریج الحاق ہوا ہے۔ جس کمیٹی کو مجلس وضع قوانین نے انتظامات سلطنت کے انجام دینے کے لیئے اختیار دیا تھا قانون وضع کرنے میں تحریک وتقدیم کرنے کا اختیار بھی اسی کے سپرد کیا۔ کسی ملک میں جہاں فرقہ بند حکومت کا طریقہ خوب مستحکم ہو گیا ہو مجلس وضع قوانین کا حکومت عاملانہ کو اپنا اختیار تحریک وتقدیم وضع قانون تفویض کرنا امر لازم ہے۔ اور خصوصاً جبکہ کیبنٹ کے ہاتھ میں حکومت کی کل ہو۔ چونکہ برطانوی سلطنت میں برطانوی کیبنٹ حکم رانی کرتی ہے اس لیئے حکومت ملک کی نسبت جس قدر قانون وضع ہوتا ہے اس کی تحریک وتقدیم برطانوی کیبنٹ کی جانب سے ہوتی ہے۔ لہذا فی زماننا پارلیمنٹ کے ہر ایک سیشن کی ابتدا میں جو خطبہ کہ تاج کی جانب سے پڑھا جاتا ہے اس میں حکومت عاملانہ کے قانون وضع کرنے کے نظام الاوقات کا خاکہ (دیا ہوا) ہوتا ہے۔ بہر حال جو مفید و ضروری قانونی تحریک مجلس ادنی میں ان دنوں پیش ہوتی ہے اور جس قدر مسودات قانون بالآخر قانون موضوعہ بنتے ہیں ان سب کی نسبت وزارت ہی تحریک کرتی ہے۔ اگرچہ سرکاری تحریکات قانونی پر پارلیمنٹ میں بحث وغیرہ ہوتی ہے لیکن بحث ومباحثہ میں چند قواعد کی رو سے جو کلوشر (یعنی حاطہ وحصار یعنی جامع ومانع — Closure) کہلاتے ہیں وقت ضائع نہیں ہونے پاتا۔ دار العوام کے سرکاری فرقے کو ان قواعد پر عمل کرنے کا کامل اختیار ہے اور وہ سرکاری تحریکات قانونی کو مجلس مذکور میں ان قواعد کے ذریعے سے بہت جلد طے اور منظور کرا لیتا ہے۔ اس پر بھی شاذ ونادر قلیل

فرقۂ مخالف کی جانب سے قانون پر کسی اصول یا تفصیل کی نسبت اعتراض ہوتا ہے اور دار العوام میں ایسے مسودات کی تائید میں فرقۂ سرکاری کے ارکان اور اُن کے خلاف فرقۂ مخالف کے ارکان رائے دیتے ہیں۔

جو کچھ فقرۂ بالا میں بیان ہوا وہ اصل حقیقت ہے لیکن ازروئے نظریہ ہر ایک وزیر مسودۂ قانون کو بحیثیت رکن پارلیمنٹ نہ کہ عہدہ دار سرکاری پیش کرتا ہے۔ اگرچہ ہر ایک رکن کو مسودۂ قانون کی نسبت تحریک کرنے کا حق حاصل ہے اور اگرچہ غیر سرکاری ارکان خواہ وہ پارلیمنٹ کے کسی رخ میں کیوں نہ بیٹھتے ہوں لیکن ان کو بہ نسبت سرکاری ارکان کے قانون کی نسبت تحریک کرنے کا بہت ہی کم موقع ملتا ہے۔ پارلیمنٹ کے نظام الاوقات کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سوائے منگل اور بدھ کے اجلاسوں اور جمعہ کے سہ پہر کے اجلاس کے پارلیمنٹ کے ہر ایک جلسے میں سرکاری تحریکات کو غیر سرکاری تحریکات پر ترجیح دی جاتی ہے لیکن ان مستثنی ایام کے اجلاسوں میں غیر سرکاری مسودات قانون پیش ہوتے ہیں۔ اس پر بھی ایسٹر کے بعد منگل کے سہ پہر کے کل اجلاس اور وٹسن ٹائیڈ کے گذرنے کے بعد سوائے دو اجلاسوں کے کل بدھ اور جمعہ کے اجلاس سرکاری کاموں کے لئے مخصوص ہو جاتے ہیں۔ علاوہ بریں "بارہ بجے کا قاعدہ" سرکاری ضرورتوں کی بنا پر اکثر معطل ہوتا ہے۔ لیکن غیر سرکاری کاموں میں مثلاً کسی مسودۂ قانون کی نسبت ایک نہایت قلیل جماعت کی جانب سے ہی مخالفت کیوں نہ کی جائے قاعدۂ مذکور کی پابندی نہیں کی جاتی بلکہ بارہ بجنے یعنے وقت کے تجاوز کرنے کے بعد بھی دل کھولکر بحثیں ہوتی ہیں۔ سابق میں اکثر سرکاری مسودات قانون کی غیر سرکاری ارکان کے ذریعے سے تحریک ہوتی تھی چنانچہ گلبرٹ کے ۱۷۸۲ع کے قانون دار المساکین کی کسی سرکاری رکن کے ذریعے سے تحریک نہیں ہوئی تھی۔ اسی طرح مسودہ قانون حریت رومن کیتھلک کو سر فرانسیس برڈیٹ نے ۱۸۲۵ع میں پیش کیا تھا اور مجلس امرا میں اُس کی تیسری قرأت بھی منظور ہو چکی تھی۔

فرماں روائی وضع قوانین کا کیبنٹ کو اجارہ ملجانے اور دار العوام میں اکثر سرکاری

پارلیمنٹ کا مفہوم

مسودات قانون کی منظوری ہونے اور مسودات مالی اور دستور حکومت میں تغیرات اساسی پیدا کرنے والے مسودات کے تحریک کرنے کی جو حکومت عاملانہ منفرداً مجاز ہے اِس مقام پر یہ ضروری سوال پیدا ہوتا ہے کہ پارلیمنٹ کی فرماں روائی سے سردست کیا مراد ہے۔ آیا زمانہ حال میں بھی اس کو وہی فرماں روائی حاصل ہے جو اٹھارھویں صدی میں نصیب تھی؟ بیشک ازروئے قانون پارلیمنٹ کو اب بھی وہی فرمانروائی حاصل ہے۔ پارلیمنٹ کی مرضی کا اظہار ان قوانین کے ذریعے سے ہوتا ہے جن کو بادشاہ، امرا اور عوام منظور کرتے ہیں۔ اور جب ایک دفعہ کسی قانون کے ذریعے سے پارلیمنٹ کی مرضی ظاہر ہو جائے تو وہ عدالتوں کی اصلی اور معنوی تعبیر کی محتاج بنجاتی ہے اور عدالتیں ہی دستور حکومت کی تاویل وحفاظت کرتی ہیں۔ جب تک کسی قانونِ پارلیمنٹ کے ذریعے سے قوم کی مرضی کا اظہار نہ ہو عدالتوں کو اس کا علم نہیں ہو سکتا۔ اور نہ انھیں خواہش قومی کا کچھ لحاظ ہو سکتا ہے۔ ان قوانین پر حکمت عملیاں منضبط ہوتی ہیں چاہے قوم کو اُن سے کتنی ہی مخالفت کیوں نہ ہو لیکن عدالتیں دوسروں سے ان کی تعمیل کراتی ہیں۔ افراد حکومت کے منجملہ پارلیمنٹ ایک فرد ہے اور بظاہر ایک متضاد حالت کے سبب سے اُس کی فرماں روائی (افضلیت وحکومت اعلیٰ) میں اضافہ ہوتا ہے۔ اور یہ بعض قیود ہیں جن کو ہر ایک پارلیمنٹ اپنی ذات پر عائد کرتی ہے۔ اگرچہ ہر ایک پارلیمنٹ قانون کو وضع اور منسوخ کرنے کی مجاز ہے لیکن کوئی پارلیمنٹ اپنے بعد آنے والی پارلیمنٹ کے اختیار تمیزی کو قانونی شرائط کے ذریعے سے محدود نہیں کر سکتی۔ اگر پارلیمنٹ ایسا کر سکتی تو اسکی فضیلت جو اسکو قانوناً حاصل ہے باقی نہ رہتی بلکہ وہ اس سے دست بردار ہو کر اسے اپنے کسی ساختہ پرداختہ کے حوالے کر دیتی۔

(۱) ازروئے قانون

(۲) ازروئے عمل۔
(الف) اٹھارھویں صدی۔

لیکن اٹھارھویں صدی میں امور سلطنت کی نسبت ازروئے عمل دارالعوام نہ کہ پارلیمنٹ کو فرمانروائی (افضلیت) حاصل تھی۔ اگرچہ پارلیمنٹ کا دوسرا جزو دارالامرا ابھی موجود تھا لیکن اُس کی ایک (دوسری مجلس کی سی حیثیت تھی اور اگرچہ اس کے بعض بعض ارکان کو عوام پر تفوق واقتدار حاصل

تھا لیکن مجملاً اس کی شان بہت پست تھی۔ اُندنوں مجلس ادنیٰ کی اصلاح نہیں ہوئی تھی اور اگرچہ اس میں بہت کچھ خرابیاں باقی رہ گئی تھیں لیکن جو مسائل سلطنت اس میں پیش ہوتے مباحثے کے بعد نہ کہ پہلے اُن کا تصفیہ ہوتا تھا۔ اٹھارھویں صدی کو دورِ فصاحت کہنا چاہیئے۔ جو مسائل پارلیمنٹ کی رائے زنی کے لیئے پیش ہوتے یہ لوگ اپنی فصیح و بلیغ تقریروں سے ان کی بال کی کھال کھینچکر کل ارکان کے بخوبی ذہن نشین کرتے تھے جس کے سبب سے پارلیمنٹ کی دونوں مجلسیں کامل غور و خوض کے بعد ان امور کا تصفیہ کرتی تھیں۔ اگرچہ فہرست موافقین و مخالفین تحریک رشوت اور ناجائز دباؤ کے اثر سے پاک وصاف نہیں ہوتی تھی لیکن ضروری اور قومی مسوداتِ قانون نیز مختلف سیاسی فرقوں کے راست باز و متدین رہنماؤں کی وجہ سے اکثر ارکان پارلیمنٹ دیانت وایمانداری سے تحریک زیر بحث کی موافقت و مخالفت کرتے تھے۔

(ب ۱۸۳۲ء اور ۱۸۶۷ء کا درمیانی زمانہ)

پہلے اور دوسرے قوانین اصلاح کے درمیانی زمانے میں نہایت شد و مد سے پارلیمنٹ کی فرماں روائی ظاہر ہوئی ہے جس سے وزارت کو جب کبھی کسی معاملے میں دارالعوام میں شکست ہوتی تھی اس کو مستعفی ہونا پڑتا تھا۔ لیکن اٹھارھویں صدی میں بجز ۱۷۴۲ء کی سر رابرٹ والپول اور ۱۷۸۳ء کی لارڈ شیلبرن کی وزارتوں کے کل وزارتوں کا عزل ونصب تاج کی خوشنودی پر منحصر رہا ہے۔

اس کے علاوہ اُس عرصے میں جو خاندان ہانوور کے جلوسِ سلطنت سے شروع ہو کر دوسرے قانون اصلاح کے جاری ہونے پر ختم ہوتا ہے امور سلطنت اور قومی حکمت عملی کا تصفیہ منتخبین بالکل اپنے نمائندوں کی مرضی پر چھوڑ دیا کرتے تھے اور جن لوگوں کے چال چلن اور عام خیالات سیاسی کو وہ پسند کرتے ان کا رکنیت پارلیمنٹ کے لیئے انتخاب ہوتا تھا۔ اس زمانے میں خاص خاص امور کی نسبت نمائندوں کو وعدہ نہیں کرنا پڑتا تھا۔ شہر برسٹل میں تقریر کرتے ہوئے برک نے ذیل کے الفاظ میں رکنِ پارلیمنٹ کی شان دکھلائی ہے (حاضرین جلسہ آپ کا نائب نہ صرف اپنی لیاقت و دیانت سے آپ کی خدمت بجالاتا ہے بلکہ اسے

اپنی عقل و فہم پر عمل کرنا پڑتا ہے اور اگر وہ اپنی رائے پر آپ کی خواہشات کو ترجیح دے تو فی الواقع آپ کی خدمت گزاری میں اُس سے خیانت سرزد ہوگی،،.... ((میں بخوبی اِس بات کو سمجھا ہوا ہوں کہ آپ مجھکو قصر سلطنت کا ایک عمود نہ کہ اُسکی سقف کا مرغ بادنما بنانا چاہتے ہیں،،۔

(ج) ۱۸۶۶ء کے بعد سے

دوسرے قانون اصلاح کے بعد سے تنظیم فرق کی وجہ سے جو مختلف فرقے پارلیمنٹ میں شریک ہوتے ہیں وہ اپنے مخصوص اغراض و روایات کی سخت نگہبانی کرنے لگے ہیں اور عام قومی مسائل تک میں وہ متفق ہونا پسند نہیں کرتے۔ اس کے علاوہ فرقہ برسر حکومت کی پارلیمنٹ میں کثرت ہوتی ہے اس لیئے ان دو وجہوں سے اہم مسائل سلطنت کی نسبت حکومت وقت کو پارلیمنٹ میں بہت کم شکست ہوتی ہے۔ چونکہ کیبنٹ کے فرقے کی پارلیمنٹ میں کثرت ہوتی ہے اور یہ فرقۂ کثیر اس کا مطیع رہتا ہے اس لیئے مرکز حکومت دار العوام سے ہٹ کر اب حکومت عاملانہ میں قرار پایا ہے اور خاندانِ ٹیوڈر کی مجلس انتظامی کی طرح سلطنت میں سب سے زیادہ مقتدر اب کیبنٹ ہوگئی ہے۔ کیبنٹ کونسل قانون وضع اور محصول عائد کرتی ہے اور مجلس وضع قوانین و حکومت عاملانہ کے جس قدر فرائض ہیں ان سب کو انجام دے سکتی ہے۔ چونکہ مجلس ادنیٰ کا فرقۂ مقتدر اِس زمانے کی کیبنٹ کے زیر اثر ہوتا ہے اس لیئے کیبنٹ جو برسر حکومت ہوتی ہے وہی سلطنت میں ابتدائی فرماں روا سمجھی جاتی ہے۔ وزارت وقت کے ہاتھ میں زمام حکومت ہوتی ہے اُسی کی مرضی کی قوم کو تعمیل کرنی اور اُسی کے احکام کی بجا آوری کرنی پڑتی ہے۔

کیبنٹ کی ابتدائی فرماں روائی

اسی سبب سے حکومتِ وقت (وزارت) اس درجہ مقتدر ہوگئی ہے کہ صرف ایک شخص کی خواہش پر قانون میں ترمیم ہوتی ہے۔ چنانچہ ہربرٹ گلیڈاسٹن صاحب نے ۱۹۰۵ء میں قانون اجانب میں اور میک کینا صاحب نے قانون تعلیمات بابت ۱۹۰۲ء میں مشہور ترمیمات کیئے ہیں۔

آخری فرماں روائی کا مسئلہ

اگرچہ کیبنٹ کو اعلیٰ ترین اختیارات سیاسی چند روز کے لیئے حاصل ہوجاتے ہیں اور اُس کے فرقے کی پارلیمنٹ میں کثرت ہوتی اور وہ غیر متزلزل ہوتا ہے لیکن اِن چند روزہ فوائد کے لیئے حکومت عاملانہ کو سخت نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔

اصل اقتدار منتخبین کو حاصل ہے۔ بادشاہ کا اقتدار ظاہری ہے مگران کا باطنی۔ پہلے زمانے میں منتخبین کیبنٹ کو عالم وجود میں لاکر اس کو اُس کے حال پر چھوڑ دیتے تھے لیکن اِس حالت میں اب تغیر ہوگیا ہے۔ اگرچہ کیبنٹ کی حکمت عملی کا منتخبین یقین نہیں کرتے ہیں لیکن یہی لوگ اُس کی نگرانی کرتے ہیں۔ تنظیمات فرق نے جس کے سبب سے کیبنٹ ملک میں سب سے زیادہ مقتدر ہوگئی ہے قوم کے قائم مقاموں کو بدلکر سفرائے قوم بنا دیا ہے چنانچہ برگ کہتا ہے کہ "پارلیمنٹ کے ارکان اب سلطنت کے عمائد نہیں بلکہ مرغ باد نما سمجھے جاتے ہیں اور ہوا کے رخ کو بتلاتے ہیں۔ عمارت سلطنت کو تھامنا ان کا کام نہیں رہا"۔

اگرچہ اٹھارھویں صدی میں وِلکس نے پارلیمنٹ کے امیدواروں سے قبل اس کے کہ وہ نیابت کے لیئے منتخب ہوں معاہدے لینے کی نسبت قوم کو تلقین کی تھی لیکن حال ہی میں اِس طریقے پر عموماً عمل ہونے لگا ہے۔ امیدواران پارلیمنٹ آدمیوں کے لیئے نہ کہ مسودات قانونی کے واسطے رائے دینے کا وعدہ کرتے ہیں اور جو رکن کہ اپنے فرقے کی تائید کرنے کے بعد فرقۂ مذکور کی کسی تحریک کے خلاف رائے دیتا ہے تو اس کو اپنی نیابت سے مستعفی ہونا پڑتا ہے۔ اسی کو حکومت قومی کہتے ہیں اور قوم کے لیئے یہی حکومت مفید ہے۔ اگر آج برک زندہ رہتا تو کہتا کہ انگلستان حالیہ کی حکومت میں ایک فرقہ مسائل سلطنت کی نسبت غور و خوض اور دوسرا اُن کا تصفیہ کرتا ہے اور ان مسائل کا مباحثے سے پہلے فیصلہ ہو جاتا ہے۔ اکثر حالتوں میں ایسا ہی ہوتا ہے۔ ہر ایک عام انتخاب کے وقت حکومت مقتدر کی تقویم کار ملک کے سامنے پیش ہوتی ہے۔ مسودہ قانون کی تفصیلی بحث کے متعلق خود لارڈ سالزبری نے ۱۸۹۴ء میں بمقام ایڈن برگ تسلیم کیا ہے کہ "مسودۂ قانون کے متعلق صرف کیبنٹ میں بحث ہوسکتی ہے لیکن اس کو مفید یا موثر بنانے کے لیئے دارالعوام میں اُس کے متعلق بحث کرنا تقریباً ناممکن ہوتا جارہا ہے"۔ کسی مسودۂ قانون کا حکومت یعنے وزارتِ وقت کے ہاتھ میں جانے کی دیر ہے کہ مجلس ادنیٰ میں تو اُس کی کامیابی (یعنے منظوری) میں کسی قسم کا شک نہیں ہوسکتا اور اگر اُس کے بانی چاہیں تو دوسرے ارکان کی نکتہ چینیوں کے

جانب سے بے اعتنائی بھی کر سکتے ہیں ملہ
ارکان پارلیمنٹ بوقت انتخاب جو وعدے امیدواردن کی حیثیت سے کرتے ہیں اُن کی یاد ان کے دلوں سے محو نہیں ہوتی اور منتخبین بھی حکومت وقت کی روزانہ حکمت عملی پر بیدار مغزی کے ساتھ نظر غایر ڈالتے رہتے ہیں نیز ارکان وزارت کو اس بات کا خیال لگا رہتا ہے کہ موجودہ حکمت عملی سے اگر قوم خوش ہوگی تو آئندہ انتخاب کا نتیجہ اُن کے مفید بہ آمد ہو سکے گا لہذا اِن اسباب کے نظر کرتے حکومتِ وقت نہایت مستعدی و سرگرمی سے رائے عامہ کے ہر پہلو پر غور کرتی اور اُس کی بجاآوری کی فکر میں لگی رہتی ہے ۔ چونکہ رائے عامہ ایک حالت پر قائم نہیں رہ سکتی اور لوگوں کے خیالات جلد جلد بدلتے رہتے ہیں اس لیئے حکومتِ وقت کسی حکمت عملی کو قومی مستقل نہیں بنا سکتی اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ وزارتِ وقت ابھی باقی ہے کہ رائے عامہ اُس کے فرقے کے خیالات سے منحرف ہو جاتی ہے اور اسی نظام العمل میں جس کی بدولت وزارت مذکورہ کو انتخاب عام میں فتح نصیب ہوئی تھی بہت کچھ ترمیم کرنی پڑتی ہے اور بعض وقت اس کو بالکل ترک کر دینا پڑتا ہے ۔ فرقہ بند حکومت کی متلون مزاجی اور پریشان خیالی کے اثرات کو زائل کرنے کے لیئے مستقل ملازمتِ دیوانی (سول سروس) کا طریقہ نکالا گیا ہے ۔ دار العوام کے جن مسودات قانون کو دار الامرا ناپسند کرتا ہے ان کو نظرِ ثانی کی غرض سے واپس کرنے کا اُس کو اختیار حاصل ہے اگر مجلس اعلیٰ کسی سرکاری مسودۂ قانون کو اس طرح مجلس ادنیٰ میں مسترد کرے تو وہ نامنظوری کے برابر متصور ہوتا ہے اور مجلس اعلیٰ کے اس اختیار نا عاقبت اندیشی سے جو قانون وضع ہوتا ہے اس کا انسداد ہوتا ہے ۔ کیبنٹ کے اقتدار و اعلیٰ حکومت کے اثرات زیادہ دن قائم نہیں رہ سکتے منتخبین خواہ انھیں اس بات کا موقع جلد ملے کہ دیر سے حکومت وقت کی حکمت عملی کی بنسبت اپنی اصلی رضامندی کا اظہار کر سکتے ہیں اور اسی سبب سے منتخبین کی فرماں روائی میں خلل نہیں واقع ہو سکتا اور کیبنٹ کا اقتدار مبدل بہ مطلق العنانی نہیں ہو سکتا ۔ یہ بات بھی تعجب خیز ہے کہ منتخبین کا فیصلہ عموماً

کیبنٹ کے خلاف صادر ہوتا ہے اور اکثر انتخاب عام کا نتیجہ اُس فرقے کے حق میں مفید ہوتا ہے اور پارلیمنٹ میں اس کی کثرت ہوتی ہے جس کی سابقہ پارلیمنٹ میں قلت ہوئی ہو؛

اگرچہ کیبنٹ مجلس ادنیٰ کے لیئے حاکم مطلق بنجاتی ہے لیکن اس حکومت مطلقہ کے لیئے اس کو اپنی گردن پر حلقہ جات انتخاب کی حکومت کا جوا اٹھانا پڑتا ہے اور اگرچہ زمانۂ حکومت میں کیبنٹ کو اُس جوے کا اثر کبھی کبھی محسوس ہوتا ہے لیکن اس کی یاد ہمیشہ تازہ رہتی ہے۔ دستور حکومت میں سب سے آخری فرمان روائی منتخبین کے فرقۂ کثیر کو حاصل ہے۔ اصل میں اسی فرقۂ کثیر کی خواہشیں ملک پر حاوی ہوتی ہیں اور سلطنت کی کل رعایا کو ان کی اور اُن کے احکام کی اطاعت کرنی پڑتی ہے لیکن جب تک قانونی فرماں روا (یعنے پارلیمنٹ) کی خواہشیں اصلی فرماں روائی مرضی کے موافق نہوں ملک اس دوسرے فرماں روا کی خواہشوں کی تکمیل نہیں کرتا۔ اس لیئے پارلیمنٹ کا فرض ہے کہ فرقۂ کثیر کے لائق ترین افراد کو جو اُس کی خواہشوں کا دنیا پر اظہار کرتے ہیں شہرۂ آفاق بنائے اور جب پارلیمنٹ کے سبب انھیں مقتدر عہدے ملجائیں تو انھیں اُن کے کام میں مشغول رکھے۔ پارلیمنٹ حالیہ کے منجملہ اہم فرائض میں سے ایک فرض آئندہ ہونے والے وزرا کو منتخب کرکے انھیں سیاسی تربیت دینا ہے؛

اس طرح سلطنت میں مرکز حکومت ابتداً تاج میں تھا اور وہاں سے منتقل ہوکر مجلس وضع قوانین میں رہا اور پھر وہاں سے عوام کے ہاتھ زمام حکومت آئی لیکن عوام سے منتقل ہوکر مرکز حکومت اب کیبنٹ میں قرار پایا ہے۔ کیبنٹ منتخبین کے سامنے نہ کہ اُن کے نمائندوں کے نزدیک ذمہ دار ہے۔ کیبنٹ کی ذمہ داری اور حکومت کا مرکز وزیر اعظم ہے۔ چونکہ اس کے وجود سے دستور حکومت ناواقف ہے اس لیئے اس کی کچھ عجیب ناموزوں اور بے ڈھنگی شان ہے۔ اس ناموزونی کے سبب سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سلطنت برطانیہ کا ایک قانونی فرمان روا ہے جس کو اختیار و علم و قابلیت ایک دوسرے بلا واسطہ اور سب سے آخری سیاسی فرماں روا سے ودیعت ہوئے ہیں۔ یہ دونوں فرماں روا اختیارات

وغیرہ کی نسبت ایک دوسرے سے رشک وحسد کرتے ہیں لیکن اس رقابت ورشک کی حقیقت کا دریافت کرنا آسان نہیں ہے اور نہ اُن کے متعلق قطعی فیصلہ ہوسکتا ہے۔ ایک فرماں روا تو عارضی ہے اور دوسرا مستقل۔ اگرچہ پہلے فرماں روا کی حکومت کا زمانہ نہایت قلیل ہوتا ہے لیکن اگر وہ آئندہ کا لحاظ نہ رکھے تو وہ جو چاہے کیبنٹ سے تعمیل کرا سکتا ہے۔ اسی طرح اگرچہ منتخبین کو اوقات مقررہ پر اپنی حکومت کے اظہار کا موقع ملتا ہے اور دوسرے وقتوں میں وہ اپنا اثر غیر سرکاری اور بالواسطہ طریقے پر ڈال سکتے ہیں لیکن وہی صرف ایک ایسی قوت ہے جو کیبنٹوں کا خاتمہ کرسکتی ہے۔ اُن کے سوائے پارلیمنٹ بھی کیبنٹ کی ترمیم کرسکتی ہے لیکن پارلیمنٹ کو قدرتی موت سے مرنا کم نصیب ہوتا ہے یعنے مدت ختم ہونے کے سبب سے بہت ہی کم برخاست کا موقع ملتا ہے۔ بلکہ اکثر کیبنٹ کے مشورے پر بادشاہ پارلیمنٹ کو برخاست کردیتا ہے۔ اس کے برعکس وزارت کی کیفیت ہے۔ وزارتِ وقت منتخبین کو اپنے مقابلے پر آبادہ کرتی اور اُن کو مسلح کرتی ہے۔ اور کچھ مدت کے لیئے منتخبین کو بیکار و ضعیف بنا دیتی ہے ؏

ضمیمہ

حکومت مقامی (امداد مفلسین و حکومت خود اختیاری بلاد) شیرف، اعزازی نظمائے فوجداری اور مجالسِ اضلاع کے انتظامی کام اور ضلع، تعلقہ، شہر، قصبہ اور مینر کی حکومت خود اختیاری کا ذکر اپنے اپنے مقام پر اس کتاب میں ہو چکا ہے لیکن حکومت مقامی کی دو اہم شاخیں امداد مفلسین اور شہروں کی حکومت خود اختیاری کی ترقی یافتہ حالت کا بیان نہیں ہوا تھا ان کا ذکر بھی بالاجمال حوالۂ قلم کیا جاتا ہے۔

امداد مفلسین

ازمنۂ وسطیٰ کے واضعان قانون کی غرض مفلس و محتاج کو امداد دینے سے زیادہ لوگوں کی دریوزہ گری مسدود کرنی تھی۔ جو لوگ فی الواقع مفلس تھے وہ بہت تھوڑے تھے اور کسی انجمنِ تجارت، کسی خاندان یا جاگیر سے اُن کی امداد نہیں ہوتی تھی بلکہ دواخانوں خانقاہوں اور امرا کے گھروں میں انھیں پناہ ملتی اور وہیں ان کی بسر ہوتی تھی۔ ان کے علاوہ لوگوں کے مال کا دسواں حصہ جو محتاجوں اور بوڑھوں کی پرورش کے لیئے لیا جاتا تھا وہ اُن چند حقیقی مفلس لوگوں کی امداد کے لیئے بخوبی کفایت کر سکتا تھا۔ دریوزہ گروں میں اکثر فراری غلامان زرعی اور ایسے مزدور شریک ہوتے جو تلاش کار یا زیادہ اجرت حاصل کرنے کے لیئے ایک مقام سے دوسرے مقام میں گشت لگاتے تھے چونکہ قوم اُن کو ملزم و فراری خیال کر کے ذلت کی نظر سے دیکھتی تھی اس لیئے یہ لوگ نہایت آسانی سے موٹے بھکاری بن جاتے۔ اور امن عامہ کے لیئے خطرناک ثابت ہوتے تھے۔ بلیک ڈیتھ کے بعد جب کوچہ گرد لوگوں کی کثرت ہوئی تو پارلیمنٹ نے قوانین عمال کے ذریعے سے اس بُری عادت کو روکنے کی فکر کی اور شرح اجرت کا تعین کر کے نقل وطن کو ممنوع قرار دیا لیکن ان قوانین پر جس طرح عمل کرنا چاہیئے تھا نہیں کیا گیا اور نہ اِن قوانین کے جاری ہونے سے حقیقت میں ہرزہ گردی کا انسداد ہو سکتا تھا۔

خاندانِ ٹیوڈر کے پہلے اور اُس عہد میں تنومند اور ناتوان مفلس کی امداد کا انتظام درست حالت میں نہ تھا۔ چونکہ خانقاہوں انجمنوں اور متمولین کے پاس سے بے اصول خیرات ہوتی تھی اس لیئے اِن ادارات کو اِن ناکاروں کی فوج کا معین و حامی سمجھنا چاہیئے۔ اس کے علاوہ اُس زمانے میں لوگوں نے زراعت کے عوض بھیڑوں کی پرورش شروع کردی تھی اور مصنوعات بڑے پیمانے پر تیار ہونے لگے تھے۔ اگرچہ ان مصنوعات کی بڑی بڑی قیمتیں ان کے صناعوں کو ملتی تھیں لیکن زیادہ تر ان کی برآمد ہوتی تھی اور ان کی بطور مستقل گرم بازاری نہیں تھی۔ اس کے برعکس قرونِ وسطیٰ کے مصنوعات کا بازار مقامی تھا اور اُن کی مانگ مستقل ہوتی تھی اس لیئے جب مصنوعات کا زیادہ مقدار میں بننا شروع ہوا تو حقیقت میں کثرت سے مزدور پیشہ لوگ بیکار رہنے لگے۔ علاوہ بریں جو لوگ عادۃً ہرزہ گرد ہوتے وہ امرا کے حوالی موالی بنکر اور جاگیرداروں کی فوج میں ملازم ہوکر بسر کرتے تھے لیکن نظامِ جاگیری کے برہم اور ”شولری“ (Chivulry) کے دور کے ختم ہونے سے خانہ جنگیوں کا انسداد ہو گیا تھا اور ہنری ہفتم کے متعدد قوانین نے امرا کے وردی پوش خانگی لشکروں کو بھی موقوف کردیا تھا۔ اس طرح آوارہ لوگوں کی مشغولیت اور کسبِ معاش کے راستے مسدود ہو گئے تھے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انگلستان میں جدھر دیکھو فقیر ہی فقیر نظر آنے لگے۔ سر ٹامس مور لکھتا ہے کہ ”جن لوگوں کو ملازمت نہیں مل سکتی وہ فاقہ کشی سے ہلاک ہو جائیں یا اس قدر جری ہو جائیں کہ چوری کرکے پیٹ پالیں اور اس کو جرم نہ سمجھیں“۔ خانقاہوں کی شکست و موقوفی سے بھی معذور و ناتوان مفلسوں کی گزران کو سخت صدمہ پہنچا۔ اگرچہ خانقاہوں کے قیام سے فقیروں کی پرورش ہوتی تھی لیکن ان کے سبب سے مفلس بھی امداد پاتے تھے۔

دورِ ٹیوڈر میں پیرش جو کلیسائی حکومت کے لحاظ سے موضع کے مماثل متصور ہوتا تھا مفلسین کی امداد اور انتظام کا سب سے ابتدائی مقام قرار پایا اور جب عہدِ مذکور میں حکومتِ مقامی کا از سرِ نو رواج ہوا تو پیرش کی مجلسِ انتظامی سے شیرف کی عدالت کا کام لیا جانے لگا اور سیاسی و تمدنی ضرورتوں کی تکمیل کے لیئے قدیم جاگیری انتظامات پر عمل ہونے لگا۔ سولھویں صدی میں جس قدر امدادِ مفلسین کے متعلق

قانون بنا ہے اُس کی زیادہ تر غرض ضعیف بینوا کو فائدہ پہنچانا تھی۔ اگرچہ ایلزبتھ کی سلطنت کے پہلے ہر ایک صاحب خانہ پر مفلس لوگوں کی پرورش کے لیے چندہ دینا لازم نہ تھا لیکن سولھویں صدی میں توانین مفلسین کے ذریعے سے ہر ایک حلقۂ آبادی پہ اُس کے علاقے کے محتاجوں کی پرورش لازم کردی گئی تھی اور قابل کار و ناقابل کار آدمیوں میں فرق کیا جاتا تھا۔

اعزازی نظمائے فوجداری کے نام ۱۵۳۱ء میں معذور اور مفلس آدمیوں کے گداگری کے حلقے معین کرنے کے لیے احکام صادر ہوئے جن کی بنا پر اگر صحیح الاعضا اور قابل کار آدمیوں کو یہ لوگ معینہ حلقوں میں بھیک مانگتے ہوئے پا لیتے تو ان کو کوڑے مار کر ان کے وطنوں یا ان حلقہ ہائے آبادی کو واپس کر دیتے تھے جہاں اس کے پہلے وہ تین سال رہ چکے ہوں اور وہاں وہ کام پر لگائے جاتے تھے۔ ۱۵۳۶ء میں ہر ایک شہر کے امیر بلدہ اور ہر ایک پیرش کے ناظران کلیسا کو ہدایت ہوئی کہ وہ آوارہ بچوں کی تادیب کا انتظام کریں اور محتاج و معذور لوگوں کے لیے ایک سرمایہ کھولیں اور اس کے واسطے وہاں کے رہنے والوں سے انکی رضا و رغبت کے ساتھ چندہ وصول کریں اور مقامی مفلسوں کی امداد کے بعد جو روپیہ بچے اسے ان بے روزگار لوگوں کے کام پہ صرف کریں جو قابل کار ہوں ۱۵۴۷ء میں بینواؤں کے لیے چھوٹے چھوٹے مکانات چندے سے بنانے کی منظوری صادر ہوئی اور موٹے بھکاریوں کو پیشانیاں داغ داغ کر دوسروں کی غلامی میں دے دیا۔ اگر اس طرح کا غلام بھاگنے کی کوشش کرتا تو پہلی دفع معمولی سزا دی جاتی اور دوسری دفعہ اس کا مالک اس کو ہلاک کر دیتا تھا لیکن قانون نافذ ہونے کے دوسرے ہی سال یہ سخت اور مہلک قواعد منسوخ ہو گئے۔

۱۵۵۱ء کے قانون کی رو سے ہر ایک پیرش میں چندہ وصول کرنے کے لیے دو آدمی مقرر کیے گئے جو سال میں معینہ اوقات پر ساکنین پیرش کے ہاں جاتے اور نرمی و تہذیب سے امداد مفلسین کے لیے چندہ مانگتے تھے ۱۵۶۳ء میں اعزازی نظمائے فوجداری کو اختیارات دیئے گئے کہ ایسے مقتدر لوگوں پر جو امداد مفلسین کے لیے روپیہ دینے سے پہلو تہی کریں فوجداری سہ ماہی عدالتوں

میں رقم امداد کا تعین کریں اور اگر اس پر چندہ مشخصہ وصول نہو تو اُن کو قید کر کے حاصل کریں۔ ۱۵۷۲ء میں اضلاع و دیہات میں اعزازی نظمائے فوجداری اور شہروں میں امرائے بلاد وہاں کے باشندوں پر چندہ لگانے کے مجاز کئے گئے اور ناظروں کو مقرر کرنے کا بھی انھیں اختیار رہا۔ ناظران مذکور امداد مفلسین کے انتظام کے لئے اُن لوگوں کے نزدیک ذمہ دار تھے۔ اس انتظام کے سوائے ہرزہ گرد لوگوں کو تازیانے سے لیکر موت تک کی سزا بھی ناظر دیتے اور ان کو کام پر لگاتے تھے۔ اعزازی نظما کو ۱۵۷۶ء میں اضلاع میں "تادیب خانے" بنانے کی اجازت صادر ہوئی رقم امدادی سے خام اشیا ان تادیب خانوں میں مہیا کیجاتی تھیں اور مفلسین سے صنعت و حرفت کا کام لیا جاتا تھا۔ لیکن افسوس ہے کہ تادیب خانوں کی اسکیم پر زیادہ دنوں عمل نہیں کیا گیا۔

جو قوانین کہ ۱۵۹۷ء اور ۱۶۰۱ء میں وضع ہوئے ان کے ذریعے سے جس قدر قانون کہ انسداد گداگری اور مفلس و معذور کی امداد کے لئے مختلف وقتوں میں اور غیر مسلسل طور پر اُن کے پہلے وضع ہوا تھا اس کو اکھٹا کیا گیا اور اب امداد مفلسین، قابل کار آدمیوں کے لئے کام کا مہیا ہونا، مفلس لوگوں کے بچوں کو دستکاری و صنعت و حرفت سکھلانی، تادیب خانوں کی تعمیر، دریوزہ گروں کا اُن کے مخصوص حلقہ ہائے آبادی کو بھیجا جانا اور جبری محصول مفلسین کے لئے جانے کا ان جدید منضبطہ قوانین کے ذریعے سے انتظام ہوا۔ قدیم اور جدید قوانین میں بجز تادیب خانوں کے زیادہ فرق نہیں ہے۔ سابق میں ان امور کو اعزازی نظمائے فوجداری انجام دیتے تھے اور اب یہ کام ناظر کرنے لگے۔ اس کے علاوہ جدید قوانین کا زیادہ تر منشا مفلسوں کی امداد و پرورش تھا نہ کہ موٹے بھکاریوں کو سزا دینا۔ ۱۵۷۲ء سے یہ بات حکومت پر ثابت ہوگئی ہے کہ لوگ کاہلی اور بدکاری کے سبب سے نہیں بلکہ کام نہ ملنے اور صنعت و حرفت کی تعلیم نہ پانے کے سبب سے گدائی اور آوارگی اختیار کرتے ہیں۔ ان قوانین کے ساتھ پریوی کونسل نے عقلمندی یہ کی کہ غلّے کے نرخ کے متعلق قواعد بنا کر اس کو اعتدال پر پہنچا دیا اور اون کی تجارت کو فروغ دیا جس کے سبب سے اناج کی قیمت کا زیادہ گراں

ہونا ممکن نہ رہا اور لوگ بے روزگاری کی مصیبت سے بچ گئے ؎

ایلیزبیتھ کی سلطنت میں جو قوانین مفلسین وضع ہوئے تھے ان پر سنہ ۱۶۴۴ء تک شد و مد سے عمل ہوتا رہا لیکن خانہ جنگی کے بعد اس انتظام کا کچھ حصہ باقی رہ گیا۔ ان قوانین کی اصل غرض و غایت یہ تھی کہ بے روزگاروں کے لیئے کام مہیا ہو اور جو کام نہ کرنا چاہیں ان کو سزا دی جائے اور جو کام کرنے کے قابل نہوں اُن کی امداد (و پرورش) ہو۔ سنہ ۱۷۲۲ء میں محتاج خانوں کے بننے کی اجازت اور جو لوگ ان میں رہنے اور کام کرنے سے انکار کریں اُن کی امداد کی ممانعت ہونے سے انتظام مذکور میں اور بھی اضافہ ہوا لیکن کمشنران قانون مفلسین نے اپنی رپورٹ بابت سنہ ۱۸۳۴ء میں ان انتظامات کی ناگفتہ بہ حالت ظاہر کی۔ بر این ہمہ ملک اس بات سے واقف ہے کہ خرابی کا سبب اصل میں سنہ ۱۵۹۷ء اور سنہ ۱۶۰۱ء کے قوانین مفلسین کے اصول سے انحراف کرنا تھا۔ اُس زمانے کے بعد جو قوانین محتاجوں کو پیرش میں رکھنے کی نسبت بنائے گئے تھے وہ نہایت سخت اور بعید از عقل تھے چونکہ متمول پیرشوں کو خوف تھا کہ غیر متمول پیرشوں کے مفلس لوگوں کی پرورش و امداد کا بار بھی انہی پر پڑیگا اس لیئے ان کی تحریک پر ایسے سخت قوانین بنے تھے۔ چنانچہ سنہ ۱۶۶۲ء کے ایک قانون کی رو سے ہر ایک پیرش نو وارد لوگوں کو اپنے علاقے سے خارج اور ان کو اُس پیرش میں بجز واپس کرنے کی مجاز تھی جہاں وہ اس سے پہلے چالیس روز رہ چکے ہوں لیکن اگر کوئی غریب (نو وارد یا مسافر) اس بات کی کافی ضمانت دیتا کہ وہ اپنی پرورش کا بار نیئے پیرش پر نہیں ڈالے گا اس سے پھر تعرض نہیں کیا جاتا تھا اور از بسکہ اس قانون پر عمل کرنا نہایت دشوار تھا اس لیئے اُس میں ترمیم کرنی پڑی مگر اسکے اور اسکے مماثل قوانین کے سبب سے مزدوروں کی نقل و حرکت میں رکاوٹ پیدا ہو گئی جس کے سبب سے ان کی قلت ہو گئی تھی۔ لوگوں کی متواتر شکایتوں کی بنا پر کہ ناظران مفلسین و کلیسا غیر مستحق مفلسوں کو امداد دیتے ہیں حکم ہوا کہ امداد پانے والوں کے نام کا ایک رجسٹر رکھا جائے اور ویسٹری (کلیسا کی مجلس انتظامی) ہر سال اس کی تنقیح کرے اور آئندہ سے اعزازی ناظمان فوجداری کی اجازت کے بغیر کسی کو امداد نہ دیجائے۔ اس کا نتیجہ

یہ ہوا کہ امداد کا کام ناظروں سے نکل کر اعزازی نظما کو مل گیا اور وہ پیرش کے افسران انتظامی کی اطلاع کے بغیر اپنے من مانے لوگوں کو امداد دینے لگے۔ حقیقت یہ ہے کہ محتاج انکو غریب پرور سمجھتے تھے جن بینواؤں پر ناظروں کی طرف سے ظلم ہوتا یا جن کی دادرسی نہوتی تھی وہ اِن سے رجوع ہوتے تھے“ ؎

اٹھارھویں صدی میں یہ خیال کہ حکومت کو مزدوروں اور کاریگروں کی پرورش کا سامان کرنا چاہیئے بتدریج لوگوں کے ذہن نشین ہوا اس بنا پر اُن لوگوں کی معاش کے لیئے بہت کچھ قانون بنایا گیا اور ۱۷۸۲ء میں قانون گلبرٹ نافذ ہوا جس کے سبب سے مزدوروں کی انجمنیں قائم ہونے سے محتاج خانوں کا انتظام ہونے لگا اور ان میں سوائے محتاجوں کے دوسروں کو رکھنا ممنوع ہو گیا۔ بالآخر ۱۷۹۵ء میں اسپین ہیملینڈ واقع برک شائر کے اعزازی نظمائے فوجداری نے اس امر کا تصفیہ کر دیا کہ فرانس کی جنگ کے سبب سے ہر ایک مفلس خاندان کو ارکان خاندان کی تعداد اور روٹی کی بڑھی ہوئی قیمت کے لحاظ سے امداد ملنی چاہیئے اس کے علاوہ جو لوگ مزدوروں سے کام لیتے تھے ان پر حکومت کی جانب سے دباؤ ڈالا جاتا تھا کہ وہ ان کو زیادہ اجرت دیں۔ بہرحال اس تجویز کو پارلیمنٹ نے ۱۷۹۶ء میں منظور کیا اور اس وقت سے مزدوروں کی اجرت بڑھ گئی لیکن جب لوگوں نے دیکھ لیا کہ محکوم و ملازم بنکر رہنے میں آزاد و غیر محتاج ہونے سے زیادہ نفع ہے تو مزدوروں کی تعداد بڑھنے لگی اور اس کا نتیجہ نہایت افسوسناک برآمد ہوا۔ چونکہ مزدور پیشہ لوگوں کو خیرات اجرت کے تکملے کی غرض سے دی جاتی تھی اسلیئے کسانوں نے مزدوروں سے قلیل اجرت پر کام لینا شروع کیا اور اپنی اراضی کے خرچ مزارعت کو محصول مفلسین میں جو اُن سے بھر لیا جاتا تھا شامل کرنے لگے۔ ایک طرف تو یہ حالت ہوئی لیکن دوسری طرف محصول مفلسین کی شرح بڑھا دی گئی بعض مقامات میں محصول مذکور رقم مالگزاری پر بھی سبقت لے گیا اور بڑی بڑی مزروعہ زمینیں افتادہ ڈالدی گئیں۔ اور جن لوگوں کی محدود آمدنی تھی اور ان کو محصول مفلسین ادا کرنا پڑتا تھا وہ اس کی ادائی اور ذرائع معاش محدود ہونے کے سبب سے نادار ہو گئے۔ چونکہ ”آزمائش محتاج خانہ“ بالکل متروک ہو گئی تھی اور خاندان کے ارکان

بڑھنے میں فائدہ تھا اس لیئے نادار (مرد، اور عورت) باہم شادی کرتے تھے۔
ان امور کا نتیجہ یہ ہوا کہ اہل انگلستان نے جن کی سنہ ۱۸۱۷ء میں گیارہ ملین مردم شماری تھی امداد مفلسین میں اس سال آٹھ ملین پونڈ ادا کیئے تھے۔

سنہ ۱۸۳۴ء میں قانون مفلسین کی ترمیم ہونے سے حکومت کو سنہ ۱۶۰۱ء کے قانون کے اصول کو پھر اختیار کرنا پڑا۔ مرمہ قانون کی رو سے بجز باقاعدہ اور منظم محتاج خانوں کے صحیح الاعضا آدمیوں کو امداد کا ملنا بتدریج موقوف کر دیا گیا لیکن سنہ ۱۸۳۹ء میں (اُن مخصوص مصیبت کی حالتوں میں جو بسا اوقات مزدوروں کو کام نہ ملنے یا علیل ہونے کے باعث پیش آتی ہیں) اس قاعدے میں استثنا کیا گیا اور عارضی عدم کسب معیشت کے زمانے میں توانا و تندرست مزدوروں کو امداد ملنے کی اجازت صادر ہوئی۔ اس کے علاوہ قانون متذکرہ نے بوڑھوں اور ناتوانوں کو جو محتاج خانوں میں نہ رہتے ہوں امداد پانے کا مجاز قرار دیا اور آوارہ گرد لوگوں اور جو بچے محتاج خانوں میں رہتے ہوں اُن کی پرورش و تعلیم وغیرہ کا بھی اسی قانون کے ذریعے سے انتظام ہوا۔ تنظیم ثانیہ کا کام تین کمشنران قانون مفلسین کے سپرد ہوا تھا جس پر انھوں نے ملک کی انتظامی حلقوں میں تقسیم کی اور بڑے شہروں اور پیرشوں کو مثل سابق ان کی حالت پر چھوڑ دیا جس کے سبب سے وہ علٰحدہ حلقہ ہائے آبادی متصور ہوتے ہیں۔ لیکن متعدد دیہاتی پیرشوں کو ملا کر ایک ایک انجمن (یا اتحاد) محتاج خانوں کے بنانے اور ان کے قائم و آباد رکھنے کی غرض سے بنائی گئی۔ اگرچہ ہر ایک پیرش کو اپنے علاقے کے محتاجوں کی امداد کرنی پڑتی تھی لیکن جب تک سنہ ۱۸۴۶ء اور سنہ ۱۸۶۵ء کے درمیان مسلسل قوانین بنکر منظور نہیں ہوئے پیرشوں کا ہر ایک اتحادی مجمع اور حلقہ اپنے علاقے کے محتاجوں کی امداد و پرورش کا منفرداً ذمہ وار نہیں قرار پایا۔ سنہ ۱۹۰۹ء میں وظائف پیرانہ سالی کی منظوری سے ایک حد تک امداد مفلسین کا بار راست راست حکومت پر پڑا ہے۔

چونکہ دیہاتی پیرشوں کے اتحادی مجمعوں کے بنانے میں رقبے کا لحاظ نہیں کیا گیا اس لیئے انگریزی مقامی حکومتوں کا کام جس میں پہلے سے خلط ملط ہو گئی تھی اور بھی خلط ملط ہو گیا تھا لیکن سنہ ۱۸۸۹ء کے قانون مجالس اضلاع کے نفاذ

سے اس ابتری اور اُلجھن میں یک گونہ اصلاح ہوئی ہے۔ ان اتحادی مجمعوں کا انتظام محکمہ جات اولیا کے سپرد ہے جو اعزازی طور پر اپنے فرائض کو انجام دیتے اور جن کو پیرش کا محصول ادا کرنے والے باشندے انتخاب کرتے ہیں۔ سنہ ۱۸۹۴ء کے قانون کی رو سے دیہاتی حلقوں میں پیرش کے جلسوں اور مجلسوں کا قیام ہوا اور دیہاتی و شہری حلقوں کے لیئے (انتظامی) مجلسوں کا طریقہ نکل آیا۔ اعزازی ناظمائے فوجداری کا ناظروں کو مقرر کرنے کا اختیار اور اُن کے بعض ایسے اختیارات و فرائض جن کا تعلق امداد مفلسین سے تھا اب ان مجلسوں کی طرف منتقل ہو گئے۔ اُن کے علاوہ ناظران مفلسین و کلیسا کے اور اولیا کے اور کلیسائی مجلس انتظامی کے عام اختیارات و فرائض بھی جن پر مقامی حکومتوں میں عمل ہوتا تھا انھی مجلسوں کو مل گئے۔ اِس زمانے کی قانون مفلسین کی پیرش اپنے رقبے اور حکومت میں قدیم زمانے کی کلیسائی یا علاقۂ دیوانی کی پیرش کے مساوی نہیں ہے۔ چونکہ سنہ ۱۸۹۴ء کے قانون کا اثر شہری پیرشوں پر نہیں پڑا تھا اس لیئے بجز اُن پیرشوں کے قانون مذکور نے کلیسائی مجلس انتظامی کی قدیمی پست حالت کو نہیں بدلنے دیا بلکہ وہ اُنھی قدیم کلیسائی فرائض کو انجام دیتی ہے۔ اسی طرح صرف شہری حلقوں میں امداد مفلسین کا کام ابھی تک ایک مخصوص محکمۂ اولیا کے سپرد ہے لیکن دوسرے کل مقامات پر اولیاے مذکور کے فرائض دیہاتی حلقوں کی مجلسیں انجام دیتی ہیں؁

سنہ ۱۸۳۴ء سے پہلے امداد مفلسین کا انتظام مخصوص کمشنر کرتے چلے آرہے تھے لیکن سنہ ۱۸۴۷ء میں ایک قانون مفلسین کے نافذ ہونے سے کمشنروں کے عوض مفلسین کا ایک علیحدہ محکمہ قائم ہوا اور اُس کے بعد سنہ ۱۸۷۱ء میں جب محکمہ حکومت مقامی کا جدید تقرر عمل میں آیا تو محکمۂ اول محکمۂ ثانی میں ضم ہو گیا۔ چونکہ امداد مفلسین کے انتظام کا مسئلہ نہایت مشکل و نازک ثابت ہوا لہٰذا جن لوگوں کے ہاتھوں میں گذشتہ نصف صدی سے انتظام مذکور رہا ہے ان لوگوں نے قانون مفلسین میں بہت کچھ ترمیم و تبدیل کی ہے۔ اور اُس کے منتظمین کا جوش سنہ ۱۸۳۴ء کے قانون کے منشاء کو پورا کرنے میں ٹھنڈا پڑ گیا۔ حکام مقامی نے اُن لوگوں کے ساتھ

جو اس عام قاعدے سے کہ صحیح الاعضا اشخاص کو محتاج خانوں کی سکونت اور وہاں
کام کرنے کے بغیر امداد نہیں ملے گی سنہ ۱۸۳۹ء میں مستثنیٰ کیئے گئے تھے مزید رعایت
کرنی شروع کر دی اور اُن میں اُن لوگوں کو بھی شریک کر دیا جن کی معذوریت
عارضی تھی اس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ جو لوگ کام کرنے سے جی چراتے اور حقیقت میں
صحیح و تندرست ہوتے ہیں وہ بھی محتاج خانوں کے باہر یعنے گھر بیٹھے اور بغیر کسی
کام کرنے کے امداد پاتے ہیں اس لیئے اب معذور و تندرست میں فرق کرنا
مشکل ہو گیا ہے۔ جب اس قسم کے آدمیوں میں امتیاز نہیں کیا جاتا ہے۔ تو قانون
مفلسین کی بھی صحیح طریقے سے تعمیل نہیں ہو سکتی۔ لیکن یہ بات ضرور ہے کہ
اگرچہ لوگوں کو محتاج خانوں میں رہنے کے بغیر اور بلا تنقیح و تحقیق درخواست گزرتے
ہی امداد ملتی ہے لیکن اکثر مستحقین کو ان کی ضرورت کی مناسبت سے امداد
نہیں دی جاتی اور جو رقمیں کہ انھیں ملتی ہیں اُن سے اُن کی ضرورتیں ہرگز رفع
نہیں ہوتیں۔ اِس کے علاوہ جب سے حکام مقامی کو مصیبت زدہ اور نادار
لوگوں کے فائدے کی غرض سے اپنے اختیار تمیزی پر عمل کرنے کی اجازت ملی ہے
نہ صرف امداد مفلسین کا انتظام ہی بگڑا ہے بلکہ انتظام مذکور میں بہت کچھ ترمیم
و تبدیل ہو گئی ہے۔ قانونِ مفلسین کی نسبت جو کمیشن کہ سنہ ۱۹۰۹ء میں بیٹھا تھا
اُس کی رپورٹ سے ثابت ہو گیا ہے کہ اس ادارے میں از سر نو تنظیم کی ضرورت
ہے۔ موجودہ انتظام کی سب سے بڑی اور محتاج اصلاح خرابی یہ ہے کہ مستحق تو امداد سے
محروم اور غیر مستحق اُس سے فیض پاتا ہے۔ جو لوگ بالطبع کوچہ گرد اور بھیک مانگنے
کے خوگر ہیں اور بھی دلیر ہو گئے ہیں"۔ (جن کتابوں کا حوالہ فہرست عنوانات کے
بعد اس کتاب میں دیا گیا ہے اُن کے سوائے اِس مضمون کے متعلق اور چند مفید کتابوں
کا حوالہ دینا مناسب معلوم ہوتا ہے اور وہ یہ ہیں ارلی ہسٹری آف انگلش پُوور ریلیف
(امداد مفلسین انگلستان کی قدیم تاریخ) از ای۔ ایم۔ لے نارڈ، دی پُوور لا (قانون مفلسین)
از ٹی۔ ڈبلیو فول، انگلش لوکل گورنمنٹ (انگریزی حکومت مقامی) از ای۔ جنکس
دی پُوور لا رپورٹ (رپورٹ قانون مفلسین) بابت سنہ ۱۹۰۹ء از ایچ۔ بسان کے
(H. Bosanquet) }ق

شہروں کی حکومت خود اختیاری

اگرچہ قدیم زمانے میں بھی انگریزی شہروں کی جانب سے حکومت خود اختیاری پانے کی کوششیں ہوئی تھیں لیکن اُن کوششوں کا مطلب صرف حکومت مذکور سے بہرہ اندوز ہونا نہیں بلکہ اصلی مقصد شیرف کے مالی اور عدالتی تحکم سے نجات پانا تھا۔ چنانچہ نارمن فتح کے پہلے سے بعض شہر مثلاً چیسٹر وغیرہ نے زر مالگذاری محصولات راہداری اور بادشاہ کو پہنچنے کے جرمانوں کی مختلف رقموں کا اندازہ کر کے جن کو شیرف اپنے علاقے کے ساکنین بلاد سے وصول کرتا تھا ایک مجموعی رقم قرار دی اور اس کو بلاتوسط شیرف سالانہ راست خزانۂ شاہی میں داخل کرنے کا حق حاصل کر لیا تھا۔ لیکن کچھ دنوں بعد اسی رقم الیصال شدنی یعنے "زر اجارۂ شہر" کا منشور شاہی میں جس کے ذریعے سے شہروں کو حکومت خود اختیاری عطا ہوتی تھی تعین ہونے لگا اور اس کے بعد ہی دوسرے امتیازات وحقوق بھی شہروں کو مل گئے کیونکہ ہنری اول نے جو سند لندن کو عطا کی تھی اُس بنا پر شہر مذکور کو ضلع کے انتظامی اختیارات حاصل تھے اور وہی سند دوسرے شہروں کے لئے نمونہ سمجھی جاتی تھی۔ لندنیوں کو اس سند کے ذریعے سے اپنا شیرف اور جج انتخاب کرنیکا اور چلانی مقدموں کی تحقیقات، انتظام کوتوالی ضلع لندن کو اجارے پر دینے اور زر اجارۂ شہر راست راست خزانۂ شاہی میں داخل کرنے کا اختیار ملا تھا اِس کے علاوہ اگر کسی لندنی پر شہر پناہ کی کسی بیرونی عدالت سے کوئی الزام قائم ہوتا تو اس کو الزام مذکورہ کی نسبت بیرون لندن پیروی کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ اگرچہ لندن کی سند سے ان امتیازات کے سوائے اور حقوق بھی لندنیوں کو دیئے گئے تھے لیکن اُس کا اصل منشا ساکنین شہر کو اس شہر کی عدالتوں اور ان کے فوجداری نظما کے زیر اختیار لانا اور ذمہ دار قرار دینا تھا۔ اس لحاظ سے اُس زمانے کے لندن اور لندنیوں کو نہایت خوش نصیب سمجھنا چاہیئے اس لئے کہ دوسرے شہروں کے ساکنین کو یہ مراعات وامتیازات کہاں نصیب تھے وہ لوگ جاگیری امرا کے زیر اختیار پسے جاتے تھے اور اکثر شاہی سندوں کے ذریعے سے اُن امرا کے عدالتی اور دوسرے اختیارات کو سلب

کرنے کی ضرورت ہوتی تھی۔

پلینٹیجنٹ بادشاہوں کے دور میں شہروں کو اسناد کا عطا ہونا عام ہوا اس پر بھی ایک بات کا ضرور لحاظ کیا جاتا تھا وہ یہ کہ شہروں کو امتیازات وحقوق ملنے کے بعد بھی ملک کے عام انتظام میں دست اندازی کرنے کا موقع نہیں دیا جاتا تھا۔ چنانچہ کتاب میں دوسرے مقام پر اس بات کا ذکر آگیا ہے کہ شہروں کی عدالتوں کے نہایت محدود اختیارات ہوتے تھے بلکہ دورہ کرنے والے ججوں کے اجلاسوں پر شہروں کی اُن کے قائم مقاموں کے ذریعے سے نیابت ہوتی تھی۔ یہ حکام عدالت جس شہر میں چاہتے جا سکتے اور وہاں فصل خصومات کر سکتے تھے لندن کی بھی مجال نہ تھی کہ اِن کو اپنے ہاں آنے سے منع کرے۔ اِس کے سوائے شہریوں سے شیرف ہی زمیندارہ وصول کرتا تھا اور ان کی فوج کی تعلیم وتنظیم بھی اسی کے زیر نگرانی تھی۔ بر این ہم شیرف وغیرہ کے اختیارات محدود تھے کوئی مقامی محصول بادشاہ کی اجازت کے بغیر شہریوں پر نہیں لگایا جاتا تھا اور نہ اس کی مرضی کے بغیر عدالت ضلع اور دورے کی عدالتیں کسی شہر کے کل باشندوں پر کسی مجموعی سزا کی بنا پر جرمانہ کر سکتی تھیں بجز اُن چند شہروں کے جن کو ضلع کے اختیارات وانتظامات حاصل تھے دوسرے تمام شہروں کے انتظام اندرونی میں شیرف شریک رہتا تھا۔

اسناد ملنے کے سیکڑوں برس بعد تک اکثر شہروں کی حیثیت کارپوریشن کی سی نہ تھی اور نہ ایسے شہروں کے قبضے، حقوق وفرائض اور اس کے کسی متنفس شہری کے قبضہ وحقوق میں فرق ہو سکتا تھا بلکہ جو امتیازات کسی شہر کو عطا ہوتے تھے اُن کا اس شہر کے ہر ایک باشندے پر اطلاق ہوتا تھا، زر اجارہ شہر کی ادائی کا ہر ایک شہری منفرداً و مشترکاً شیرف کے یہاں ذمہ دار تھا اور سمجھا جاتا تھا کہ زر مذکور کی کامل ادائی کے لیئے اُس نے شیرف سے پہلے سے معاہدہ کر لیا ہے لیکن کارپوریشن یافتہ شہر میں ایک عام مہر اور شہریوں کو حق رائے حاصل رہنے سے ایسے شہر کی غیروں کی نظروں میں ایک متفقہ گروہ کی حیثیت ہوتی تھی اور جو امتیازات اُس شہر کو ملتے تھے وہ ایسے ہوتے تھے کہ وہاں کے دوسرے شہریوں کے بھی قریب قریب اسی طرح کے حقوق ہوتے تھے اسلیئے کارپوریشن کے مفہوم اور

اس کی شان سے لوگ بتدریج واقف ہوتے گئے۔ یہی کیفیت لندن کی تھی اگرچہ اُس کو ابتدائے ۱۱۹۱ء میں کمونا رکارپوریشن وحکومت خود اختیاری) مل گئی تھی اور اس کے بہت پہلے سے اس میں ایک حکمراں جماعت مع امیر بلد شہر کا امیر بلد موجود تھی لیکن اس کے انتظام کی وہ مستقل اور شاندار شکل نہ تھی جیسی کہ کسی کارپوریشن کی ہونی چاہیئے۔ مگر جس زمانے سے شہروں کو زمین پر قبضہ رکھنے کا موقع ملا اُس وقت سے ایسے ہر ایک شہر میں ایک انتظامی مجلس قائم ہوئی جس کے حقوق وفرائض کی شان ایک جماعت کے حقوق وفرائض کے مانند قرار پائی اور اس اجتماعی قبضے اور شخص منفرد کے قبضے میں فرق ہونے لگا۔ بہر حال چودھویں صدی کے آخر میں شہر (یعنے جماعت انتظامی) کو حقوق وفرائض قبضہ حاصل ہوئے اور اُس زمانے سے ایسے بلا د بادشاہ یا کسی جاگیردار کی عنایت وفیاضی سے ان چراگاہوں اور سبزہ زاروں کے مالک بن گئے جن پر اُس کے قبل وہاں کے شہریوں کو چرائی کا عام حق حاصل تھا۔

اگرچہ منشور یافتہ شہروں کا ابتدا میں دستور حکومت جمہوری تھا اور وہاں شہری ہو جانا بھی آسان تھا عہدہ داران مقامی کا انتخاب بھی شہری کرتے تھے اور وہ کل باشندوں کے مورد بازپرس ہوتے تھے لیکن بعض شہروں میں جلد اور بعض میں دیر سے وہاں کی حکومت پر ایک متمول جماعت نے قبضہ کر لیا جس کے سبب سے جوں جوں شہروں کو کارپوریشن ملتا ویسا ہی حکومت معدودی (Oligarchy) کا بول بالا ہوتا گیا اور اِن شہروں کے ادنیٰ اور اعلیٰ باشندوں میں نزاع کا سلسلہ قائم ہو گیا چنانچہ ۱۱۹۶ء میں لندن، ۱۲۶۰ء میں گلاسٹر، ۱۲۹۳ء میں آکسفرڈ اور ۱۳۱۷ء میں برسٹل شہروں کی جانب سے فریاد کی صدا بلند ہوئی کہ وہاں کے ادنیٰ اور مفلس باشندوں کو متمول وخوشحال شہریوں سے زیادہ محصول ادا کرنا پڑتا ہے اور یہ سراسر ناانصافی ہے اور رفع شکایت کی کوئی تدبیر نہیں نکالی جاتی۔

شہروں میں معدودی حکومتوں کے قائم ہونے کے چند وجوہ پائے جاتے ہیں۔ ایک یہ کہ ادنیٰ درجے کے شہری امورِ حکومت کی انجام دہی سے جی چراتے تھے اور دوسرے یہ کہ ایسے شہر کی انجمن تجار حکومت شہر کا اجارہ لینی تھی معلوم

ہوتا ہے کہ جو لوگ کسی شہر کو حکومت خود اختیاری پانیکی ترغیب وتحریص دلاتے تھے وہی لوگ حصول منشور کے بعد اس شہر کی حکومت کے اعلیٰ عہدوں پر فائز ہوتے تھے اور بے شک اِن لوگوں کا تعلق ان جماعتوں سے تھا جو شہروں کی حکومت خود اختیاری کے پہلے اُن میں انجمنہائے تجار کے قائم کرنے کے لئے شہریوں کو ابھارا کرتے تھے مگر یہ بات تحقیق طلب ہے کہ اُن انجمنوں نے بحیثیت انجمن اِس قسم کے منشوروں کو خرید ایعنے اُن کے حاصل کرنے میں اپنی جیب سے صرف کیا یا حکومت خود اختیاری ملنے پر اُس کے آپ مالک بن بیٹھے اگرچہ تاریخ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اکثر شہروں میں انجمن تجار اور حکمراں گروہ میں فرق نہیں کیا جاتا تھا لیکن بعض بڑے شہروں میں جیسا کہ لندن اور ناروچ کی حالت تھی اس طرح کی انجمن نہیں ہوتی تھی۔ ہنری ششم کے عہد میں شہروں کو کارپوریشن عطا ہونے کا طریقہ نکلا اور سب کے پہلے ۱۴۳۹ء میں کنگسٹن کے شہر کو جو رود ہل پر واقع ہے کارپوریشن عطا ہوا لیکن انگریزوں کو اُس زمانے میں بھی بلدیہ کے کاموں سے اسقدر الفت تھی کہ جن شہروں کو حق کارپوریشن بھی نہ ملتا وہاں کے باشندے اپنے میں سے بارہ یا چوبیس آدمیوں کو منتخب کر کے ایک کمیٹی ان فرائض کی انجام دہی کے لئے بناتے تھے جو اُس شہر کے کل باشندوں کی جانب سے بلدیہ کا کام چلاتی تھی؛

منشوروں کے ذریعہ کارپوریشنوں کے عطا کرنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ شہروں کی حکمراں جماعت روز بروز مختصر ہوتی گئی اور یہ کمیٹیاں بالاستقلال اپنا آپ انتخاب کرنے لگیں معلوم ہوتا ہے کہ ”قانون حقوق“ کے واضعین نے جس کے ذریعے سے شہروں کے منشورات میں بادشاہ کی دست اندازی کا انسداد ہوا حکومت کی نظروں سے اس قسم کے مستبدہ کارپوریشنوں کو پنہاں کر دیا جن کی بہت جلد کثرت ہوگئی بہرحال مدتوں بعد اس خرابی کا حکومت پر اظہار ہوا چنانچہ ۱۸۳۴ء کے کمشنروں کی رپورٹ سے واضح ہے کہ ”جن شہروں کو ادارات بلدی ملے ہیں وہاں کے باشندوں کی کثیر تعداد بلدیات کے اختیارات سے ناراض ہے اور اُن کی ناراضی جائز ہے“ اس لئے کہ ان شہروں میں ایک قلیل اور خود مختار جماعت کے ہاتھ میں وہاں کے عدالتی سیاسی اور بلدی اختیارات آگئے ہیں جس سے دوسرے شہری محروم ہیں اور یہی

جماعت صاحب ثروت و جائداد بن گئی ہے۔

۱۸۳۵ء کے قانون بلدیات کے ذریعے سے کل انگریزی شہروں کو ایک ہی قسم کا دستور حکومت ملا ہے جس کے سبب سے ہر ایک بلدیہ ایک امیر بلدیہ شرکائے امیر بلد اور ارکان مجلس پر مشتمل ہوتا ہے۔ ارکان مجلس انتخاب محصول ادا کرنے والے کرتے ہیں اور ان میں کے ایک ثلث ارکان اختتام سال پر خدمت سے علٰحدہ ہو جاتے ہیں۔ امیر بلد اور شرکائے امیر بلد کا انتخاب ارکانِ مجلس کی جانب سے ہوتا ہے ارکان مجلس کا ایک ثلث حصہ اُس دوسری قسم کے عہدہ داروں پر مشتمل ہوتا ہے جنکی مدت ملازمت چھ سال ہوتی ہے لیکن ہر تیسرے سال ان میں کے نصف ارکان ملازمت سے علٰحدہ ہو جاتے ہیں۔ امیر بلد کی مدت ملازمت ایک سال ہے۔ اگرچہ اس طرز حکومت کی نسبت قانون تو ۱۸۲۵ء میں بنا تھا لیکن ۱۸۸۲ء میں کل برطانوی شہروں پر اس کا اطلاق ہو گیا اُس پر بھی شہر لندن اس وقت بھی اسکے اثر سے مستثنٰی رہا اور اس کی وجہ یہ ہوئی کہ اس کے پہلے کے قانون کا جو ۱۸۳۵ء میں نافذ ہوا تھا لندن پر اثر نہیں پڑا تھا اور طے ہوا تھا کہ دار الحکومت کے نظم حکومت کی نسبت خاص قانون بنیگا۔ لیکن آج تک اُس کی نوبت نہیں آئی اور اُس شہر کا وہی پرانا غیر اصلاح شدہ دستور اب تک جاری ہے۔

۱۸۳۵ء کے قانون بلدیات اور ۱۸۴۶ء کے قانون عدالتہائے اضلاع کے ذریعے سے شہروں کے عدالتی انتظام کی اصلاح ہوئی ہے۔

تمت

فہرست اصطلاحات

تاریخ دستور انگلستان

A

Abdication	ترک سلطنت
Abbot	رئیس رہبان
Absolute	مطلق العنان
Act of security	قانون طمانیت
Active conformity	مطابقت عملی
Adjournment	التوا باختیار خود
Administration	نظم و نسق
Administrative county	حکومتی ضلع
Administration of justice	دادرسی ۔ عدل گستری
Adoration	پرستش
Affirmation	اقرار (صالح)
Aid	امداد رقمی ۔ اعانت رقمی
Alderman	شریک میر بلد
Aldermen	شرکاء میر بلد
Allegiance	وفا شعاری
Altar	قربان گاہ
Amendment	ترمیم
Anglican church	مقررہ مذہب انگلستان
Anglo-saxon	سیکسن انگریز

Anarchy	عدم حکومت۔ نزاع
Appropriation of supplies	تخصیص رقوم
Arbitration	ثالثی
Archbishop	صدر اُسقف
Archdeacon	صدر شماس
Army and discipline Act	قانون تربیت و ضابطۂ فوج
Assault and battery	حملہ اور زدوکوب
Assize	فرمان۔ قانون۔ نام تحقیقات جوری
Assize of arms	قانون اسلحہ
Attorney General	صدر وکیل سرکار

B

Ballot	قرعہ اندازی۔ مخفی طریقہ کا ووٹ
Ballot Act	قانون قرعہ اندازی
Bankrupt	دیوالیہ
Barony by tenure	بیرنی از روے عطیۂ ارضی
Barony by writ	بیرنی از روے شقہ (طلب نامہ)
Benefit of Clergy	مراعات کنیسہ
Benevolence	قرضۂ جبریہ۔ نذر
Bill	مسودۂ قانون
Bill of attainder	مخصوص قانون تعزیری
Bishop	اُسقف
Board	مجلس۔ محکمہ
Board of Exchequer	مجلس مالیہ
Board of Works	محکمۂ تعمیرات
Book land	اراضی شخصی۔ زمین سندی

Borough	شہر
Bye-law	قانون مقامی (موضع)
Bretwalda	حاکم برطانیہ
Burial	تجہیز و تکفین

C

Cabal	جماعت سازشی
Cabinet-closet	خلوت۔ چھوٹا کمرہ
Cabinet System	نظام کیبنٹ
Canons	علماء اُسقف
Canon law	قانون کلیسائی۔ قانون مذہبی
Canvassing	جستجوئے رائے۔ استمداد
Carrier of goods	برندۂ مال
Cathedral	کنیسۂ اُسقف۔ اُسقف کا گرجا
Cause of action	بنائے دعویٰ
Celibacy	تجرد
Censorship of Press	نظارت مطابع
Central Government	حکومت مرکزی۔ صدر حکومت
Chamberlain	تشریفاتی۔ بارسالار۔ منتظم بارگاہ
Character	عادات واطوار
Charter	سند شاہی
Chartered town	شہر سند یافتہ
Civil Officers	افسران قانونی
Civil and Criminal Causes	مقدمات دیوانی و فوجداری
Civil registration	اندراج قانونی

Conservative	قدامت پسند
Conservator of peace	محافظ امن
Constable	سرخیل قصر شاہی۔ قلعدار
Constituency	حلقۂ انتخاب
Constitution	دستور
Constitutional	دستوری
Conventicle	مجمع مصلیان
Conviction of an offence	اثبات جرم
Convocation	صدر مجلس انتظامی اہل کنیسہ
Co.operation	اتحاد۔ اتفاق
Copy hold	نقل داری
Copy holder	نقل دار
Coroner	مفتش اسباب ہلاکت
Corporate body	جماعت سندیافتہ۔ شخصیہ والی جماعت
Corporation	شخصیہ
Corporate town	شخصیہ والا شہر
Council of state	مجلس حل و عقد۔ مجلس نظمیہ
County	ضلع
County Palatine	ضلع خود مختار
Court of assize	عدالت اسائز
Cross classification	تقسیم متداخل
Court of Exchequer	عدالت مال
Court of the Common Pleas	عدالت دیوانی
Curia Regis	عدالت شاہی
Chartism	خیالات فرقہ چارٹسٹ

Chartists	فرقۂ چارٹسٹ - طالبان (سند) منشور
Church	کلیسا - مذہب
Church service	صلوٰۃ نصاریٰ
Churchrate	محصول کلیسائی
Church Wardens	ناظران کلیسا
Civil Government	حکومت منظم
Civil List	جیب خرچ شاہی - فہرست عہدہ داران علاقۂ دیوانی
Clergyman	پادری
Coalition Ministry	وزارت متفقہ
Customary Law	قانون رسمی
Code of Laws	مجموعۂ قوانین منضبطہ
Colonial office	محکمۂ نوآبادیات
Commendation	رسم وجوار
Commission	اختیار حکم - پروانۂ تقرر - نیابت مجلس
Commissioner	نائب - قائم مقام
Composite constitution	دستور مرکب
Common Land	اراضی شاملاتی
Common Law	قانون غیر موضوعہ
Common Pleas	مقدمات یا نالشات دیوانی
Common Prayer book	عام کتاب صلوٰۃ
Commons	چراگاہ عام - چراگاہ شاملاتی
Commons (The)	اراکین عوام (پارلیمنٹ انگلستان)
Common Wealth	(رفاہ عام) حکومت جمہوری
Communion	عشائے ربانی
Compurgation	تائید حلف

Compurgators	موئیدین حلف
Complex	مخلوط
Confederation	اجتماع
Congregation	کلیسا۔ مجمع مصلیان۔ فرقۂ مذہبی
Consecration	تقدیس
County Coucil	مجلس ضلع

D

Deacon	شماس
Dead letter	قانون منسوخ العمل
Declaration of Indulgence	اعلان مراعات
Declaration of Rights	اعلان حقوق
Degree (of a University)	سند جامعہ
Delibrations	مشاورت
Demesne Land	زمین سیر
Demesne Land of the Crown	علاقۂ صرف خاص۔ شاہی سیر
Democracy	حکومت جمہوری
Democrat	حامی حکومت جمہوری
Democratic	جمہوری
Despatch	مراسلت سرکاری۔ نامۂ و پیام
Diocese	ضلع اسقف یا صدر اسقف
Dictum	آئین
Direct taxation	محصول بلا واسطہ
Disability	عدم قابلیت
Disendowment	ازالۂ وقف
Disestablishment	موقوفی

Dispensing Power	اختیار استثنا
Dissolution	برخاست (پارلیمنٹ)
Distraint of Knighthood	فوجی زمینداری کی قرقی
Distribution of seats	تقسیم نائبین
Districts	اضلاع
Divine Right	نیابت الٰہی
Division List	فہرست موافقین ومخالفین تحریک
Doctrine of tenure	مسئلہ حقیت اعطائے اراضی
Doctrine of Transubstantiation	مسئلہ استحالہ
Domesday Book	کتاب بندوبست

E

Ecclesiastical Order	امن مذہبی
Ealdorman	نائب شاہ۔صوبہ دار۔گورنر
Elastic	ممکن التاویل
Election	انتخاب
Elective	منتخب
Elective right or title	حق انتخاب
Elective Franchise Franchise	حق رائے نسبت انتخاب
Elector	انتخاب کنندہ۔منتخب
Electorate	حلقۂ انتخاب کنندگان
Elementary education	تعلیم ابتدائی
Entail	عطیۂ مشروط۔عطیۂ منقطع
Episcopal Government	حکومت اسقفی
Escheat	استرداد۔بازگشت۔حق بازگشت حق استرداد
Estate for life	حق یا جائداد حین حیات

Exclusive Laws	قوانین محرومیت ۔ قوانین اخراج حرمان
Excommunication	اخراج مذہبی
Executive Government	حکومت عاملانہ
Ex-officio Oath	حلف منصب
Extreme republican	انتہائی جمہوریت پسند
Extortion	حصول بالجبر

F

Fair Criticism	اعتراض جائز
Fanaticism	تعصب شدید
Fanaticism (Religious)	جنون مذہبی
Father-land	وطن آبائی
Fealty	اطاعت
Fee	جاگیر ۔ زمینداری ۔ زمین معافی
Fee=Court fee	رسوم عدالت
Fee Simple	ملک یا عطائے مطلق
Fee tail	ملک یا عطائے مشروط منقطع
Feelings	جذبات ۔ خیالات
Felon	مجرم سنگین
Felony	جرم سنگین
Fellow of a College	طالب علم وظیفہ یاب امتیازی
Federation	اتفاق متفقیت
Federal State	دولت متفقہ
Fellowship	وظیفۂ امتیازی
Feudal dependant	جاگیردار ماتحت
Feudal incidents	رسوم جاگیری

Feudalism	خیالات نظام جاگیری
Feudal Lord	رئیس جاگیردار
Feudal Revenue	محاصل جاگیری
Feudal System	نظام جاگیری
Fine	پیشکش۔ نذرانہ۔ جرمانہ
First Lord of the Admiralty	وزیر بحریہ
First Lord of the Treasury	وزیر خزانہ
Flexible	ترمیم پذیر
Folkland	زمین جمہوری
Foreign Despatches	مراسلات خارجہ
Finance	مالیہ
Foreign office	محکمۂ خارجہ
Forfeiture	ضبطی
Franchise	حق رائے زنی یا رائے (ووٹ) دینے کا حق
Free Gift	ہبہ یا انعام بلا شرط
Freehold	زمینداری۔ زمین معافی۔ ملک مطلق
Free holder	جاگیردار۔ زمیندار۔ مالک مطلق
French reign of terror	آشوبۂ فرانس
Fund	سرمایہ

G

Galley Slaves	کشتی کھیلنے والے غلام
General Summons	طلبنامۂ عام
Guardians of the poor	اولیائے مفلسین
Grammar School	مدرسۂ ادب قدیم یونانی ولاطینی
Good Will	نیک گمانی۔ خیر خواہی۔ مقبولیت عامہ

Great Charter of liberties	سند اعظم حریت
Great Council (The)	مجلس عظمیٰ
Great Officers of the State	عمائدین۔ اعلیٰ حکام سلطنت

H

Habeas Corpus Act	قانون لزوم تحقیقات محبوس
Hamlet	قریہ۔ کھیڑا
Harbour	بندر۔ بندرگاہ
Heavy cavalry	رسالۂ زرہ پوش
Heptarchy	حکومت مسبوعہ۔ حکومت ہفت سلاطین
Heresy	زندقہ۔ الحاد
Heretic	زندیق۔ ملحد
High Treason	بغاوت خلاف بادشاہ وغیرہ
Homage	وابستگی
Home Office	محکمۂ داخلہ
Householder's franchise	حق رائے مستکر
House of Commons	بیت العوام
House of Lords	بیت الامرا
Houses of Parliament	بیوت پارلیمنٹ
Hundred	تعلقہ۔ حصۂ ضلع
Hundred years War	جنگ صد سالہ

I

Illuminated books	کتب مطلا و باتصویر
Immunity	بریت۔ استحقاق۔ معافی
Impeachment	مواخذہ
Imperial Expenditure	مصارف سلطنت۔ مصارف ملکی

Incest — تزویج محرمات

Incorporation — عطائے شخصیہ

India Office — محکمۂ وزیر ہند

Indictment — الزام تحریری مصدقۂ جوری کلاں۔ چالان

Indirect taxation — محصول بالواسطہ

Informal — بے ضابطہ۔ غیر رسمی۔ سادہ

Innate rights — حقوق فطرتی

Inquest — تفتیش

Institutions — ادارات۔ قوانین۔ آئین۔

Instrument of Government — دستاویز حکومت۔ آلۂ حکمرانی

Interdict — حکم امتناعی پوپ

Interest — حق نسبت۔ جائداد غیر منقولہ

Investiture — رسم تشریف۔ تقرر اسقف منجانب پوپ

Ireland — ایرستان

Irish — ایرستانی

J

Jacobites (L.Jacobus and Fr.James) — طرفداران جیمس دوم

Jesuits — فرقۂ یعقوبی

Judge — قاضی

Jurisdiction — اختیارات عدالت۔ اختیار سماعت مقدمات۔ حدود اراضی عدالت

Justice of the Peace — اعزازی ناظم فوجداری

Justiciar — صدر اعظم

K

King can do no wrong — بادشاہ سے کوئی جرم سرزد نہیں ہوسکتا

King is the fountain of Justice — بادشاہ منبع انصاف ہے۔

King in Council	بادشاہ باجلاس کونسل
King in Parliament	بادشاہ باجلاس پارلیمنٹ
Knight	مبارز
Knight-errant	مبارز دوّار
Knight hood	زمین مبارز۔ فوجی زمینداری
Knight's fee	جاگیر مبارز
Knight Service = Tenure by Knight Service, Military tenure	فوجی عطیۂ ارضی
Knight tenure	فوجی زمینداری

L

Land lord	زمین دار۔ مالک زمین۔ مالک خانہ مستکر
Land tax	محصول زمین
Land system	نظام زمینداری
Land tenure	عطایائے ارضی
Law of patents	قانون اختراعات وصنائع
Law of Bankruptcy	قانون دیوالہ
Layman	دنیوی آدمی
Lease	پٹہ
Leasehold	پٹہ۔ پٹہ داری
Lease holder	پٹہ دار
Legal provisions	شرائط قانونی
Legate	سفیر پوپ
Legislative Innovations	تغیرات قانونی
Libel	ازالۂ حیثیت عرفی۔ توہین تحریری
Liberal Education	تعلیم درسی و اخلاقی
Liberal party	فرقۂ حامی آزادی۔ فرقۂ جدت پسند

Liberal supply	فیاضانہ منظوری اخراجات
Liberty of the Press	آزادی مطابع
Liege lord	رئیس یا امیر واجب الاطاعت
Licensing Act (The)	قانون اجازت نامہ
Life Interest	حق یا جائداد حین حیات
Light house	منارۂ بحریہ
Liturgy	طریقۂ عبادت قومی۔ادائے رسم عشائے ربانی
Local administration	حکومت مقامی
Local authority	حکومت مقامی
Local community	حکومت مقامی
Local Government	حکومت مقامی
Local Institutions	ادارات مقامی
Lords Ordainers	امرائے مقنن
Lodger's franchise	حق رائے منزل گزیں
Lord Chamberlain	میر تشریفاتی
Lord Chancellor	ناظم عدالت ایکویٹی (نصفت)
Lord high Admiral	صدر امیر البحر
Lord High Chancellor	میر مجلس عدالت العالیہ۔قاضی القضاۃ
Lord Lieutenant	نائب السلطنت
Lord President of the Privy Council	میر مستشار
Lord Protector	حامی سلطنت
Lord's anointed	برگزیدۂ الہٰ
Lords Spiritual	امرائے دینی
Lords Temporal	امرائے دنیوی

M

Magna Charta	سند اعظم
Manor	پرگنہ۔ جاگیر
Maritime adventures	وقائع سیاحت بحری
Marriage	رسم تزویج عقد نکاح
Marriage Act	قانون ازدواج
Marriage by Civil registration	تزویج بذریعۂ اندراج قانونی
Marshal	سپہ سالار
Martial law	قانون حربی
Masses of the people	عامۂ خلائق
Matriculation	شرکت جامعہ
Mayor	میر بلد
Meadow	سبزہ زار۔ چراگاہ۔ مرغزار
Merchant Shippings	جہازات تجار
Middle ages	قرون وسطیٰ۔ ازمنۂ وسطیٰ
Military tenure	عطیۂ خدمت فوجی
Militia National army	فوج رویف۔ فوج قومی
Modern England	انگلستان حالیہ
Monarchy	حکومت شخصی
Money bill	مسودۂ قانون مالیہ (مسودۂ معاملات مالیہ)
Money Market	صرافہ۔ بازار زر
Mortmain	بدست مردہ
Mote	مجلس
Motive	تحریک غرض
Motive power	قوت محرکہ
Mouthpiece Spokesman	وکیل نمایندہ

Municipal borough	بلدیہ والاشہر
Municipal Corporations	شخصیات بلدی۔بلدیات سندیافتہ
Municipal reform	اصلاح بلدیہ
Mutiny Act	قانون غدر
Mysticism	تصوف

N

National assembly	مجلس قومی۔مجلس ملیہ
National administration	حکومت قومی
National covenant (The)	عہد نامۂ قومی
National purse	مداخل ملکی۔محاصل قومی
Natural rights	حقوق فطرتی
Navy	بحریہ۔محکمۂ بحری
Nuisances	امور باعث تکلیف

O

Occasional Conformity	مطابقت اتفاقیہ
Occupier	قابض
Officers of the Royal household	افسران بیوتات شاہی
Opening of Parliament	افتتاح پارلیمنٹ
Opposition	ارکان مقابلہ۔فریق مقابل
Ordeal	آزمایش غیبی
Ordinance	فرمان
Overrule	بطلان یارد فیصلہ
Overseers of the Poor	ناظران مفلسین

P

Parish Council	مجلس پیرش

Parish rural	دیہاتی پیرش
Parish Urban	شہری پیرش
Parson	پادری متولی
Parliamentary papers	کاغذات پارلیمنٹ
Party	فرقہ
Party chief	سردار فرقہ
Party in a minority	فرقۂ قلیل
Party Government	فرقہ بندی کی حکومت
Party System	نظام فرقہ بندی
Party having majority in the house of Commons	بیت العوام کا برسرحکومت فرقہ۔ یا فرقۂ کثیر
Party in a majority	فرقۂ کثیر
Passive obedience	اطاعت غیر مخالفانہ۔ اطاعت تامہ
Patent	سند ایجاد۔ سند حق اختراع
Peerage bill	مسودۂ قانون امارت
Penal Statute	قانون تعزیری
Penalty	سزا۔ تاوان
Pensioner	وظیفہ یاب
Petition of Rights	قانون حقوق
Place men	ملازمانِ شاہی۔ صاحبان مناصب
Pleas of the Crown	مقدمات فوجداری
Pocket borough	جیب پُر کن شہر
Political institutions	ادارات سیاسی
Poor law	قانون مفلسین
Poor relief	امداد مفلسین
Popular assembly	مجلس ملیہ۔ مجلس قومی

Popular Court	عدالت قومی
Preferment	معاش مذہبی منصب وعہدۂ کلیسائی
Prelate	رئیس کنیسہ
Preliminaries	مقدمات صلح
Prerogative of mercy and Pardon	شاہی اختیار معافی و ترحم
President	میر مجلس
President of the Board of Trade	میر مجلس تجارت
President of the Local Government Board	میر مجلس حکومت مقامی
President of the Board of Education	میر مجلس تعلیمات
Prince of Wales	ولیعہد برطانیہ
Private business	کار شخصی - نجی کام
Privileged Communication	بیانات استحقاقی
Privy Council	مستشار شاہی
Privy Councillor	رکن مستشار شاہی
Procedure	ضابطہ
Proclamation	اعلان
Presentment	چالان
Property qualifications	شرائط ملکی
Prorogation	التوا بحکم شاہی
Protector (Lord)	نائب السلطنت - حامی سلطنت
Protectorate	حکومت زیر حمایت
Provisions	قواعد - شرائط
Provisions of Oxford	دستور (معاہدہ) جو بمقام آکسفورڈ مرتب ہوا
Proxy	نائب - قائم مقام

Public affairs	امور ملکی۔ مہام سلطنت
Public Credit	اعتبار قومی۔ سرکاری اعتبار
Public Expenditure	مصارف ملکی
Public Health Act	قانون صحت عامہ
Public Interest	رفاہ عام
Public opinion	رائے عامہ
Public Purse	محاصل ملکی
Public Spirit	رفاہ قومی

Q

Qualifications for the franchise	شرائط اہلیت رائے زنی
Question of fact	امر واقعاتی
Question of law	امر قانونی
Quinquennial Act (The)	قانون پنجسالہ

R

Ratification	توثیق۔ منظوری
Rector	متولی کلیسا
Redistribution of Seats Act	قانون تقسیم مکرر نشستیں
Reform Act (The)	قانون اصلاح
Reformation (The)	عہد اصلاح (مذہب)
Registrar General of birth, Marriages and deaths	صدر ناظم محکمہ ولادت وازدواج وممات
Relief	پیشکش نذرانہ
Religious fanaticism	جنون مذہبی
Rent	مالگذاری۔ کرایہ۔ زر لگان
Rental of the land	آمدنی مالگذاری
Reporter	خبر نویس

Representation	نیابت۔ نمایندگی
Representative	نائب۔ نمایندہ
Representative Government	حکومت نیابیہ
Republican	جمہوریت پسند
Responsibility	جواب دہی۔ ذمہ داری
Restoration (The)	عود شاہی
Revenue	محاصل
Retainer	وابستۂ دولت
Rigid	غیر ترمیم پذیر
Right to reputation	حق نیک نامی
Royal administration	نظم و نسق (یا انتظام) شاہی
Royal closet	خلوت شاہی
Royalist	طرفدار شاہی
Rotten borough	شہر ویران و خراب۔ شہر غیر آباد
Round Heads	سر تراشیدہ۔ سر منڈے۔ طرفداران کرامویل و جمہوریت
Rump (The)	تلچھٹ۔ فضلہ۔ نام اراکین بقیہ شارٹ پارلیمنٹ

S

Sacramental Test	آزمائش عشائے ربانی
Sanitary Authorities	حکام صفائی یا حفظان صحت
Sanitation	حفظان صحت
Schism Act (The)	قانون افتراق (مذہبی)
Secondary Education	تعلیم ثانویہ
See	علاقۂ ماتحت اسقف یا صدر اسقف
Secretary of State	وزیر سلطنت
Secretary of State for Colonies	وزیر نوآبادیات

Secretary of State for India	وزیر ہند
Secretary of State for War	وزیر جنگ
Self Government	حکومت خود اختیاری
Septinial Act (The)	قانون ہفت سالہ
Serf	غلام زرعی۔غیر آزاد کسان
Set Speeches	پر تکلف اور مصنوعی تقریریں
Settlement Act (The)	قانون تخت و تاج
Shire	ضلع
Shipmoney	زر جہازہ۔محصول بحریہ
Shorthand	اختصار نویسی
Shorthand writer	اختصار نویس
Simple esquires	ادنیٰ درجہ کے معززین
Sinecurist	مفت باش
Simple	بسیط
Socage tenure	عطیہ۔خدمت زرعی
Solemn affirmation	اقرار صالح
Sovereign	فرمانروا
Speakers	مقررین
Spiritual Cause	مقدمۂ مذہبی
Statistical Survey	بندوبست۔پیمائش عددی
Statute Book	مجموعۂ قوانین موضوعہ
Statistics	اعداد
Statute of Premunire	قانون انتباہ
Subscription	دستخط۔دستخطی تحریر
Subsidy	مخصوص اشیائے تجارتی کا محصول کرورگری

English	اردو
Supreme Court of Justice	عدالت العالیہ
Supreme Government	صدر حکومت
Supreme power	حکومت اعلیٰ
Suspending power	قانون کو معطل کرنیکا اختیار

T

English	اردو
Taxation	اجرائے محصولات
Technical Education	تعلیم صنعت و حرفت
Tenant-Farmer	کاشتکار یا اسامی قابض۔رعیت
Tenant-Farming	رعیت داری
Tenant-in-Chief	اعلیٰ اسطی لہ (جاگیردار)
Tenure	عطیۂ اراضی
Test Act (The)	قانون آزمائش
Thanes-Thegns	ندیمان نبرد آزما۔مصاحبان جنگی
Title deed	دستاویز حقیت
Toleration Act (The)	قانون رواداری مذاہب
Tory	فرقۂ قدامت پسند
Tory Government	حکومت فرقۂ قدامت پسند
Township	موضع قصبہ
Traffic	مال تجارت۔حمل و نقل انسان و مال
Trial by battle	تحقیقات بذریعہ جنگ و جدل
Trial by ordeal	تحقیقات بذریعۂ امتحان (آب و آتش)
Trinnial Act (The)	قانون سہ سالہ
Turning point	نقطۂ انقلابی

U

English	اردو
Under Kings	سلاطین کم مرتبہ

Uniformity (Act of)	قانون یکرنگی
Unit of Administration	حکومت کا پہلا زینہ۔ سب سے چھوٹا رقبہ حکومت
Unitary Constitution	دستور انفرادی
Upstart	نو دولت

V

Vassal	وابستہ
Venue	مقام واردات
Vestry	مجلس انتظامی کلیسا
Veto	اختیار نامنظوری
Vicar	ناظر۔ نگہبان کلیسا
Vice-President	نائب میر مجلس
Villain	غلام زرعی۔ غلام زراعتی۔ کسان غیر آزاد
Violence	جبر و تشدد۔ دنگا فساد
Volunteer	رضاکار
Vote	رائے۔ رائے زنی
Vote Supply (to)	مصارف ملکی کو منظور کرنا

W

War Office	محکمۂ جنگ
Westminster Abbey	خانقاہ ویسٹ منسٹر
Witans	ارکان مجلس عقلا
Witenagemot	مجلس عقلا
Working Majority	کثرت موثرہ۔ کثرت عاملانہ۔ فرقۂ کثیر

Y

Yeoman	زمیندار۔ کسان۔ سپاہی مستحفظ
Yeomanry	فرقۂ زمینداران۔ احرار۔ فوج مستحفظ

تمت

غلط نامہ

تاریخ دستور انگلستان

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۳	۲۴	نسبت کسی	نسبت نہ کسی
۴	۱۱	مسودے کر	مسودے کو
۱۶	۳	اکثر امور میں آپس	اکثر باہمی امور
〃	۱۶	اور عمل میں اس کا لانا	اور عمل میں لانا
۱۹	۲۴	مستمر	مستمرہ
۲۱	۹	امارات	املات
۲۲	۲۱	(Coloui)	(Coloni)
۲۵	۱۴	کی آرا	کی آرلنز
۲۵	۱۸	کوم ٹیز	کوم آٹیز
۳۴	۱۷	جن کے	جس کے
۳۹	۲۱	اشکالات	مشکلات
۴۱	۱۳	طرر	طرز
۴۲	۲۰	تھیں	نہیں
۴۳	۷	مل گئی	ہو گئی
۵۱	۱۰	FeeFrom	Fee Farm

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۵۵	۹	Cath	Oath
۵۷	۱۵	سالسبری	سالزبری
۶۳	۸	کسادیا	گویا
۶۸	۵	حق حفاظت	حق کی حفاظت
۸۰	۹	(Dialougs de Seacario)	(Dialogus de Seaccario)
۸۸	۲۳	مزار عین	مزارعین
۸۹	۱۷	Fortespue	Fortesque
۱۲۲	عنوان مندرجہ حاشیہ	The Comune Canciliam مجلس قومی نارمنوں کی مجلس شاہی	The Commune Concilium (مجلس قومی) اور نارمنوں کی مجلس شاہی
۱۳۱	۱۹	مجکسوں	مجلسوں
۱۳۴	۱۴	Commussion کیمیشن کی	Commission کیمیشن کی (
۱۳۴	۱۵	ہو ابناہوئی	ہنو) بناہوئی
۱۳۴	۲۴	Lony	Long
۱۳۸	۱۶	کرلے	کرنے
۱۴۴	۱۸	Strole	Stole
۱۴۴	۲۴	Pelhama	Pelhams
۱۴۵	۱۳	Marquies	Marquis
۱۴۵	۱۶	H. M's	H. M'S
۱۵۲	۱۹	Mekerra	Mc Kenna
۱۵۳	۸	تاریخی چھائی ہوئی	تاریکی چھائی ہوئی
۱۵۴	۹	وزریلی .	ڈزریلی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۱۵۶	۱۴	درایک	وہ ایک
۱۵۹	۲۲	(New-castle)	(Newcastle)
۱۶۲	۶	The Dntchy	The Dutchy
۱۷۶	۷	Beverly	Beverley
۱۷۷	۲	(Balingbroke)	Bolingbroke
۱۷۷	۵	یکرنگ	پکرنگ
۱۸۲	۲۲	Petitioned Advice	Petition and Advice
۱۸۴	۱۷	(North Men)	(Northmen)
۱۸۵	۴	(Huscarles)	(Huscarls)
۱۹۰	۵	(Poll tex)	(Poll tax)
〃	۲۴	Gruat	Groat
۱۹۱	۲۵	Barous	Barons
۲۰۴	۹	ہسکن سن	ہسکی سن
۲۰۹	۱۲	ہوتی ہو	ہوئی ہو
۲۰۹	۱۷	شکنگ	شلنگ
۲۰۹	۱۹	تمنے	تمغے
۲۱۲	۲۳	سلاخین نوڈد	سلاطین ٹیوڈر
۲۴۴	۱۶	Old-Castle)	Oldcastle)
۲۵۰	۲۵	Wens Leydal)	Wensleydale)
۲۵۷	۱۸	of	and
۲۵۸	۱۷	(Mopesson)	(Mompesson)
۲۶۰	۱۳	(Strofford of Land)	(Strafford and Land)

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۲۶۳	۹	(Shirly Vs Fagg)	Shirley Vs. Fagg
۲۶۸	۵	(Man mauth)	Monmouth
۲۶۸	۱۵	Isaballa	Isabella
۲۷۳	۱۸	Nework	Newark
۲۷۸	۷	& Fox	’& fox
۳۷۵	۸	پیکس	پگیس
۳۸۶	۱۰	تانون مازل بُرَو	قانون مازل بُرَو
۴۰۰	۶	(Thegus)	Thegns
۴۰۲	۱۲	Talzey	Tolzy
۴۳۷	۱۴	Burkly	Berkeley
۴۳۸	۹	Rotulonm	Rotulorum
۴۴۰	۱۶	پیکٹ	بیکیٹ
۴۸۳	۸	وزیعے	ذریعے
"	۱۵	فرمان روائی افضلیت	فرمان روائی، افضلیت
۴۸۷	۱۷	مباحتے	مباحثہ
۴۹۱	۱	اعزازی	اعزازی
۴۹۵	۲۰	اِسلے اور اسکے	اِسکے اور اِسکے
۴۹۹	۲۳	ٹی۔ دبلیو فول	ٹی۔ ڈبلیو۔ فول
۵۰۲	۵	ہوئی چاہیے	ہونی چاہیے
۵۰۳	۱۶	کے ذریعے	کے ذریعے سے